تابعینؒ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ
شاہ معین الدین احمد ندوی

دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ
وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

تابعین رض

یعنی

چھیانوے اکابر تابعین رضی اللہ عنہم کے سوانحِ زندگی اور اُن کے
مذہبی، اخلاقی، علمی، اصلاحی اور مجاہدانہ کارناموں کا تفصیلی مرقع

مرتبہ

شاہ معین الدین احمد ندوی

دارالمصنّفین، شبلی اکیڈمی، پوسٹ باکس نمبر ۱۹
اعظم گڑھ، یوپی (ہند) ۲۷۶۰۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

© جملہ حقوق بحق دارالمصنّفین محفوظ

سلسلۂ دارالمصنّفین نمبر: ۵۲

کتاب	:	تابعینؒ
مرتبہ	:	شاہ معین الدین احمد ندوی
صفحات	:	۵۳۷
طبع جدید	:	۲۰۰۹ء
مطبع	:	معارف پریس، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ
ناشر	:	دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ
کمپوزنگ	:	صلاح الدین نثار معروفی (معروفی کمپیوٹر)
قیمت	:	۲۵۰ روپے

ISBN: 978-93-80104-22-5

﴿باہتمام﴾

عبدالمنان ہلالی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

اسمائے تابعین رض

شمار	مضمون	صفحہ
	مقدمہ	
	از جناب نواب صدر یار جنگ	۴
	مولانا حبیب الرحمٰن خاں	
	شروانی صدر نشین دار المصنفین	
	دیباچہ	۷
	(الف)	
۱	ابراہیم بن یزید تیمیؒ	۱۳
۲	ابراہیم بن یزید النخعی	۱۵
۳	احنف بن قیسؒ	۲۳
۴	اسماعیل بن ابی خالد احمسیؒ	۳۶
۵	اسود بن یزیدؒ	۳۷
۶	اعمش (سلیمان بن مہرانؒ)	۴۰
۷	اویس بن عامر قرنیؒ	۴۵
۸	ایاس بن معاویہؒ	۵۹
۹	ایوب بن ابی تمیمہ سختیانیؒ	۶۳
	(ب)	

شمار	مضمون	صفحہ
۱۰	بسر بن سعیدؒ	۶۹
۱۱	بکر بن عبداللہ مزنیؒ	۷۰
	(ث)	
۱۲	ثابت بن اسلم بنانیؒ	۷۲
	(ج)	
۱۳	جابر بن زیدؒ	۷۴
۱۴	جعفر صادقؒ	۷۸
	(ح)	
۱۵	حسن بن حسنؒ	۸۳
۱۶	حسن بصریؒ	۸۶
۱۷	حکم بن عتیبہؒ	۱۰۴
	(خ)	
۱۸	خارجہ بن زیدؒ	۱۰۸
۱۹	خالد بن معدانؒ	۱۰۹
	(د)	
۲۰	داؤد بن دینارؒ	۱۱۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	مضمون	صفحہ
	(د)	
۲۱	ربیع بن خشیمؒ	۱۱۳
۲۲	ربیعہ رائےؒ	۱۲۳
۲۳	رجاء بن حیوہ	۱۳۰
	(ز)	
۲۴	زر بن حبیشؒ	۱۳۲
۲۵	زید بن اسلم	۱۳۴
	(س)	
۲۶	سالم بن عبداللہؒ	۱۳۶
۲۷	سعید بن جبیرؒ	۱۴۱
۲۸	سعید بن مسیبؒ	۱۵۷
۲۹	سلمہ بن دینارؒ	۱۸۱
۳۰	سلیمان بن طرخان تیمیؒ	۱۸۴
۳۱	سلیمان بن یسارؒ	۱۸۷
	(ش)	
۳۲	قاضی شریح بن حارثؒ	۱۹۰
	(ص)	
۳۳	صفوان بن سلیم زہریؒ	۱۰۴
۳۴	صفوان بن محرزؒ	۲۰۶
	(ط)	
۳۵	طاؤس بن کیسانؒ	۲۰۸
	(ع)	
۳۶	عامر بن شرحبیل شعبیؒ	۲۱۳

شمار	مضمون	صفحہ
۳۷	عامر بن عبداللہؒ	۲۲۶
۳۸	عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ	۲۳۹
۳۹	عبداللہ بن عونؒ	۲۴۱
۴۰	عبیداللہ بن عبداللہؒ	۲۴۷
۴۱	عبدالرحمٰن بن اسودؒ	۲۵۱
۴۲	عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ	۱۵۳
۴۳	عبدالرحمٰن بن غنمؒ	۲۵۶
۴۴	عبدالرحمٰن بن قاسمؒ	۲۵۷
۴۵	عروہ بن زبیرؒ	۲۵۹
۴۶	عطاء بن ابی رباحؒ	۲۶۷
۴۷	عمرو بن شرحبیلؒ	۲۷۲
۴۸	عمرو بن دینارؒ	۲۷۴
۴۹	عکرمہ مولیٰ ابن عباسؒ	۲۷۷
۵۰	علی بن حسینؒ	۲۸۹
۵۱	علی بن عبداللہ بن عباسؒ	۳۰۸
۵۲	عمر بن عبدالعزیزؒ	۳۱۱
۵۳	عمرو بن مرہؒ	۳۵۹
۵۴	علقمہ بن قیسؒ	۳۶۰
	(ق)	
۵۵	قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ	۳۶۵
۵۶	قبیصہ بن ذویبؒ	۳۷۲
۵۷	قتادہ بن دعامہ سدوسیؒ	۳۷۴
	(ک)	

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار	مضمون	صفحہ
۵۸	کعب احبارؒ	۳۷۸
۵۹	کعب بن سورؒ	۳۸۱
	(م)	
۶۰	مجاہدؒ بن جبیر	۳۸۴
۶۱	محمد بن اسحٰقؒ	۳۸۷
۶۲	محمد بن حنفیہؒ	۳۹۳
۶۳	محمد بن سیرینؒ	۴۲۰
۶۴	محمد بن عجلانؒ	۴۳۲
۶۵	محمد بن علیؒ (امام باقر)	۴۳۴
۶۶	محمد بن کعبؒ	۴۳۷
۶۷	محمد بن مسلمؒ (امام زہری)	۴۳۸
۶۸	محمد بن منکدرؒ	۴۴۷
۶۹	مسروق بن اجدعؒ	۴۵۰
۷۰	مسعر بن کدامؒ	۴۵۸
۷۱	مسلم بن یسارؒ	۴۶۲
۷۲	مطرف بن عبداللہؒ	۴۶۵
۷۳	مکحول الدمشقیؒ	۴۶۹
۷۴	منصور بن زاذانؒ	۴۷۳
۷۵	میمون بن مہرانؒ	۴۷۵
	(ن)	
۷۶	نافع بن جبیرؒ	۴۷۸
۷۷	نافع بن کاؤسؒ	۴۸۱
	(و)	
۷۸	وہب بن منبہؒ	۴۸۵
	(ہ)	
۷۹	ہرم بن حیان عبدیؒ	۴۸۷
۸۰	ہشام بن عروہؒ	۴۹۰
	(ی)	
۸۱	یحییٰ بن سعیدؒ	۴۹۱
۸۲	یحییٰ بن یعمرؒ	۴۹۵
۸۳	یزید بن ابی حبیبؒ	۴۹۷
۸۴	یونس بن عبیدؒ	۴۹۹
	(کنیت)	
۸۵	ابوادریس خولانیؒ	۵۰۲
۸۶	ابواسحٰق سبیعیؒ	۵۰۴
۸۷	ابوبردہ بن ابی موسیٰ اشعریؒ	۵۰۶
۸۸	ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ	۵۰۹
۸۹	ابورجاء عطاردیؒ	۵۱۱
۹۰	ابوالزنادؒ	۵۱۳
۹۱	ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ	۵۱۵
۹۲	ابوالعالیہ ریاحیؒ	۵۱۷
۹۳	ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ	۵۲۲
۹۴	ابوعثمان نہدیؒ	۵۲۴
۹۵	ابوقلابہ جرمیؒ	۵۲۶
۹۶	ابووائل بن سلمہؒ	۵۳۰
	خاتمہ	۵۳۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از

جناب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی صدر نشین دار المصنّفین

اسلام بنی نوع انسان کے واسطے ایک قانونِ حیات لایا تھا جس میں علم وعمل دونوں شامل تھے، علم کی معراج معرفتِ ربانی تھی، عمل کا اعلیٰ پایہ صدق وعدل کی تکمیل تمّت کلمة ربك صدقا وعدلا۔

اس حیاتِ طیبہ کا کامل نمونہ ذاتِ اقدس تھی، صلی اللہ علیہ وسلم لَقَدْ كَانَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ حیات انسانی کے جتنے اعلیٰ شعبے ہوسکتے ہیں ان سب کے کامل سبق آموز نمونے حیاتِ مبارکہ میں موجود تھے۔

آپ کے نمونے کی پیروی سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس امانت حیات کے امین ہوئے، بقدر قوت واستعداد ان حضرات میں سے ہر ایک بزرگ نے حصہ پایا، مظہر اتم خلفائے راشدینؓ تھے۔

صحابۂ کرامؓ سے یہ امانت تابعینؒ والا مقام کو پہنچی، یہی وہ امانت تھی جس کے تحمل سے زمین وآسمان گھبرا اٹھے تھے، ان بزرگوں نے جس عزم اور ہمت واستقامت سے حق امانت ادا کیا وہ تاریخِ انسانی کا ایک روشن اور حیات آفریں باب ہے، بالآخر حق امانت ادا کر کے تبع تابعین کے سپرد فرما گئے، انسانی بہترین خدمتوں میں سے ایک خدمت بزرگانِ موصوف کے صحیح اور مستند حالات کی اشاعت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارالمصنّفین کو جزائے خیر ہو کہ اس سے پہلے سیرۃ مبارک اور صحابۂ کرامؓ کے حالات میں متعدد جلدیں شائع کر چکا ہے، اب نوبت حالاتِ تابعینؒ کی ہے، اسی سلسلے میں رفیق دارالمصنّفین مولوی معین الدین احمد صاحب نے یہ جلد تالیف کر کے مسلمانوں پر خصوصاً اور سارے انسانوں پر عموماً لطف و کرم فرمایا ہے جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً۔

اس کتاب کو پڑھ کر اور مختلف مقامات کو بار بار دیکھ کر میں کہہ سکتا ہوں کہ حق محنت وسعی ادا کیا گیا ہے، مستند اور معتمد ماخذوں سے حالات لے کر صاف دل نشیں پیرائے میں قلم بند کیے ہیں، ۹۶ اکابر تابعین کے حالات ہیں، ظاہر ہے کہ کل کے مقابلے میں یہ ایک جز ہے تاہم جز اعظم ہے، میرا خیال ہے کہ ایک جلد اور شائع ہوگی جس میں بقیہ اکابر کے حالات ہوں گے، زیادہ نمایاں امام اعظم کا عدم ذکر ہے جو امید ہے کہ اپنے موقع سے ہوگا، کوتاہی ہوگی اگر ایک اہم امر کی جانب توجہ مبذول نہ کروں، وہ یہ کہ ہر بیان اور ذکر کا ایک پیرایہ اور اسلوب ہے، شائستہ پیرایہ اور بلیغ اسلوب، اس کا لحاظ تالیف وتصنیف کی تہذیب وشائستگی ہے، اکابر مذہب کا ذکر صدیوں سے ایک خاص اسلوب سے ہوتا آیا ہے جو شائستگی اور ادب کا نمونہ ہے، اس کا ترک نگاہ اور قلب دونوں کو زحمت رساں ہے، اس سے بھی زیادہ نظر کو بلند کیجئے، مذہب حق کا فیض تاثر وتقدس سے وابستہ ہے، یعنی قلب مذہب حق کے تقدس سے اس وقت فیض یاب ہوگا کہ شان تقدس آشنائی اپنے اندر پیدا کرے ؎

تا نہ گردی آشنا از مزے نشنوی
گوشِ نامحرم نہ باشد جائے پیغام سروش

تقدس سے لگاؤ اس وقت ہوگا کہ ادب وعظمت کا اہتمام ہو، یہ اہتمام چاہتا ہے کہ اکابر مذہب کا ذکر بھی عظمت وادب کے اہتمام واظہار کے ساتھ ہو۔

کم سے کم میں نے یہ امر محسوس کیا ہے کہ بزرگانِ دین کے ذکر وبیان کا جو اسلوب سلفِ صالحین نے قائم کیا ہے، جب دورانِ بیان میں اس کا لحاظ نہ رہے تو بعینہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نظر کو ایک دھکا لگا اور بلندی سے پستی پر آرہی، تقدس بیان کا جو اثر دل پر ہو رہا تھا، اس کا سلسلہ درہم برہم ہو گیا۔

خلاصہ اکابر تابعینؒ کے ناموں کے ساتھ مقررہ اسلوب کے مطابق امام وغیرہ الفاظ کا عدم استعمال اسلوبِ ادب کے خلاف محسوس ہوتا ہے۔(۱)

حبیب الرحمٰن

حبیب گنج ۲۷ رذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

---

(۱) اعتذار، ازمؤلف:- حضرت مولانا نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے، لفظ امام وغیرہ اگرچہ میں نے جا بجا کتاب میں لکھا ہے مگر اس کا ترک بھی ہوا ہے، اس عدم التزام کے سبب میں ان بزرگوں کی روحوں سے شرمندہ ہوں، انشاء اللہ طبع ثانی میں اس کا پورا لحاظ رہے گا۔ (معین الدین احمد)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

ایمانی قوت، دینی حمیت، مذہبی واخلاقی روح اور علمی وعملی خدمتوں کے اعتبار سے اسلام کے خیر القرون کے بہ ترتیب تین زرّیں دور یا تین طبقے ہیں، صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ۔ ان ہی تین دوروں میں مسلمان دینی اور دنیوی سعادت وفلاح کی معراجِ کمال کو پہنچے، اس کے بعد جو ترقیاں ہوئیں وہ صرف ایوانِ تمدن کے نقش ونگار ہیں۔

ان تینوں طبقوں میں سے دوسرا طبقہ یعنی تابعینؒ جو اس کتاب کا موضوع ہے، اس حیثیت سے نہایت اہم ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کی، جو دین کا اصل سرچشمہ تھے اور تبع تابعین کی جس میں تمام بڑے بڑے ائمہ پیدا ہوئے، درمیانی کڑی ہے، اسی نے صحابہ کی علمی اور اخلاقی برکتوں کو سارے عالم میں پھیلایا۔

کلام اللہ اور احادیث نبویؐ دونوں ان کے فضائل پر شاہد ہیں، کلام اللہ میں ان کے فضائل وامتیازات یہ بتائے گئے ہیں اور مہاجرین وانصار کے ساتھ انھیں بھی رضوان الٰہی کی دولت سے سرفراز کیا گیا ہے۔

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ	اور مہاجرین وانصار میں سے جن لوگوں
الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ	نے قبول اسلام میں سبقت کی اور جن
اتَّبَعُوْاهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ	لوگوں نے خوش دلی کے ساتھ ان کا اتباع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ وَاَعَدَّلَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ۔	کیا خدا اُن سے خوش اور وہ خدا سے خوش ہیں اور خدا نے ان کے لیے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس آیت پاک کا مصداق تابعینِ کرام ہی ہیں کہ وہی عمل میں مہاجرین وانصار کے ''تابع'' اور زمانہ کے لحاظ سے ان کے بعد تھے اور اسی لیے عرفِ عام میں ان کا لقب ''تابعی'' رکھا گیا ہے۔

احادیث میں اس سے زیادہ صریح اور واضح الفاظ میں ان کا تعارف ہے اور ان کو خیر کے لقب سے سرفراز فرمایا گیا ہے:

خیر امتی القرن الذین یلونی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم الخ (مسلم کتاب الفضائل)	میری امت میں اس زمانہ کے لوگ بہتر ہیں جو مجھ سے ملا ہوا ہے (صحابہؓ) پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں (تابعین) پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں (تبع تابعین)

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم الخ (ایضاً)	سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں (صحابہؓ) پھر وہ جو ان سے متصل ہیں (تابعین) پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔ (تبع تابعین)

یہ تینوں اپنے اپنے زمانہ کے لیے باعثِ خیر و برکت تھے، اسلام کو ان ہی کی خیر و برکت سے روحانی اور مادی فتوحات حاصل ہوتی تھیں:

عن النبی ﷺ قال یاتی علی	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الناس زمان یغزو فئام من الناس، فیقال لهم فیکم من رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم فیقولون نعم فیفتح لهم ثم یغزو فئام من الناس، فیقال لهم فیکم من رأیٰ من صحب رسول الله صلی الله علیه وسلم فیقولون نعم فیفتح الخ۔
(مسلم کتاب الفضائل)

ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کرے گی، اس سے پوچھا جائے گا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو، وہ لوگ کہیں گے ہاں (ان کی برکت سے) ان کے لیے فتح دی جائے گی، پھر ایک جماعت جہاد کرے گی، ان سے پوچھا جائے گا کہ تم میں کوئی ہے جس نے اس شخص کو دیکھا ہو جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا تو وہ کہیں گے ہاں تو (ان کی برکت سے) فتح دی جائے گی۔

یہ مقدس جماعت علم وعمل میں صحابۂ رسول کا عکس ویر تو تھی، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور صحابہ کی علمی اور اخلاقی وراثت کو مسلمانوں میں پھیلایا، عہد رسالت کے بعد اور شخصی حکومت کے اثر سے اسلامی نظام میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں اُن کی اصلاح کی اور اگر اصلاح نہ کر سکی تو ان خرابیوں کے مقابلہ میں اسلام کے مصفا سرچشمہ کو باہر کے گرد وغبار اور کدورت سے اپنی کوششوں سے محفوظ رکھا، مذہبی علوم کی حفاظت واشاعت کی نئے علوم کی بنیاد رکھی، اسلامی سلطنت کے حدود کو وسیع کیا، اسلام کو پھیلایا، غرض ان تمام برکتوں کا جن کا عہدِ صحابہ مین آغاز ہوا تھا تکمیل تک پہنچایا اور جو پوری ہو چکی تھیں ان کی حفاظت کی۔

امام زہری، مکحول شامی، ابراہیم نخعی، قاضی شریح، عکرمہ، سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ نے علم کا پایہ سنبھالا، محمد بن سیرین، سعید بن مسیّب، محمد بن جبیر، امام زین العابدین وغیرہم نے (خدا ان سے راضی ہو) اخلاق کا درس تازہ کیا، حسن بصری، اویس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرنی اور عامر بن عبداللہ رضوان اللہ علیہم نے عشق و محبت کی آگ سوزان رکھی، عمر بنؒ عبدالعزیز نے خلافت راشدہ کے نمونہ کو زندہ کیا، غرض تابعین کرام نے علم و عمل کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کے لیے بہترین اُسوہ چھوڑا، علم اور اخلاق وغیرہ کی یہ تقسیم محض اعتباری اور وصفِ غالب کی بنا پر ہے، ورنہ علم و اخلاق کے سارے محاسن کم و بیش ان تمام بزرگوں میں مشترک تھے۔

ان سب کا مشترک اور اہم کارنامہ دینی علوم کی، جس پر مذہب اسلام کا دارومدار ہے، حفاظت و اشاعت اور قرآن و حدیث سے متفرع علوم کی تاسیس ہے، اگر ان بزرگوں نے جانکاہ تکلیفیں اور مشقتیں اٹھا کر اس خزانہ کو محفوظ نہ کیا ہوتا تو اس کا بڑا حصہ برباد ہو جاتا، (اس کے حالات اصل کتاب میں آئیں گے) تبع تابعین کے دور کے تمام بڑے بڑے ائمہ جن کے فیض سے آج مذہبی علوم زندہ ہیں، سب تابعینؒ ہی کے حلقۂ درس کے فیض یافتہ تھے۔

یوں تو تابعی ہر وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی کی صحبت اٹھائی ہو یا اُسے دیکھا ہو لیکن جس طرح ہر صحابی صحابیت کا مکمل نمونہ نہیں اور اس کی تکمیل کے لیے کچھ شرائط ہیں، اسی طرح ہر تابعی بھی حقیقی تابعی نہیں، صحابہ میں ابوبکر صدیقؓ بھی تھے اور ابوسفیان بھی، یہی فرق مراتب، خدمات اور کارناموں کے اعتبار سے تابعین میں بھی ہے، تابعین میں امام زین العابدین بھی ہیں اور یزید بن معاویہ بھی لیکن شَتَّانَ بَيْنَهُمَا، اس لحاظ سے ان بیشمار تابعین کو اس کتاب سے خارج کر دیا گیا ہے جن کی زندگی میں ہمارے لیے کوئی نمونۂ عمل نہیں کہ ع: محفل خاص ہے یہ رہ گذر عام نہیں

ان کے علاوہ تابعین میں بڑے بڑے فاتحین اور کشور کشا بھی ہیں جن کی تلواروں نے مشرق و مغرب کے ڈانڈے ملا دیے، کچھ سلاطین و فرمانروا بھی ہیں جن کی تمدن نوازی نے اسلامی حکومت کو تمدن کا تماشا گاہ بنا دیا، ان سب کی اچھی کوششیں امتِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرحومہ کے شکریہ کی مستحق ہیں لیکن اس کتاب کا مقصد اُن ہی برگزیدہ نفوس کے حالات پیش کرنا ہے، جنھوں نے مسلمانوں کے لیے کوئی اخلاقی یا مذہبی نمونہ چھوڑا ہے اور جن کے اخلاقی نمونوں سے اسلام کی روح زندہ اور جن کی علمی کوششوں سے اسلامی علوم وفنون کی عمارت قائم ہے، اس لیے فاتحوں اور کشور کشاؤں اور بادشاہوں اور فرمارواؤں کو بھی اس زمرہ سے علاحدہ رکھا گیا ہے کہ ان کی تو کسی زمانہ میں بھی کمی نہیں، عبدالملک ولید، سلیمان اور قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر مسلمہ، مہلب بن ابی صفرہ تو ہر زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں لیکن حسن بصریؒ، اویس قرنیؒ، سعید بن مسیب، ابن شہاب زہریؒ اور محمد بن سیرینؒ کے پیدا ہونے کے لیے صدیاں درکار ہیں

سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب ☆ لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
قرنہا باید کہ تا یک کودکے از لطفِ طبع ☆ عالمے گویا شود یا فاضلے صاحب سخن

نفس کتاب کے متعلق گذارش ہے کہ اس کی کوشش کی گئی ہے کہ اس میں اکابر تابعین کرام کے علمی، اخلاقی اور مذہبی کارناموں کو اس طرح پیش کیا جائے کہ اس عہد کی پوری علمی واخلاقی تاریخ سامنے آجائے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ سیر الصحابہ کے چھٹے حصہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حالات کے سلسلہ میں ضمناً حضرت محمد بن حنفیہؒ کے کچھ حالات بھی آگئے تھے، اب تابعین کے سلسلہ میں ان کے مستقل حالات لکھنے کا اتفاق پیش آیا، ان دونوں کتابوں کے ''واقعات'' میں کم اور ''نقطۂ نظر'' اور نتائج میں زیادہ فرق ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سیر الصحابہ لکھتے وقت حضرت محمد بن حنفیہؒ کے حالات کے بعض ماخذ میرے پیش نظر نہ تھے، جدید ماخذوں کو دیکھنے کے بعد بہت سے ایسے حالات معلوم ہوئے جن سے نقطۂ نظر میں بھی تبدیلی پیدا ہوگئی، اس لیے آخری تحقیق تابعین کے حالات ہیں، انشاءاللہ اگر سیر الصحابہؒ کے دوسرے ایڈیشن کی نوبت آئی تو اس کی تصحیح کردی جائے گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب میں بعض کتابت وطباعت کی معمولی غلطیاں رہ گئی ہیں، جن سے کوئی کتاب مستثنیٰ نہیں اور بعض ایسی غلطیاں ہیں جنھیں جان بوجھ کرنا گزیر اسباب کی بنا پر گوارا کرنا پڑا، مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حالات میں صفحات کے شمار کے ہندسوں کا تسلسل قائم نہیں رہ سکا،(۱) اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دارالمصنفین سے چوں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی مستقل سیرت شائع ہوچکی ہے، اس لیے ان کے حالات شامل کرنے کا ارادہ نہ تھا لیکن پھر دورانِ طباعت میں خیال بدل گیا، اس وقت ترتیب کے لحاظ سے کتاب کی طباعت ان کے نام تک پہنچ چکی تھی، اس لیے ان کے حالات کے صفحات کا تخمینہ کر کے دو جز چھوڑ کر کتاب کی طباعت جاری رہی لیکن حالات اندازہ سے تقریباً دو چند ہوگئے، اس لیے صفحات کے نمبروں کا تسلسل قائم نہ رہ سکا اور ان کو ملانے کے لیے کچھ ہندسے مکرر ہوگئے لیکن اس سے نفس صفحات کی ترتیب میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا، وہ ویسے ہی مرتب ہیں، صرف کچھ نمبر مکرر ہوگئے، اسی سلسلہ میں حرف ''ع'' کے ناموں کی ہجائی ترتیب میں کچھ خفیف سا فرق ہوگیا ہے، اس کے علاوہ فروگذاشتوں کی تصحیح کے لیے آخر میں استدراک لگا دیا گیا ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ تابعین کی سیرت کی تکمیل کے بعد کاتب سطور کو اکابر تبع تابعین کی سیرت نگاری کی سعادت بھی عطا فرمائے کہ اس کے ناچیز ہاتھوں سے سیر الصحابہؓ سے لے کر تبع تابعین کی سیرت تک کا سلسلۃ الذہب پورا ہوجائے اور ان نفوس قدسیہ کے طفیل میں اوراق کو مؤلف کے لیے پروانۂ مغفرت بنا دے۔

وماذالك على الله بعزيز۔

فقیر معین الدین احمد ندوی، دارالمصنفین اعظم گڑھ

۱۸؍ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ۔ مطابق ۲۴؍ نومبر ۱۹۳۷ء

---

(۱) اس ایڈیشن میں اس کی تصحیح کردی گئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱- ابراہیم بن یزید تیمی

نام ونسب: ابراہیم نام، ابو اسماء کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابراہیم بن یزید بن شریک بن تیم الرباب تیمی، ابراہیم کوفہ کے عابد وزاہد تابعین میں تھے۔

فضل وکمال: فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی ممتاز شخصیت نہ رکھتے تھے، تاہم کوفہ کے علمائے باعمل میں شمار تھا۔(۱)

حدیث: حافظ ذہبی انھیں حفاظ میں شمار کرتے ہیں، حدیث میں انھوں نے انس بن مالک، حارث بن سوید، عمرو بن میمون اور اپنے والد یزید سے استفادہ کیا تھا، حضرت عائشہؓ سے بھی روایت کی ہے لیکن یہ روایات مرسل ہیں، بیان بن بشیر، حکم بن عتبہ، زبید بن حارث مسلم البطین اور یونس بن عبید وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں ہیں۔(۲)

زہد وعبادت: ان کا امتیازی وصف زہد وتقویٰ ہے، ان کے والد یزید بن شریک بڑے عابد وزاہد تابعی تھے، انھوں نے بڑی دولت پیدا کی، لیکن دنیا سے کبھی آلودہ نہ ہوئے، ان کے لباس تک پر ان کی ثروت کا اثر ظاہر نہ تھا، ایک مرتبہ ابراہیم نے ان کے سم پر روئی کا معمولی کرتہ جس کی آستین ہتھیلیوں تک لٹکتی تھیں، دیکھ کر کہا، ابا کوئی قرینہ کا لباس کیوں نہیں پہن لیتے، جواب دیا بیٹا جب میں بصرہ میں آیا تھا اس وقت ہزاروں پیدا کیے لیکن ان سے میری خوشی اور مسرت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا اور نہ اسے دوبارہ حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی، میں یہ چاہتا ہوں کہ جو پاک لقمہ میں کھاتا ہوں وہ اس شخص کے منہ میں جائے جو مجھے سب سے زیادہ مبغوض ہو کیوں کہ میں نے ابودرداء سے سنا ہے کہ قیامت میں ایک درہم

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول، ص ۲۳۔ (۲) تہذیب التہذیب ج اول، ص ۱۷۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنے والے سے زیادہ دو درہم رکھنے والے سے حساب ہوگا۔(۱)

ایسے زاہد باپ کی تعلیم وتربیت نے ابراہیمؒ کو ابتدا ہی سے دنیا سے بے نیاز اور زہد وعبادت کی جانب مائل کر دیا تھا، چنانچہ آگے چل کر وہ اپنے عہد کے ممتاز ترین عباد میں ہوئے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ بڑے عابد وزاہد تھے اور فاقہ کشی پر ان کو بڑی قدرت تھی۔(۲)

عبادت میں اس قدر اہتمام تھا کہ تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ ہوتی تھی، اور اس سے غفلت کرنے والے کو گیا گذرا سمجھتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ جسے تکبیر اولیٰ میں تساہل کرتے دیکھو اس سے ہاتھ دھوڈالو۔(۳)

نماز میں کیف واستغراق کا یہ عالم تھا کہ سجدہ کی حالت میں چڑیا پیٹھ پر اڑ اڑ کے بیٹھتی تھیں اور چونچیں مارتی تھیں،(۴) دو دو مہینے مسلسل روزے رکھتے تھے،(۵) اور محض ایک انگور روزانہ پر پورا چلہ گذار دیتے تھے۔(۶)

لیکن اس زہد وعبادت پر بھی اپنے اعمال کو قابل اعتنا نہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب میں اپنے قول وعمل میں موازنہ کرتا ہوں تو جھوٹا بننے سے خوف معلوم ہوتا ہے۔(۷)

ایثار کا بے مثل نمونہ اور شہادت: ایثار اور قربانی کا مجسم پیکر تھے، اس کی آخری حد یہ ہے کہ دوسروں کے لیے جان تک دینے میں دریغ نہ کیا، انھوں نے ایثار، قربانی کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی مثالیں کم ملتی ہیں، حجاج ثقفی ابراہیم نخعی کا جو بڑے ممتاز عالم تابعی ہیں سخت دشمن تھا اور ان کے درپے آزار رہا کرتا تھا لیکن دست رس حاصل نہ ہوسکا، اس کے آدمی ہمیشہ ان کی تلاش میں رہتے تھے، ایک مرتبہ وہ ابراہیم نخعی کو تلاش کر رہے تھے، ابراہیم تیمی کو دونوں کی مخالفت کا علم تھا، اس علم کے باوجود انھوں نے ان کے بچانے کے لیے کہہ دیا کہ ''ابراہیم

---

(۱) ابن سعد ج۶، ص۲۰۰۔ (۲) تہذیب التہذیب ج اول، ص۱۷۶۔ (۳) طبقات کبریٰ شعرانی ص۳۶۔ (۴) ایضاً۔ (۵) ایضاً۔ (۶) ایضاً۔ (۷) طبقات کبریٰ ص۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہوں'' تلاش کرنے والے آدمی ابراہیم نخعی کو پہچانتے نہ تھے، اس لیے ان کے اقرار پر انھیں کو پکڑ لے گئے، حجاج نے زنجیروں میں جکڑوا کے دیماس کے قید خانہ میں جس کو اُس نے سنگین مجرموں کے لیے خاص طور سے بنوایا تھا ڈلوادیا، یہ قید خانہ کیا تھا موت کا گھر تھا، اس میں سردی اور گرمی پانی اور دھوپ سے بچنے کا بھی کوئی انتظام نہ تھا، اس پرمحن قید نے چند ہی دنوں میں ابراہیم کا رنگ و روپ ایسا بدل دیا کہ ان کی ماں تک ان کو نہ پہچان سکیں لیکن وہ نہایت صبر واستقلال کے ساتھ ان مصائب کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کو جھیلتے جھیلتے بالآخر انتقال کر گئے، ان کی شب وفات کو حجاج نے خواب میں دیکھا کہ آج شہر میں ایک جنتی مرگیا ہے، صبح کو اس نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ابراہیم نے قید خانہ میں انتقال کیا، یہ سن کر اس جفاشعار نے کہا خواب شیطانی وسوسہ معلوم ہوتا ہے اور ابراہیم کی لاش گھور پر پھینکوادی۔(۱)

بعض اقوال: ابراہیم کے بعض اقوال نہایت حکیمانہ ہیں، فرماتے تھے کہ ''انسان کے لیے علم کے نتائج میں سے خشیت الٰہی اور جہل کے نتائج میں سے اپنے عمل پر غرور کافی ہے اور طمعیں انسان کو بدکرداریوں پر آمادہ کرتی ہیں۔(۲)

۲- ابراہیم بن یزید النخعی

نام ونسب: ابراہیم نام، ابوعمران کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابراہیم بن یزید بن اسود بن عمرو بن حارثہ ابن سعد بن مالک بن نخع نخعی نخع قبیلہ مذحج کی ایک شاخ تھا اور کوفہ میں آباد تھا۔

فضل وکمال: فضل وکمال کے لحاظ سے ابراہیم نخعی کوفہ کے ممتاز ترین تابعین میں تھے، ان کا گھرانا علم وعمل کا گہوارہ تھا، ان کے چچا علقمہ اور ماموں اسود دونوں کوفہ کے ممتاز محدثین میں تھے، ابراہیم نے انھیں کے دامن میں پرورش پائی، علقمہ کا حلقۂ درس اتنا وسیع تھا کہ محمد بن

(۱) ابن سعد ج۶،ص۱۹۹۔(۲) طبقات کبریٰ شعرانی ص۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرین جیسے اکابر اس میں شریک ہوتے تھے، ابراہیم بھی اسی حلقہ کے فیض یافتہ تھے،(۱) اس کے علاوہ علقمہ اور اسود کے سلسلہ سے ابراہیمؒ کو اس عہد کی بڑی بڑی ممتاز ہستیوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا، چنانچہ بچپن میں وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آتے جاتے تھے، ابومعشر کا بیان ہے کہ ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج (حضرت عائشہؓ) کے پاس آتے جاتے تھے، ایوب نے اعتراض کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے، انھوں نے جواب دیا کہ بچپن میں بلوغ کے پہلے اپنے چچا اور ماموں علقمہ اور اسود کے ساتھ حج کو جاتے تھے اور ان لوگوں کو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے عقیدت وارادت اور ان کی مجلسوں میں ان صاحبوں کی آمدورفت تھی (۲) گو حضرت عائشہؓ سے ابراہیم کا سماع ثابت نہیں ہے لیکن ان کی جیسی برگزیدہ ہستیوں کی مجلس میں شریک ہوجانا ہی حصول برکت وسعادت کے لیے کافی تھا۔

ان بزرگوں کے فیض صحبت نے ابراہیم کا دامن دولتِ علم سے مالا مال کر دیا تھا اور وہ اپنے عہد کے ممتاز ترین علما میں شمار ہوتے تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق جلالت اور فقہی کمال پر سب کا اتفاق ہے، ابوزرعہ نخعی کہتے ہیں کہ وہ اعلام اہل اسلام میں ایک علم تھے،(۳) ان کو حدیث وفقہ دونوں علوم میں بڑی دست گاہ حاصل تھی۔

حدیث: حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی اُن کو دوسرے طبقہ کے حفاظ میں شمار کرتے ہیں، حدیث میں انھوں نے اپنے دونوں ماموں اسود اور عبدالرحمٰن بن یزید اور مسروق، علقمہ، ابومعمر، ہمام ابن حارث، قاضی شریح اور سہم بن منجاب وغیرہ سے استفادہ کیا تھا اور اعمش، منصور، ابن عون، زبید الیامی، حماد بن سلیمان اور مغیرہ بن مقسم ضبی وغیرہ ان کے زمرۂ تلامذہ میں تھے۔(۴)

حدیث میں ان کے معلومات اس قدر وسیع تھے کہ اعمش کا بیان ہے کہ میں نے

---

(۱) ابن سعد ج ۶، ص ۱۹۰۔ (۲) ایضاً۔ (۳) تہذیب الاسماء ق اول ج اول ص ۱۰۴۔ (۴) تہذیب التہذیب ج اول، ص ۱۷۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کبھی ابراہیم کے سامنے کوئی حدیث بیان کی تو انھوں نے اس حدیث کے بارہ میں میرے معلومات میں اور اضافہ کر دیا(۱) ابن معین ان کی مرسل حدیثوں کو امام شعبی کی مرسل روایت سے زیادہ پسند کرتے تھے۔(۲)

روایت بالمعنی: روایت حدیث میں الفاظ کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے اور بالمعنی روایت کافی سمجھتے تھے۔(۳)

انتساب رسول میں احتیاط: لیکن اسی کے ساتھ وہ روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب کرنے میں بڑے محتاط تھے اور مرفوع روایات کے حفظ کے باوجود انھیں روایت نہ کرتے تھے، ابو ہاشم کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم سے پوچھا، آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں پہنچی ہے جس کو آپ ہم سے بیان کریں، جواب دیا کیوں نہیں لیکن عمرؓ، عبداللہؓ، علقمہ اور اسود سے روایت کرنا اپنے لیے زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے۔(۴)

فقہ: ابراہیم کا خاص فن فقہ تھا، اس فن کے وہ امام تھے، اُن کے فقہی کمال پر سب کا اتفاق ہے۔(۵) حافظ ذہبی انھیں فقیہ عراق اور امام نووی فقیہ کوفہ لکھتے ہیں، امام شعبی نے ان کی وفات کے وقت کہا کہ "ابراہیم نے اپنے بعد اپنے سے بڑا عالم اور اپنے سے بڑا فقیہ نہیں چھوڑا" لوگوں نے کہا حسن بصری اور ابن سیرین بھی نہیں، شعبی نے جواب دیا نہ صرف حسن بصری اور ابن سیرین بلکہ اہل بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں کوئی بھی نہیں(۶) بڑے بڑے علما فقہی مسائل کے سائلین کو ان کے پاس بھیج دیتے تھے، سعید بن جبیر کے پاس جب کوئی فتویٰ پوچھنے کے لیے آتا تو اس سے کہتے ابراہیم کی موجودگی میں مجھ سے پوچھتے ہو(۷)

(۱) ابن سعد ج۶، ص۱۸۹۔ (۲) تہذیب التہذیب ج اول، ص۱۷۷۔ (۳) ابن سعد ج۶، ص۱۹۰۔ (۴) ایضاً۔ (۵) تہذیب الاسارق اول ج اول، ص۱۰۴۔ (۶) تہذیب الاسارق اول ج اول، ص۱۰۴۔ (۷) ابن سعد ج۶، ص۱۸۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابووائل کے پاس جب کوئی مستفتی جاتا تو اس کو ابراہیم کے پاس بھیجدیتے اور اس سے کہدیتے کہ وہ جو جواب دیں مجھے بتانا۔(۱)

اظہار علم سے احتراز: ان کمالات کے باوجود وہ علم کا اظہار کرنا اچھا نہ سمجھتے تھے، چنانچہ بغیر سوال کیے ہوئے کبھی خود سے کوئی علمی تذکرہ نہ کرتے تھے(۲) اور سوالات سے بھی گھبراتے تھے، زبید کا بیان ہے کہ جب کبھی میں نے ابراہیم سے کسی چیز کے متعلق کچھ پوچھا تو ان میں ناگواری کے آثار نظر آئے(۳)

ذمہ داری کا احساس اور احتیاط: اس کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ وہ علم کی بڑی ذمہ داری محسوس کرتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ ایک زمانہ وہ تھا جب لوگ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے ڈرتے تھے اور اب یہ زمانہ ہے کہ جس کا دل چاہتا ہے مفسر بن بیٹھا ہے، مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں علم کے متعلق ایک کلمہ بھی منہ سے نہ نکالوں، جس زمانہ میں میں فقیہ ہوا وہ بہت ہی برا زمانہ ہے، (۴) میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ جب وہ مجمعوں میں ہوتے تھے تو اپنی بہترین احادیث بھی نہ بیان کرتے تھے۔

اس ذمہ داری اور احتیاط کی وجہ سے مسائل کے جوابات میں بڑا محتاط تھے، اعمش کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابراہیم سے کہا کہ میں چند مسائل آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں، فرمایا "میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ میں کسی شے کے متعلق کہوں کہ وہ اس طرح ہے اور وہ اس کے خلاف ہو"۔(۵)

دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ شہرت اور ریا کو سخت ناپسند کرتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ جو شخص علم کا ایک کلمہ بھی اس نیت سے من سے نکالتا ہے کہ اس سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو وہ اس کے وسیلہ سے سیدھا جہنم میں گرتا ہے، نہ کہ جس کی شروع سے آخر تک

(۱) ابن سعد ج ۶، ص ۱۹۔ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۴۔ (۳) طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۹۔

(۴) طبقات کبری امام شعرانی ج اول ص ۳۶۔ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۱۹۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی نیت ہو۔(۱)

استفادہ کے مخصوص اوقات: لیکن اس احتیاط کے باوجود انھوں نے اپنی ذات سے استفادہ کا دروازہ بند نہیں کر دیا تھا، وہ مسائل بتاتے تھے اور اس کے لیے خاص اوقات مقرر تھے جن میں ہر شخص مسائل پوچھ سکتا تھا اور آپ اس کے جواب دیتے تھے، حسن بن عبید اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ آپ ہم لوگوں سے حدیث نہ بیان کریں گے، جواب دیا کیا تم چاہتے ہو کہ میں فلاں شخص کی طرح ہو جاؤں، اگر تم کو اس کی خواہش ہے تو قبیلہ کی مسجد میں آیا کرو وہاں جب کوئی شخص کچھ پوچھے گا تو تم بھی جواب سن لو گے۔(۲)

تحریر پر حفظ کو ترجیح: بعض قدما اور اسلاف کی طرح ابراہیم کو علم سفینہ سے زیادہ علم سینہ پر اعتماد تھا، چنانچہ وہ لکھتے نہ تھے، فضیل کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ میں نے مسائل کو کتاب میں جمع کیا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اس کو مجھ سے چھین لیا انھوں نے کہا کہ جب انسان لکھ لیتا ہے تو اس پر اس کو اعتماد ہو جاتا ہے اور جب انسان علم کی جستجو کرتا ہے تو خدا اس کو بقدر کفایت علم عطا فرماتا ہے۔(۳)

فضائل اخلاق: اس علم کے ساتھ وہ عمل اور فضائل اخلاق کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔

عبادت و ریاضت: نہایت عابد و زاہد اور متورع تھے، راتوں کی تنہائی میں لوگوں کی آنکھوں سے چھپ کر عبادت کرتے تھے، طلحہ کا بیان ہے کہ جب لوگ سو جاتے تھے، اس وقت ابراہیم ایک عمدہ حلہ پہن کر خوشبو لگا کر مسجد چلے جاتے تھے، صبح تک وہیں رہتے، صبح کو حلہ اتار کر پھر معمولی لباس پہن لیتے تھے(۴) عبادت کے اثر سے بالکل چور اور خستہ ہو جاتے تھے، اعمش کا بیان ہے کہ ابراہیم اکثر نماز پڑھ کر ہمارے یہاں آتے تھے، دن چڑھے تک یہ حال رہتا تھا کہ بیمار معلوم ہوتے تھے۔(۵)

---

(۱) طبقات کبری امام شعرانی ج اول ص ۳۶۔ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۱۹۰۔ (۳) ایضاً ص ۱۸۹۔ (۴) ابن سعد ج ۶، ص ۱۹۳۔ (۵) ایضاً ص ۱۹۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دن ناغہ دے کر پابندی کے ساتھ روزہ رکھتے تھے۔(۱)

صحت عقیدہ: عقیدہ میں سلف کے عقائد سے سرمو تجاوز کرنا پسند نہ کرتے تھے، چنانچہ ارجاء کا عقیدہ رکھنے والوں کے جو کوئی اہم شئے نہیں ہے، بعض تابعین بھی اس عقیدہ کے تھے، سخت خلاف تھے، فرماتے تھے ارجاء بدعت ہے، تم لوگ ہمیشہ اس سے بچتے رہو، مرجیۂ کے پاس نہ بیٹھو، ان کے پاس آنے والوں میں جس کے خیالات میں ارجاء کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نظر آتا ان کو آنے سے منع کر دیتے۔(۲)

انتہائی احتیاط: صلحاء اور خیار امت سے طلب دعا کی ممانعت نہیں ہے اور اس پر صحابہ اور تابعین کا عمل بھی رہا ہے لیکن چوں کہ اس سے بعض بدعات کا دروازہ کھلتا ہے اور عوام کے عقیدوں میں اس سے ضعف پیدا ہوتا ہے، اس لیے اسے بھی پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ ابو عمران دعا کیجیے کہ خدا مجھے شفا عطا فرمائے، اُن کو یہ درخواست گراں گذری اور اس شخص سے کہا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حذیفہ سے مغفرت کی دعا کی درخواست کی، انھوں نے دعا کے بجائے کہا کہ خدا تمہاری مغفرت نہ فرمائے، یہ سن کر وہ شخص الگ ہٹ گیا، تھوڑی دیر کے بعد حذیفہ نے اس کو بلا کر دعا کی کہ خدا تم کو حذیفہؓ کی جگہ داخل کرے، اس دعا کے بعد اس شخص کو بلا کر پوچھا کہ اب تم راضی ہو، تم میں سے بعض اشخاص ایک شخص کے پاس اس عقیدہ کے ساتھ جاتے ہیں کہ اس نے تمام مراتب حاصل کر لیے ہیں اور وہ کوئی بلند ہستی بن گیا ہے، یہ واقعہ سنا کر ابراہیم نے سنت کا تذکرہ کرکے اس کی پابندی کی تلقین کی اور بدعتوں کا ذکر کر کے ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔(۳)

مسامحت: لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں سخت گیر نہ تھے اور ان میں سختی ناپسند کرتے تھے، ایک دن آپ کے یہاں دو آدمی آئے، ان میں سے ایک کا بند کھلا ہوا تھا اور دوسرے کے

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۹۲۔ (۲) ایضاً ص ۱۹۰ و ۱۹۱۔ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۱۹۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بال گندھے ہوئے تھے فرقد سنجی نے ابراہیم سے کہا کہ ابو عمران اس شخص کو بند کھولنے اور اس شخص کو بال گوندھنے سے منع کرتے، ابراہیم نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میں بنی اسد کی سنگ دلی پیدا ہوگئی ہے یا بنی تمیم کی سختی، ان میں سے ایک شخص کو گرمی معلوم ہو رہی تھی، اس نے بند کھول دیا اور دوسرا شخص نماز کے وقت بال کھول دیتا ہے۔ (۱)

اختلاف صحابہ میں سکوت: صحابۂ کرام کے اختلافات پر تنقید، اظہار رائے اور فریقین میں سے کسی کی جنبہ داری ناپسند کرتے تھے اور ان مسائل میں سکوت سے کام لیتے تھے، ان کے ایک شاگرد نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے اختلاف کے بارہ میں سوال کیا، انھوں نے کہا، نہ میں سبائی ہوں اور نہ مرجی، اسی طرح ایک مرتبہ ایک اور شخص نے ان سے کہا مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ کے مقابلہ میں علیؓ سے زیادہ محبت ہے، انھوں نے کہا اگر علی تمہارا یہ خیال سنتے تو تم کو سزا دیتے، اگر تم کو اس قسم کی باتیں کرنی ہیں تو میرے پاس نہ بیٹھا کرو، فرماتے تھے مجھ کو عثمانؓ کے مقابلہ میں علیؓ سے زیادہ محبت ہے لیکن میں آسمان سے منھ کے بل گرنا پسند کرتا ہوں اور یہ گوارا نہیں ہے کہ عثمانؓ کے ساتھ کسی قسم کا سوئے ظن رکھوں۔ (۲)

تواضع و خاکساری: ابراہیم باایں جلالت شان نہایت خاموش، عزلت نشیں، بے تکلف اور سادہ مزاج تھے، تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا کہ ٹیک لگا کر بیٹھنے تک کا امتیاز بھی گوارا نہ تھا۔ (۳) کبھی کبھی حصول اجر کے لیے دوسروں کا بوجھ تک اٹھا لیتے تھے، اعمش کا بیان ہے کہ میں نے بسا اوقات ابراہیم کو بوجھ اٹھائے ہوئے دیکھا ہے، وہ کہتے تھے کہ میں حصول اجر کے لیے ایسا کرتا ہوں۔ (۴)

ہیبت: لیکن اس خاکساری کے باوجود لوگوں کے دلوں پر اُن کی ہیبت چھائی رہتی تھی، مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حکام اور امرا کی طرح ابراہیم سے ڈرتے تھے۔ (۵)

---

(۱) ابن سعد ج ۶، ص ۱۶۴۔ (۲) ابن سعد ج ۶، ص ۱۹۲۔ (۳) تہذیب التہذیب ج اول صفحہ ۱۷۷ و تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۶۴۔ (۴) ایضاً ۱۹۴۔ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلاطین اور امرا سے تعلقات: سلاطین اور امرا کے ساتھ ابراہیم کے دوستانہ تعلقات تھے اور دونوں میں باہم ہدایا وتحائف کا تبادلہ ہوا کرتا تھا، اکثر ممتاز امراء ان کی خدمت کیا کرتے تھے (۱) یہ اس کو قبول کرنے میں مضائقہ نہ سمجھتے تھے اور اسے برا سمجھتے تھے کہ خدا کسی کو کوئی شے عطا فرمائے اور وہ اس سے انکار کرے (۲) لیکن وہ ہدایا لینے کے ساتھ اُن کا بدلہ بھی کرتے تھے۔(۳)

ظالم امرا کی مخالفت: البتہ ظالم اور جفا کار امرا کے سخت خلاف رہتے تھے، اسی لیے ان میں اور حجاج میں کبھی نہ بنتی تھی، وہ آپ کا سخت دشمن تھا، ابراہیم اسے بہت برا بھلا کہا کرتے تھے، اس پر لعنت بھیجنے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے حجاج اور اس کے جیسے دوسرے ظالموں پر لعنت بھیجنے کے بارے میں سوال کیا، آپ نے جواب دیا، خدا خود قرآن میں فرماتا ہے: الا لعنة الله على الظالمين (۴) حجاج کی موت پر اس قدر مسرور ہوئے کہ سجدہ میں گر پڑے اور آنکھوں سے اشک مسرت رواں ہو گئے۔(۵)

وفات: حجاج کی موت کے چند مہینے بعد بیمار پڑے، دم آخر نہایت مضطرب وبیقرار تھے، لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، فرمایا اس سے زیادہ خطرہ کا وقت کون ہوگا کہ خدا کا قاصد جنت یا دوزخ کا پیام لے کر آئے گا، میں اس پیام کے مقابلہ میں قیامت تک موجودہ صورت کا قائم رہنا پسند کرتا ہوں (۶) اسی علالت میں آغاز ۹۶ھ میں انتقال کیا، باختلافِ روایت انتقال کے وقت انچاس یا پچاس یا اس سے کچھ اوپر عمر تھی۔(۷)

حلیہ ولباس: ابراہیم نہایت خوش لباس تھے، رنگین اور بیش قیمت پوشاک پہنتے تھے، زعفرانی اور سرخ رنگ کا لباس استعمال کرنے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے، جاڑوں کے لباس میں سمور کی سنجاف لگی ہوتی تھی، سمور کی ٹوپی دیتے تھے، عمامہ بھی باندھتے تھے، لوہے کی

---

(۱) ابن سعد ج ۶، ص ۱۹۳۔ (۲) ایضاً ص ۱۹۴۔ (۳) تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۶۴۔ (۴) ابن سعد ج ۶، ص ۱۹۵۔ (۵) ایضاً۔ (۶) ابن خلکان ج اول ص ۳۔ (۷) ابن سعد ج ۶، ص ۱۹۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگوٹھی پہنتے تھے، اس کا نقش ''ذباب اللہ ونحن لہ'' (۱) تھا، امام شعرانی کا بیان ہے کہ اپنے کو چھپانے کے لیے رنگین کپڑے پہنتے تھے تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ قراء کی جماعت سے ہیں یا دنیاداروں کی۔ (۲)

حکیمانہ اقوال: آپ کے بعض اقوال نہایت حکیمانہ اور پُر موعظت ہیں، فرماتے تھے کہ ۱- انسان چالیس سال تک جس سیرت پر قائم رہے، پھر وہ نہیں بدل سکتی۔ (۳) ۲- ایمان کے بعد آدمی کو سب سے بڑی دولت تکلیفوں پر صبر کی عطا کی گئی ہے، اسی لیے بیماری کا حال بیان کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے، فرماتے تھے کہ جب مریض سے اس کی حالت پوچھی جائے تو اس کو چاہیے کہ پہلے اچھا کہے اس کے بعد اصل حالت بیان کرے کہ شکوۂ غم بھی شان صبر کے خلاف ہے۔ ۳- انسان کے لیے یہ معصیت کافی ہے کہ لوگ دنیا یا دین کے معاملہ میں اس پر انگشت نمائی کریں۔ (۴)

۳- احنف بن قیس

نام ونسب: ضحاک نام، ابو بحر کنیت، عرفی نام احنف ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ احنف کے پیروں میں خلقی کجی تھی، عربی میں اس کو ''حنف'' کہتے ہیں، اس لیے وہ احنف مشہور ہو گئے، نسب نامہ یہ ہے احنف ابن قیس بن معاویہ بن حصین بن حفص بن عبادہ بن نزال بن مرہ بن عبید بن مقاعس بن عمرو بن کعب ابن سعد بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی، بنی تمیم کے سرداروں میں تھے۔

عہد رسالت: احنف عہد رسالت میں موجود تھے، ابن عماد حنبلی کے بیان کے مطابق وہ اسی عہد میں مشرف باسلام ہوئے اور ان کا قبیلہ انھیں کی تحریک پر اسلام لایا (۵) لیکن اور تمام

(۱) ابن سعد ج ۶ صفحہ ۱۹۶، ۱۹۷۔ (۲) طبقات امام شعرانی ج اول صفحہ ۳۶۔ (۳) ابن سعد ج ۶ تذکرہ ابراہیم نخعی۔ (۴) طبقات امام شعرانی جلد اول صفحہ ۳۶۔ (۵) شذرات الذہب جلد اول ص ۷۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارباب طبقات ورجال کا بیان اس کے خلاف ہے، چنانچہ ابن سعد نے ان کے حالات تابعین ہی کے زمرہ میں لکھے ہیں، حافظ ابن عبدالبر بھی جنھوں نے احتیاطاً ان کے حالات صحابہ کے زمرہ میں اس لیے لکھ دیے ہیں کہ انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا، مگر شرف دیدار سے محروم رہے، تابعین ہی میں شمار کرتے ہیں (۱)، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر اسلام نہیں لائے۔ (۲)

جس روایت سے ان کے اسلام کا نتیجہ نکالا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو قبیلہ بنی سعد (احنف کا قبیلہ) میں تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا، انھوں نے جا کر اسلام پیش کیا، احنف بھی موجود تھے، انھوں نے اسلامی تعلیمات سن کر کہا کہ یہ شخص بھلائی کی طرف بلاتا ہے اور اچھی باتیں سناتا ہے، مبلغ صحابی نے جا کر یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ نے سن کر دعا فرمائی کہ خدایا احنف کی مغفرت فرما۔ (۳)

لیکن اولاً اس روایت کی صحت محل نظر ہے لیکن اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو اس میں اسلام کی کوئی تصریح نہیں، اس سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق شناس تھے اور ان کے دل میں قبول حق کا مادہ موجود تھا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول اسلام کا ثبوت نہیں، آپ نے یہ دعا ان کی حق شناسی پر فرمائی تھی اور اگر بالفرض اسلام بھی مان لیا جائے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا، آپ سے ملنا، آپ کی صحبت اٹھانا تو قطعی ثابت نہیں جو صحابیت کے لیے ضروری ہے لیکن ان کا یہی شرف کیا کم ہے کہ وہ اسلام سے پہلے بھی حق شناس تھے اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے کوئی عناد نہ تھا۔

اسلام: قیاس یہ ہے کہ وہ شیخین کے زمانہ میں کسی وقت اسلام سے مشرف ہوئے۔

عہد فاروقی: حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں مدینہ آئے، حضرت عمرؓ کو قبیلہ بنی تمیم کے ساتھ

(۱) استیعاب ج اول ص ۵۵ (۲) تہذیب التہذیب ج اول ص ۱۹۱ (۳) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوء ظن تھا، اس لیے آپ اکثر اس کی مذمت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ احنف کی موجودگی میں بنی تمیم کا کچھ تذکرہ آیا، آپ نے حسب معمول اس کی مذمت کی، احنف مذمت سن کر کھڑے ہوگئے اور عرض کی مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہو، آپ نے اجازت دی، احنف نے کہا آپ نے بلا استثنا پورے قبیلہ بنی تمیم کی برائی کی، حالانکہ وہ بھی عام انسانوں کی طرح ہیں، ان میں اچھے برے ہر قسم کے لوگ ہیں، حضرت عمرؓ نے سچی بات سن کر فرمایا تم نے سچ کہا اور ذکر خیر سے گذشتہ مذمت کی تلافی فرمائی، احنف کے بعد اسی قبیلہ کے ایک اور آدمی حتات نے کچھ کہنا چاہا مگر حضرت عمرؓ نے روک دیا کہ تم بیٹھ جاؤ، تمہاری جانب سے تمہارے سردار فرض ادا کر چکے۔

حضرت عمرؓ کی صحبت: اگر چہ حضرت عمرؓ نے احنف کی اصولی بات کی وجہ سے اس کا اعتراف کرلیا تھا لیکن ان کے قبیلہ کے ساتھ ان کو سوء ظن تھا، اس لیے بہ تقاضائے احتیاط احنف کی سیرت کا اندازہ لگانے کے لیے ان کو ایک سال تک اپنے ساتھ مدینہ میں رکھا اور تجربہ کے بعد ان سے کہا کہ میں نے ایک سال تک تمہارا تجربہ کیا، مجھ کو تم میں بھلائی کے سوا اور کوئی قابل اعتراض شئ نظر نہ آئی، تمہارا ظاہر اچھا ہے، امید ہے کہ باطن بھی اچھا ہوگا، میں نے یہ اس لیے کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو ڈرایا تھا کہ اس امت کی ہلاکت باخبر منافقین کے ہاتھوں ہوگی۔

ابوموسیٰ اشعریؓ والی بصرہ کو احنف کے بارہ میں حضرت عمرؓ کی ہدایت: اس تجربہ کے بعد حضرت عمرؓ کو جب ان پر کامل اعتماد ہوگیا تو انھیں ان کے وطن بصرہ واپس کردیا اور ابوموسیٰ اشعریؓ والی بصرہ کو ہدایت کردی کہ ان کو اپنے ساتھ رکھنا، ان سے مشورہ لینا اور ان کے مشوروں اور ہدایتوں پر عمل کرنا (۱) احنف اہل بصرہ کے سردار تھے، حضرت عمرؓ کے اس حکم کے بعد سے احنف کے مراتب روز بروز بلند ہونے لگے۔ (۲)

(۱) ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۶۶ (۲) اسد الغابہ ج اول، ص ۵۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فارس کی مہم میں شرکت: اس وقت ایران پر فوج کشی ہو چکی تھی، بصرہ واپس جانے کے بعد احنف اس میں شریک ہوئے، چنانچہ ۱۷ھ میں وہ فارس کی مہم میں نظر آتے ہیں۔(۱)

اہل بصرہ کی نمائندگی: احنف بڑے عاقل و مدبر تھے، اس لیے قومی و ملکی مہمات میں ان کا نام سرفہرست ہوتا تھا اور اکثر قوم کی نمائندگی کی خدمت ان کے سپرد ہوتی تھی، چنانچہ اسی زمانہ میں وہ بصرہ کے وفد میں مدینہ آئے، حضرت عمرؓ نے وفد سے اہل بصرہ کی شکایتیں اور ضرورتیں پوچھیں، احنف نے جو ضروریات تھیں وہ پیش کیں، حضرت عمرؓ نے ان کی تقریر بہت پسند کی اور خاندان کسریٰ کی بعض مفتوحہ جاگیریں انھیں عطا کیں اور والی بصرہ کو لکھ بھیجا کہ وہ انتظامی امور میں احنف سے صلاح و مشورہ کیا کریں اور ان پر عمل کیا کریں، (۲) پھر اہواز کی فتح کے بعد مشہور ایرانی افسر ہرمزان کو جس نے خوزستان کی مہم میں سپر ڈال دی تھی، لے کر مدینہ آئے۔

ایران پر عام فوج کشی کا مشورہ: اس وقت عراق فتح ہو چکا تھا لیکن ایران پر عام فوج کشی نہ ہوئی تھی اور مفتوحہ علاقے بار بار باغی ہو جاتے تھے، اسی زمانہ میں مجاہدین کا وفد مدینہ آیا حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ ایرانی بار بار باغی کیوں ہو جاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان انھیں ستاتے ہیں، مسلمانوں نے اس کی تردید کی لیکن کوئی حضرت عمرؓ کے سوال کا تشفی بخش جواب نہ دے سکا، احنف کا دماغ نہایت نکتہ رس تھا، یہ اصل تہ تک پہنچ گئے، انھوں نے کہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین نے مسلمانوں کو ایران کے اندرون ملک فوج کشی سے روک دیا ہے اور سلطنت کا وارث تاج و تخت ملک میں موجود رہے، جب تک وہ باقی رہے گا ایرانی اس کے سہارے پر برابر بغاوت کرتے رہیں گے، کیوں کہ ایک ملک میں دو حکومتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں، ایران کا بادشاہ ایرانیوں کو ابھارتا رہتا ہے، اس لیے جب تک ہم لوگ ایران کے اندر فوج کشی کر کے اس کو ختم نہ کر دیں گے اس وقت

(۱) ابن اثیر ج ۲، ص ۴۲۰۔ (۲) ایضاً ج ۲، ص ۲۲۴، ۲۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک ایرانیوں کی یہی روش رہے گی، جب وہ لوگ اپنی حکومت سے بالکل مایوس ہو جائیں گے اس وقت خاموش ہوں گے، حضرت عمرؓ نے ان کی تقریر سن کر فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو اوران کے مشورہ کے مطابق ایران پر عام فوج کشی کے انتظامات شروع کر دیے اور ہر ہر صوبے پر علاحدہ علاحدہ فوجیں روانہ کیں۔(۱)

یزدگرد کا استیصال: چوں کہ یزدگرد کے استیصال کا مشورہ احنف ہی نے دیا تھا اور وہ اپنے دل و دماغ کے لحاظ سے اس مہم کے لیے سب سے زیادہ موزوں تھے، اس لیے خراسان کی مہم جہاں یزدگرد پناہ گزین تھا، حضرت عمرؓ نے انہی کے سپرد کی، یہ ۲۲ھ میں خراسان کی طرف بڑھے اور طبسین ہو کر ہرات پہنچے اور اس کو فتح کر کے مرو شاہ جہاں یزدگرد مقیم تھا، رخ کیا، وہ ان پیش قدمی کی خبر سن کر مرو الروذ چلا گیا یہاں پہنچ کر خاقان چین اور دوسرے سرحدی حکمرانوں کو مدد کے لیے خطوط لکھے، یزدگرد کے مرو الروذ جانے کے بعد احنف مرو شاہ جہاں میں حارثہ بن نعمان باہلی کو چھوڑ کر مرو کی طرف بڑھے، ان کا رخ دیکھ کر یزدگرد یہاں سے بھی بھاگا اور بلخ پہنچا، اس دوران میں کوفہ سے تازہ دم امدادی فوجیں آ گئیں، احنف نے انھیں لے کر بلخ پر حملہ کر دیا، یزدگرد شکست کھا کر دریا پار خاقان کے حدود حکومت میں چلا گیا، اس کے بعد احنف نے خراسان کے تمام علاقوں میں فوجیں پھیلا دیں، خراسانی انھیں نہ روک سکے اور نیشاپور سے طخارستان تک کا پورا علاقہ صلحاً فتح ہو گیا اور احنف نے مرو الروذ واپس ہو کر حضرت عمرؓ کو فتح کا مژدہ لکھا، آپ فتوحات کا دائرہ ایران سے آگے نہیں بڑھانا چاہتے تھے اس لیے دریا پار پیش قدمی کرنے سے روک دیا۔

یزدگرد کے حدود چین میں داخل ہونے کے بعد خاقان چین نے اس کی بڑی پذیرائی کی اور ایک لشکر جرار کے ساتھ اس کی مدد کے لیے خراسان پہنچا اور سیدھا بلخ کی طرف بڑھا، بلخ کی اسلامی فوجیں احنف کے ساتھ مرو الروذ واپس جا چکی تھیں، اس لیے

(۱) ابن اسیر ج ۲، ص ۴۳۹ و ۴۴۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یزدگرد اور خاقان دونوں بلخ ہوتے ہوئے مرو کی طرف بڑھے، یزدگرد مروشاہ جہاں جہاں اس کا خزانہ تھا، چلا گیا، احنف اور یزدگرد کا مقابلہ ہوا، احنف نے پہاڑ کے دامن میں صف آرائی کی، فریقین میں عرصے تک صبح شام معمولی جھڑپ ہوتی رہی، ایک دن احنف خود میدان میں نکلے، خاقان کی فوج سے ایک بہادر ترک طبل اور دمامہ بجاتا ہوا مقابل میں آیا، احنف نے اس کا کام تمام کر دیا، اس کے بعد دو اور بہادر یکے بادیگرے مقابلہ میں آئے، مگر دونوں احنف کی تلوار کا لقمہ بنے، اس کے بعد ترکوں کا پورا لشکر آگے بڑھا، خاقان کی نظر لاشوں پر پڑی، اس نے فال بدلی، یزدگرد کی حمایت میں اس کا کوئی خاص فائدہ نہ تھا اور مسلمان کو زیر کرنا بھی آسان نہ تھا، اس لیے اس نے کہا ہم کو یہاں آئے ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں، ہمارے بہت سے نامور بہادر قتل ہو چکے ہیں، ہم کو ان لوگوں سے لڑنے میں کوئی فائدہ نہیں نظر آتا اور فوج کو کوچ کا حکم دے دیا۔

اس وقت یزدگرد مروشاہ جہاں میں تھا، اس کو خاقان کی واپسی کی خبر ملی تو اس کی ہمت چھوٹ گئی اور اس نے خزانہ لے کر ترکستان نکل جانا چاہا، ایرانیوں نے اس کو اس ارادہ سے روکا اور کہا کہ ترکوں کا کوئی دین و مذہب نہیں ہے اور نہ ان کے عہد و پیمان کا ہمیں کوئی تجربہ ہے، مسلمان بہرحال صاحب مذہب اور عہد کے پابند ہیں، اس لیے اگر آپ کو ملک ہی چھوڑنا ہے تو مسلمانوں سے صلح کر لیجیے لیکن یزدگرد نے اس مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کیا، ایرانیوں نے جب دیکھا کہ ان کے ملک کی دولت دوسرے ملک میں نکلی جارہی ہے تو لڑکر یزدگرد سے کل خزانہ چھین لیا اور وہ شکست کھا کر ترکستان چلا گیا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ تک خاقان کے پاس مقیم رہا۔

یزدگرد کے ترکستان چلے جانے کے بعد ایرانیوں کا آخری سہارا بھی جاتا رہا اور انھوں نے مایوس ہو کر احنف سے صلح کر لی اور یزدگرد کا کل خزانہ ان کے حوالہ کر دیا، احنف نے ان کے ساتھ ایسا شریفانہ برتاؤ کیا کہ انھیں اس کا افسوس ہوا کہ وہ اب تک مسلمانوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت سے کیوں محروم رہے۔

ایک پُر اثر تقریب: اس مصالحت کے بعد احنف نے حضرت عمرؓ کو فتح کی اطلاع بھجوائی اور مسلمانوں کو جمع کر کے ایک پُر اثر تقریر کی جو اپنی اثر پذیری کے اعتبار سے آج بھی مسلمانوں کے لیے درس بصیرت ہو سکتی ہے، تقریر یہ تھی:

''مسلمانو! آج مجوسیوں کی حکومت برباد ہو گئی اور اب ان کے قبضہ میں ان کے ملک کا ایک چپہ بھی باقی نہیں رہا کہ وہ مسلمانوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچا سکیں، خدا نے اب تم کو ان کی زمین، ان کے ملک اور ان کے اہل ملک کا وارث بنایا ہے تاکہ تمہارا امتحان لے، اگر تم بدل گئے تو خدا بھی تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دے گا، مجھے مسلمانوں ہی کے ہاتھوں سے ان کی بربادی کا خوف ہے۔(۱)

عہد عثمانی: حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب ایران میں بغاوت ہوئی اور خراسان مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا، اس وقت احنف ہی نے فوج کشی کر کے دوبارہ اس پر قبضہ کیا۔(۱)

خانہ جنگی سے اجتناب اور حضرت علیؓ کے ہاتھوں پر بیعت: حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہوا اور اس وقت احنف نے اپنی تلوار میان میں کر لی، چنانچہ جب حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ میں اختلافات شروع ہوئے، اس وقت احنف نے جو مکہ میں تھے حضرت عائشہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ سے مل کر اصل حقیقت کا اندازہ کر کے حضرت علیؓ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی (۲) لیکن جنگ میں کسی جانب سے حصہ نہ لیا، (۳) حضرت عائشہؓ نے بھی انھیں اپنے ساتھ آنے کی دعوت دی لیکن اس وقت وہ بیعت کر چکے تھے۔

جنگ صفین میں شرکت: البتہ جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہ میں جنگ چھڑی، اس وقت ان کی حق شناس تلوار میان میں نہ رہ سکی اور انھوں نے حضرت علیؓ کی حمایت میں نہایت

(۱) ابن اثیر ج ۳، ص ۲۶ تا ۲۹ ملخصاً (۱) ایضاً ص ۹۶ تا ۹۹ (۲) ایضاً ص ۱۹۵ (۳) اخبار الطوال ص ۱۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر جوش حصہ لیا اور اہل بصرہ کو ان کی امداد و اعانت پر آمادہ کیا۔(۱)

جنگ صفین کے التواء پر جب تحکیم کا مسئلہ پیش ہوا اور حضرت علیؓ کی جانب سے ابو موسیٰ اشعریؓ کا نام لیا گیا، اس وقت احنف نے سخت مخالفت کی اور کہا آپ کو عرب کے مدبر اعظم سے سابقہ پڑا ہے، ابو موسیٰ کا مجھ کو خوب تجربہ ہے، وہ اس اہم کام کے اہل نہیں ہیں، اس کے لیے نہایت چالاک اور عاقل شخص کی ضرورت ہے، اگر ہو سکے تو آپ مجھے حکم بنائیے اور اگر اس کے لیے صحابی ہونا ضروری ہے تو آپ کسی اور صحابی کو منتخب کیجئے اور مجھ کو اس کا مشیر بنائیے لیکن عراقی قوم کا فیصلہ ابو موسیٰؓ کے حق میں تھا، اس لیے حضرت علیؓ احنف کے خیر خواہانہ اور زریں مشورہ پر عمل پیرا نہ ہو سکے(۲) جنگ صفین کے بعد خوارج پر فوج کشیمیں بھی حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور کئی ہزار اہلِ بصرہ کو آپ کی مدد کے لیے لے گئے۔(۳)

امیر معاویہؓ کی اطاعت اور آزادی رائے: حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ کی خلافت تسلیم کر لی لیکن اس وقت بھی انھوں نے آزادی اور حق گوئی کا جوہر قائم رکھا اور امیر معاویہؓ کی ہر جائز و ناجائز خواہش کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے تھے بلکہ اِن کے نزدیک ان کا جو فعل درست نہیں ہوتا تھا، اس پر نہایت جرأت کے ساتھ اپنی رائے ظاہر کرتے تھے، امیر معاویہؓ نے جب یزید کی ولی عہدی کے لیے تمام ممالک محروسہ سے وفود طلب کیے تو احنف بھی بصرہ کے وفد کے ساتھ آئے، امیر معاویہؓ نے ان سے بھی یزید کی ولی عہدی کے بارہ میں پوچھا، انھوں نے کہا امیر المومنین آپ یزید کے شبانہ یوم کے مشاغل، اس کے ظاہر اور مخفی حالات، اس کے آنے جانے کے مقامات سے اچھی طرح واقف ہیں، اگر اس واقفیت کے بعد بھی آپ اس کو خدا اور امت محمدی کے لیے بہتر سمجھتے ہیں تو اس میں مشورہ کی ضرورت نہیں اور اگر بہتر نہیں سمجھتے تو ایسی حالت میں کہ آپ کو عنقریب آخرت کا سفر پیش آنے والا ہے، یزید کو دنیا کا توشہ نہ دیجئے، ورنہ یوں ہمارا فرض ہے کہ آپ جو کچھ

---

(۱) اخبار الطوال ص ۱۷۶۔ (۲) اخبار الطوال ص ۲۰۶۔ (۳) ابن اثیر ج ۳، ص ۲۸۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائیں ہم اوس کو بجائیں۔(۱)

امیر معاویہؓ پر ان کا اثر: لیکن ان کی حق پرستی اور صاف گوئی کے باوجود امیر معاویہؓ ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور بڑے بڑے عمال کو ان کے اشارہ پر معزول کر دیتے تھے، عبید اللہ ابن زیاد امیر معاویہؓ کے نہایت معتمد علیہ اور ان عمال میں تھا، جنھوں نے اموی حکومت کی بنیاد مستحکم کی تھی، اس کا طرزِ عمل احنف کے ساتھ پسندیدہ نہ تھا، ۵۹ھ میں عبید اللہ چند عمائد کوفہ کے ساتھ جس میں احنف بھی تھے، امیر معاویہؓ کے پاس شام آیا، امیر معاویہؓ حسب معمول احنف کے ساتھ بڑے تپاک سے پیش آئے اور انھیں اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھایا، عمائد بصرہ نے عبید اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے امیر معاویہؓ کے سامنے اس کی بڑی تعریفیں کیں، احنف کی رائے ان سب کے خلاف تھی، اس لیے وہ خاموش رہے، امیر معاویہؓ نے پوچھا ابو بحر تم کیوں نہیں بولتے، انھوں نے جواب دیا، اگر میں بولوں گا تو قوم کی مخالفت ہوگی، ان کا خیال سن کر امیر معاویہؓ نے اسی وقت عبید اللہ کو معزول کر دیا اور اہل بصرہ سے کہا تم لوگ جس والی کو پسند کرتے ہو، اس کو پیش کرو، ان لوگوں نے امیر معاویہؓ کو خوشامد میں اموی خاندان اور شامیوں میں سے انتخاب کیا، احنف اس وقت بھی خاموش رہے، اور کسی کو بھی پیش نہیں کیا، امیر معاویہؓ نے پیش کرنے والوں سے پوچھا تم نے کسے منتخب کیا چوں کہ ان میں سے ہر شخص کا انتخاب جداگانہ تھا، اس لیے کسی ایک شخص پر اتفاق نہ ہو سکا، احنف بالکل خاموش تھے، امیر معاویہؓ نے ان سے کہا تم کیوں نہیں بولتے، یہ منتخب کرنے والوں کا رنگ دیکھ چکے تھے، اس لیے انھوں نے کہا اگر آپ کو اپنے خاندان والوں میں سے کسی کو والی بنانا ہے تو ایسی صورت میں ہم عبید اللہ ہی کو ترجیح دیں گے اور اگر کسی تیسرے شخص کو بنانا ہو تو اس میں جو آپ کی رائے ہو، ان کا منشاء سن کر معاویہؓ نے عبید اللہ ہی کو برقرار رکھا اور اس کو احنف کے نظر انداز کرنے پر ملامت اور آئندہ

(۱) ابن اثیر ج ۳، ص ۴۲۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ساتھ حسن عمل کی تاکید کی۔(۱)

یزید کی خلافت: امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد احنف نے یزید کی خلافت تسلیم کرلی، حضرت امام حسینؓ جب یزید کے مقابلہ کے لیے اٹھے تو احنف کو بھی امداد کے لیے خط لکھا (۲) لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے آپ کا ساتھ نہیں دیا اور یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

ابن زبیرؓ کی حمایت: یزید کی موت کے بعد جب اموی حکومت میں انقلاب برپا ہوا اور عراق سے اموی حکومت اُٹھ گئی، اس وقت احنف بصریوں کی رہنمائی کرتے رہے، اس سلسلہ میں ان کے قبیلہ بنی تمیم اور بعض دوسرے قبائل میں کچھ ہنگامہ آرائیاں ہوئیں، پھر جب عراق عبداللہ بن زبیرؓ کے قبضہ میں آگیا، اس وقت احنف ان کے ساتھ ہوگئے، ان کے زمانہ میں بھی احنف کا قدیم اعزاز ووقار قائم رہا، ابن زبیرؓ کے حکام ان سے صلاح ومشورہ کرتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے، چنانچہ جب عراق میں خوارج کا زور بڑھا اور اس کا اثر بصرہ تک پہنچا، اس وقت احنف ہی کی تحریک سے مشہور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ خوارج کے مقابلہ پر مامور کیے گئے۔(۳)

عبداللہ بن زبیرؓ کے دورِ خلافت میں مختار ثقفی نے جب عراق پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، اس وقت احنف نے ابن زبیرؓ کی حمایت میں مختار کے داعی مثنیٰ کو عراق سے نکالا (۴) لیکن رفتہ رفتہ جب عراق میں مختار کا اثر نفوذ کرنے لگا، اس وقت احنف نے ابن زبیرؓ کے بھائی مصعب کے ساتھ مل کر مختار کے آدمیوں کا مقابلہ کیا۔(۵)

اسی زمانہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کے اصل حریف عبدالملک اموی نے احنف کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن گذشتہ تجربات کے بعد سے یہ امویوں کے سخت خلاف ہوگئے تھے، اس لیے انھوں نے نہایت سخت جواب دیا کہ ابن زرقاء مجھے شامیوں کی دوستی کی

---

(۱) ابن اثیر ج ۳، ص ۴۳۱۔ (۲) اخبار الطوال ص ۲۴۶۔ (۳) اخبار الطوال صفحہ ۲۸۱۔ (۴) ابن اثیر ج ۴، ص ۲۰۳۔ (۵) اخبار الطوال ص ۳۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت دیتا ہے، خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میرے اور اس کے درمیان آگ کا پتھر حائل ہو جاتا کہ نہ اس کے آدمی ادھر آسکتے اور نہ میرے آدمی اُدھر جا سکتے۔(۱)

وفات: عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی مصعب والی کوفہ کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے، احنف ان سے ملنے کے لیے کوفہ گئے، یہیں انتقال ہو گیا،(۲) ابن عماد حنبلی کے بیان کے مطابق یہ ۲۷ھ تھا۔(۳)

فضل وکمال: علمی اعتبار سے احنف کوئی قابل ذکر شخصیت نہ رکھتے تھے، تاہم اکابر صحابہ کی صحبت اٹھائی تھی، اس لیے علم سے تہی دامن نہ تھے، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ بن سعدؓ اور حضرت ابوذرؓ جیسے اجلہ صحابہ سے انھوں نے سماع حدیث کیا تھا اور ان سے ان کی روایات موجود ہیں، خود ان سے استفادہ کرنے والوں میں حسن بصری، ابوالعلاء بن شخیر اور طلق بن حبیب وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۴)

عقل ودانش: ان کی فضیلت کا میدان مسند علم کے بجائے خارزار سیاست تھا، وہ اپنے عہد کے بڑے عاقل، مدبر، حکیم اور علیم تھے(۵) ان کے بارہ میں لوگوں کی رائے تھی کہ کسی قوم میں احنف سے بہتر شریف نہیں دیکھا گیا،(۶) جب ان کی وفات ہوئی تو مصعب نے کہا آج سے حزم اور رائے کا خاتمہ ہو گیا۔(۷)

عبادت وریاضت: عام طور سے غیر معمولی عقل ودانش اور تدبر کے ساتھ زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت کا اجتماع کم ہوتا ہے لیکن احنف جس درجہ کے مدبر تھے، اسی درجہ کا ان میں زہد وتقویٰ تھا، ان کی عبادت کا خاص وقت پردۂ شب تھا، جب دنیا خواب شیریں کے مزے لیتی تھی، اس وقت وہ اپنے رب کے حضور میں اظہار عبودیت کرتے تھے، اسی وقت وہ اپنے

---

(۱) ابن سعد ج، ق اول ص ۶۸۔ (۲) ایضاً ص ۶۹۔ (۳) شذرات الذہب ج اول، ص ۷۸۔ (۴) تہذیب التہذیب ج اول، ص ۱۹۱۔ (۵) استیعاب ج اول ص ۵۵۔ (۶) ابن سعد ج ۷، ق اول، ص ۶۷۔ (۷) تہذیب التہذیب ج اول ص ۱۹۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعمال کا جائزہ بھی لیتے تھے، ابو منصور کا بیان ہے کہ احنف کی نماز کا وقت عموماً رات کو ہوتا تھا، وہ چراغ جلا کر اس کی لو پر انگلی رکھتے اور نفس سے خطاب کر کے کہتے ''تجھ کو فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔''(۱)

ضعف پیری میں جب کہ قویٰ روزے کے متحمل نہ رہ گئے تھے، ان کے ایک ملنے والے زید نے کہا کہ اب آپ کے قویٰ بہت ضعیف ہو گئے ہیں، روزے آپ کو اور زیادہ کمزور کر دیں گے، جواب دیا میں اس کو ایک بہت لمبے سفر کے لیے تیار کرتا ہوں۔(۲)

قرآن: قرآن کی تلاوت سے خاص شغف تھا، جب تنہائی ہوتی فوراً قرآن لے کر بیٹھ جاتے، (۳) ان عبادتوں پر بھی پورا اعتماد نہ تھا، خدا سے عرض کیا کرتے تھے، خدایا اگر تو میری مغفرت کر دے تو یہ تیری رحمت ہے اور اگر سزا دے تو میں اس کا مستحق ہوں۔(۴)

طہارت میں غلو: طہارت میں اتنا غلو تھا کہ سخت سے سخت موسم میں بھی تیمم نہ کرتے تھے اور برف آلود پانی کی ٹھنڈک برداشت کر لیتے تھے، خراسان کی مہم کے زمانہ میں ایک شب کو نہانے کی حاجت ہوگئی، سردی کا موسم تھا، وہ بھی خراسان کی سردی رات بھی ٹھنڈی تھی، احنف نے کسی خادم اور سپاہی تک کو نہ جگایا اور اسی وقت تن تنہا پانی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، راستہ میں کانٹے دار جھاڑیاں تھیں، ان کو روندتے ہوئے آگے بڑھے، کانٹوں کی خراش سے دونوں پاؤں لہولہان ہو گئے، بالآخر ایک برف کی تہ تک پہنچے اور اس کو توڑ کر برف آلود پانی سے غسل کیا۔(۵)

حق گوئی: نہایت حق گو اور حق پرست تھے، سلاطین اور امرا کے سامنے بھی ان کی زبان اظہار حق میں باک نہ کرتی تھی، یزید کی ولی عہدی کے مسئلہ میں اظہار رائے کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، ایک اور کسی موقع پر اسی قبیل کا کوئی اختلافی مسئلہ پیش آیا تھا اور لوگ اپنی اپنی

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۶۷۔ (۲) ایضاً ص ۶۸۔ (۳) ایضاً ص ۶۷۔ (۴) ابن سعد جلد ۷، ق ۱، ص ۶۸۔ (۵) ابن سعد ج ۷ ق، اول صفحہ ۶۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے ظاہر کرتے تھے لیکن احنف خاموش تھے، امیر معاویہؓ نے ان سے کہا ابو بحر تم بھی کچھ بولو، انھوں نے کہا کیا بولوں، اگر جھوٹ بولتا ہوں تو خدا کا خوف ہے اور اگر سچ بولتا ہوں تو تم لوگوں کا ڈر ہے۔(۱)

حلم: ضبط و تحمل ان کا خاص وصف تھا، علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان کے مناقب بہ کثرت ہیں، ان کا حلم ضرب المثل تھا(۲) لیکن خود ہمیشہ انکساراً کہتے تھے کہ میں حقیقۃً حکیم نہیں ہوں، بلکہ اپنے کو حکیم دکھانا چاہتا ہوں۔(۳)

بعض اصول: احنف کے بعد اصول ایسے تھے کہ وہ ہر شخص کے لیے لائق عمل ہیں، فرماتے تھے کہ میں تین کاموں کے کرنے میں زیادہ جلدی کرتا ہوں، نماز پڑھنے میں جب اس کا وقت آجائے، جنازہ دفن کرنے میں اور لڑکی کی شادی کرنے میں جب اس کی نسبت ہو جائے۔(۴)

اجمالی تبصرہ: ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ وہ سادات تابعین میں تھے، ان کا حلم مثالاً پیش کیا جاتا تھا، حسن بصری فرماتے تھے کہ میں نے کسی قوم کے شریف کو احنف سے افضل نہیں پایا، انھوں نے متعدد خلفا کا عہد پایا تھا، ان میں سے کسی خلیفہ نے ایک شخص سے ان کے اوصاف پوچھے، اس نے کہا اگر آپ ایک وصف سننا چاہتے ہوں تو ایک بتاؤں، اگر دو چاہتے ہوں تو دو بتاؤں، اگر تین چاہتے ہوں تو تین بتاؤں، خلیفہ نے کہا دو بتاؤ، اس شخص نے کہا وہ بھلائی کرتے تھے اور بھلائی کو پسند کرتے تھے اور شر سے بچتے تھے اور اس سے بغض رکھتے تھے، خلیفہ نے کہا اچھا تین اوصاف بتاؤ اس شخص نے کہا کسی پر حسد نہیں کرتے تھے، کسی پر بیجا زیادتی اور ظلم نہیں کرتے تھے اور کسی کو اس کے حق سے نہیں روکتے تھے، خلیفہ نے کہا ایک وصف بیان کرو، اس شخص نے کہا کہ وہ اپنے نفس کے سب سے بڑے حکمراں تھے۔(۵)

---

(۱) ابن سعد ج ۷، ق اول، صفحہ ۶۷ (۲) تہذیب التہذیب ج ۱، ص ۱۹۱۔ (۳) ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۶۷۔ (۴) ابن سعد ج ۷، ق اول صفحہ ۱۶۵۔ (۵) شذرات الذہب ج اول، ص ۷۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ اسمٰعیل بن ابی خالد احمسی

نام ونسب: اسمٰعیل نام، ابوعبداللہ کنیت، قبیلہ بجیلہ کی شاخ بنی احمس کے غلام تھے، اسی نسبت سے احمسی کہلاتے ہیں، ابن سعد کی روایت کے مطابق چھ صحابہ کو دیکھا تھا، انس بن مالک، ابن ابی اوفیٰ، ابو کاہل، ابوجحیفہ، عمرو بن حریث اور طارق بن شہاب (۱) اور ابونعیم کی روایت کے مطابق بارہ کو۔ (۲)

فضل وکمال: فضل وکمال کے اعتبار سے کبار تابعین میں تھے، عامر کہتے تھے، انھوں نے علم کو پی لیا ہے، (۳) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۴)

حدیث: حدیث میں ان کا پایہ نہایت بلند تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ حجت تھے، متقن تھے، مکثر تھے اور عالم تھے، (۵) تمام بڑے بڑے علما ان کے حفظ حدیث کے معترف تھے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ حفاظ ہمارے نزدیک چار ہیں، عبدالملک بن ابی سلیمان، اسماعیل بن ابی خالد، عاصم الاحول اور یحییٰ ابن سعید انصاری (۶) امام شعبی کے تمام ساتھیوں میں ابوحاتم ان پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے، (۷) اپنی صداقت کی وجہ سے میزان کہے جاتے تھے۔ (۸)

صحابہ میں انھوں نے اپنے والد ابوخالدؓ اور ابوجحیفہؓ، عبداللہ بنؓ ابی اوفی، عمر بنؓ حریث اور ابوکاہلؓ سے سماع کیا تھا اور غیر صحابہ میں زید بن وہب، محمد بن سعد، ابی بکرؓ بن عمارہ، قیس بن ابی حازم، شبیل بن عوف، حارث بن شبیل، طارق بن شہاب اور شعبی وغیرہ سے۔

---

(۱) ابن سعد ج ۲، ص ۲۴۰۔ (۲) تہذیب التہذیب ج اول، ص ۲۹۲۔ (۳) ابن سعد ج ۶، ص ۲۶۰۔
(۴) تہذیب الاسماء ج اول، ص ۱۲۱۔ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۸۔ (۶) ابن سعد ج ۶ ص ۲۴۰۔
(۷) تہذیب التہذیب ج اول، ص ۲۹۱۔ (۸) تہذیب الاسماء ص ۱۲۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے روایت کرنے والوں میں شعبہ، دونوں سفیان، زائدہ، ابن مبارک، ھشیم، یزید بن ہارون اور یحییٰ القطان وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔(۱)

ابن مدائنی کے بیان کے مطابق ان کے مرویات کی تعداد تین سو ہے(۲) اور عجلی کے بیان کے مطابق پانچ سو کے قریب۔(۳)

عمل کا درجہ: علم کے ساتھ عمل کے لباس سے بھی آراستہ تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ باعمل علما میں تھے،(۴) ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ شیخ صالح تھے۔(۵)

کسب حلال: علمائے اسلام کا یہ خاص امتیاز رہا ہے کہ انھوں نے علم کو کسب معاش کا ذریعہ نہیں بنایا، اسمٰعیل بھی انہی علما میں تھے اور آٹا پیسنے کی چکی چلا کر رزق پیدا کرتے تھے۔(۶)

وفات: ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔(۷)

۵- اسود بن یزید

نام ونسب: اسود نام، ابوعمر کنیت، والد کا نام یزید تھا، نسب نامہ یہ ہے، اسود بن یزید بن قیس بن عبداللہ ابن مالک بن علقمہ بن سلامان بن کہیل بن بکر بن عوف بن نخع نخعی۔

فضل وکمال: فضل وکمال اور زہد وعبادت کے لحاظ سے اسود کوفہ کے ممتاز ترین علما میں تھے، حافظ ذہبی انھیں امام فقیہ، زاہد وعابد اور کوفہ کا عالم لکھتے ہیں،(۸) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔(۹)

حدیث: حدیث کے ممتاز حفاظ میں تھے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، عبداللہ بن

---

(۱) تہذیب التہذیب ج اول، ص ۲۹۱ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۲۱۔ (۳) تہذیب التہذیب ج اول، ص ۲۹۲۔ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول، ص ۱۳۸۔ (۵) تہذیب التہذیب ج اول، ص ۲۹۲۔ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول، ص ۱۳۸۔ (۷) ابن سعد ج ۶، ص ۲۴۰۔ (۸) تذکرۃ الحفاظ ج اول، ص ۴۳۔ (۹) تہذیب الاسماء ج اول، قسم اول، ص ۱۲۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسعودؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حذیفہؓ، ابومحذورہؓ، اور ابوموسیٰؓ جیسے اکابر کی صحبت اور ان سے استفادہ کا موقع ملا تھا، (۱) حضرت عمرؓ اور عائشہؓ کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ زیادہ تعلقات تھے، حضرت عمرؓ کے ساتھ زیادہ رہتے تھے (۲) حضرت عائشہؓ سے عقیدت مندانہ تعلقات تھے، (۳) مذکورۂ بالا تمام بزرگوں سے انھوں نے روایتیں کی ہیں۔

تلامذہ: ان کی ذات سے ان کا پورا گھرانا دولتِ علم سے مالا مال ہو گیا تھا، ان کے بھانجے ابراہیم نخعی بھائی عبدالرحمٰن اور چچیرے بھائی علقمہ جو آسمانِ علم کے روشن ستارے تھے، ان ہی کے فیض یافتہ تھے، ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں عمارہ بن عمیر، ابواسحٰق سبیعی، ابوبردہ بن ابوموسیٰ، محارب بن دثار اور اشعث بن ابی الشعثاء وغیرہ نے ان سے سماع حدیث کیا تھا۔ (۴)

فقہ: فقہ میں بھی درک حاصل تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ فقیہ تھے، (۵) حافظ ذہبی اور ابن حجر وغیرہ سب آپ کے فقہ کے معترف ہیں۔

عبادت وریاضت: علم سے بڑھ کر آپ کا عمل یعنی زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت تھی، تابعین کی جماعت میں آٹھ بزرگ زہد وعبادت میں زیادہ ممتاز اور مشہور تھے، ان میں ایک نام اسود کا ہے، (۶) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ عبادت میں وہ بڑے درجہ پر تھے۔ (۷)

نماز: نماز مشغلۂ زندگی تھا، سات سو نوافل روزانہ پڑھتے تھے، (۸) نماز ہمیشہ اول وقت ادا کرتے تھے، اس میں اس قدر اہتمام تھا کہ.......... کسی کام اور کسی حالت میں بھی ہوتے نماز کا وقت آتے ہی کام چھوڑ کر فوراً نماز ادا کرتے، ان کے سفر کے ہمراہیوں کا بیان ہے کہ سفر کی حالت میں بھی خواہ کیسے ہی دشوار گذار راستے سے جا رہے ہوں، نماز کا وقت آنے کے ساتھ سواری روک کر نماز پڑھتے، تب آگے بڑھتے۔ (۹)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج اول، ص ۳۴۲۔ (۲) ابن سعد ج ۶، ص ۴۸۔ (۳) ایضاً ص ۱۸۹۔ (۴) تہذیب التہذیب ج اول، ص ۳۴۲۔ (۵) ایضاً۔ (۶) ابن عساکر ج ۳، ص ۱۶۸۔ (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول، ص ۴۳۔ (۸) ایضاً۔ (۹) ابن سعد ج ۶، ص ۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزے: روزوں سے بھی یہی شغف وانہماک تھا، قریب قریب ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے، ایسے سخت موسم میں بھی روزہ نہ چھوٹتا، جب سرخ اونٹ جیسا قومی اور گرمی برداشت کرنے والا جانور گرمی کی شدت سے بے حال ہو جاتا ہے، سفر میں بھی روزوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا، بعض اوقات سفر کی تکالیف اور پیاس کی شدت سے رنگ بدل جاتا تھا اور زبان سوکھ کر کانٹا ہو جاتی تھی لیکن روزہ نہ چھوٹتا تھا، اس عبادتِ شاقہ کی وجہ سے ایک آنکھ جاتی رہی تھی، اگر لوگ کہتے کہ جسم کو اتنی تکلیف نہ دیجیے تو جواب دیتے تکلیف نہیں، بلکہ راحت پہنچانا چاہتا ہوں۔(۱)

حج: حج کے ذوق کا یہی حال تھا، حجوں کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کا شاید کوئی سال حج سے ناغہ نہیں ہوا، باختلاف روایت آپ کے حجوں اور عمروں کی مجموعی تعداد ستر سے اسی تک ہے، کبھی کبھی ولولۂ شوق میں کوفہ ہی سے احرام باندھ کر ''لبیک غفار الذنوب'' اور لبیک وحنانیک'' کی صدا لگاتے ہوئے روانہ ہوتے تھے لیکن یہ دائمی عمل نہ تھا بلکہ مختلف اوقات میں مختلف مقامات میں احرام باندھنے کا ثبوت ملتا ہے، مکہ میں عموماً شب کے وقت داخل ہوتے تھے، آپ کو طواف کوئے محبوب سے ایسا والہانہ شغف تھا اور اس بارہ میں اس قدر متشدد تھے کہ جو شخص حج کی استطاعت رکھتے ہوئے حج نہیں کرتا تھا اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھتے تھے۔(۲)

تلاوت قرآن: قرآن کی تلاوت کا ہمیشہ معمول تھا، رمضان کے مہینہ میں قرآن کا ورد بہت بڑھ جاتا تھا، مغرب وعشا کے درمیان سو رہتے تھے، اس کے بعد اٹھ کر ساری رات قرآن پڑھتے تھے اور دو راتوں میں ایک قرآن ختم کر دیتے تھے۔(۳)

اختلاف مسلک اور اتحاد روابط: آج ادنیٰ سے اختلاف مسلک پر ہر قسم کے معاشری اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں، ان بزرگوں کا یہ اسوہ لائقِ تقلید ہے کہ اختلافِ مسلک کے

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۴۸۔ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۴۷، ۴۸۔ (۳) ایضاً ص ۴۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باوجودان میں باہم روابط قائم رہتے تھے، اسود حضرت عمرؓ کی خدمت میں زیادہ رہنے کی وجہ سے ان کے متبع تھے اور علقمہ عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب میں تھے لیکن جب دونوں میں ملاقات ہوتی تھی تو ادنیٰ اختلاف بھی نہ ہوتا تھا۔(۱)

وفات: ۷۵ھ میں وفات پائی، معمولات کی پابندی میں یہ اہتمام تھا کہ مرض الموت میں بھی تلاوت قرآن میں فرق نہ آیا، چنانچہ اس وقت بھی جب جنبش کرنے کی سکت باقی نہ تھی، اپنے بھانجے ابراہیم نخعی کا سہارا لے کر قرآن پڑھتے تھے، دم آخر ہدایت کی کہ مجھے کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنا تاکہ میری زبان سے آخری کلمہ لا الٰہ الا اللہ نکلے۔(۲)

حلیہ اور لباس: آخر عمر میں بال سفید ہو گئے تھے، سر اور داڑھی دونوں میں زرد خضاب کرتے تھے، اونچی ٹوپی پہنتے تھے، سیاہ رنگ کا عمامہ باندھتے تھے، اس کا شملہ پیچھے پڑا رہتا تھا۔(۳)

۶۔ اعمش (سلیمان بن مہران)

نام ونسب: سلیمان نام، ابومحمد کنیت، اعمش کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں، ان کے والد کا نام مہران تھا، مہران عجمی النسل تھے، ان کا آبائی وطن طبرستان تھا، ایک روایت یہ ہے کہ مہران دیلم کے کسی معرکہ میں گرفتار ہوئے، دوسرا بیان یہ ہے کہ اعمش کو کوفہ کے بنی کاہل کے ایک شخص نے خریدا تھا اور خرید کر آزاد کر دیا، بہرحال اتنا مسلم ہے کہ اعمش ابتدا میں غلام تھے اور اس غلامی کی نسبت سے وہ کاہلی اور اسدی کہلاتے ہیں۔

پیدائش: اعمش حضرت حسینؓ کی شہادت کے دن یعنی عاشورہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔(۴)

فضل وکمال: اگرچہ اعمش کا آغاز غلامی سے ہوا لیکن ان میں تحصیل علم کی فطری استعداد تھی، خوش قسمتی سے مرکز علم کوفہ میں ان کی نشوونما ہوئی، اس لیے آگے چل کر وہ کوفہ کی مسند علم وافتا کی زینت بنے، ان کے علمی اور عملی کمالات پر تمام ارباب سیر وطبقات کا اتفاق

---

(۱) ابن سعد ج۶، ص۴۸ (۲) ایضاً ص۵۰ (۳) ایضاً ص۵۹ (۴) طبقات ابن سعد ج۶، ص۲۲۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، ابن حجر اور حافظ ذہبی ان کو ''عابد مرتاض علامۃ الاسلام وشیخ الاسلام'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔(۱) عیسیٰ بن یونس کہتے تھے کہ ہم نے اور ہمارے قبل والے قرن کے لوگوں نے اعمش کا مثل نہیں دیکھا۔(۲)

ان کو جملہ مذہبی علوم میں یکساں دست گاہ حاصل تھی، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ اعمش کتاب اللہ کے بڑے قاری، احادیث کے بڑے حافظ اور علم فرائض کے ماہر تھے۔(۳)

قرآن: قرآن کے ساتھ ان کو خاص ذوق تھا اور علوم قرآنی میں وہ راس العلم شمار کیے جاتے تھے۔(۴) ہشیم کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ میں اعمش سے بڑا قرآن کا قاری نہیں دیکھا۔(۵) قرآن کا مستقل درس دیتے تھے لیکن آخر عمر میں کبر سنی کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا لیکن شعبان میں تھوڑا قرآن ضرور سناتے تھے، قرأت میں وہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پیرو تھے، ان کی قرأت اتنی مستند تھی کہ لوگ اس کے مطابق قرآن درست کرتے تھے۔(۶)

حدیث: حدیث رسول میں ان کے معلومات کا دائرہ نہایت وسیع تھا، حافظ ذہبی انھیں شیخ الاسلام لکھتے ہیں، ابن مدائنی کا بیان ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں چھ آدمیوں نے علم (حدیث) کو محفوظ کیا تھا، مکہ میں ابن دینار، مدینہ میں زہری، کوفہ میں ابو اسحٰق سبیعی اور اعمش اور بصرہ میں قتادہ اور یحییٰ بن کثیر نے،(۷) ابو بکر عیاش کا بیان ہے کہ ہم لوگ اعمش کو سید المحدثین کہتے تھے۔(۸)

ان کی مرویات کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، ابن مدائنی کے بیان کے مطابق ان کی تعداد تیرہ سو ہے،(۹) اور بعض دوسری روایات کے مطابق چار ہزار، محدث زہری اہل عراق کے علم کے قائل نہ تھے، اسحٰق بن راشد نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ کوفہ میں اسد

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۸ و تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۲۲۳۔ (۲) تاریخ خطیب ج ۹، ص ۸۔
(۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۸۔ (۴) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۲۳ (۵) تاریخ خطیب ج ۹ ص ۶ (۶) ابن سعد ج ۶ ص ۳۳۸ (۷) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۲۳ (۸) خطیب بغدادی ج ۹ ص ۱۱
(۹) شذرات الذہب ج اول ص ۲۲۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ایک غلام ہے، جس کو چار ہزار حدیثیں یاد ہیں، زہری نے تعجب سے پوچھا، چار ہزار؟ اسحٰق نے کہا ہاں چار ہزار، اگر آپ کہیں تو میں اس کا کچھ حصہ لاکر آپ کے سامنے پیش کروں، چنانچہ انھوں نے اعمش کی مرویات کا کچھ حصہ ان کے سامنے پیش کیا، زہری اس کو پڑھتے جاتے تھے اور حیرت سے ان کا رنگ بدلتا جاتا تھا، مجموعہ ختم کرنے کے بعد بولے خدا کی قسم اسے علم کہتے ہیں مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ کسی کے پاس اتنا علم محفوظ ہوگا، (۱) شعبہ کہتے تھے کہ حدیث میں مجھ کو جو تشفی اعمش سے ہوئی وہ کسی سے نہیں ہوئی، (۲) عبداللہ بن مسعودؓ کی احادیث خصوصیت کے ساتھ ان کے حافظہ میں زیادہ محفوظ تھیں، قاسم بن عبدالرحمٰن کہتے تھے کہ کوفہ میں اعمش سے زیادہ عبداللہ بن مسعودؓ کی احادیث کا جاننے والا نہیں ہے (۳)

مرویات کا پایہ: ان کی مرویات کیفیت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ درجہ کی تھیں چنانچہ وہ اپنی صداقت اور روایتوں کے معیار کی بلندی کے اعتبار سے مصحف کہے جاتے تھے، (۴) ابن عمار کہتے تھے کہ محدثین میں اعمش سے زیادہ اثبت کوئی نہیں (۵) جریر ان کی روایات کو دیبائے خسروانی کہتے تھے (۶)

احتیاط: اس علم کے باوجود وہ روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے اور زیادہ حدیث بیان کرنا اچھا نہ سمجھتے تھے، لوگوں سے کہتے تھے کہ جب تم لوگ (حدیث سننے کے لیے) کسی کے پاس جاتے ہو تو اس کو جھوٹ بولنے پر آمادہ کرتے ہو، خدا کی قسم یہ لوگ اشر الناس ہیں۔

شیوخ وتلامذہ: حدیث میں انھوں نے زیادہ تر عبداللہ بن مسعودؓ، ان کے بعد انسؓ بن مالک، عبداللہ ابن ابی اوفی، زید بن وہب، ابووائل، ابوعمر شیبانی، قیس بن ابی حازم، اسماعیل بن رجاء، ابوصخرہ، جامع بن شداد، ابوذبیان بن جندب، امام شعبی، ابراہیم نخعی اور مجاہد بن جبیر وغیرہ سے استفادہ کیا تھا، ان کے تلامذہ میں حکم بن عتبہ، زبید الیمامی، ابواسحٰق سبیعی، سلیمان تیمی، سہیل بن ابوصالح، محمد ابن واسع، شعبہ، ابراہیم بن طہمان اور جریر بن حازم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۲۳۹۔ (۲) تاریخ خطیب جلد ۹ ص ۱۰ (۳) تاریخ خطیب ج ۹ ص ۱۰ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۸ (۵) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۲۳ (۶) تاریخ خطیب ج ۹ ص ۱۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدثین کے مراتب پر نظر: حدیث میں ان کے کمال کی ایک سند یہ بھی ہے کہ وہ اس عہد کے بڑے بڑے محدثین کے علم پر ناقدانہ نظر رکھتے تھے اور ان کے نزدیک سب کا ایک خاص درجہ متعین تھا، ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ ہم لوگ اور محدثین کے پاس سے ہو کر آخر میں اعمش کے پاس جاتے تھے، وہ ہم سے سوال کرتے، کس کے پاس سے آتے ہو؟ ہم بتاتے کہ فلاں شخص کے پاس سے، نام سن کر وہ کہتے وہ پھٹا ہوا طبل ہے، پھر پوچھتے ان کے بعد کہاں گئے، ہم لوگ بتاتے فلاں کے پاس، وہ کہتے وہ اڑنے والے طائر ہیں، پھر پوچھتے ان کے بعد، ہم لوگ نام بتاتے، فرماتے وہ دف ہیں۔ (۱)

فقہ و فرائض: فقہ و فرائض میں بھی پورا درک رکھتے تھے، فقہا ان کو اپنا سردار کہتے تھے، (۲) فرائض میں خصوصیت کے ساتھ بڑی مہارت رکھتے تھے، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ وہ فرائض کے بڑے عالم تھے، ان سے پہلے ابراہیم فرائض کے عالم مانے جاتے تھے اور لوگ اس فن میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ان کی وفات کے بعد اعمش کی ذات مرجوعہ بن گئی تھی۔ (۳)

عبادت و ریاضت: علم کے ساتھ وہ عمل میں بھی یہی درجہ رکھتے تھے، یحییٰ قطان کا بیان ہے کہ وہ عابد و زاہد تھے، (۴) یحییٰ بن سعید انھیں عُبّادِ وقت میں شمار کرتے تھے، خریبی کا بیان ہے کہ اعمش نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے بڑا عبادت گذار نہیں چھوڑا۔ (۵) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ علم نافع اور عمل صالح دونوں کے سردار تھے، (۶) نماز با جماعت میں یہ اہتمام تھا کہ ستر سال تک تکبیر اولیٰ تک قضا نہیں ہوئی۔ (۷)

امرا سے استغنا اور بے نیازی: اعمش خاصان خدا اور صلحائے امت کی طرح دولتِ دنیا سے بالکل تہی دامن تھے، معیشت کی طرف سے بھی ان کو پورا اطمینان نہ تھا، لیکن اس فقر و احتیاج کے باوجود امرا اور ارباب دول سے نہ صرف بے نیاز تھے بلکہ ان کو نہایت

---

(۱) تاریخ خطیب ج ۹ ص ۱۱ (۲) تاریخ خطیب جلد ۹ ص ۸ (۳) ایضاً ص ۹ (۴) ایضاً ص ۸ (۵) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۲۴ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۸ (۷) تاریخ خطیب ج ۹ ص ۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے، عیسیٰ بن یونس کا بیان ہے کہ اعمش کے فقر و احتیاج کے باوجود میں نے ان سے زیادہ امرا اور سلاطین کو کسی کی نگاہ میں حقیر نہیں پایا (۱)، امام شعرانی لکھتے ہیں کہ اعمش کو روٹی تک میسر نہ تھی لیکن ان کی مجلس میں اغنیا اور سلاطین سب سے بڑے فقیر معلوم ہوتے تھے۔(۲)

ان کی جرأت کا ایک واقعہ: امرا کے مقابلہ میں ان کی جرأت و بے باکی کا یہ واقعہ لائق ذکر ہے، خلیفہ ہشام نے ایک مرتبہ ان کو لکھا کہ عثمانؓ کے فضائل اور علیؓ کی برائیاں میرے لیے قلمبند کر دیجئے، انھوں نے شاہی قاصد کے سامنے اس خط کو بکری کو کھلا دیا اور قاصد سے کہا یہ تمہاری تحریر کا جواب ہے، جب قاصد نے جواب کے لیے زیادہ اصرار کیا تو یہ جواب لکھا ''بسم اللہ الرحمٰن! امابعد اگر عثمانؓ کی ذات میں ساری دنیا کے انسانوں کی خوبیاں جمع ہوں تو بھی اس سے تمہاری ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور اگر علیؓ کی ذات میں دنیا بھر کی برائیاں مجتمع ہوں تو اس سے تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، تم کو صرف اپنے نفس کی خبر رکھنی چاہیے۔(۳)

فیاضی: طبعاً بڑے فیاض تھے، ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ ''ہم لوگ جب اعمش کے پاس جاتے تھے، تو ہم کو کچھ نہ کچھ کھلاتے تھے۔''(۴)

نفس کی تحقیر: ان ظاہری و باطنی کمالات کے باوجود وہ اپنی ذات کو بالکل حقیر اور ہیچ سمجھتے تھے، چنانچہ وصیت کی تھی کہ ''جب میں مر جاؤں تو کسی کو میری موت کی اطلاع نہ دی جائے اور مجھ کو میرے رب کے پاس لے جا کر لحد میں پھیک دیا جائے، میں اس سے بھی فروتر اور حقیر ہوں کہ لوگ میرے جنازہ میں شرکت کریں۔''(۵)

وفات: باختلاف روایت ۱۴۷ھ یا ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۲۴ (۲) طبقات کبریٰ امام شعرانی ج اول ص ۳۸ (۳) شذرات الذہب ج اول ص ۲۲۱ (۴) تاریخ خطیب ج ۹ ص ۱۱ (۵) طبقات کبریٰ امام شعرانی ج اول ص ۳۸۔ ☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷- خیر التابعین

حضرت اویس بن عامر قرنیؓ

نام ونسب: سرخیلِ تابعین حضرت اویس قرنیؒ وطناً یمنی اور نسباً قبیلہ مراد سے تھے، ان کو بارگاہ رسالت سے غائبانہ "خیر التابعین" کا لقب ملا تھا، نسب نامہ یہ ہے: اویس بن عامر بن جزء بن مالک ابن عمرو بن سعد بن عصوان بن قرن بن دودمان بن ناجیہ بن مراد بن مالک بن اومرادی مزحجی۔

حضرت اویس ان برگزیدہ وارفتگانِ محبت میں تھے، جن کی تخلیق ہی عشق ومحبت کے خمیر سے ہوئی تھی، وہ نادیدہ جمال نبویؐ کے پروانوں میں تھے کہ

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ☆ بسا کین دولت از گفتار خیزد

انھوں نے اپنی ہستی کوراہ خدا میں ایسا گم کردیا تھا کہ ظاہر بیں نگاہوں میں ان کی شخصیت ہی مشکوک ہوگئی، اگرچہ اویس عہدِ رسالت میں موجود تھے لیکن لقائے ظاہری سے محروم رہے، مگر عالم باطن کے قوانین اس دنیائے آب وگل کے قوانین سے ماوراء ہیں، وہاں قرب وبعد منزل کا کوئی سوال نہیں، چشم حقیقت نگر لاکھ حجابوں پر بھی محروم تماشا نہیں رہتی، ربط باطن بعد مسافت میں بھی قرب محسوس کرتا ہے، خود اس دنیائے آب وگل میں بھی ظاہری بعد اور دوری ایک بے حقیقت شے ہے، اصل شے قوتِ تاثیر اور جذب وکشش ہے، آفتاب کروڑوں منزلوں کی مسافت کے باوجود عالم کے ذرے ذرے کو منور کرتا ہے، قطرات شبنم اڑکر آفتاب کی حرارت میں تحلیل ہوجاتے ہیں، موسم گل کی نکہت منزلوں تک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوہ ووادی کو معطر کر دیتی ہے، اس لیے اویس بھی بعد مسافت کے باوجود آفتابِ نبوت کی کرنوں سے مستنیر اور بہار مدینہ کی نگہت باریوں سے مست و بے خود تھے، اگر چہ وہ یمن میں تھے لیکن ان کی محبت کی لہریں حجاز تک رواں دواں تھیں۔

حضرت عمرؓ سے غائبانہ تعارف اور ملاقات: یہ محض شاعری نہیں بلکہ حقیقت ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اس نادیدہ وارفتۂ محبت کی ایک ایک علامت بتادی تھی، صحیح مسلم میں ہے کہ ''خیر التابعین قبیلۂ مراد کا ایک شخص ہے، اس کا نام اویس ہے، وہ تمہارے پاس یمن کی امداد میں آئے گا، اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں، سب مٹ چکے ہیں، صرف ایک درہم کے برابر باقی ہے، اس کے ماں بھی ہے جس کی وہ خدمت کرتا ہے، جب وہ خدا کی قسم کھاتا ہے تو اس کو پوری کرتا ہے، اگر تم اس کی دعائے مغفرت حاصل کرسکو تو حاصل کرنا۔''

اس کے بعد سے حضرت عمرؓ برابر اویس کی تلاش میں رہے، چنانچہ آپ کے عہدِ خلافت میں جب یمن سے فوجی مدد آئی تو آپ تلاش کرتے کرتے اویس کے پاس پہنچے اور پوچھا تم ہی اویس بنؓ عامر ہو، انھوں نے اثبات میں جواب دیا، حضرت عمرؓ نے سوال کیا تمہاری ماں زندہ ہے، انھوں نے جواب دیا ہاں! ان علامات کو معلوم کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے پاس اہل یمن کی مدد کے ساتھ قبیلہ مراد اور قرن کا ایک شخص اویس بنؓ عامر آئے گا، جس کے جسم پر برص ہوگا لیکن ایک درہم کے برابر کے سوا سب مٹ چکا ہوگا، اس کے ایک ماں ہوگی، جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا ہوگا، جب وہ خدا کی قسم کھاتا ہے تو اس کو پوری کرتا ہے، اگر تم اس کی دعائے مغفرت لے سکنا تو لینا، اس لیے آپ میرے لیے دعائے مغفرت فرمائے''۔ یہ سن کر اویس نے حضرت عمرؓ کے لیے دعا کی، پھر آپ نے ان سے پوچھا اب کہاں کا قصد ہے، انھوں نے کہا کوفہ کا، حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آپ کے متعلق وہاں کے عامل کے پاس ہدایت لکھ دیتا ہوں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اویس نے کہا اس کی ضرورت نہیں، مجھے عوام کے زمرہ میں رہنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

اس واقعہ کے دوسرے سال کوفہ کا ایک معزز شخص حج کے لیے آیا، حضرت عمرؓ نے اس سے اویس کا حال پوچھا، اس نے بتایا کہ وہ نہایت تنگ دستی میں ہیں، ایک بوسیدہ جھونپڑے میں رہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے اس سے اویس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کیا، چنانچہ یہ شخص بھی واپس جا کر اویس سے دعائے مغفرت کا طالب ہوا، انھوں نے فرمایا کہ تم ابھی تازہ تازہ ایک مقدس سفر سے آرہے ہو، اس لیے تم میرے لیے دعا کرو، پھر پوچھا تم عمرؓ سے ملے تھے، اس نے کہا ہاں، اس گفتگو کے بعد اویس نے اس شخص کے لیے دعائے مغفرت کی۔(۱)

ہرم بن حیان اور اویس کی پر اثر ملاقات کے حالات: اویس اپنے کو اہل دنیا سے چھپانے کے لیے نہایت خستہ حال رہتے تھے، اکثر بدن تک ڈھانکنے کے لیے پورا کپڑا تک نہ ہوتا تھا، لوگ ننگا بدن دیکھ کر کپڑا اوڑھا دیتے، ان کی ظاہری حالت پر بے بصر عوام ان کا مذاق اڑاتے اور انھیں پریشان کرتے۔(۲)

لیکن اہل نظر کی نگاہوں سے وہ نہ چھپ سکے، ان کی شمیم روحانیت اہل دل لوگوں کو دور دور سے کھینچ بلاتی تھی، ایک صاحب دل تابعی ہرم بن حیان اور اویس کی ملاقات کے پرتاثیر واقعات خود ہرم بن حیان کی زبان سے سننے کے قابل ہیں، ان کا بیان ہے کہ:

میں اویس قرنی کی زیارت کی تمنا میں کوفہ گیا اور تلاش کرتے کرتے فرات کے کنارہ پہنچا وہاں دیکھا کہ ایک شخص تنہا بیٹھا نصف النہار کے وقت وضو کر رہا تھا اور کپڑے دھو رہا ہے، میں اویس کے اوصاف سن چکا تھا، اس لیے فوراً پہچان گیا، وہ فربہ اندام تھے، رنگ گندم گوں تھا، بدن پر بال زیادہ تھے، سر منڈا ہوا تھا، داڑھی گھنی تھی، بدن پر ایک صوف

---

(۱) یہ تمام واقعات مسلم کتاب الفضائل باب فضائل اویس قرنی سے ماخوذ ہیں (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۱۱۴-۱۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ازار اور ایک صوف کی چادر تھی، چہرہ بہت بڑا اور مہیب تھا، قریب پہنچ کر میں نے سلام کیا، اویس نے جواب دیا، اور میری طرف دیکھ کر کہا، خدا تم کو زندہ رکھے، میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا، انھوں نے مصافحہ کرنے سے انکار کیا اور پھر کہا خدا تم کو زندہ رکھے، میں نے کہا، اویس تم پر خدا رحمت نازل کرے اور تمہاری مغفرت فرمائے، تمہارا کیا حال ہے، غایت محبت میں ان کی ظاہری حالت پر میرے آنسو نکل آئے، مجھے روتا دیکھ کر وہ بھی رونے لگے اور مجھ سے فرمایا، ہرم بن حیان خدا تم پر رحم کرے، میرے بھائی تم کیسے ہو، تم کو میرا پتہ کس نے بتایا، میں نے کہا خدا نے، اس جواب پر انھوں نے فرمایا "لا الاہ الا اللہ سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا حین سمانی" ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ اس سے پہلے نہ کبھی میں نے ان کو دیکھا تھا، اور نہ انھوں نے مجھے دیکھا تھا، اس لیے میں نے ان سے پوچھا آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیسے جان لیا، خدا کی قسم آج سے پہلے کبھی میں نے آپ کو نہ دیکھا تھا، فرمایا علیم وخبیر نے مجھے بتایا، جب تمہارے نفس نے میرے نفس سے باتیں کیں، اسی وقت میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا، زندہ اور چلتے پھرتے لوگوں کی طرح روحوں کے بھی جان ہوتی ہے، مومنین خواہ کبھی آپس میں نہ ملتے ہوں اور ان میں کوئی تعارف نہ ہو، اور نہ ان کو ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا اتفاق ہوا ہو، پھر وہ سب ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور خدا کی روح کے وسیلہ سے باتیں کرتے ہیں، خواہ وہ ایک دوسرے سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں۔

میں نے درخواست کی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنایئے، کہ میں آپ کی زبان سے سن کر اس کو یاد کرلوں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور نہ آپ کی صحبت سے بہرہ ور ہوا، البتہ آپ کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے اور تم لوگوں کی طرح مجھے بھی آپ کی حدیثیں پہنچی ہیں لیکن میں اپنے لیے یہ دروازہ کھولنا نہیں چاہتا کہ محدث، قاضی یا مفتی بنوں، ہرم بن حیان! مجھے خود اپنے نفس کے بہت سے کام ہیں، یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب سن کر میں نے عرض کیا کہ پھر قرآن ہی کی کچھ آیات سنا دیجئے مجھے، آپ کی زبان سے قرآن سننے کی خواہش ہے، میں خدا کے لیے آپ کو محبوب رکھتا ہوں، میرے لیے دعا فرمائیے، اور کچھ وصیتیں کیجئے تاکہ میں ان کو ہمیشہ یاد رکھوں، میری درخواست سن کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اعوذباللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھ کر چیخ مار کر رونے لگے اور فرمایا، میرے رب کا ذکر بلند ہے، سب سے زیادہ حق اس کا قول ہے، سب سے زیادہ سچی بات اس کی بات ہے، سب سے زیادہ اچھا کلام اس کا کلام ہے، یہ کلمات فرما کر ماخلقنا السماوات والارض سے ھوالعزیز الرحیم تک تلاوت کر کے چیخ مار ایسے خاموش ہوئے کہ میں سمجھا بے ہوش ہوگئے، پھر مجھ سے فرمایا ہرم بن حیان تمہارے باپ مر چکے، عنقریب تم کو بھی مرنا ہے، ابوحیان مر چکے، ان کے لیے یا جنت ہے یا دوزخ، ابن حیان آدم مر گئے، حوا مر گئیں، ابن حیان نوح اور ابراہیم خلیل الرحمٰن مر گئے، ابن حیان موسیٰ نجی الرحمٰن مر گئے، ابن حیان داؤد خلیفۃ الرحمٰن مر گئے، ابن حیان محمد رسول الرحمٰن ﷺ مر گئے ابن حیان ابوبکرؓ خلیفۃ المسلمین مر گئے، ابن حیان میرے بھائی عمر بن الخطابؓ مر گئے، یہ کہہ کر واعمراہ کا نعرہ لگایا اور ان کے لیے رحمت کی دعا کی، عمرؓ فاروق اس وقت تک زندہ تھے اور ان کی خلافت کا آخری زمانہ تھا، اس لیے میں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے، عمر بنؓ الخطاب تو زندہ ہیں، فرمایا ہاں جو کچھ میں نے کہا ہے اگر تم اس کو پوری طرح سمجھ لو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا تمہارا شمار مردوں ہی میں ہے، ہونے والی بات ہو چکی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور چند مختصر دعائیں پڑھ کر کہا ہرم بن حیان کتاب اللہ، صلحائے امت کی ملاقات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام میری وصیت ہے، میں نے اپنی خبر موت دی اور تمہاری خبر موت دی، آئندہ ہمیشہ موت کو یاد رکھنا اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے غافل نہ ہونا، واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرانا اور اپنے ہم مذہبوں کو نصیحت کرنا اور اپنے نفس کے لیے کوشش کرنا، خبردار جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارا دین چھوٹ جائے اور قیامت میں تم کو آتشِ دوزخ کا سامنا ہو، پھر فرمایا، خدایا اس شخص کا گمان ہے کہ وہ تیرے لیے مجھ سے محبت کرتا ہے اور تیرے لیے مجھ سے ملاقات کی، اس لیے خدایا جنت میں اس کا چہرا مجھے پہچوانا اور اپنے گھر دارالسلام میں مجھے اس سے ملانا، وہ دنیا میں جہاں کہیں بھی رہے، اس کو اپنے حفظ وامان میں رکھنا، اس کی کھیتی باڑی کو اس کے قبضہ میں رہنے دے، اس کو تھوڑی دنیا پر خوش رکھ اور دنیا سے تو نے جو حصہ اس کو دیا ہے، وہ اس کے لیے آسان کر اور اپنے عطایا اور نعمتوں پر اس کو شاکر بنا اور اس کو جزائے خیر دے، یہ دعائیں دے کر مجھ سے خطاب فرمایا کہ ہربن حیان اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، اچھا سلام علیک ورحمۃ اللہ اب میں تم کو آج سے نہ دیکھوں، میں شہرت ناپسند کرتا ہوں اور تنہائی اور عزت کو دوست رکھتا ہوں، جب تک میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ زندہ رہوں گا انتہائی غم والم میں مبتلا رہوں گا، اس لیے آئندہ نہ تم مجھے پوچھنا اور نہ تلاش کرنا، تمہاری یاد میرے دل میں ہمیشہ رہے گی لیکن اس کے بعد نہ میں تم کو دیکھوں گا اور نہ تم مجھے دیکھ سکو گے، مجھے یاد کرتے رہنا اور میرے لیے دعائے خیر کرنا میں بھی انشاءاللہ تم کو یاد اور تمہارے لیے دعائے خیر کرتا رہوں گا، یہ کہہ کر وہ ایک سمت چلے میں بھی ساتھ ہولیا کہ ایک ہی ساعت اور ساتھ ہو جائے لیکن اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے اور ہم دونوں روتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، میں حد نظر تک دیکھتا رہا تا آنکہ وہ ایک گلی میں چلے گئے، اس کے بعد میں نے ان کو بہت تلاش کیا اور لوگوں سے پوچھا لیکن کسی سے کچھ سراغ نہ ملا، خدا ان پر رحمت نازل کرے اور ان کی مغفرت فرمائے، اس ملاقات کے بعد سے کوئی ہفتہ ایسا نہیں جاتا کہ میں ان کو ایک دو مرتبہ خواب میں نہ دیکھتا ہوں۔(۱)

شہادت: اویس کو جب تک ظاہر میں دنیا نے نہ پہچانا تھا، اس وقت تک وہ اہل دنیا میں نظر آتے تھے لیکن جب سے ان کی حقیقت آشکارا ہوئی اس وقت سے وہ ایسے روپوش ہوئے

---

(۱) یہ تمام حالات مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۰۶ و ۴۰۷ سے ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ پھر کسی نے نہ دیکھا، اس کے بعد جنگِ صفین میں ان کی شہادت کا پتہ چلتا ہے، ان کو راہ خدا میں شہادت کی بڑی تمنا تھی اور اس کے لیے وہ دعا کرتے تھے، خدا نے جنگ صفین میں یہ آرزو پوری کردی اور حضرت علیؓ کی حمایت میں شہادت پائی۔(۱)

علم ظاہر: اگرچہ اویس سرتاج تابعین ہیں اور ان کی ذات جملہ فضائل وکمالات کی جامع تھی لیکن اس کے باوجود علمائے ظاہر کے زمرہ میں ان کا کہیں ذکر نہیں، حتیٰ کہ ان سے کوئی روایت تک مروی نہیں ہے لیکن اس سے یہ قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کہ وہ علوم ظاہری سے بے گانہ تھے، ان کی ذات علم باطن کے ساتھ علم ظاہر کی بھی جامع تھی، اس کی دو وجہیں تھیں، سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ ان کو اپنی اصلاحِ نفس، تزکیۂ روح اور مجاہدات وریاضات سے اتنی فرصت نہ تھی کہ علم ظاہر کو مشغلۂ حیات بناتے اور حجرۂ عبادت سے نکل کر مسند علم پر بیٹھتے، دوسرے انھیں شہرت اور نمود سے اتنی نفرت تھی کہ قاضی، مفتی اور محدث کے لقب سے مشہور ہونا بھی پسند نہ کرتے تھے، جیسا کہ انھوں نے خود ایک موقع پر فرمایا ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اسی طرح پہنچی ہیں جس طرح تم کو پہنچی ہیں لیکن میں اپنے اوپر ان کا دروازہ کھول کر محدث، قاضی اور مفتی بننا پسند نہیں کرتا، مجھے خود اپنے تزکیۂ نفس کے بہت سے کام ہیں،(۲) اسی طرح آپ نے فرمایا کہ میں شہرت ناپسند کرتا ہوں اور تنہائی اور عزلت کو دوست رکھتا ہوں اور مسند علم پر بیٹھنے کے بعد نہ وہ شہرت سے بچ سکتے تھے اور نہ ان کی عزلت نشینی قائم رہ سکتی تھی، اس لیے انھوں نے سرے سے اس دروازہ ہی کو بند رکھا۔

علم باطن: آپ کے کمالات کا منبع اور سرچشمہ کاغذ کے اوراق کے بجائے صحیفۂ قلب تھا، آپ کی ذات گرامی علوم باطن کا سرچشمہ تھی اور تابعین میں خواجہ حسن بصری کے بعد آپ ہی کی ذات تصوف کا مرجع ہے اور صوفیائے کرام کے بہت سے سلاسل آپ کی ذات تک منتہی ہوتے ہیں۔(۳)

---

(۱) اصابہ ج اول ص ۱۲۰ (۲) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۰۷ (۳) انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ شاہ ولی اللہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت وریاضت: آپ نے راہ سلوک میں بڑے بڑے مجاہدات کیے، ساری ساری رات پلک سے پلک نہ ملتی تھی، معمول تھا کہ ایک شب قیام میں گذارتے تھے، دوسری رکوع میں اور تیسری سجدہ میں، (۱) اکثر رات کے ساتھ دن بھی عبادت ہی میں گذر جاتا تھا، ربیع بن خثیم کا بیان ہے کہ ایک دن میں اویس سے ملنے گیا، دیکھا کہ وہ فجر کی نماز میں مشغول ہیں، میں اس خیال سے کہ ان کی تسبیح وتہلیل میں حارج نہ ہوں، اس سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا، وہ ظہر کی نماز تک برابر مشغول رہے، پھر ظہر سے عصر تک اور عصر سے مغرب تک یہی حال رہا، میں نے خیال کیا کہ مغرب کے بعد شاید افطار کے لیے جائیں لیکن وہ برابر عشا تک مشغول رہے، پھر عشاء سے صبح تک یہی کیفیت رہی، دوسرے دن نماز فجر کے بعد کچھ نیند کا غلبہ ہوا لیکن پھر فوراً متنبہ ہو گئے اور دعا کی کہ خدایا میں سونے والی آنکھ اور نہ بھرنے والے پیٹ سے پناہ مانگتا ہوں، یہ حال دیکھ کر میں نے کہا جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس قدر کافی ہے۔(۲)

ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ افطار کے لیے کچھ میسر نہ آتا تو کھجور کی گٹھلیاں چن کر بیچتے اور اس کی قیمت سے قوتِ لایموت حاصل کرتے، اگر خشک خرما مل جاتا تو اس کو افطار کے لیے رکھ لیتے، اگر زیادہ مقدار میں مل جاتا تو گٹھلیاں بیچ کر اس کی قیمت خیرات کر دیتے۔(۳)

حلقۂ ذکر: کوفہ میں ذکر وشغل کا ایک حلقہ تھا جس میں بہت سے سالکین جمع ہوتے تھے۔ اویس بھی اس حلقہ میں شرکت کرتے تھے، اسیر بن جابر کا بیان ہے کہ ہم چند لوگ کوفہ میں ذکر وشغل کے ایک حلقہ میں جمع ہوتے تھے، اویس بھی ہمارے ساتھ شریک ہوتے تھے، اس حلقہ میں دلوں پر سب سے زیادہ اویس کے ذکر کا اثر پڑتا تھا، (۴) بعض روایات سے معلوم

---

(۱) ابن عساکر ج ۳ ص ۱۷۳ وتذکرۃ الاولیاء فرید الدین عطار ج اول (۲) ابن عساکر ج ۳ ص ۱۷۳

(۳) تذکرۃ الاولیاج اول ص ۲۳۔ (۴) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۰۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے کہ یہ ذکر و شغل نماز اور تلاوت قرآن تھی۔(۱)

زہد عن الدنیا: زہد کا یہ عالم تھا کہ گھر بار، لباس اور کھانے پینے وغیرہ جملہ علائق دنیاوی سے ہمیشہ آزاد رہے، ایک نہایت بوسیدہ اور شکستہ مکان میں رہتے تھے،(۲) کھانے پینے کا یہ حال تھا کہ کبھی اونٹ چرا کر اور کبھی کھجور کی گٹھلیاں بیچ کر قوتِ لایموت حاصل کرتے تھے،(۳) حضرت عمرؓ نے سلوک کرنا چاہا، مگر انکار کر دیا،(۴) لباس میں ایک صوف کی چادر اور ایک صوف کا ازار ہوتا تھا(۵) اور اکثر وہ بھی میسر نہ آتا تھا، لوگ ننگے بدن دیکھ کر چادر دیتے،(۶) پیٹ کے کھانے اور بدن کے کپڑے کے علاوہ کوئی چیز پاس نہ رکھتے تھے، فرمایا کرتے تھے "خدایا میں تجھ سے بھوکے جگر اور ننگے بدن کی معذرت چاہتا ہوں، لباس جو میرے جسم پر اور غذا جو میرے پیٹ میں ہے اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔"(۷)

آپ کی اس مجذوبانہ شان کی وجہ سے ظاہر بیں عوام آپ کو راہ چلتے پریشان کرتے ایک مرتبہ آپ کپڑا نہ میسر ہونے کی وجہ سے حلقۂ ذکر سے غیر حاضر ہو گئے، آپ کے شریک حلقہ اسیر بن جابر یہ سمجھ کر کہ آپ بیمار ہو گئے ہیں، آپ کے گھر پہنچے اور کہا خدا تم پر رحم کرے، تم نے ہمیں چھوڑ کیوں دیا، آپ نے جواب دیا میرے پاس چادر نہیں تھی، اس لیے میں نہ آسکا، اسیر بن جابر کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے اپنی چادر ان کو دے دی، انھوں نے واپس کر دی، میں نے اصرار کیا تو انھوں نے کہا کہ اگر میں چادر لے کر اوڑھ لوں اور میرے ہم قوم مجھے دیکھ لیں تو کہیں گے اس ریاکار کو دیکھو ایک آدمی کے ساتھ لگ گیا اور دھوکہ دے کر اس کی چادر لے لی لیکن میں نے اصرار کر کے چادر انھیں دے دی اور کہا ہمارے ساتھ چلو دیکھو وہ لوگ کیا کہتے ہیں، چنانچہ وہ چادر اوڑھ کر ہمارے ساتھ ہو لیے، جیسے ہی ایک مجمع

---

(۱) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۰۸ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۱۱۳ (۳) تذکرۃ الاولیاء فرید الدین عطار حالات اویس (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۱۱۳ (۵) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۰۶ (۶) ابن سعد ج ۶ ص ۱۱۴ (۷) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے سے گذرے، مجمع نے کہا ذرا اس ریاکار کو دیکھو ایک شخص کے ساتھ چمٹا رہا اور دھوکہ دے کر اس کی چادر لے لی، یہ الفاظ سن کر میں نے ان لوگوں سے کہا تم کو شرم نہیں آتی، خدا کی قسم میں نے جب انھیں چادر دینا چاہا تو انھوں نے انکار کر دیا تھا (۱) غرض وہ اپنی ظاہری حالت کی وجہ سے ہر قسم کے تمسخر اور استہزا کا نشانہ بنتے تھے اور اس کو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے تھے اور اسی عالم میں مست رہتے۔

شہرت سے اجتناب: آپ فنا کے اس درجہ پر تھے، جہاں شہرت، نمود اور اہل دنیا سے اختلاط کی کوئی گنجائش نہیں، اس لیے شہرت اور ناموری سے بہت بھاگتے تھے، (۲) حضرت عمرؓ نے چاہا کہ والیِ کوفہ کے نام خط لکھ کر آپ کا تعارف کرا کے آپ کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت کر دیں، مگر آپ نے منظور نہ کیا اور جواب دیا کہ میں زمرۂ عوام میں رہنا پسند کرتا ہوں (۳) لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے سے بہت گھبراتے لیکن آپ کی عزلت پسندی زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی، آپ کی شمیم روحانیت نے خلق اللہ کو خود اپنی طرف متوجہ کر لیا اور لوگوں کا رجحان آپ کی طرف بڑھنے لگا، اسیر بن جابر بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک ساتھی مجھے اویس کے پاس لے گئے وہ دو رکعت نماز تمام کرنے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، آپ لوگوں کا بھی میرے ساتھ عجیب معاملہ ہے، آپ لوگ میرے پیچھے پیچھے کیوں چلتے ہیں، میں ایک ضعیف انسان ہوں، میری بہت سی ضروریات ہیں، جنھیں میں آپ کی وجہ سے پوری نہیں کر سکتا، آپ لوگ ایسا نہ کیجیے، خدا آپ پر رحم کرے، اگر کسی کو مجھ سے کوئی ضرورت ہو تو وہ عشا کے وقت مل لیا کرے، اس مجلس میں تین قسم کے لوگ آتے ہیں، سمجھ دار مومن، بے سمجھ مومن اور منافق، ان تینوں کی مثال درخت اور بارش کی سی ہے، اگر سر سبز و شاداب اور پھل دار درخت پر پانی برستا ہے تو اس کی تراوٹ و شادابی اور حسن و خوبصورتی میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہے اور اگر شاداب مگر بے پھل والے درخت پر برستا

---

(۱) مستدرک ص ۴۰۴ (۲) مستدرک ص ۴۰۷ (۳) مسلم کتاب الفضائل، فضائل اویس قرنی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو اس کے پتوں میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے اور وہ پھل دینے لگتا ہے اور اگر خشک گھاس اور کمزور شاخ پر برستا ہے تو اسے توڑ پھوڑ ڈالتا ہے، یہ مثال دے کر یہ آیت پڑھی۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ (۱)

امر بالمعروف: لیکن اس عزلت پسندی اور تنہا نشینی کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے کبھی غافل نہ رہے اور اس کی ادائیگی میں لوگ ان کے دشمن ہو جاتے تھے۔

ابوالاحوص روایت کرتے ہیں کہ میرے ایک ساتھی کا بیان ہے کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص اویس کے پاس گیا اور سلام کے بعد پوچھا کہ اویس تمہارا کیا حال ہے، فرمایا الحمدللہ، پھر پوچھا زمانہ کا تمہارے ساتھ کیا طرز عمل ہے، فرمایا، یہ سوال اس شخص سے کرتے ہو، جس کو شام کے بعد صبح ملنے کا یقین نہیں اور صبح کو شام کے ملنے کی امید نہیں، میرے مرادی بھائی موت نے کسی شخص کے لیے خوشی کا محل باقی ہی نہیں رکھا، مرادی بھائی، خدا کے عرفان نے مومن کے لیے چاندی سونے کی کوئی قیمت باقی نہیں رکھی، مرادی بھائی خدا کے کاموں میں مومن کے فرض کی ادائیگی نے ان کا کوئی دوست باقی نہیں چھوڑا ہے، خدا کی قسم چوں کہ ہم لوگوں کو اچھے کاموں کی تلقین کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں، اس لیے انھوں نے ہم کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے اور اس میں ان کو فاسق مددگار مل گئے ہیں جو ہم پر تہمتیں رکھتے ہیں لیکن خدا کی قسم ان کا یہ رویہ مجھ کو حق بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکتا ہے۔ (۲)

شرف جہاد: اگرچہ آپ گمنامی کی خاطر گوشۂ عزلت سے بہت کم قدم نکالتے تھے لیکن جہاد کے شرف کے حصول کے لیے کبھی کبھی وہ گوشہ عزلت کو چھوڑتے تھے اگرچہ صحیح مسلم میں اس کی تصریح نہیں لیکن قیاس بلکہ یقین یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے آپ سے یمن کی جس امداد میں ملاقات ہوئی تھی، وہ یقیناً جنگی سلسلہ میں آئی ہوگی، اس کے علاوہ اصابہ کی ایک روایت سے

---

(۱) اصابہ ج اول ص ۱۲۰ (۲) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۰۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتا ہے کہ آپ آذر بائیجان کے معرکہ میں شریک تھے۔(۱)

ماں کی خدمت: دنیاوی تعلقات میں اویسؒ کے لے دے کر ایک تنہا ماں تھیں، ان کی خدمت کو سب سے بڑی سعادت اور عبادت سمجھتے تھے، چنانچہ جب تک وہ زندہ رہیں ان کی تنہائی کے خیال سے حج نہیں کیا اور انہی کی وجہ سے وہ جمالِ نبویؐ کے دیدار سے محروم رہے، ان کی وفات کے بعد فریضۂ حج ادا کرنے کا موقع ملا لیکن ان کے پاس کیا تھا، چند لوگوں نے سامان سفر پیش کیا اس وقت وہ فریضۂ حج سے فارغ ہو سکے۔(۲)

بعض اقوال: فرماتے تھے خدا کے کاموں میں ایسے رہو گویا تم نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا ہے۔(۳) لوگوں کے لیے غائبانہ دعا کرنا ان کی ملاقات سے بہتر ہے کیوں کہ اس میں کبھی نمائش اور ریا پیدا ہو جاتا ہے۔(۴)

بعض خاص فضائل: تابعین میں اویس کے بعض فضائل ایسے ہیں جو مخصوص ان کا طغرائے امتیاز ہیں اور ان کے علاوہ کسی کے حصہ میں نہیں آئے، آپ کی دستارِ فضیلت کا سب سے نمایاں طرہ سرکارِ رسالت کا عطا کردہ ''خیر التابعین'' کا لقب ہے، عبداللہ بن ابی اوفی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے بنی تمیم کی بڑی تعداد جنت میں داخل ہوگی، حسن کے نزدیک اس سے مراد اویس قرنی ہیں،(۵) اگرچہ اس قلیل کی روایت زیادہ لائق اعتبار نہیں تاہم ان سے اویس کے درجہ کا پتہ چلتا ہے۔

اویس کی شخصیت میں شک کے اسباب: یہ عجیب حیرت انگیز امر ہے کہ ''خیر التابعین'' کے ان فضائل و مناقب اور اخلاقی و روحانی کمالات کے باوجود بعض ایسی روایتیں بھی ملتی ہیں جن سے ان کا وجود مشتبہ ہو جاتا ہے کہ اویس نام ان اوصاف کے کوئی تابعی تھے بھی

(۱) اصابہ ج اول ص ۱۲۰ (۲) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۰۵۔ (۳) ایضاً ص ۴۰۵۔ (۴) صفوۃ الصفوۃ ص ۲۳۷ (۵) اصابہ ج اول ص ۱۱۹ بحوالہ دلائل بیہقی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا نہیں، مثلاً ابن عدی کا یہ بیان کہ امام مالکؒ ان کے وجود کے منکر تھے، یا سمعانی کی یہ روایت کہ ابن حبان کا ہے، کہ ہمارے بعض اصحاب ان کے وجود کے منکر تھے، یا سمعانی کی یہ روایت کہ ابن حبان کا بیان ہے کہ ہمارے بخاری کے نزدیک ان کے اسناد محلِ نظر ہیں۔

لیکن دوسرے علما و محدثین اور کتب احادیث وطبقات کے ان کثیر بیانات کے مقابلہ میں جن کے بعد خیر التابعین کی شخصیت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی، ان چند کمزور روایتوں کی کوئی حیثیت نہیں، اس سلسلہ میں چند امور قابل غور ہیں، ایک یہ کہ جن روایات سے اویس قرنی کا وجود مشتبہ معلوم ہوتا ہے، ان کی روایتی حیثیت کیا ہے؟ پھر ان کی صحت کی صورت میں ان سے اویس کے عدم وجود کا نتیجہ نکالنا کہاں تک صحیح ہے اور ان کے مقابلہ میں دوسرے علما اور کتب احادیث وطبقات کی شہادت کیا ہے۔

روایتی حیثیت سے اس قسم کی تمام روایتیں ناقابل اعتماد ہیں، حافظ ابن حجر اور سمعانی نے اگرچہ یہ روایتیں نقل کی ہیں لیکن ان کی کوئی سند نہیں دی ہے، اس لیے محدثانہ اصول سے وہ ساقط الاعتبار اور ناقابل استناد ہیں۔

لیکن اگر انھیں صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی ان سے اویس قرنی کے نہ ہونے کا نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ جن جن لوگوں نے ان کے وجود میں شک ظاہر کیا ہے، یا اس سے انکار کیا ہے وہ صرف اس بنا پر کہ انھوں نے اس عہد میں ان کا ذکر نہیں سنا، یا ان کے حالات ان کے علم میں نہیں آئے لیکن ان میں سے ایک چیز بھی ان کے نہ ہونے کا ثبوت نہیں۔

اصولاً ہر زمانہ میں انھیں اشخاص کے حالات کا لوگوں کو علم ہوتا ہے جو کسی حیثیت سے نمایاں ہوتے ہیں، عزلت نشین اور خاموش اشخاص سے واقفیت نہیں ہوتی، خود صحابہ کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ ہر صحابی سے اس عہد کے لوگ واقف تھے یا ان سب کے حالات لکھے گئے عموماً انہی.......... صحابہ کے حالات معلوم ہیں، جنھوں نے کوئی علمی یا عملی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام کیے یا سلسلۂ روایت میں کہیں ان کا نام آ گیا ہے، بعضوں کا صرف نام ہی معلوم ہے اور کسی حالات کا علم نہیں، ایسی حالت میں گمنام تابعین کا کیا ذکر۔

اس اصول کو پیش نظر رکھنے کے بعد اویس قرنی کے حالات پر نظر ڈالنی چاہیے جیسا کہ ان کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف عملی دنیا سے الگ تھلگ اور گوشہ نشین تھے بلکہ اپنے اخفا میں ان کو اتنا اہتمام تھا کہ اہل دنیا کی نگاہوں سے چھپتے پھرتے تھے اور اس کے انھوں نے محدث اور مفتی بننا تک گوارا نہ کیا کہ اس صورت میں وہ مرکز توجہ ہو جاتے، انھوں نے اپنی زندگی ایسی بنائی تھی کہ بعض خواص کے علاوہ خود ان کے اہل وطن تک ان سے واقف نہ تھے اور جو لوگ جانتے بھی تھے وہ محض ایک وارفتہ مزاج سودائی کی حیثیت سے، ایسی حالت میں اس عہد کے بعض علما کا ان سے واقف نہ ہونا کوئی تعجب انگیز نہیں کہ علما کی واقفیت کے لیے علمی اور عملی امتیاز ضروری تھا۔

لیکن بہر حال ان کی شخصیت چھپنے والی نہ تھی، اس لیے بہت سے خواص پر ان کی حقیقت آشکارا ہوگئی، جس کے حالات اوپر گذر چکے ہیں، پھر جب ہم کتب احادیث وطبقات پر نظر ڈالتے ہیں تو صحیح مسلم تک میں ان کے مستقل فضائل ملتے ہیں، بلکہ حدیث کی کتابوں میں ان کے حالات طبقات ورجال سے زیادہ ہیں، حدیث کی حسب ذیل کتابوں میں ان کے حالات ہیں، یا کسی نہ کسی حیثیت سے ان کا ذکر آیا ہے، مسند احمد بن حنبل، صحیح مسلم، دلائل بیہقی، حلیۃ الاولیا ابونعیم، مسند ابو یعلی، مسند ابوعوانہ، مستدرک حاکم وغیرہ، ان میں سے اکثروں کے حوالے حافظ ابن حجر نے اصابہ میں دیئے ہیں، ممکن ہے ان کے علاوہ بعض اور کتابوں میں بھی ان کے حالات ہوں طبقات ورجال کی کتابوں میں ان کا ذکر کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ ان میں عموماً انہی لوگوں کے تفصیلی حالات ہیں جن کا تعلق علمی یا عملی دنیا سے رہا ہے، اس کے باوجود طبقات ابن سعد، اصابہ، اسد الغابہ، حلیۃ الاولیا ابن عساکر، تہذیب، میزان الاعتدال، لسان المیز ان وغیرہ قریب قریب تمام متداول کتابوں میں ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حالات موجود ہیں، پھر جن علما نے ان کے وجود کے انکار کی روایتیں نقل کی ہیں انھیں خود ان پر اعتماد نہیں ہے اور وہ اویس قرنی کی شخصیت کو مانتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر امام مالک کے انکار کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان کی (اویس قرنی) شہرت اور ان کے حالات اتنے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ان کے وجود میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں،(۱) ان بیانات کے بعد اویس قرنی کی شخصیت میں کوئی شک وشبہ نہیں رہ جاتا، تذکروں میں ان کے حالات بہت ملتے ہیں لیکن ان میں ہر قسم کی رطب ویابس روایتیں ہیں، اس لیے ہم نے تذکرۃ الاولیا کے ایک دو بیانوں کے علاوہ انھیں ہاتھ نہیں لگایا ہے۔

۸- ایاس بن معاویہ

نام ونسب: ایاس نام، ابوواثلہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ایاس بن معاویہ بن قرہ بن ایاس بن ہلال ابن رُباب بن عبید بن سواۃ بن ساریہ بن ذیبان بن ثعلبہ بن سلیم بن اوس بن مزینہ مزنی۔

فضل وکمال: ایاس اس عہد کے مشہور قضاۃ میں تھے۔

حدیث: حدیث میں ان کا کوئی قابل ذکر پایہ نہ تھا، تاہم اس سے بالکل تہی دامن بھی نہ تھے، ابن سعد لکھتے ہیں کہ احادیث (۲) میں انھوں نے اپنے والد معاویہ، انس بن مالک، سعید بن مسیّب، سعید بن جبیر اور ابی مجلز وغیرہ سے خوشہ چینی کی تھی اور ایوب، داؤد بن ابی ہند، حمید الطّویل، حماد، شعبان، شعبہ اور معاویہ بن عبدالکریم وغیرہ ان کے تلامذہ میں ہیں۔(۳)

فقہ: فقہ ان کا خاص فن تھا، اس میں وہ امتیازی درجہ رکھتے تھے، عجلی ان کو فقیہ لکھتے ہیں۔(۴)

عہدۂ قضا: اپنے فقہی کمال کی وجہ سے وہ اموی دور میں بصرہ کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے،

(۱) اصابہ ج ۱ ص ۱۱۸ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۵ (۳) تہذیب التہذیب ج اول ص ۳۹۰ (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے تقرر کے وقت حضرت حسن بصریؒ ان کے پاس تشریف لے گئے، انھیں دیکھ کر ایاس رونے لگے(۱)

فہم وفراست: ایاس کو فہم وفراست سے غیر معمولی حصہ ملا تھا اور وہ عقل ودانش کا پیکر تھے، ابن سعد لکھتے ہیں کان عاقلا من الرجال فطنا، (۲) ابن سیرین کے سامنے جب ان کا ذکر آتا تو کہتے تھے، وہ مجسم فہم ہیں (۳) ان کے عہد کے لوگ کہتے تھے کہ ہر صدی میں ایک بڑا عاقل پیدا ہوتا ہے اور اس صدی کے عاقل ایاس ہیں (۴) ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ ان کی ذکاوت اور فطانت ضرب المثل تھی، ابوتمام کا ایک شعر ہے:(۵)

اقدام عمرو فی شجاعة غنتر ☆ فی حلم احنف فی ذکاء ایاس

ذہانت وذکاوت کے بعض واقعات: قضا میں مہارت بڑی حد تک ذہانت اور ذکاوت پر منحصر ہے، اس لیے ایاس اس عہد کے ممتاز ترین قضاۃ میں تھے، اس موقع پر ان کی ذہانت کے بعض واقعات نقل کیے جاتے ہیں:

ایک مرتبہ کسی مقدمہ کے سلسلہ میں چار عورتیں ان کی عدالت میں آئیں، انھوں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ ان میں سے ایک حاملہ ہے، ایک دودھ پلاتی ہے، ایک شادی شدہ ہے اور ایک کنواری ہے، لوگوں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ان کا قیاس صحیح تھا، ان سے پوچھا گیا آپ کو اس کا کیسے اندازہ ہوگیا، انھوں نے کہا حاملہ جس وقت گفتگو کر رہی تھی تو اس کا کپڑا پیٹ سے اٹھ جاتا تھا، اس سے میں جانا کہ وہ حاملہ ہے اور دودھ پلانے والی کی چھاتیاں ہلتی تھیں، اس لیے میں نے قیاس کیا کہ وہ دودھ پلاتی ہے، شادی شدہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرتی تھی، یہ اس کے شادی شدہ ہونے کا ثبوت تھا اور باکرہ آنکھیں نیچی کر کے باتیں کرتی تھی۔(۶)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۵ (۲) ایضاً (۳) تہذیب التہذیب ج اول ص ۳۹۰ (۴) ایضاً (۵) شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۶۰ (۶) الطرق الحکمیہ ابن جوزی ص ۲۵ و ۲۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کے پاس کچھ مال امانت رکھوایا تھا، جب اس نے واپس مانگا تو امانت دار نے انکار کر دیا، مال کے مالک نے ایاس کی عدالت میں دعویٰ کیا، انھوں نے کہا اس وقت لوٹ جاؤ اس واقعہ کو پوشیدہ رکھنا، اس شخص کو یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ تم میرے پاس آئے تھے، دو دن کے بعد پھر آنا، اس کو لوٹا کر ایاس نے امانت دار کو بلوایا اور اس سے کہا کہ میرے پاس بہت سا مال آگیا ہے، میں اس کو تمہارے پاس رکھوانا چاہتا ہوں، تمہارا گھر محفوظ ہے؟ اس نے کہا ہاں، ایاس نے کہا تو مال رکھنے کے لیے کوئی جگہ منتخب کر لو اور دوبارہ بردار لے کر آؤ، اس گفتگو کے بعد ایاس نے مال کے مالک کو بلوا کر کہا کہ اب جا کر تم اس شخص سے اپنا مال مانگو، اگر دے دے تو فبہا، ورنہ اس سے کہنا کہ میں جا کر قاضی کو اطلاع دیدوں گا، اس شخص نے جا کر کہا کہ میرا مال دو، ورنہ میں قاضی کو جا کر اطلاع دیتا ہوں، یہ سن کر اس نے کل روپیہ واپس کر دیا اور صاحب مال نے آکر قاضی ایاس کو اطلاع دے دی کہ میرا مال مجھ کو مل گیا، اس کے بعد سابق قرارداد کے مطابق وہ شخص ایاس کے پاس روپئے لینے کے لیے آیا، انھوں نے اس کو ڈانٹ کر نکال دیا۔(۱)

قضاۃ سے واقفیت: کسی شعبہ اور صنف کے اشخاص کا اس شعبہ کے متعلق ایک کمال یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ہم پیشہ اشخاص، خصوصیات پر پوری نظر رکھتے ہوں، ایاس اس عہد کے تمام مفتیوں اور قضاۃ کے محاسن، معائب اور خصوصیات سے پورے طور سے واقف تھے، حبیب بن شہید کا بیان ہے کہ ایک شخص ایاس کے پاس ایک مقدمہ میں مشورہ کے لیے آیا کہ وہ اس میں کس کی طرف رجوع کرے، انھوں نے کہا اگر تم اس کا صحیح فیصلہ چاہتے ہو تو عبدالملک بن یعلی کے پاس جاؤ، وہ صحیح معنوں میں قاضی ہیں اور اگر محض فتویٰ لینا ہے، تو حسن بصری کے پاس جاؤ، وہ میرے اور میرے باپ کے استاد ہیں اور اگر صلح مقصود ہے تو حمید الطّویل کی طرف رجوع کرو، وہ اس طریقہ سے صلح کرا دیں گے کہ تم سے کہیں گے کہ تم اپنے حق کا

(۱) الطرق الحکمیہ ابن قیم جوزی ص ۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ حصہ لے لو اور کچھ چھوڑ دو اور اگر مقدمہ بازی کرنا ہے تو صالح الدوسی کے پاس جاؤ، وہ تم کو رائے دیں گے کہ دوسرے کے حق سے بالکل انکار کر دو، اپنے حق سے زیادہ کا مطالبہ کرو اور جو لوگ موجود نہیں ہیں، ان کو گواہ بناؤ (۱)

صحت عقائد اور مبتدعین سے مناظرہ: ایاس باایں ہمہ ذہانت، عقائد میں جدت، اختراع اور موشگافیوں کو سخت ناپسند کرتے تھے اور ان کی ذہانت اس کی تردید میں صرف ہوتی تھی، وہ مبتدعین خصوصاً قدریوں سے مناظرہ کیا کرتے تھے، قدریہ کا عقیدہ ہے کہ خدا عادل ہے، یہاں تک تو بالکل صحیح ہے لیکن اس اصول کے نتیجہ میں وہ ان افعال کو جو بظاہر ظلم معلوم ہوتے ہیں، خدا کی جانب منسوب نہیں کرتے اور اس میں یہاں تک شدت برتتے ہیں کہ خدا کی قدرت مسلوب ہو جاتی ہے، ایک مرتبہ ان میں اور قدریوں میں مناظرہ ہوا، انھوں نے قدریہ سے پوچھا کہ ظلم کسے کہتے ہیں، انھوں نے کہا کسی کا ایسی چیز کو۔ لے لینا جو اس کی نہیں ہے، انھوں نے کہا کہ خدا کی تو تما چیزیں ہیں، یعنی جب وہ تمام چیزوں کا مالک ہوا تو پھر اس کے کسی فعل پر ظلم کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ (۲)

بعض اقوال: ان کے بعض اقوال نہایت دل چسپ ہیں کہتے تھے کہ ''جس میں کوئی عیب نہیں وہ احمق ہے، کسی نے پوچھا آپ میں کیا عیب ہے، کہا فضول گوئی، (۳) کہتے تھے کہ میں نے انسان کی تمام فضیلتوں کو آزمایا ان سب میں اشرف زبان کی سچائی ہے۔ (۴)

وفات: ۱۲۲ھ میں وفات پائی۔ (۵)

///..................///

(۱) تہذیب التہذیب ج اول ص ۳۹۰ (۲) ایضاً ص ۳۹۱ (۳) ابن سعد ج ۷ ص ۵ (۴) تہذیب التہذیب ج اول ص ۳۹۱ (۵) ایضاً ص ۳۹۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹- ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی

نام ونسب: ایوب نام، ابوبکر کنیت، والد کا نام کیسان تھا لیکن وہ کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، ایوب قبیلہ عنزہ کی غلامی میں تھے۔

فضل وکمال: ایوب اگرچہ غلام تھے لیکن اقلیم علم وعمل کے تاجدار تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: کان ثقة ثبتا فی الحدیث جامعا عدلا ورعا کثیرا العلم حجة، (۱) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت، ان کی امامت، ان کے حفظ، ان کی توثیق، ان کے وفور علم، ان کی فہم اور ان کی سربلندی پر سب کا اتفاق ہے۔ (۲) ابن عماد حنبلی ان کو علمائے اعلام میں لکھتے ہیں۔ (۳)

اکابر علماء کا اعتراف: ان کے عہد کے تمام اکابر علما ان کے علمی اور اخلاقی کمالات کے معترف اور ان کی جلالت شان پر متفق ہیں، شعبہ ان کو سید العلما کے لقب سے ملقب کرتے تھے، ابن عیینہ کہتے تھے کہ میں چھیاسی تابعین سے ملا، مگر ان میں سے کسی کو ایوب کے مثل نہ پایا، حماد بن زید کا بیان ہے کہ انھیں جن جن محدثین اور علما کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوا، ایوب ان سب سے افضل اور پابندِ سنت تھے، ایوب جہبذ العلما کہلاتے تھے، ہشام بن عروہؒ کہتے تھے کہ بصرہ میں ایوب کا مثل نہ تھا، حضرت حسن بصریؒ ان کو نوجوانانِ بصرہ کا سردار کہتے تھے، ابن عونؒ کہتے تھے کہ ابن سیرین کی موت کے بعد ہم لوگوں کے سامنے سوال پیدا ہوا کہ اب کون باقی رہ گیا؟ لیکن پھر خود ہی جواب مل گیا کہ ایوب موجود ہیں۔ (۴)

حدیث: بصرہ کے ممتاز ترین حفاظ حدیث میں تھے، امام ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ حافظ اور اعلام

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۴ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۱۳۱ (۳) شذرات الذہب ج اول ص ۱۸۰ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۱۳۲ وتذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تھے،(۱) حدیث میں انھوں نے بڑے بڑے تابعین سے فیض پایا تھا، عمر بن سلمہ جرمی، ابورجاعطاردی، ابوعثمان نہدی، ابوالشعثاء جابر بن زید، حسن بصری، ابن سیرین، سالم بن عبداللہ، نافع بن ابی ملیکہ، ابن منکدر، حمید بن بلال، ابوقلابہ جرمی، قاسم بن محمد، عبدالرحمن بن قاسم، عکرمہ اور عطا وغیرہ جیسے اکابر علما سے سماع حدیث کیا تھا، حدیث میں ان کی وسعت علم کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان کی مرویات کی تعداد آٹھ سو اور بعض روایات کے مطابق دوہزار تک پہنچتی ہے۔(۲)

امام مالک، سفیان ثوری، ابن عیینہ، ابن ابی عروبہ، معمر، اعمش، قتادہ اور شعبہ وغیرہ جیسے اکابر علما اور ائمہ آپ کے خوشہ چینوں میں تھے۔(۳)

ارباب فن میں آپ کی مرویات کا پایہ: کیفیت کے اعتبار سے ان کی روایات کا جو پایہ تھا، اس کا اندازہ ذیل کی رایوں سے ہوگا، ابوحاتم کا ان کی روایات کے متعلق خیال تھا کہ ان کے جیسے شخص کے متعلق کچھ پوچھنے گچھنے کی ضرورت نہیں، ابن سیرین ان کو ثبت کہتے تھے، مسلم بن اکیس کا بیان ہے کہ میں نے ابن سیرین سے پوچھا کہ آپ سے فلاں فلاں حدیث کس نے بیان کی، انھوں نے جواب دیا، ثبت ثبت ایوب نے،(۴) ابن مدائنی، نسائی اور ابن خیثمہ وغیرہ سب ان کی روایات کو اعلیٰ درجہ کی سمجھتے تھے، شعبہ ان کی ان روایات کو جن میں انھیں خود کچھ شک ہوتا، دوسروں کی یقینی اور غیر مشتبہ روایات پر ترجیح دیتے تھے، ایک مرتبہ انھوں نے ان سے ایک حدیث پوچھی، انھوں نے جواب دیا مجھے اس میں شک ہے، شعبہ نے کہا آپ کا شک مجھے دوسروں کے یقین سے زیادہ پسند ہے۔(۵)

فقہ: فقہ میں بھی پورا کمال حاصل تھا، شعبہ انھیں سید الفقہا کہتے تھے(۶) لیکن ان کی انتہائی

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۱ (۲) تہذیب التہذیب ج اول ص ۳۷۷ و ۳۹۸ و تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۱۳۲ (۳) تہذیب التہذیب حوالہ مذکورہ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ...... ص ۱۳۱ و ۱۳۲۔(۵) تہذیب ج اول ص ۳۹۸۔(۶) تہذیب الاسماء ج اول ق اص ۱۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتیاط کی وجہ سے ان کے کمالات فقہی ظاہر نہ ہو سکے۔

احتیاط: ان محدثانہ اور فقہی کمالات کے باوجود حدیث بیان کرتے اور فقہی مسائل بتانے میں بڑے محتاط تھے، حماد بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ایوب اور یونس سے زیادہ میں نے سوالات کے جوابات میں لاعلمی ظاہر کرنے والا نہیں دیکھا، جواب بھی دیتے تھے تو جواب دینے سے پہلے سائل کے حافظہ کا امتحان کر لیتے تھے کہ وہ ان کے جواب کو غلط نقل نہ کرے، حماد بن یزین بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایوب سے کسی چیز کے متعلق پوچھتا تھا تو پہلے اس کا سوال دہرواتے تھے، اگر وہ بعینہٖ پہلی مرتبہ کی طرح دہرا دیتا تو جواب دیتے اور اگر ذرا بھی تغیر و تبدل اور خلط ملط کرتا تو جواب نہ دیتے اور جواب میں اپنی رائے کو دخل نہ دیتے تھے بلکہ صرف احادیث و سنن کا حکم بتا دیتے اور اگر کوئی سند نہ ہوتی تو لاعلمی ظاہر کر دیتے، ایک مرتبہ ایک شخص نے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، جواب دیا مجھے کوئی علم نہیں، سائل نے کہا اپنی رائے سے بتائیے، فرمایا میری رائے بھی کوئی نہیں ہے۔(۱)

رائے کو وہ ایک باطل شے سمجھتے تھے، کسی نے ان سے کہا، آپ مسائل میں رائے کیوں نہیں دیتے، آپ نے یہ تمثیلی جواب دیا کہ کسی نے گدھے سے کہا تم جگالی کیوں نہیں کرتے، اس نے کہا باطل شے کا چبانا پسند نہیں کرتا۔(۲)

پندار علم کا خوف اور اس سے احتراز: انسان کسی مرتبہ اور درجہ پر پہنچ کر مشکل ہی سے عجب و غرور سے بچ سکتا ہے، اس لیے ایوب ہمیشہ اس سے خائف رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کون انسان اس سے محفوظ رہ سکتا ہے، جب کہ ایک شخص حدیث بیان کرتا ہے اور اس کی بنا پر قوم کے دل میں وہ ایک مقام حاصل کر لیتا ہے، اس وقت اس کے دل میں بعض چیزوں (عجب و غرور وغیرہ) کی آمیزش ہو جاتی ہے۔(۳)

لیکن ان کا دامن اس سے محفوظ تھا، علم کا ایک پندار یہ بھی ہے کہ صاحب علم اپنی لاعلمی

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۷ (۳) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دے، اوپر گذر چکا ہے کہ وہ بہتیرے سائلوں کو صاف جواب دیتے تھے کہ مجھے نہیں معلوم، بعض سائلوں سے کہہ دیتے کہ کسی دوسرے صاحب علم سے پوچھ لو۔(۱)

اہل علم کی عزت: اہل علم کی بڑی عزت و محبت کرتے تھے خواہ وہ کیسے ہی معمولی حالت میں کیوں نہ ہو، اس کی وقعت میں فرق نہ آتا، ربیع بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایوب سختیانی کا ہم سفر تھا، ابطح میں ایک لحیم شحیم شخص سے جس کے جسم پر نہایت موٹا لباس تھا ملاقات ہوئی، وہ ایوب کو پوچھ رہا تھا، میں نے ان کو اطلاع دی کہ ایک شخص آپ کو تلاش کر رہا ہے جیسے ہی ایوب نے اس شخص کو دیکھا دوڑ کر گلے لپٹ گئے، لوگوں نے پوچھا یہ کون شخص ہے معلوم ہوا سالم بن عبداللہ ہیں۔(۲)

زہد و عبادت: ایوب میں جس درجہ کا علم تھا، اس سے کچھ بڑھ کر زہد و تقویٰ تھا، امام مالک کا بیان ہے کہ وہ علمائے باعمل صاحب خشوع بڑے عبادت گذار اور اخیار لوگوں میں تھے(۳) چالیس مرتبہ حج کے شرف سے مشرف ہوئے۔(۴)

عبادت کا اخفاء: لیکن ہمیشہ عبادت و ریاضت کو چھپاتے تھے، فرماتے تھے کہ آدمی کے لیے اپنے زہد کا چھپانا ظاہر کرنے سے بہتر ہے،(۵) ساری ساری رات عبادت کرتے تھے لیکن لوگوں سے چھپانے کے لیے صبح کو اس طرح آواز بلند کرتے کہ سننے والوں کو معلوم ہو کہ ابھی سو کر اٹھے ہیں۔(۶)

ذات نبویؐ سے عقیدت و محبت: ذات نبویؐ کے ساتھ والہانہ شیفتگی تھی، حدیث نبوی سن کر ایسا زار زار روتے کہ دیکھنے والوں کو رحم آجاتا(۷) امام مالک کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے اجلال کو دیکھ کر ان سے حدیثیں لکھنی شروع کر دی تھیں۔(۸)

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۴ (۲) ایضاً ص ۱۵ (۳) تہذیب التہذیب ج اول ص ۳۹۸ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۷ (۵) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۶ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۷۔ (۷) تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۱۷ (۸) تہذیب التہذیب جلد اول ص ۳۹۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتباع رسول: اس عقیدت ومحبت کا ایک نتیجہ اتباع سنت میں اہتمام تھا، حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ جن جن لوگوں کے پاس میں بیٹھا ان سب میں زیادہ افضل اور متبع سنت ایوب کو پایا۔(۱)

شہرت سے نفرت اور اہل دنیا سے اجتناب: ان اوصاف اور کمالات کی وجہ سے ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی تھی لیکن دنیا، اہل دنیا اور شہرت ونموو سے دور بھاگتے تھے، عام مجمعوں اور لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لیے راستہ چلنے میں عام مالوف راستوں کو چھوڑ کر نامانوس اور دور دراز راستہ اختیار کرتے، حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ راہ چلنے میں ایوب مجھے دور کے راستوں سے لیجاتے میں ان کو قریب کا راستہ بتاتا تو کہتے میں ان مجالس سے بچنا چاہتا ہوں، ایک دوسری روایت میں حماد بیان کرتے ہیں کہ ایوب مجھے ایسے راستوں سے لے جاتے کہ ان کی تلاش پر تعجب ہوتا اور محض لوگوں کی نگاہ سے بچنے کے لیے لیکن جب کسی کا سامنا ہوجاتا تو خود سلام میں پیش قدمی کرتے، ان کی شخصیت کی وجہ سے لوگ ان کے سلام کے جواب میں بہت کچھ اضافہ کرتے، ان کو یہ امتیاز بھی گوارا نہ تھا، چنانچہ ان کے جوابات سن کر فرماتے، خدایا تو خوب جانتا ہے کہ یہ میری خواہش نہیں ہے، خدایا تو خوب جانتا ہے کہ یہ میری خواہش نہیں۔

لوگوں کی نظر بچانے کے لیے اکثر دوسرے کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت نہ دیتے، شعبہ بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات میں اپنی ضرورت سے ان کے ساتھ جانا چاہتا تو وہ مجھے اجازت نہ دیتے اور گھر سے نکل کر مختلف گلیوں میں ادھر ادھر نکل جاتے تاکہ لوگ انھیں جاننے نہ پائیں۔(۲)

اس غرض کے لیے اپنے طبقہ کی مالوف وضع چھوڑ دی تھی کہ لوگوں کی نظر نہ پڑنے پائے، اس زمانہ کے عابدوں اور زاہدوں کے پیراہن کا دامن چڑھا رہتا تھا اور یہ ان کا امتیازی نشان تھا، اس لیے وہ اپنے پیراہن کا دامن لٹکاتے تھے، معبد بیان کرتے ہیں کہ

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۱۳۲۔ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۵ و ۱۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے ایوب کی قمیص کا دامن لٹکتا ہوا دیکھ کر ان پر اعتراض کیا، انھوں نے کہا، ابو عروہ اگلے زمانہ میں دامن لٹکا کر چلنے میں شہرت تھی اور اب سمیٹ کر چلنے میں ہے۔ (۱)

اربابِ دول وثروت سے گریز: ارباب دول سے ملنے میں بہت گریز کرتے تھے اور اپنے گھر میں خلفا وسلاطین تک کے آنے کے روادار نہ تھے، فرماتے تھے کہ مجھے اپنا لڑکا بکرو نیا میں سب سے زیادہ محبوب ہے لیکن مجھ کو اسے دفن کر دینا پسند ہے لیکن خلفا کا پاس آنا پسند نہیں ہے۔

خوش اخلاقی: اس سے یہ نہ قیاس کرنا چاہیے کہ وہ مردم بیزار اور کج خلق تھے، وہ صرف اپنے کو چھپانے کے لیے لوگوں کے میل جول سے بچتے تھے ورنہ طبعاً نہایت خوش خلق تھے، حماد بن زید کا بیان ہے کہ میں نے ایوب سے زیادہ کسی کو لوگوں سے تبسم اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے نہیں دیکھا، جب کوئی بیمار ہوتا یا کسی کے یہاں موت ہو جاتی تو وہ عیادت اور تعزیت کے لیے ضرور جاتے اور یہ معلوم ہوتا کہ وہ شخص ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ معزز اور محترم ہے ایسے موقعوں پر وہ معمولی معمولی درجہ کے آدمیوں کے یہاں بھی ضرور حاضری دیتے تھے، یعلی بن حکم نامی ایک غلام ان کا ہم محلّہ تھا، وہ مر گیا، اس کے صرف ایک ماں تھی، ایوب اس کے یہاں تین دن تک برابر گئے اور اس کے دروازے پر بیٹھتے تھے۔ (۲)

وفات: ۱۳۱ھ میں بصرہ میں طاعون کے مرض میں وفات پائی، ۶۳ سال کی عمر تھی۔ ایک سرخ چادر انھوں نے عرصہ سے کفن کے لیے مخصوص کر دی تھی اور اس کو وہ احرام کی حالت میں اور رمضان کی تیسویں شب کو اوڑھتے تھے لیکن یہ چادر مرنے سے پہلے چوری گئی تھی۔ (۳)

حلیہ: سر پر پٹے تھے جو سال میں ایک مرتبہ (غالباً حج کے موقع پر) منڈا دیا کرتے تھے، سر اور داڑھی دونوں کے بال سپید ہو گئے تھے، ان میں کبھی کبھی سرخ خضاب کرتے تھے۔

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۵ (۲) ایضاً ص ۱۶ (۳) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۶ و ۱۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰- بسر بن سعید

نام ونسب: بسر نام، والد کا نام سعید تھا، حضرمیوں کے غلام تھے، مدینۃ الرسول میں بنی حدیلہ کے محلہ میں رہتے تھے، زہد وورع کے اعتبار سے مدینہ کے ممتاز بزرگوں میں تھے۔

فضل وکمال: علمی اعتبار سے ان کا شمار علمائے ربانیین میں تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں بسر بن سعید العالم الربانی المجاب الدعوۃ احدالتابعین (۱) حدیث رسول کی معتد بہ تعداد ان کے حافظہ میں محفوظ تھی، ابن سعد لکھتے ہیں، کان ثقۃ کثیر الحدیث (۲) حدیث میں وہ حضرت سعد بنؓ ابی وقاص، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور سعید بن مالکؓ جیسے اجلہ صحابہ سے فیضیاب ہوئے تھے اور سالم ابوالنصر بکر بن الاشج، محمد بن ابراہیم، یعقوب بن اشج، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور یزید بن خصیفہ وغیرہ ان کے خوشہ چینوں میں تھے۔ (۳)

زہد وورع: ان کے دستارِ فضیلت کا نمایاں طرہ زہد وورع تھا، ابن سعد لکھتے ہیں کان بسر من العباد المنقطعین واھل الزھد فی الدنیا (۴) ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں بسر بن سعید المدنی الزاھد العابد المجاب الدعوۃ۔ (۵)

حضرت عمر بنؒ عبدالعزیز پر اثر: ان کے زہد وورع کے بڑے بڑے اتقیا اور صلحائے امت معترف تھے، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز جیسے بزرگ انھیں تمام اہل مدینہ سے افضل سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ولید بن عبدالملک نے ان سے پوچھا کہ اہل مدینہ میں سب سے افضل کون ہے؟

---

(۱) دول الاسلام ذہبی ج اول ص ۵۱ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۰۸ (۳) تہذیب التہذیب ج اول ص ۴۳۷ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۲۰۸ (۵) شذرات الذہب ج اول ص ۱۱۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا 'بنی حضرمی کا غلام بسر'۔(۱)

وفات: ۱۰۰ھ میں مدینۃ الرسول میں وفات پائی، انتقال کے وقت اٹھتر سال کی عمر تھی، زہد کا یہ عالم تھا کہ مرتے وقت کفن تک نہ چھوڑا، اسی زمانہ میں عبدالملک کے لڑکے عبداللہ کا انتقال ہوا تھا اس نے اسی مدسونا چھوڑا، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس تفاوت راہ پر فرمایا کہ اگر دونوں کے جانے کی جگہ ایک ہوتی تو میں دنیا میں عبداللہ کی جیسی عیش و آرام کی زندگی پسند کرتا، اس تعریض پر عبداللہ کے بھائی مسلمہ نے کہا امیر المومنین آپ نے اپنے خاندان پر چوٹ کی، فرمایا میں صاحب فضل کی فضیلت کا ذکر نہیں چھوڑ سکتا۔(۲)

۱۱- بکر بن عبداللہ مزنی

نام ونسب: بکر نام، باپ کا نام عبداللہ تھا، نسبی تعلق قبیلہ مزینہ سے تھا۔

فضل وکمال: بکر علمائے بصرہ میں تھے، اوران کے علمی کمالات کی وجہ سے ''شیخ البصرہ'' حضرت حسن کے مقابلہ میں ان کا لقب ''فتی البصرہ'' تھا۔(۳)

حدیث: حدیث کے ممتاز حفاظ میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة مامونا ثبتا مامو کثیر الحدیث حجة (۴) صحابہ میں انھوں نے عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ اور تابعین میں ابورافع، صائغ، ابوتمیمہ ہجمی وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا، ثابت البنانی، سلیمان تیمی، قتادہ، غالب القطان، عاصم الاحول، سعید بن عبداللہ اور مطر الوراق ان کے تلامذہ میں ہیں، ان کی مرویات کی تعداد پچاس تک پہنچتی ہے۔(۵)

فقہ: فقہ میں بھی درک تھا، علامہ ابن سعد ان کے حفظ حدیث کے ساتھ انھیں فقیہ بھی لکھتے ہیں(۶)

---

(۱) تہذیب التہذیب جلد اول ص ۴۳۷ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۰۸ (۳) ایضاً ج ۷ ق اول ص ۱۵۲ (۴) ایضاً (۵) تہذیب التہذیب جلد اول ص ۴۸۴ (۶) ابن سعد جلد ۷ ق اول ص ۱۵۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدۂ قضا کی پیش کش سے انکار: ان کے فقہی کمال کی بنا پر عہدۂ قضاء ان کے سامنے پیش کیا گیا، مگر یہ اس کی ذمہ داریوں سے بہت گھبراتے تھے، اس لیے قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور یہ معقول منطقی دلیل پیش کی کہ خدائے وحدہ لاشریک کی قسم مجھے قضا میں کوئی درک نہیں ہے اگر میں سچ کہتا ہوں تو ظاہر ہے کہ اس عہدہ کا اہل نہیں اور اگر غلط کہتا ہوں تو جھوٹا شخص قاضی بنائے جانے کے لائق نہیں۔ (۱)

مبتدعانہ عقائد سے نفرت: عقائد میں بکر صحابۂ کرام کے صاف اور سادہ عقیدہ کے پابند تھے، عقلی موشگافیوں کو سخت ناپسند اور جدت طرازیوں سے سخت نفرت کرتے تھے، اس زمانہ میں قدر کا مسئلہ چھڑ چکا تھا، اگر بکر جب اس کا ذکر بھی سن لیتے تو اس کے کفارہ میں دو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ (۲)

فارغ البالی اور تحدیث نعمت: خدا نے بکر کو دنیاوی حیثیت سے بہت فارغ البال بنایا تھا، اور وہ تحدیث نعمت کے لیے امیرانہ اور عیش و راحت کی زندگی بسر کرتے تھے، اچھے لباس کے بڑے شائق تھے، چار چار ہزار تک کی قیمت کا لباس استعمال کرتے تھے، مزاج میں بڑی نفاست تھی، ایک مرتبہ چار سو کی ایک چادر خریدی، درزی نے لباس قطع کرنے کے لیے اس پر مٹی سے نشان لگانا چاہا، بکر نے روک دیا اور کافور پسوا کر اس سے نشان لگوایا۔ (۳)

فروتنی اور تواضع: لیکن اس امارت میں عجب و غرور مطلق نہ تھا، بلکہ اس قیمتی ملبوس میں وہ بے تکلف غربا کے مجمعوں میں حدیث سنانے کے لیے چلے جاتے تھے۔ (۴)

بارگاہ ایزدی میں الحاح: اس فراغت و اطمینا کی حالت میں بھی وہ اپنے کو خدا کی بارگاہ کا ایک گدائے بے نوا سمجھتے تھے اور ہمیشہ اس کے فضل و کرم کے طالب رہا کرتے تھے، چنانچہ دعا کیا کرتے تھے، خدایا مجھے اپنے فضل و کرم سے رزق عطا فرما تا کہ میں اور زیادہ شکر گذار

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۵۳ (۲) ایضاً ص ۱۵۲ (۳) ایضاً ص ۱۵۲ و ۱۵۳ (۴) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۵۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں، صرف تیری ہی احتیاج ہے، تیرے ماسوا سے استغنا ہے، خدایا نہ میری امیدیں اور آرزوئیں میرے اختیار میں ہیں اور نہ پسندیدہ باتوں کا روکنا میرے بس میں ہے، میرے تمام معاملات کسی اور کے ہاتھ میں ہیں، دنیا میں کوئی محتاج مجھ سے زیادہ محتاج نہیں، یہ دعا کر کے فرماتے اے ابن آدم! ایسی امید و آرزو نہ کر جو خدا کی نیرنگی سے بے خوف کر دے اور نہ ایسا خوف و ہراس طاری کر جو خدا کی رحمت سے مایوس کر دے۔ (۱)

شرط رفاقت: آپ کے بعض اصول ہر انسان کے لیے لائق عمل ہیں، شرط رفاقت کے سلسلہ میں فرماتے تھے کہ اگر تمہارے ساتھی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے اور تم اس کا اتنا بھی انتظار نہ کرو کہ وہ اپنا تسمہ درست کر لے، یا وہ پیشاب کے لیے بیٹھے اور تم اس کے فارغ ہونے کا انتظار نہ کرو تو تم اس کے ساتھی نہیں ہو۔ (۲)

زیادہ باتیں مضر ہیں: فرماتے تھے زیادہ باتیں نہ کیا کرو اگر تم نے صحیح اور درست باتیں کیں تو اس کا کوئی اجر نہ ملے گا اور اگر غلط کیں تو تم سے ان کا مواخذہ ہوگا۔ (۳)

وفات: ۱۸۰ھ میں بصرہ میں وفات پائی، مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جنازہ پر خلقت ٹوٹی پڑی تھی۔ (۴)

۱۲- ثابت بن اسلم بنانی

نام و نسب: ثابت نام، ابو محمد کنیت، نسباً قریش کی شاخ بنی سعد سے اور بصرہ کے صاحب علم و عمل تابعین میں تھے۔

فضل و کمال: علمی اعتبار سے وہ بصرہ کے ممتاز علما میں تھے، حافظ ذہبی انھیں امام و حجت اور ابن عماد حنبلی علم و فضل اور عبادت میں سادات تابعین میں لکھتے ہیں۔ (۵)

حدیث: انسؓ بن مالک کے خاص اصحاب میں تھے، ان کی صحبت نے ان کو بڑا حافظ حدیث

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۵۲ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ایضاً ص ۱۵۳ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۱ و شذرات الذہب ج اول ص ۱۶۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنادیا تھا، ان کی مرویات کی تعداد ابن مدائنی کے بیان کے مطابق ڈھائی سو تک پہنچتی ہے،(۱) صحابہ میں انھوں نے انس بن مالکؓ،عبداللہ بن عمرؓ،عبداللہ بن زبیرؓ اور غیر صحابہ میں عبداللہ بن معقل ،عمرو بن ابو سلمہ،شعیب ،عبداللہ بن رباح ،عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ، مطرف بن عبداللہ، ابورافع صائغ سے سماع حدیث کیا تھا۔(۲) حمید الطویل ،شعبہ ،جریر بن ابی حازم ،معمر ، ہمام ،ابوعوانہ ،جعفر ابن سلیمان ،سلمان مغیرہ ،داؤد بن ابی ہند ،عطاء بن ابی رباح ،عبداللہ ابن عبید وغیرہ ان کے زمرۂ تلامذہ میں ہیں۔(۳)

زہد وورع: ان کی شہرت ان کے علم سے زیادہ ان کے عمل اور زہد وورع اور عبادت وریاضت کی وجہ سے ہے، صحابہ تک ان کے مذہبی اوراخلاقی اوصاف کے معترف تھے، حضرت انسؓ فرماتے تھے کہ ہر شے کی ایک کُنجی ہوتی ہے، ثابت خیر کی کنجی ہیں۔(۴) بکر بن عبداللہ کہتے تھے کہ جسے دنیا کا سب سے بڑا عابد دیکھنا ہو وہ ثابت کو دیکھ لے، میں نے ان سے بڑا عابد نہیں دیکھا۔(۵)

سوز وگداز: ان کا دل سوز وگداز کی آتش سوزاں تھا، گداز قلب سے ان کی آنکھیں ہر وقت اشکبار رہتی تھیں اور اس بے قراری کے ساتھ روتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا پسلیاں الٹ جائیں گی، شدتِ گریہ سے آنکھیں خراب ہوگئی تھیں اوران کے بے نور ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا، لوگوں نے اتنی اشکباری پر عرض معروض کیا تو فرمایا، آنکھوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ روتی رہیں اور علاج کرنے سے انکار کردیا۔(۶)

عبادت وریاضت: ان کی زندگی کا سب سے محبوب مشغلہ عبادت تھا، فرماتے تھے کہ کسی شخص میں خواہ ساری دنیا کی بھلائیاں کیوں نہ ہوں لیکن جب تک وہ روزے نماز کا پابند نہیں ہے، اس وقت تک وہ عابد نہیں ہوسکتا، جس مسجد کی طرف سے گذرتے تھے، اس میں

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۳۔ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۲ (۶) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازضرور پڑھتے تھے،تہجد کی نماز میں یہ پُر موعظت آیت:

واکفرت بالذی خلقك من تراب ثم من نطفة۔ اے انسان! تو اس سے کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو مٹی پھر نطفہ سے پیدا کیا۔

بار بار تأثر کے ساتھ پڑھتے تھے اور زار، زار روتے تھے۔(۱)

صائم الدھر تھے، کبھی روزہ ناغہ نہ ہوتا تھا،(۲) ایک شبانہ و یوم میں پورا قرآن ختم کرتے تھے،(۳)

توبہ واستغفار: غفار الذنوب کی بارگاہ میں توبہ اور استغفار بہت پسند تھا، فرماتے تھے ''مجھے یہ پسند ہے کہ مجھ سے گناہ کبیرہ سرزد ہو اور خدا سے استغفار کر کے اس گناہ کو چھوڑ دوں، اس کے مقابلہ میں کہ صغیرہ سرزد ہو اور استغفار اور اس کو چھوڑنے کی توفیق نہ ہو۔''(۴)

موت کی یاد کا عمل پر اثر پڑتا ہے: فرماتے تھے کہ جو شخص موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اس کے اعمال پر اس کا نمایاں اثر ہوتا ہے۔(۵)

وفات: ۱۲۳ھ میں وفات پائی، وفات کے وقت ۸۰ سال سے اوپر عمر تھی۔(۶)

۱۳- جابر بن زید

نام ونسب: جابر نام، ابوالشعثاء کنیت، نسباً قبیلہ ازد سے تھے۔

فضل وکمال: جابر نے بہت سے علما صحابہ سے استفادہ کیا تھا لیکن حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی صحبت میں زیادہ رہے تھے، اس تعلق سے وہ ''صاحب ابن عباس'' یعنی ابن عباس کے ساتھی کہلاتے تھے،(۷) ان کے فیضِ صحبت نے جابر کا دامنِ علم نہایت وسیع کر دیا تھا اور وہ اپنے عہد کے ممتاز ترین علما میں تھے، حافظ ذہبی انھیں علمائے اعلام

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۲ (۳) ایضاً (۴) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۳۔

(۵) ایضاً (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۲ (۷) ایضاً ص ۶۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھتے ہیں، (۱) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے، وہ ائمہ اور فقہائے تابعین میں ہیں۔ (۲)

قرآن: قرآن، حدیث، فقہ، جملہ علوم میں انھیں یکساں کمال حاصل تھا، علوم قرآنیہ میں خاص مہارت تھی، ان کے استاذ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو خود قرآن کے بہت بڑے عالم تھے، فرماتے تھے اگر اہل بصرہ جابر بن زید کا قول اختیار کریں تو کتاب اللہ کے بارے میں ان کا علم نہایت وسیع ہو جائے۔ (۳)

حدیث: حدیث کے بھی بڑے حافظ تھے، حافظ ذہبی حفاظ حدیث میں انھیں علمائے اعلام کا درجہ دیتے ہیں، حدیث میں انھوں نے عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابن زبیرؓ، حکم بن عمرو غفاریؓ اور امیر معاویہؓ وغیرہ سے استفادہ کیا تھا اور عمرو بن دینار، یعلیٰ بن مسلم، ایوب سختیانی اور عمرو بن جزم وغیرہ ان کے زمرۂ تلامذہ میں ہیں۔ (۴)

فقہ: فقہ میں بھی ان کو پوری مہارت تھی، علامہ نووی انھیں ائمہ اور فقہائے تابعین میں لکھتے ہیں (۵) صحابہ اور تابعین ان کے تفقہ کے معترف تھے، ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ تم بصرہ کے فقہا میں ہو اور لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو، اس کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ کبھی نص قرآنی اور سنت کے خلاف فتویٰ نہ دینا ورنہ تم خود ہلاک ہو گے اور دوسروں کو ہلاک کرو گے۔ (۶)

ایوب حیرت آمیز استعجاب کے ساتھ ان کے تفقہ کا تذکرہ کرتے تھے، (۷) ایاس بن معاویہ جو بصرہ کے نامور قاضی تھے، کہتے تھے کہ جابر کے علاوہ اہل بصرہ کا کوئی حقیقی مفتی نہ تھا، (۸) حضرت حسن بصری کی عدم موجودگی میں جابر افتاء میں ان کی قائم مقامی

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۲ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۱۴۲ (۳) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۸۔ (۴) ایضاً (۵) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۱۴۲ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۲ (۷) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۱ (۸) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔(۱)

جابر ایک مرتبہ کسی سلسلہ میں قید ہو گئے تھے، قیاس یہ ہے کہ حجاج کے زمانہ میں جب کہ بہت سے صلحاواخیارامت قید و بند کا شکار ہوئے تھے، جابر بھی اس کے مظالم کا نشانہ بنے ہوں گے، اہلِ بصرہ کو ان کے علم پر اتنا اعتماد تھا کہ وہ قید کی حالت میں بھی انھیں کی طرف رجوع کرتے تھے، قتادہ کا بیان ہے کہ جابر بن زید قید کئے گئے تھے، لوگوں نے خنثی کی میراث کے بارے میں ان کے پاس استفتا بھیجا، انھوں نے کہا کہ تم لوگ بھی خوب ہو مجھ کو قید کرتے ہو اور پھر مجھ ہی سے فتویٰ پوچھتے ہو، یہ جتا کر فتوی کا جواب دیا۔(۲)

جامعیت: جابر کی شخصیت جامع العلم تھی، وہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم تھے، عمرو بن دینار کہتے تھے کہ میں نے ابوالشعثاء سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا،(۳) ان کی موت کے وقت قتادہ کی زبان پر یہ جملہ تھا کہ ''آج روئے زمین کا علم دفن ہو گیا۔(۴)

کتابت پسند نہ تھی: اس عہد کے بعض بزرگوں کی طرح جابر بھی علم کو قلم بند کرنا پسند نہ کرتے تھے، عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ جابر بن زید سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگ آپ سے جو سنتے ہیں، اس کو لکھ لیتے ہیں، انھوں نے یہ سن کر کہا انا للہ وہ لوگ لکھ لیتے ہیں! ان کی ناپسندیدگی دیکھ کر ان کے بعض تلامذہ نے لکھنا ترک کر دیا۔(۵)

فضائل اخلاق: اس علم کے ساتھ وہ فضائل اخلاق سے بھی آراستہ تھے، عمل خیر کے مقابلہ میں دنیا کی نعمت کو کوئی وقعت نہ دیتے تھے، فرماتے تھے کہ ساٹھ برس کی عمر ہونے کو آئی، اس طویل مدت میں بہت کچھ ملا اور خدا نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں لیکن اس خیر کے علاوہ جسے میں نے کیا ہے، باقی اور تمام نعمتیں میرے نزدیک جوتے سے بھی فروتر ہیں۔(۶)

دولت کے مقابلہ میں بھی ان سے لغزش نہ ہوتی تھی، محمد بن حسین کہتے تھے کہ خدا

(۱) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۸ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۱ (۳) ایضاً (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۲ (۵) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۱ (۶) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جابر پر رحم کرے، وہ درہم کے مقابلہ میں بھی مسلمان تھے۔(۱)

ایک الزام سے برأت: جابر کے پاس فرقہ اباضیہ (خارجی فرقہ کی ایک شاخ) کے افراد کی آمد و رفت رہتی تھی، اس لیے بعض لوگوں کو یہ گمان پیدا ہو گیا تھا کہ وہ بھی اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں یا کم از کم ان کے خیالات سے متاثر ہیں لیکن اس کی کوئی اصلیت نہ تھی، وہ اباضیہ سے ملتے جلتے ضرور تھے لیکن ان کے خیالات سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا اور انھوں نے بارہا اپنی زندگی میں اور آخر وقت مرض الموت میں اباضیہ کے عقائد سے اپنی برأت ظاہر کی، جب ان کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو ثابت البنانی نے پوچھا کہ آپ کی کوئی خواہش ہے، کہا حسن بصری کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں، اس وقت وہ (غالباً حکومت کے) خوف سے ابی خلیفہ کے گھر میں روپوش تھے، ان کو جابر کی خواہش کی اطلاع دی گئی، وہ فوراً آنے کے لیے آمادہ ہو گئے، ثابت نے روکا کہ پکڑ جانے کا خوف ہے، آپ نے جواب دیا خدا مجھ کو دشمنوں کی نظر سے بچائے گا، چنانچہ اسی وقت جابر کے پاس پہنچے، جابر میں اٹھنے کی طاقت نہ تھی، دوسرے کا سہارا لے کر اٹھے، حسن بصری نے انھیں کلمۂ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی، انھوں نے کلام اللہ کی آیات تلاوت کیں، حسن بصری نے دم آخر اباضیہ کے مسئلہ کو صاف کرنے کے لیے پوچھا، اباضیہ تم سے دوستی رکھتے ہیں، جابر نے کہا میں خدا سے ان سے برأت چاہتا ہوں، حسن بصری نے سوال کیا، نہروانیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے، جابر نے ان سے بھی برأت ظاہر کی، جابر کی حالت بہت نازک تھی، اس لیے حسن بصری صبح تک انھیں رخصت کرنے کا انتظار کرتے رہے لیکن ابھی وقت موعود پورا نہیں ہوا تھا، اس لیے صبح کے آثار نمودار ہونے کے بعد نماز جنازہ کے طور پر چار تکبیریں کہہ کے ان کے حق میں دعائے مغفرت کی اور صبح ہونے سے پہلے اپنے قیام گاہ لوٹ گئے۔(۲)

وفات: اسی بیماری میں ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔(۳)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۱ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۲ (۳) ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴-جعفر بن محمد الملقب بہ صادق

نام نسب: جعفر نام، ابوعبداللہ کنیت، صادق لقب، آپ امام محمد الملقب بہ باقر کے صاحبزادے اور فرقۂ امامیہ کے چھٹے امام ہیں، نسب نامہ یہ ہے: جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالب، آپ کی ماں فردہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے قاسم بن محمد کی لڑکی تھیں، نانہالی شجرہ یہ ہے: ام فردہ بنت قاسم بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، اس طرح جعفر صادق کی رگوں میں صدیقی خون بھی شامل تھا۔

پیدائش: ۸۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔(۱)

فضل وکمال: آپ اس خانوادۂ علم وعمل کے چشم وچراغ تھے، جس کے ادنیٰ ادنیٰ خدام مسند علم کے وارث ہوئے، آپ کے والد امام باقر اس پایہ کے عالم تھے کہ امام اعظم ابوحنیفہ النعمان جیسے اکابر امت ان کے شاگرد تھے اس لیے جعفر صادق کو علم گویا وراثۃً ملا تھا، فضل وکمال کے لحاظ سے آپ اپنے وقت کے امام تھے، حافظ ذہبی آپ کو امام اور احد السادۃ الاعلام لکھتے ہیں (۲) اہل بیت کرام میں علم میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ فقہ، علم اور فضل میں سادات اہل بیت میں تھے (۳) امام نووی لکھتے ہیں کہ آپ کی امامت، جلالت اور سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔(۴)

حدیث: حدیث آپ کے جد امجد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اقوال ہیں، اس لیے آپ سے زیادہ اس کا کون مستحق تھا، چنانچہ آپ مشہور حفاظِ حدیث میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: کان کثیر الحدیث (۵) حافظ ذہبی آپ کو سادات اور اعلام حفاظ میں لکھتے ہیں، (۶)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵۰ (۲) ایضاً ص ۱۴۹ (۳) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۴ (۴) تہذیب الاسماء ص ۱۵۰ (۵) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۴ بحوالہ ابن سعد (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں اپنے والد بزرگوار حضرت امام باقر، محمد بن منکدر، عبید اللہ بن ابی زافع، عطاء، عروہ، قاسم بن محمد، نافع اور زہری وغیرہ سے فیض پایا تھا، شعبہ، دونوں سفیان، ابن جریج، ابو عاصم، امام مالک امام ابو حنیفہ وغیرہ ائمہ آپ کے تلامذہ میں تھے۔ (۱)

احترام حدیث: حدیث رسول کا اتنا احترام تھا کہ ہمیشہ طہارت کی حالت میں حدیث بیان کرتے تھے۔ (۲)

فقہ: فقہ میں اتنا کمال حاصل تھا کہ افقہ الفقہا امام زمن امام ابو حنیفہ فرماتے تھے کہ میں نے جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ (۳)

علما کا مرتبہ: آپ فرماتے تھے کہ علما انبیاء کے امین ہیں جب تک وہ سلاطین کی آستان بوسی نہ کریں۔

اقوال: آپ کے اقوال وکلمات طیبات تہذیب اخلاق، علم وحکمت اور پند وموعظت کا دفتر ہیں۔

سفیان ثوری سے آپ نے ایک مرتبہ فرمایا، سفیان! جب خدا تم کو کوئی نعمت عطا کرے اور تم اس کو ہمیشہ باقی رکھنا چاہو تو زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرو کیوں کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا" جب رزق ملنے میں تاخیر ہو رہی ہو تو استغنا زیادہ کرو، اللہ عزوجل اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

استغفروا ربكم انه كان غفارا يرسل السماء عليكم مدرارا ويمددكم بأموال وبنين ويجعل لكم جنّات ويجعل لكم انهارا۔ (سورہ نوح)	اپنے رب سے مغفرت چاہو، وہ بڑا مغفرت کرنے والا ہے، تم پر آسمان سے موسلا دھار پانی برسائے گا اور دنیا میں مال اور اولاد سے تمہاری مدد کرے گا اور آخرت میں تمہارے لیے جنت اور نہریں بنائے گا۔

(۱) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۳ (۲) ایضاً ص ۱۰۵ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تمہارے پاس سلطانِ وقت یا اور کسی کا کوئی حکم پہنچے تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ زیادہ پڑھو، وہ کشادگی کی کنجی ہے، جو شخص اپنی قسمت کے حصہ پر قناعت کرتا ہے وہ مستغنی رہتا ہے اور جو دوسرے کے مال کی طرف نظر اٹھاتا ہے وہ فقیر مرتا ہے جو شخص خدا کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتا وہ خدا کو اس کے فیصلے پر متہم کرتا ہے جو شخص دوسرے کی پردہ دری کرتا ہے، خدا اس کے گھر کے خفیہ حالات کی پردہ دری کر دیتا ہے جو بغاوت کے لیے تلوار کھینچتا ہے، وہ اسی سے قتل کیا جاتا ہے جو اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے جو سفیہوں کے پاس بیٹھتا ہے وہ حقیر ہو جاتا ہے جو علما سے ملتا جلتا ہے وہ معزز ہو جاتا ہے جو برے مقامات پر جاتا ہے وہ بدنام ہو جاتا ہے، ہمیشہ حق بات کہو خواہ تمہارے موافق ہو یا مخالف، آدمی کی اصل اس کی عقل ہے، اس کا حسب اس کا دین ہے، اس کا کرم اس کا تقویٰ ہے، تمام انسان آدم کی نسبت میں برابر ہیں، سلامتی بہت نادر چیز ہے، یہاں تک کہ اس کے تلاش کرنے کی جگہ بھی مخفی ہے، اگر وہ کہیں مل سکتی ہے تو ممکن ہے گوشۂ گمنامی میں ملے، اگر تم اس کو گوشۂ گمنامی میں تلاش کرو اور نہ ملے تو ممکن ہے تنہانشینی میں ملے، گوشۂ تنہائی گوشۂ گمنامی سے مختلف ہے، اگر گوشۂ تنہائی میں بھی تلاش سے نہ ملے تو سلف صالحین کے اقوال میں ملے گی۔

استغفار: فرماتے تھے جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اس کی مغفرت چاہو، انسان کی تخلیق کے پہلے سے اس کی گردن میں خطاؤں کا طوق پڑا ہے، گناہوں پر اصرار ہلاکت ہے۔

دنیا: فرماتے تھے خدا نے دنیا کی طرف وحی کی ہے کہ جو شخص میری خدمت کرتا ہے تو اس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرتا ہے، اسے تھکا دے۔

اچھے کاموں کے شرائط: فرماتے تھے بغیر تین باتوں کے عمل صالح مکمل نہیں ہوتا، جب تم اسے کرو تو اپنے نزدیک اسے چھوٹا سمجھو، اس کو چھپاؤ اور اس میں جلدی کرو، جب تم اس کو چھوٹا سمجھو گے تب اس کی عظمت بڑھے گی، جب تم اس کو چھپاؤ گے اس وقت اس کی تکمیل ہوگی اور جب تم اس میں جلدی کرو گے تو خوشگواری محسوس کرو گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن ظن: فرماتے تھے جب تمہارے بھائی کی جانب سے تمہارے لیے کوئی ناپسندیدہ بات ظاہر ہو تو اس کے جواز کے لیے ایک سے ستر تک تاویلیں تلاش کرو، اگر پھر بھی نہ ملے تو سمجھو کہ اس کا سبب اور اس کی کوئی تاویل ضرور ہوگی جس کا تم کو علم نہیں۔

اگر تم کسی مسلمان سے کوئی کلمہ سنو تو اس کو بہتر سے بہتر معنی پر محمول کرو جب وہ محمول نہ ہو سکے تو اپنے نفس کو ملامت کرو۔

تہذیب واخلاق: فرماتے تھے چار چیزوں میں شریف کو عار نہ کرنا چاہیے، اپنے باپ کی تعظیم میں اپنی جگہ سے اٹھنے میں، مہمان کی خدمت کرنے اور خود اس کی سواری کی دیکھ بھال کرنے میں، خواہ گھر میں سو غلام کیوں نہ ہوں اور اپنے استاد کی خدمت کرنے میں۔

ایک نکتہ: جب دنیا کسی کے موافق ہوتی ہے تو دوسروں کی بھلائیاں بھی اسے دیدیتی ہے اور جب منہ پھیر لیتی ہے تو خود اس کی خوبیاں بھی چھین لیتی ہے۔

فضائل اخلاق: آپ کی ذات فضائل اخلاق کا زندہ پیکر تھی، آپ کا ایک نظر دیکھ لینا، آپ کی خاندانی عظمت کی شہادت کے لیے کافی تھا، عمرو بن المقدام کا بیان ہے کہ جب میں جعفر بن محمد کو دیکھتا تھا تو نظر پڑتے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ نبیوں کے خاندان سے ہیں۔(۱)

عبادت وریاضت: عبادت آپ کے شبانہ یوم کا مشغلہ تھی، آپ کا کوئی دن اور کوئی وقت عبادت سے خالی نہ ہوتا تھا، امام مالک کا بیان ہے کہ میں ایک زمانہ تک آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا، آپ کو ہمیشہ یا نماز پڑھتے پایا روزہ رکھے ہوئے یا قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے (۲)

انفاق فی سبیل اللہ: انفاق فی سبیل اللہ اور فیاضی وسیر چشمی اہل بیت کرام کا امتیازی اور مشترک وصف رہا ہے، جعفر صادق کی ذات اس وصف کا مکمل ترین نمونہ تھی، ہیاج بن بسطام روایت کرتے ہیں کہ جعفر صادق بسا اوقات گھر کا کل کھانا دوسروں کو کھلا دیتے تھے اور خود ان کے اہل وعیال کے لیے کچھ نہ باقی رہ جاتا تھا۔(۳)

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۵۰ (۲) تہذیب ج ۲ ص ۱۰۴ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لباس امارت میں خرقہ فقر: آپ بظاہر اہل دنیا کے لباس میں رہتے تھے لیکن اندر لباس فقر مخفی ہوتا تھا، سفیان ثوری کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ جعفر بن محمد کے پاس گیا، اس وقت ان کے جسم پر خز کا جبہ اور دخانی خز کی چادر تھی، میں نے کہا یہ آپ کے بزرگوں کا لباس نہیں ہے، فرمایا وہ لوگ افلاس اور تنگ حالی کے زمانہ میں تھے اور اس زمانے میں دولت بہ رہی ہے، یہ کہہ کر انھوں نے اوپر کا کپڑا اٹھا کر دکھایا تو خز کے جبہ کے نیچے پشمینہ کا جبہ تھا اور فرمایا ثوری یہ ہم نے خدا کے لیے پہنا ہے اور وہ تم لوگوں کے لیے جو خدا کے لیے پہنا تھا، اس کو پوشیدہ رکھا ہے اور جو تم لوگوں کے لیے تھا، اس کو اوپر رکھا ہے۔(۱)

مذہبی اختلافات سے بچنے کی ہدایت: مذہب میں جھگڑنا سخت ناپسند کرتے تھے، فرماتے تھے تم لوگ خصومت فی الدین سے بچو، اس لیے کہ وہ قلب کو مشغول کر دیتی ہے اور نفاق پیدا کرتی ہے۔(۲)

جرأت: نہایت جری نڈر اور بے خوف تھے، بڑے بڑے جابر کے سامنے ان کی بے باکی قائم رہتی تھی، ایک مرتبہ منصور عباسی کے اوپر ایک مکھی آکر بیٹھی وہ بار بار ہنکاتا تھا اور مکھی بار بار آکر بیٹھتی تھی، منصور اس کو ہنکاتے ہنکاتے عاجز آگیا مگر وہ نہ ہٹی، اتنے میں جعفر پہنچ گئے، منصور نے ان سے کہا ابو عبداللہ مکھی کس لیے پیدا کی گئی ہے، فرمایا جابرہ کو ذلیل کرنے کے لیے۔(۳)

حضرت ابو بکرؓ کے متعلق عقیدہ: گو تمام حق پرست اہل بیت کرام کو خلفائے اربعہ کے ساتھ یکساں عقیدت تھی، لیکن جعفر صادق کی رگوں میں صدیقی خون بھی شامل تھا، اس لیے آپ کو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ خاص تعلق تھا اور وہ اپنے جد امجد حضرت علیؓ کی طرح ان پر بھی اپنا حق سمجھتے تھے، چنانچہ فرماتے کہ مجھے علیؓ سے جس قدر شفاعت کی امید ہے، اتنی ہی ابو بکرؓ سے ہے۔(۴)

وفات: ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔(۵)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵۰ (۲) ایضاً (۳) صفوۃ الصفوہ ص ۱۴۱ (۴) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۴ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵- حسن بن حسن

نام ونسب: حسن نام، خاندان نبوت کے چشم و چراغ، یعنی حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام کے فرزند ارجمند اور آپ کے جانشین تھے، ماں کا نام خولہ تھا، ننہالی نسب نامہ یہ تھا، خولہ بنت منظور بن زبان بن سیار بن عمرو بن جابر بن عقیل بن ہلال بن سمی بن مازن فزاری۔

فضل وکمال: فضل وکمال کے لحاظ سے حسن کا کوئی قابلِ ذکر پایہ نہ تھا، تاہم اپنے جدامجد کی باتوں یعنی احادیث نبوی کے امین تھے اور اس کو اپنے والد بزرگوار حضرت حسن اور عبداللہ بن جعفر سے سنا تھا، آپ کے صاحبزادے ابراہیم، عبداللہ، حسن اور چچیرے بھائی حسن بن محمد بن حنفیہ اور حباب بن سدید کوفی، سعید بن ابی سعید، عبدالرحمن بن حفص اور ولید بن کثیر وغیرہ سے آپ نے روایتیں کی ہیں۔(۱)

خلافت کے بارے میں باطل عقائد کی تردید: حسن خلق میں اپنے بے نیاز عالم والد بزرگوار حضرت حسن علیہ السلام کے خلف الصدق تھے، نسبی فخر وغرور کا ادنی شائبہ نہ تھا، بعض سادات کرام، غالی مدعیانِ محبت اہل بیت کے فریب میں پھنس جاتے تھے، اگرچہ ان کے عقائد وخیالات سے ان کا دامن پاک ہوتا تھا لیکن بعض حالات کی وجہ سے وہ ان کے ہفوات کو انگیز کر لیتے تھے۔

لیکن حسن اس باپ کے بیٹے تھے جس نے ملتی ہوئی خلافت چھوڑ دی، اس لیے وہ خلافت کے بارے میں گمراہ کن خیالات کو سخت ناپسند کرتے تھے اور برملا ان کی تردید کرتے تھے۔

(۱) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ آپ نے ایک غالی مدعی محبت سے فرمایا تم لوگوں کو دعویٰ ہے کہ تم ہم سے خدا کے لیے محبت کرتے ہو، اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو ہم جب تک خدا کی اطاعت کریں تم ہم سے محبت کرو اور جب اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے دشمنی کرو، آپ کے یہ خیالات سن کر ایک شخص نے کہا کہ آپ لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اور اہل بیت میں سے ہیں، آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے، اگر اللہ تعالیٰ بغیر اپنی اطاعت کے محض قرابتِ رسول کی وجہ سے کسی سے رکنے والا ہوتا تو سب سے زیادہ ان لوگوں کو فائدہ پہنچتا جس کے مادری اور پدری سلسلے ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہیں، خدا کی قسم مجھ کو خوف ہے کہ ہم میں (اہلبیت) کے گنہگار کو عام گنہ گاروں سے دگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ امید بھی ہے کہ ہماری جماعت کے مطیع اور محسن کو اجر بھی دونا ملے گا، تم لوگوں کی حالت پر افسوس ہے، خدا سے ڈرو اور ہمارے بارے میں قول حق کہو، کیوں کہ وہ اس چیز کو جسے تم چاہتے ہو بدرجۂ اتم پورا کرنے والا ہے اور ہم بھی قول حق ہی سے تم سے راضی ہو سکتے ہیں۔

پھر فرمایا جو کچھ تم لوگ کہتے ہو، اگر وہ خدا کے دین کی بات ہے تو ہمارے بزرگوں نے ہمارے ساتھ بڑی برائی کی کہ انھوں نے اس کو نہ ہمیں بتایا اور نہ اس کی جانب رغبت دلائی، یہ سن کر اس رافضی نے کہا کیا مولیٰ علیؓ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ؟ فرمایا ہاں! کہا ہے لیکن اگر اس سے مراد خلافت اور حکومت ہوتی تو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ اسلامی ارکان کی طرح اس کی بھی وضاحت اور تصریح فرمادیتے اور صاف صاف ارشاد فرماتے کہ لوگو! میرے بعد یہ تمہارے ولی ہیں، کیوں کہ مسلمانوں کے سب سے بڑے خیر خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، (اس لیے آپ کو ایک دینی مسئلہ میں صریح حکم دینا چاہیے تھا) اگر تم لوگوں کے قول کے مطابق یہ صحیح مان لیا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول نے علیؓ کو خلافت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور رسول اللہ کے بعد ان کی جانشینی کے لیے منتخب فرمایا ہے تو ایسی صورت میں علی سب سے بڑے مجرم اور خطا کار ٹھہرتے ہیں کہ انھوں نے اس چیز کو جس کے قیام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا چھوڑ دیا۔(۱)

ابوالعباس سفاح سے تعلقات و مراسم: ابوالعباس سفاح عباسی، حسن اور ان کے بھائی عبداللہ دونوں کو بہت مانتا تھا، یہ دونوں طالبین (۲) کی جماعت کے ساتھ اس کے پاس جاتے تھے، وہ ان کی خدمت کرتا تھا، عبداللہ پر اتنا مہربان تھا کہ دربار میں جانے کے لیے ان پر پورے لباس کی پابندی نہ تھی اور وہ بلا تکلف محض معمولی کرتا پہن کر سفاح کے سامنے چلے جاتے تھے، ان کے ساتھ یہ غیر معمولی برتاؤ دیکھ کر لوگ ان سے کہتے تھے کہ امیر المومنین تمہارے علاوہ کسی کو اس لباس میں نہیں دیکھتے تم کو انھوں نے اپنا فرزند تصور کیا ہے۔

لیکن ان تعلقات و مراسم اور اس شفقت و کرم کے باوجود سفاح کو ان کے لڑکوں محمد اور ابراہیم کی جانب سے اپنی مخالفت کا بڑا خطرہ تھا، ایک دن اس نے عبداللہ سے پوچھا کہ تمہارے دونوں لڑکے اپنے خاندان والوں کے ساتھ میرے پاس کیوں نہیں آتے؟ عبداللہ خاموش رہے، سفاح نے دوبارہ پھر پوچھا، عبداللہ نے حسن سے اس کا تذکرہ کیا، انھوں نے کہا، اگر اب وہ سوال کرے تو کہہ دینا کہ ان کے چچا (یعنی خود حسن) کو ان کا حال معلوم ہے، ان سے پوچھئے، عبداللہ نے کہا تم میرے لیے اتنی بڑی ذمہ داری برداشت کرو گے؟ انھوں نے کہا ہاں۔

چنانچہ سفاح نے جب دوبارہ پھر پوچھا تو عبداللہ نے کہہ دیا کہ امیر المومنین ان کے چچا کو ان کا علم ہے، سفاح نے حسن کو بلا کر ان سے پوچھا، انھوں نے جواب دیا کہ پہلے آپ یہ بتائیے کہ میں آپ سے کس طرح کی گفتگو کروں، خلافت کی عظمت و جلالت کو ملحوظ رکھ کر یا چچیرے بھائی کی طرح، سفاح نے کہا بالکل بے تکلف جیسے بھائی بھائی سے کرتا ہے،

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۵ (۲) عبدالمطلب کی اولاد۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن نے کہا میں آپ کو خدا کا واسطہ دلا کر آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اگر خدا نے خلافت کا کوئی حصہ محمد اور ابراہیم کے لیے مقدر کر دیا ہے تو کیا آپ اور آپ کے ساتھ ساری روئے زمین کی طاقت اور کوشش خدا کی تقدیر کو روک سکتی ہے؟ سفاح نے کہا نہیں، حسن نے کہا میں آپ کو خدا کا واسطہ دلا کر پوچھتا ہوں کہ اگر خدا نے ان کی قسمت میں کچھ نہیں لکھا ہے تو کیا وہ دونوں سارے روئے زمین کی حمایت اور کوشش سے کچھ پالیں گے؟ سفاح نے کہا نہیں، حسن نے کہا تو پھر آپ ان پیر مرد (عبداللہ) کی ان نعمتوں اور الطاف وعنایات کو جو آپ ان پر کرتے ہیں بے لطف اور مکدر کیوں کرتے ہیں، حسن کی اس گفتگو کے بعد سفاح نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی ان دونوں کا تذکرہ نہ کرے گا اور مرتے وقت تک اس عہد پر قائم رہا۔

قید اور وفات: لیکن اس کے جانشیں منصور نے اس کا لحاظ نہیں رکھا اور محمد اور ابراہیم کے جرم میں حسن اور عبداللہ دونوں بھائیوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا، چنانچہ دونوں نے قید ہی میں ۱۴۵ھ میں وفات پائی، وفات کے وقت حسن کی عمر اٹھاسی سال کی تھی۔(۱)

۱۶۔ حسن بصریؒ

نام ونسب: حسن نام، ابوسعید کنیت، والد کا نام یسار تھا، علمی کمالات کے لحاظ سے سرخیلِ علما اور اخلاقی وروحانی فضائل کے اعتبار سے سرتاجِ اولیاء تھے۔

ان کے والدین غلام تھے، ان کی غلامی کے بارے میں مختلف بیانات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ ان کے والد میسان کے قیدیوں میں تھے، انس بن مالک کی پھوپھی ربیع بنت نضر نے خرید کر آزاد کیا تھا، دوسری روایت یہ ہے کہ ان کے والد اور والدہ دونوں بنی نجار یعنی ایک انصاری کی غلامی میں تھے، انھوں نے بیوی کے مہر میں بنی سلمہ کو دیدیا تھا، بنی سلمہ نے ان کو آزاد کر دیا، تیسری روایت یہ ہے کہ ان کے والد حضرت زید بن ثابتؓ کے

(۱) یہ واقعات تاریخ خطیب ج ۷ ص ۲۹۳ و ۲۹۴ سے ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلام تھے اور ان کی ماں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی لونڈی تھیں، ان اختلافات سے قطع نظر کر کے اتنا مسلم ہے کہ یسار اور ان کی بیوی، لونڈی، غلام تھے اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ آخری روایت زیادہ مستند ہے۔

ام المومنین ام سلمہؓ کی رضاعت: حسن بصری آخری عہد فاروقی میں جب کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کو دو سال باقی رہ گئے تھے، یعنی ۲۱ھ میں پیدا ہوئے، ام المومنین ام سلمہؓ کی غلامی کی نسبت سے ان کو وہ شرف میسر ہوا جو کم خوش قسمتوں کے حصہ میں آیا ہوگا، ان کی ماں لونڈی تھیں، اس لیے اکثر گھر کے کام کاج میں لگی رہتی تھیں، جب وہ حسن بصری کو چھوڑ کر کسی کام میں لگ جاتیں اور وہ رونے لگتے تو حضرت ام سلمہؓ ان کے بہلانے کے لیے چھاتی منہ میں دیدیتیں، پھر ان کی ماں لوٹ کر دودھ پلاتیں، اس طرح ان کو ام المومنین کی رضاعت کا شرف حاصل ہوا۔

حسن بصری حضرت ام سلمہؓ کے سایہ شفقت میں پلے تھے، ان کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات کے گھروں میں بھی ان کی آمد و رفت رہتی تھی، ان کا خود کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت تک جب کہ ان کی عمر تیرہ چودہ سال کی تھی وہ بے تکلف ازواجِ مطہرات کے گھروں میں آتے جاتے تھے۔(۱)

علمی کمالات: حسن بصری ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے جب کہ صحابۂ کرام کی بڑی تعداد موجود تھی اور ایسے مقام پر ان کی نشو و نما ہوئی تھی جہاں کی گلی گلی علوم نبوی کا مخزن تھی، پھر انھیں صحبت ایسے بزرگوں کی میسر آئی جو تعلیماتِ اسلامی کا زندہ نمونہ اور اخلاق نبوی ﷺ کی مجسم تصویر تھے، اس لیے ان کا دامن علم و عمل، فضل و کمال اور زہد و ورع، جملہ اخلاقی اور روحانی فضائل سے مالا مال ہو گیا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: كان الحسن جامعا، عالما، عاليا، رفيعاً، فقيها، مامونا، عابدا، ناسكا، كبيرا العلم، فصيحا،

---

(۱) یہ تمام بیانات ابن سعد ج ۷ ق ۲ تذکرہ حسن بصری سے ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمیلا وسیما، (۱) حسن بصری جامعِ کمالات تھے، عالم تھے، بلند مرتبت رفیع المنزلت تھے، فقیہ تھے، مامون تھے، عابد وزاہد تھے، وسیع العلم تھے، فصیح وبلیغ اور حسین وجمیل تھے، غرض وہ جملہ ظاہری اور باطنی نعمتوں سے مالا مال تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں، حافظ، علامۃ من بحور العلم، فقیہ النفس، کبیر الشان، عدیم النظیر، ملیح التذکیر، بلیغ الموعظۃ، راس فی انواع الخیر (۲) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ مشہور عالم تھے، ان کی جلالت شان پر سب کا اتفاق ہے۔ (۳)

اکابر علما کی رائے: اس عہد کے تمام علما اور ارباب کمال کا ان کی جلالتِ شان پر اتفاق ہے، امام شعبی کہتے تھے کہ میں نے اس ملک (عراق) کے کسی شخص کو بھی ان سے افضل نہیں پایا، قتادہ لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کہ اس شخص (حسن بصری) کا دامن پکڑو، میں نے رائے میں اس سے زیادہ کسی شخص کو عمرؓ بن الخطاب کے مشابہ نہیں دیکھا، اعمش کہتے تھے کہ حسن حکمت کو محفوظ رکھتے تھے اور اس کو بولتے تھے، امام باقر فرماتے تھے کہ ان کی باتیں انبیاء کی باتوں کے مشابہ ہیں۔ غالب القطان کہتے تھے کہ اس عہد کے علما پر حسن کو ایسی ہی فضیلت حاصل تھی جیسے طیور میں باز کو گوریوں پر ہوتی ہے، جو شخص اس زمانہ کے سب سے بڑے عالم کو دیکھنا چاہے اسے حسن کو دیکھنا چاہئے، عمرو بن مرہ کہتے تھے کہ مجھے اہل بصرہ پر حسن اور محمد دو شیخوں کی وجہ سے رشک ہے، یونس بن عبید اللہ اور حمید الطّویل کہتے تھے کہ میں نے بہت سے فقہا کو دیکھا لیکن حسن سے زیادہ کسی کو کامل المروۃ نہیں پایا، عطا بن رباح لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کہ تم لوگ اس شخص (حسن) کی طرف مسائل میں رجوع کیا کرو، وہ بہت بڑے عالم، امام اور مقتدا ہیں، امام مالک فرماتے تھے کہ تم لوگ حسن بصری سے مسائل پوچھا کرو، کیوں کہ انھوں نے محفوظ رکھا اور ہم نے بھلا دیا، بعض لوگ یہاں تک کہتے تھے کہ اگر حسن نے سنِ شعور میں عہد صحابہ پایا ہوتا تو یہ بزرگوار رائے میں ان کے محتاج ہوتے۔ (۴)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۱۵ (۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۲ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۱۶۱

(۴) یہ تمام بیانات ابن سعد ج ۷ ق ۲ تذکرہ حسن بصری سے ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ حسن بصری جامع العلوم تھے لیکن ان کی زندگی زیادہ تر زہد وعبادت اور روحانی مشاغل میں بسر ہوتی تھی، اس لیے ان کے روحانی مرتبہ کے مقابلہ میں ان کے علم کی تفصیلات بہت کم ملتی ہیں، تاہم جتنے حالات ملتے ہیں وہ سرسری اندازہ لگانے کے لیے کافی ہیں، ان کو تفسیر، فقہ اور حدیث جملہ مذہبی علوم میں یکساں دستگاہ حاصل تھی۔

تفسیر: مفسر کی حیثیت سے انھوں نے کوئی خاص شہرت حاصل نہیں کی لیکن تفسیر کی تعلیم انھوں نے بڑی محنت سے حاصل کی تھی، بارہ برس کے سن میں وہ حافظ قرآن ہو گئے تھے، ابوبکر الہذلی کا بیان ہے کہ جب تک وہ ایک سورہ کی تفسیر وتاویل اور شانِ نزول وغیرہ سے پوری واقفیت نہ حاصل کر لیتے تھے، اس وقت تک آگے نہ بڑھتے تھے،(۱) اس محنت نے ان کو قرآن کا بڑا عالم بنا دیا تھا اور وہ تفسیر کا درس دیتے تھے۔(۲)

حدیث: حدیث میں ان کے جو درجہ کا اندازہ حافظ ذہبی کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے کہ وہ علامہ اور علم کے سمندروں میں تھے(۳) حدیث میں انھوں نے ان بزرگوں سے فیض پایا تھا، جن میں سے اکثر اس فن کے اساطین اور رکن اعظم تھے، چنانچہ صحابہ میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، انس بن مالکؓ، جابر بن معاویہؓ، معقل بن یسارؓ، ابی بکرہؓ، عمران بن حصینؓ اور جندب بجلیؓ سے براہ راست استفادہ کیا تھا اور عمر بن الخطابؓ، ابن کعبؓ، سعد بن عبادہؓ، عمار بن یاسرؓ، ابوہریرہؓ، ثوبانؓ، عثمان بن ابی العاصؓ اور معقل بن سنانؓ سے بالواسطہ مستفید ہوئے تھے، صحابہ کے علاوہ اکابر تابعین کی ایک بڑی جماعت سے سماع حدیث کیا تھا۔(۴)

شائقین حدیث کا مرجوعہ: جہاں تک ان کے حالات سے پتہ چلتا ہے، غالباً ان کا کوئی خاص حلقۂ درس نہ تھا اور وہ اس سلسلہ کو اپنے لیے پسند کرتے تھے اور حدیث بہ درجۂ مجبوری

(۱) شذرات الذہب جلد اول ص ۱۳۷ (۲) تہذیب التہذیب تذکرۃ جابر بن زید (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۲ (۴) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ "اگر خدا نے اہل علم سے عہد نہ لیا ہوتا تو میں تم لوگوں کے سب سوالات میں حدیث نہ بیان کرتا۔"(۱)

لیکن ان کی شخصیت ایسی تھی کہ لوگ ان کا دامن نہ چھوڑتے تھے، اکثر شائقین علم خود ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے اور جہاں وہ جاتے تھے خلق اللہ کا مرجع بن جاتے تھے، مکہ تک میں جو مدینہ کے بعد علم کا دوسرا مرکز تھا، لوگوں کا ہجوم لگ جاتا تھا، اہل مکہ آپ کو تخت پر بٹھا کر حدیثیں سنتے تھے اور مجاہد، عطا اور طاؤس جیسے اکابر علما سننے والوں میں ہوتے تھے اور ان کی زبان پر یہ کلمہ ہوتا تھا کہ ہم نے اس شخص کا مثل نہیں دیکھا۔(۲)

روایت بالمعنی: احادیث کو بالفاظہا روایت کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے، صرف معنی اور مطلب کے ادا ہو جانے کو کافی سمجھتے تھے، عموماً ان کی روایات بالمعنی ہوتی تھیں،(۳) بعض الفاظ میں اختلاف اور کمی بیشی ہو جاتی تھی لیکن معنی ایک ہی رہتے تھے۔(۴)

تلامذہ: روایتِ حدیث میں احتیاط کے باوجود آپ کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، ان کی مختصر فہرست یہ ہے، حمید الطّویل، یزید بن ابی مریم، ایوب، قتادہ، بکر بن عبداللہ مزنی، جریر بن ابی حازم، ابوالاشہب، ربیع بن صبیح، سعید جریری، سعد بن ابراہیم، سماک بن حرب، ابن عدن، خالد الحذا، عطا بن سائب، عثمان البتی، قرہ بن خالد، مبارک بن فضالہ، یعلی بن زیاد، ہشام ابن حسان، یونس بن عبید، منصور بن زاذان، سعید بن ہلال، مجاہد، عطا اور طاؤس وغیرہ(۵)

فقہ: فقہ کے امام اور بصرہ کے مفتی اعظم تھے، قتادہ کا بیان ہے کہ حسن حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم تھے،(۶) ایوب کا بیان ہے کہ حسن سے بڑا فقیہ میری آنکھوں نے نہیں دیکھا، ربیع بن انس کا بیان ہے کہ میں کامل دس سال تک حسن کے پاس آتا جاتا رہا اور ان

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۱۵ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۱۵ (۵) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۲۴۔ (۶) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۱۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہمیشہ نئے نئے مسائل معلوم ہوتے تھے۔(۱)

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حدیث وفقہ میں بعض کتابیں بھی لکھی تھیں۔

رائے قیاس: اس تفقہ کے لیے مجتہدانہ نظر ضروری تھی، چنانچہ جن مسائل میں روایتی سند نہ ہوتی تھی، اس میں رائے اور قیاس سے اجتہاد کرتے تھے، ایک مرتبہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے پوچھا کہ آپ جن جن مسائل میں لوگوں کو فتوی دیتے ہیں کیا ان سب میں آپ کے پاس سماعی سند ہوتی ہے؟ فرمایا نہیں خدا کی قسم سب میں سماعی سند نہیں ہوتی لیکن ہماری رائے سائلوں کی رائے سے ان کے لیے بہتر ہوتی ہے۔(۲)

ان کی رائے اصابت وصحت میں اصحابِ رائے صحابہ کے برابر ہوتی تھی، ابوقتادہ لوگوں کو مسائل میں ان کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کرتے تھے اور کہتے تھے، خدا کی قسم میں نے ان کی رائے سے زیادہ کسی کی رائے کو عمر بن الخطاب کی رائے کے مشابہ نہیں دیکھا، (۳) بعض ارباب علم تو یہاں تک ان کی اصابت رائے اور دقتِ نظر کے معترف تھے اور کہتے تھے کہ اگر حسن سن شعور میں عہدِ صحابہ میں ہوتے تو وہ بزرگوار رائے میں ان کے محتاج ہوتے۔(۴)

زبان وادب: ان مذہبی علوم کے علاوہ وہ زبان وادب کے بڑے ماہر اور فصیح وبلیغ تھے، ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ وہ فصاحتِ زبان اور عربیت میں حجاج کے مشابہ تھے۔(۵)

ارباب علم کی صحبت: ارباب علم کی صحبت اور ان سے علمی مذاکرہ اور ذکر وفکر کا شغل بہت مرغوب خاطر تھا، ایک مرتبہ چند اہل علم آپ سے ملنے کے لیے آئے باتوں باتوں میں دوپہر کا وقت آگیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ گیا، ان کے صاحبزادے نے حاضرین سے کہا

---

(۱) تہذیب التہذیب ج۲ ص۲۶۵ (۲) ابن سعد ج۷ ق اول ص۱۲۰ (۳) ایضاً ص۱۱۷ (۴) ایضاً تذکرہ حسن بصری (۵) شذرات الذہب ج اول ص۱۳۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ لوگوں نے والد پر بہت بار ڈالا، آپ انھیں آرام لینے دیجئے، ابھی تک انھوں نے کھایا تک نہیں ہے، یہ سن کر آپ نے صاحبزادے کو تنبیہ فرمائی کہ ان لوگوں کی دید سے زیادہ میرے لیے کوئی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں، جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں تو باہم حدیث بیان کرتے ہیں، خدا کا ذکر اور اس کی تحمید و تقدیس کرتے ہیں، یہاں تک کہ قیلولہ کا موقع بھی نہیں ملتا۔(۱)

حقیقی عالم: آپ کے نزدیک تنہا بارِ علم سے کوئی شخص عالم کہلانے کا مستحق نہ ہوتا تھا، بلکہ اس کے لیے بہت سے شرائط تھے، ایک مرتبہ مطر الوراق نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا اور عرض کیا، فقہا آپ کی مخالفت کرتے ہیں؟ فرمایا تیری ماں تجھ کو روئے، تو نے فقیہ دیکھا بھی ہے اور جانتا بھی ہے کہ فقیہ کسے کہتے ہیں، فقیہ وہ ہے جو زاہد و متورع ہو، اپنے سے بلند مرتبہ کی پرواہ نہ کرتا ہو اور اپنے سے کم رتبہ والے کا مذاق نہ اڑاتا ہو اور خدا نے اس کو جو علم عطا کیا ہے اس سے قلیل دنیاوی منفعت نہ حاصل کرتا ہو۔(۲)

علم باطن: گو حسن بصری علوم ظاہری میں بھی شیخ الاسلام کا درجہ رکھتے تھے لیکن یہ علوم ان کے لیے سرمایۂ فخر و امتیاز نہ تھے، ان کا اصل اور حقیقی مقام عرفان و حقیقت کا کنگرہ تھا، ان کی ذات تصوف کا منبع اور علم باطن کا سرچشمہ تھی، تصوف کی تمام نہریں اسی سرچشمہ سے پھوٹتی ہیں، چنانچہ تصوف کے اکثر بڑے بڑے سلاسل آپ ہی کے واسطہ سے حضرت علیؓ تک منتہی ہوتے ہیں، اس طرح گویا آپ ہی کے واسطہ سے دنیا میں یہ دریائے نور رواں ہوا۔

اگرچہ محدثین کے نزدیک حضرت علیؓ سے آپ کا استفادہ روحانی ثابت نہیں ہے لیکن ارباب تصوف کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن بصری حضرت علیؓ ہی کے فیض یافتہ تھے، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''اربابِ طریقت کے نزدیک حسن بصری حضرت علیؓ کی جانب یقینی منسوب ہیں، محدثین کے نزدیک یہ انتساب ثابت نہیں ہے لیکن شیخ احمد قساشی

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۲۳ (۲) ایضاً ص ۱۲۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنی کتاب عقد الفرید فی سلاسل اہل التوحید میں ایک تشفی بخش بحث کے ذریعہ سے اہل تصوف کی تائید کی ہے، ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ سے فیض پایا ہے۔(۱)

سلف سے لے کر خلف تک تمام اکابر صوفیہ حضرت حسن بصری کو اس سلسلۂ نورانی کا سرچشمہ اور شیخ الشیوخ مانتے ہیں، ان کے اقوال سے سند لاتے ہیں، صوفیہ کے تذکروں میں ان کا نام سرِ فہرست ہوتا ہے، ان کے اقوال تعلیم تصوف کا نصاب مانے جاتے ہیں۔

شیخ فریدالدین ان الفاظ کے ساتھ ان کا ذکر شروع کرتے ہیں ''آن پروردۂ نعمت، آں خوکردۂ فتوت، آن کعبۂ علم وعمل، آں خلاصۂ ورع وحلم، آں سبق بردۂ بصاحب صدری، صدر سنت حسن بصری رضی اللہ عنہ مناقب او بسیار است ومحامد او بے شمار۔''(۲)

شیخ علی بن عثمان ہجویری المتوفی ۴۶۵ھ(۳) اپنی کتاب کشف المحجوب میں جو فارسی میں تصوف کی سب سے قدیم کتاب ہے لکھتے ہیں، ''امام عصر فرید دہر ابوعلی الحسن بن ابی الحسن بصری رضی اللہ عنہ.......... وے را قدرے وخطرے بزرگ است نزدیک اہل طریقت لطیف الاشارہ بودہ است اندر علم ومعاملت۔(۴)

شیخ ابونصر سراج المتوفی ۳۷۰ھ اور شیخ شہاب الدین سہروردی وغیرہ اکابر صوفیہ نے اپنی کتابوں کتاب اللمع اور عوارف المعارف میں حسن بصری کے اقوال سے استناد کیا ہے۔(۵)

فضائل اخلاق: روحانی اور اخلاقی کمالات کے اعتبار سے حسن بصری زہد وورع کا مجسم پیکر اور فضائل اخلاق کی مجسم تصویر تھے، اگرچہ انھوں نے رسالت کا مقدس زمانہ نہیں دیکھا

---

(۱) انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۳ وص ۱۸ (۲) تذکرۃ الاولیاء فرید الدین عطار ج اول ص ۲۴ (۳) ان کے سن وفات میں اختلاف ہے، ۴۵۶ھ سے لے کر ۴۶۵ھ تک کسی سن میں وفات پائی (۴) کشف المحجوب نسخہ قلمی دار المصنفین۔(۵) دیکھو کتاب اللمع وعوارف المعارف۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف نہ ہوئے تھے لیکن ان کے اخلاق اسی مقدس سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے، تابعین کی جماعت میں ان سے زیادہ کوئی شخص صحابۂ رسول سے مشابہ نہ تھا، ان کی ہر ادا سے شان صحابیت آشکارا تھی، اکابر تابعین کو اس کا اعتراف تھا، حضرت ابو بردہؒ جو ایک بلند مرتبہ تابعی ہیں فرماتے تھے کہ میں نے کسی غیر صحابی کو حسن سے زیادہ اصحاب رسول سے مشابہ نہیں دیکھا، (۱) امام شعبی نے ستر صحابۂ کرام کو دیکھا تھا اور اس شرف میں وہ شاید حسن بصری سے بھی ممتاز تھے لیکن اس کے باوجود ان کی بڑی عظمت کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے نے ان سے پوچھا، ابا! میں دیکھتا ہوں کہ جیسا برتاؤ آپ اس شیخ (حسن بصری) کے ساتھ کرتے ہیں ویسا کسی دوسرے شخص کے ساتھ نہیں کرتے ہیں؟ شعبی نے جواب دیا، بیٹا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر اصحاب کو دیکھا ہے اور حسن سے زیادہ کسی کو ان سے مشابہ نہیں پایا۔ (۲)

سوز و گداز: روحانیت کا سرچشمہ سوز و گداز قلب ہے، اسی سے عبادت و ریاضت زہد و ورع وغیرہ تمام اخلاقی اور روحانی فضائل کے سوتے پھوٹتے ہیں، حسن کا دل ایسا شکستہ ساز تھا، جس سے درد کے سوا کوئی نغمہ نہ نکلتا تھا، یونس کا بیان ہے کہ ان پر ہمیشہ حزن اور غمگینی چھائی رہتی تھی، ان کے لب ہنسی سے بالکل نا آشنا تھے، فرماتے تھے کہ مومن کی ہنسی قلب کی غفلت کا نتیجہ ہے، زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے، (۳) کلام پاک کی آیات پڑھ کر شدتِ تاثر سے زار زار رویا کرتے تھے۔ (۴)

خشیت الٰہی: خشیتِ الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہر آن لرزاں رہتے تھے، یونس بن عبید کا بیان ہے کہ جب حسن آتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اپنے کسی عزیز قریب کو دفن کیے ہوئے آرہے ہیں، جب بیٹھتے تے تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایسے قیدی ہیں جس کی گردن مارے جانے کا حکم دیا جا چکا ہے اور جب دوزخ کا ذکر کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دوزخ

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۸ (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۲۴ و ص ۱۲۵ (۴) ایضاً ص ۱۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف انہی کے لیے بنائی گئی ہے۔(۱)

زہدو ورع: ان کی زندگی سرتاپا زہد وورع میں ڈوبی ہوئی تھی، ان کی ذات عبادت وریاضت اور زہد وورع کا مجسم پیکر تھی، حجاج الاسود کا بیان ہے کہ ایک شخص آرزو کیا کرتا تھا کہ کاش مجھے حسن کا زہد، ابن سیرین کا ورع، عامر بن عبدقیس کی عبادت اور سعید بن مسیّب کا تفقہ میسر آئے، لوگوں نے دیکھا تو یہ تمام اوصاف حسن کی تنہا ذات میں جمع تھے (۲) ان کی مجلس میں آخرت کے علاوہ کسی شے کا ذکر نہ ہوتا تھا، اشعث کا بیان کہ ہم جب حسن کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم سے نہ کوئی دنیاوی خبر پوچھی جاتی اور نہ کوئی خبر دی جاتی، بس صرف آخرت کا ذکر رہتا تھا۔(۳)

عبادت کے بعض خاص احوال: فرائض وسنن کے علاوہ آپ کی خاص عبادت تنہائی میں ہوتی تھی، اس وقت آپ وہ کسی اور عالم میں ہوتے تھے، حمید کا بیان ہے کہ ہم ایک مرتبہ مکہ میں تھے کہ شعبی نے حسن سے تخلیہ کی ملاقات کی خواہش ظاہر کی، میں نے حسن سے اس کا ذکر کیا، انھوں نے کہا جب دل چاہے آئیں، ملاقات ہو جائے گی، چنانچہ وہ ایک دن آگئے، میں دروازے پر موجود تھا، میں نے ان سے کہا اس وقت حسن گھر میں تنہا موجود ہیں اندر جاؤ لیکن تنہا جانے کی ان کی ہمت نہ پڑی، اس لیے انھوں نے مجھ سے بھی ساتھ چلنے کی خواہش کی، میں بھی ساتھ ہولیا، جس وقت ہم لوگ اندر پہنچے اس وقت حسن قبلہ رو ایک عجیب عالم میں کہہ رہے تھے، ابن آدم تو نیست تھا ہست کیا گیا، تو نے مانگا تجھ کو دیا گیا لیکن جب تیری باری آئی اور تجھ سے مانگا گیا تو تو نے انکار کر دیا، افسوس تو نے کتنا برا کام کیا، یہ کہہ کر وہ بے خبر ہو جاتے تھے، پھر ہوش میں آکر یہی کلمات دہراتے، یہ رنگ دیکھ کر شعبی نے مجھ سے کہا کہ لوٹ چلو اس وقت شیخ کسی اور عالم میں ہیں۔(۴)

عمل اور اخلاص فی العمل: آپ کے نزدیک زہد محض زبانی دعووں اور ظاہری وضع بنانے کا

(۱) شذرات الذہب ج اول ص ۱۳۸ (۲) ابن سعد ص ۱۲۰ (۳) ایضاً ص ۱۲۱ (۴) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۲۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام نہ تھا بلکہ اصل شے عمل واخلاص تھا، فرماتے تھے کہ انسان جو کچھ کہتا ہے اگر اس کو کچھ کرتا بھی ہے تو یہ فضیلت ہے اور اگر کرنے سے زیادہ کہتا ہے تو وہ عار ہے،(۱) آپ کی زندگی سرتاپا عمل تھی، ابوبکر ہذلی کا بیان ہے کہ وہ جب تک خود ایک کام نہ کر لیتے تھے، اس وقت تک دوسروں کو اس کے کرنے کی ہدایت نہ کرتے تھے اور جب تک خود کسی کام کو چھوڑ نہ دیتے تھے اس وقت تک دوسرے کو اس سے منع نہ کرتے تھے، یونس بن عبید سے کسی نے پوچھا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو حسن بصری کے ایسے اعمال کرتا ہو، انھوں نے کہا ان کے جیسے اعمال کرنا تو کجا میں کسی ایسے شخص کو بھی نہیں جانتا جو زبان سے ان کی جیسی باتیں کہتا ہو۔(۲)

بغیر اخلاص کے محض حلقہ نشینی اور گلیم پوشی کو فریب تصور کرتے تھے، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حلقہ میں بہت سے لوگ بیٹھتے ہیں لیکن اس سے ان کی غرض دنیا ہوتی ہے، ایک مرتبہ آپ کے سامنے گلیم پوشوں کا تذکرہ کیا گیا. فرمایا یہ لوگ دل کی گہرائیوں میں غرور کے بت چھپائے ہیں اور ظاہری لباس سے تواضع اور فروتنی ظاہر کرتے ہیں، بخدا یہ اپنی گلیم گدائی میں بیش قیمت رواپوشوں سے زیادہ مغرور ہیں۔

ع : بزیر دلق مرقع کمانہا دارند

کلاہ تتری: اس پرفریب وضع سے بچنے کے لیے آپ کبھی کبھی، اچھا لباس بھی پہن لیتے تھے، کلثوم بن جوشن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حسن یمنی جبہ اور رداء اوڑھ کر نکلے، اس پوشاک میں دیکھ کر فرقد نے اعتراض کیا کہ آپ جیسے شخص پر یہ لباس زیب نہیں دیتا، آپ نے جواب دیا، ابن ام مرقد! تم کو یہ معلوم نہیں کہ دوزخیوں کا بڑا حصہ گلیم پوشوں میں سے ہوگا۔(۳)

ع : اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

فریب نفس کا خوف: انسان کا سب سے بڑا دشمن خود اس کا نفس ہے، جو اس کو کبھی قبولیت

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۲۴ (۲) شذرات الذہب ج اول ص ۱۳۷ و ص ۱۳۸ (۳) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۲۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عامہ اور شہرت طلبی، کبھی ریاکاری اور کبھی عجب و غرور کے فریب میں مبتلا کر کے برباد کر دیتا ہے، حضرت حسن بصری اس پر فریب اور چمکیلے سراب سے بہت خائف رہتے تھے اور اٹھتے بیٹھتے یہ دعا کرتے تھے ”خدایا شرک، غرور، نفاق، ریا، فریب، شہرت طلبی اور اپنے دین میں شک و شبہہ سے ہمارے قلوب کو بچا، اے مقلب القلوب! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم اور استوار رکھ اور اسلام قیم کو ہمارا دین بنا۔(۱)

عوام کی عقیدت کو بڑا ابتلا سمجھتے تھے، غالب القطان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حسن مسجد آئے، ان کی سواری کا گدھا واپس جا چکا تھا، اس لیے انھیں واپس پہنچانے کے لیے میں نے اپنا گدھا منگا لیا، اس کی عادت تھی کہ اکثر سواری کی ٹانگ پکڑ لیا کرتا تھا، اس لیے میں نے حفاظت کے خیال سے اس کی لگام پکڑ لی، حسن کی سواری تھی، اس لیے بہت سے آدمی ساتھ ہو گئے، انھیں دیکھ کر حسن نے کہا تمہارا برا ہو، اگر مسلمان اپنے نفس کا جائزہ نہیں لیتا ہے اور اپنی حقیقت سے آگاہ نہیں کہ وہ بالکل تہی دامن ہے تو ان لوگوں کے جوتوں کی چاپ ضعیف انسان کے دل کو برباد کرنے کے لیے کافی ہے۔

فریب نفس اور عجب و غرور سے بچنے کے لیے اپنی تعریف سننا پسند نہ کرتے تھے، سعید بن محمد ثقفی کا بیان ہے کہ اگر کوئی شخص حسن کے منہ پر ان کی تعریف کرتا تھا تو وہ انھیں سخت ناگوار ہوتی تھی اور اگر لوگ ان کے لیے دعا کرتے تو وہ اس سے خوش ہوتے تھے۔(۲)

جہاد فی سبیل اللہ: عموماً حجروں کی برودت راہِ خدا میں جانبازی کی جرأت کو سرد کر دیتی ہے لیکن حسن بصری کی رگوں کا خون ہمیشہ جہاد فی سبیل اللہ میں گرنے کے لیے جوش زن رہتا تھا، اگرچہ چند مہمات کے علاوہ جہاد میں ان کی شرکت کی تصریح نہیں ملتی لیکن اربابِ سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ بچپن سے ان کے دل میں جہاد فی سبیل اللہ کا ولولہ موجزن تھا اور انھوں نے سنِ شعور کے پہنچنے کے بعد جہاد کو مشغلۂ حیات بنا لیا تھا۔(۳)

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۲۲ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۲۹ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر مہمات میں شریک رہے ہوں گے لیکن تصریح کے ساتھ کابل، اندقان اور ازبکستان کی مہمات کے علاوہ اور دوسری مہمات میں شرکت کا پتہ نہیں چلتا،(۱) غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک خاموش اور شہرت سے نفور بزرگ تھے، جہاد سے غرض نام ونمود نہیں بلکہ حصول شرف تھا، اس لیے عام سپاہی کی حیثیت سے شریک ہوتے رہے ہوں گے جن کا تذکرہ عموماً تاریخوں میں نہیں ہوتا۔

ظلم کی تلوار کے مقابلہ میں توبہ کی سپر: ظالم حکومتوں اور جابر امرا کے مقابلہ میں اعلانِ حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صلحائے امت کا خاص طغرائے امتیاز رہا ہے لیکن اس باب میں حسن بصری کا طرز عمل ان سے مختلف تھا، وہ ان کے مقابلہ میں سکوت افضل سمجھتے تھے، عمارہ بن مہران کا بیان ہے کہ حسن بصری سے لوگوں نے کہا آپ امرا کے پاس جا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیوں نہیں فرماتے، جواب دیا مومن کو اپنا نفس ذلیل نہ کرنا چاہیے، اس زمانہ کے امرا کی تلواریں ہماری زبانوں سے آگے بڑھ گئی ہیں، جب ہم ان سے گفتگو کرتے ہیں تو وہ ہمیں تلواروں سے جواب دیتے ہیں،(۲) ان حالات میں آپ ظلم کی تلوار کے مقابلہ میں توبہ کی ڈھال استعمال کرنے کی ہدایت کرتے تھے، ابو مالک کا بیان ہے کہ حسن سے جب کہا جاتا کہ آپ میدان میں نکل کر ان حالات کو بدلتے کیوں نہیں؟ تو فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تلوار سے نہیں بلکہ توبہ سے بدلتا ہے،(۳) آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب لوگ اپنے حکمران کی جانب سے آزمائش میں مبتلا کیے جائیں اور اس پر صبر کریں تو خدا ان کو جلد اس مصیبت سے نکال دے گا لیکن جو تلوار نکال لیتے ہیں اور اس پر اعتماد کرنے لگتے ہیں، خدا کی قسم اس کا کبھی کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا۔

شور وفتن سے کنارہ کشی: اسی لیے آپ ہمیشہ شور وفتن اور انقلاب سے علاحدہ رہتے تھے، امویوں کے زمانہ میں بڑے بڑے سیاسی انقلاب ہوئے، مختلف اوقات میں مختلف

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۱ ص ۱۱۵۔ (۲) ابن سعد ج ۷ ص ۱۲۸۔ (۳) ایضاً ج ۷ ایضاً ص ۱۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعتیں ان کے خلاف اٹھیں لیکن حضرت حسن بصری اپنے اصول کی بنا پر کبھی ان میں شریک نہ ہوئے بلکہ دوسروں کو بھی اس میں پڑنے سے روکتے تھے، عبدالملک کے زمانہ میں جب ابن اشعث نے اور یزید ابن عبدالملک کے زمانہ میں ابن مہلب نے علم بغاوت بلند کیا تو کچھ آدمیوں نے حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ ان فتنوں میں شرکت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا فریقین میں سے کسی کا ساتھ نہ دو، ایک شامی نے کہا امیرالمومنین کا بھی ساتھ نہ دیں، آپ نے شامی کو ہاتھوں سے دھکا دیکر اس کا جملہ دہرا کر فرمایا ہاں امیرالمومنین کا ساتھ بھی نہیں۔

ابن اشعث حجاج کے خلاف اٹھا تھا اور ایک بڑی جماعت جس میں بعض اکابر تابعین بھی تھے، اس کے ساتھ ہو گئی تھی، عقبہ بن عبدالغافر، ابوالجوزاء اور عبداللہ بن غالب چند سربرآوردہ آدمیوں نے آکر ان سے پوچھا، ابوسعید اس طاغیہ (حجاج) سے جو خون ناحق بہاتا ہے، حرام مال لیتا ہے، تارکِ نماز ہے، ایسا ہے ویسا ہے، لڑنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے فرمایا میرے نزدیک نہ لڑنا چاہیے، اس لیے کہ اگر وہ خدا کا عذاب ہے تو تم اسے تلوار سے نہیں دور کر سکتے اور اگر یہ آزمائش ہے تو اس پر صبر کرنا چاہیئے تا آں کہ خدا خود اس کا فیصلہ کر دے، خدا بڑا فیصلہ کرنے والا ہے۔

ابن اشعث کی شورش کے زمانہ میں حسن بصری خود بڑی آزمائش میں پھنس گئے تھے لیکن جان پر کھیل کر کسی نہ کسی طرح اپنے کو اس سے نکالا، آپ کی شخصیت ایسی تھی کہ بصرہ کیا سارے عراق پر آپ کا اثر تھا، اس انقلاب میں آپ کی علاحدگی کی وجہ سے بہت سے محتاط ابن اشعث کا ساتھ دینے میں پہلو بچاتے تھے، اس لیے لوگوں نے اس سے کہا اگر تم چاہتے ہو کہ جس طرح لوگ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے گرد جانبازی دکھاتے تھے، اسی طرح تمہارے لیے جان دیں تو حسن کو کسی طرح میدان میں لاؤ، اس مشورہ پر ابن اشعث زبردستی آپ کو کھینچ لے گیا، آپ جبراً وقہراً چلے تو گئے لیکن لوگ جیسے ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی طرف سے غافل ہوئے آپ جان پر کھیل کر ایک دریا میں پھاند پڑے اور کسی نہ کسی طرح جان بچا کر نکل آئے۔

اسی زمانہ میں ایک شخص سعید بن ابی الحسن نے جو حجاج کے مخالفین میں تھا اور لوگوں کو اس کے خلاف ابھارا کرتا تھا، حسن بصری سے پوچھا کہ ہم نے نہ امیر المومنین کی اطاعت سے منھ موڑا ہے اور نہ ان کو تخت سے اتارنا چاہتے ہیں بلکہ ہم کو صرف اس لیے امیر المومنین سے برہمی ہے کہ انھوں نے حجاج جیسے جابر شخص کو حاکم بنایا ہے، ایسی صورت میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور اہل شام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو! خدا نے حجاج کو محض عقوبت کے لیے مسلط کیا ہے، اس لیے تلوار سے عقوبتِ خداوندی کا مقابلہ نہ کرو بلکہ صبر وسکون اور خاموشی .... اور بارگاہ خداوندی میں سکون اور تضرع سے کام لو، تم نے شامیوں کے بارے میں میری رائے پوچھی ہے، میرا خیال ہے کہ حجاج انھیں دنیا کا لقمۂ تر دے کر ان سے ہر کام کرا سکتا ہے(۱)

اظہارِ حق: لیکن حکام اور سلاطین کے مقابلہ میں وہ ہر موقع پر خاموشی ہی سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ جب کبھی ان کے سامنے خیالات کے اظہار کا موقع آجاتا تھا تو وہ بلاخوف وخطر اپنے حقیقی خیالات ظاہر کر دیتے تھے، یزید بن عبدالملک کے زمانے میں جب عمر بن ہبیرہ خراسان اور عراق کا والی مقرر ہوا تو اس نے عراق کے اکابر علما حسن بصری، محمد بن سیرین اور امام شعبی کو بلا کر ان سے بطور استفتا سوال کیا کہ یزید خدا کا خلیفہ ہے، خدا نے اس کو بندوں پر اپنا نائب بنایا ہے اور ان سے اس کی اطاعت اور ہم (حکام) سے اس کے احکام کی تکمیل کا وعدہ لیا ہے، آپ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس نے ہم کو والی بنایا ہے اور ہمارے پاس احکام بھیجتا ہے، میں اس کی تعمیل کرتا ہوں، ان حالات میں آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ ابن سیرین اور شعبی نے گول جواب دیا، حسن بالکل خاموش تھے، ابن ہبیرہ نے ان

(۱) یہ تمام واقعات ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۱۸ تا ۱۲۰ سے ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پوچھا آپ اپنا خیال ظاہر کیجیے، انھوں نے جواب دیا، ابن ہبیرہ! یزید کے بارے میں خدا کا خوف کر اور خدا کے معاملہ میں اس کا خوف نہ کیا کر، خدا تجھ کو یزید سے بچا سکتا ہے لیکن یزید تجھ کو خدا سے نہیں بچا سکتا، وہ زمانہ قریب ہے کہ خدا تیرے پاس ایسا فرشتہ بھیجے گا جو تجھ کو تختِ حکومت سے اتار کر اور قصر کی وسعت سے نکال کر قبر کی تنگی میں ڈال دے گا، اس وقت تیرے اعمال کے سوا کوئی اور شے تجھ کو نجات نہ دلا سکے گی، خدا نے بادشاہ اور حکومت کو اپنے دین اور اپنے بندوں کی امداد و اعانت کے لیے بنایا ہے، اس لیے خدا کی دی ہوئی حکومت کے ذریعہ سے تم خدا کے دین اور اس کے بندوں پر سوار نہ ہو جاؤ، خدا کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کرنی چاہیے۔(۱)

مسئلہ تقدیر: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصری قدری تھے (۲) جو صحیح نہیں ہے، اس شہرت کی وجہ غالباً یہ ہے کہ بعض اکابر تابعین، اس باب میں اتنے متشدد تھے کہ قدریوں سے ملنا بھی پسند نہ کرتے تھے اور حسن بصری ان سے ملنے جلنے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے، اس لیے ناواقفوں نے اس میل جول کی وجہ سے قدریوں کے خیالات کی طرف منسوب کر دیا، حالاں کہ ان کا دامن اس سے پاک تھا، عمر کا بیان ہے کہ قدری حسن کے پاس آتے جاتے تھے لیکن ان کے خیالات ان کے مخالف تھے، حسن کہتے تھے ابن آدم خدا کو ناراض کر کے کسی انسان کی خوشنودی حاصل نہ کر، خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کر، خدا کے افضال پر کسی انسان کی تعریف نہ کر، جو شے خدا نے تجھے نہیں دی، اس پر کسی انسان کو ملامت نہ کر، خدا نے خلق اور خلائق کو پیدا کر دیا اور وہ اپنے تخلیق کے اصول پر چل رہے ہیں جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اپنی حرص سے اپنے رزق میں اضافہ کر سکتا ہے تو اگر اس کا یہ گمان صحیح ہے تو ذرا اپنی عمر بڑھا کر دکھا دے، اپنا رنگ بدل دے، اپنے اعضا و جوارح میں کوئی اضافہ کر دے۔(۳) جب ایسا نہیں کر سکتا تو معلوم ہوا، انسان کا کوئی دخل نہیں ہے،

---

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۱۲۸ و ۱۲۹ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۲ (۳) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر شے تقدیر الٰہی پر چل رہی ہے۔

اصل یہ ہے کہ ان کے بعض مشتبہ اقوال سے یہ غلط نتیجہ نکالا گیا ہے، اگر کسی حد تک وہ اس سے متاثر بھی تھے تو آخر میں اس سے رجوع کرلیا تھا، اصمعی اپنے والد کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ حسن کبھی قدر کے بعض حصوں پر گفتگو کرتے تھے لیکن پھر اس سے رجوع کرلیا تھا، قاضی عطا ابن یسار قدری تھے، ان کی زبان میں جادو کا اثر تھا، وہ اور سعید جہنی حسن کے پاس آتے تھے اور ان سے سوالات کرتے تھے اور کہتے تھے ابوسعید یہ سلاطین و فرماں روا مسلمانوں کا خون بہاتے ہیں اور ان کا مال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے یہ اعمال خدا کی تقدیر کے مطابق ہیں، حسن یہ سن کر کہتے وہ دشمنان خدا جھوٹے ہیں، اس تردید اور بعض اس قبیل کے دوسرے واقعات سے لوگوں نے ان کے قدری ہونے کا نتیجہ نکالا ہے،(۱) حالاں کہ ظاہر ہے کہ یہ ایک خاص موقع تھا جس کو عقیدۂ قدر سے کوئی تعلق نہیں۔

بعض اقوال اور کلمات طیبات: بے کار اور بے نتیجہ باتیں بہت کم کرتے تھے، ان کی گفتگو کا بیشتر حصہ حکمت اور موعظت کے موتی ہوتے تھے،(۲) ان کے حکیمانہ اقوال معنویت اور بلاغتِ ادا کے اعتبار سے پند و موعظت اور علم و حکمت کا دفتر ہیں، جن سے بہت سے اخلاقی اور روحانی اسرار و حکم پر روشنی پڑتی ہے، ان میں سے بعض اقوال یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

"۱-فرماتے تھے جو وسوسے ایسے ہیں کہ پیدا ہوتے ہیں اور نکل جاتے ہیں وہ شیطان کی جانب سے ہیں، ان کے ازالہ میں ذکرِ خدا اور تلاوتِ قرآن سے مدد لینی چاہیے اور جو پیدا ہو کر قائم ہو جاتے ہیں وہ نفس کی جانب سے ہیں، ان کے دور کرنے میں نماز، روزہ اور ریاضت سے مدد لینی چاہیے۔۲-خدا جس بندہ کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کو اہل و عیال کی بندشوں میں نہیں پھنساتا ہے، ۳-متواضع ہونے کی یہ شرط ہے کہ گھر سے باہر کسی سے بھی ملے تو اس کو اپنے سے

---

(۱) شذرات الذہب ج اول ص ۱۳۸ (۲) ایضاً ص ۱۳۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افضل اور برتر سمجھے۔ ۴۔ جب بندہ گناہ کے بعد توبہ کرتا ہے تو اس سے خدا کے ساتھ اس کی قربت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ۵۔ ایک شخص نے آپ سے اپنے قلب کی قساوت کی شکایت کی، فرمایا اس کو ذکر و فکر کے مقامات میں لے جایا کرو۔ ۶۔ مردہ کے لیے سب سے برے خود اس کے گھر والے ہوتے ہیں کہ اس پر روتے ہیں، حالانکہ اس کے مقابلہ میں اس کے قرض کا ادا کرنا ان پر آسان نہیں ہوتا۔ ۷۔ ایک شخص کی عداوت کے بدلہ میں ہزار آدمیوں کی دوستی بھی نہ خریدو۔ ۸۔ طمع عالم کو رسوا کر دیتی ہے۔ ۹۔ انسان کا علانیہ اپنے نفس کی مذمت کرنا درحقیقت اس کی مدح ہے۔ ۱۰۔ اپنے بھائیوں کی عزت کرو تو ہمیشہ ان کے ساتھ تمہاری دوستی قائم رہے گی۔ ۱۱۔ اگر اپنی موت کی رفتار پر ابن آدم کی نظر ہوتی ہے تو وہ اپنے فریب امید کا دشمن بن جاتا۔ ۱۲۔ جو شخص عاجزی کے لیے خدا کے سامنے صوف پہنتا ہے تو خدا اس کی نگاہ اور قلب کا نور بڑھاتا ہے اور جو پندار کے لیے پہنتا ہے وہ سرکشوں کے ساتھ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ۱۳۔ کاش میں کوئی ایسا کھانا کھالیتا جو میرے پیٹ میں اینٹ بن جاتا کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ اینٹ پانی میں تین سو برس تک باقی رہتی ہے۔ ۱۴۔ ایک مرتبہ تذکرہ ہو رہا تھا کہ فقیہ ایسا ایسا کہتے ہیں، فرمایا تم لوگوں نے فقیہ دیکھا بھی ہے، فقیہ وہ ہے جو دنیا سے کنارہ کش ہو، دین میں بصیرت رکھتا ہو، خدائے عز و جل کی عبادت پر مداومت کرتا ہو۔ ۱۵۔ خدا کی قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ جس شخص نے مال و زر کو عزت دی خدا نے اس کو ذلیل کیا۔ ۱۶۔ عقلمند کی زبان قلب کے پیچھے ہے، جب وہ کچھ کہنا چاہتا ہے تو پہلے قلب کی طرف رجوع کرتا ہے، اگر وہ بات اس کے فائدہ کی ہوتی ہے تو کہتا ہے، ورنہ رک جاتا ہے اور جاہل کا قلب اس کی زبان کی نوک پر رہتا ہے وہ قلب کی طرف رجوع نہیں کرتا جو زبان پر آتا ہے، بک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔ ۱۷- دنیا درحقیقت تمہاری سواری ہے، اگر تم اس پر سوار ہو گئے تو وہ تم کو (اپنی پیٹھ پر) اٹھائے گی اور اگر وہ تم پر سوار ہو گئی تو تم کو ہلاک کر ڈالے گی۔ ۱۸- جب تم کسی شخص سے دشمنی کرنا چاہو تو پہلے اس پر نظر کرو اگر وہ خدا کا مطیع ہے تو اس سے بچو، کیوں کہ خدا اس کو کبھی تمہارے قبضہ میں نہ دے گا اور تمہارے لیے اس کو تنہا نہ چھوڑے گا اور اگر وہ خدا کا نافرمان ہے تو تم کو اس کی عداوت کی ضرورت ہی نہیں، اپنے نفس کو خواہ مخواہ اس عداوت میں پریشان نہ کرو، (یعنی وہ خود ہلاک ہو جائے گا، خدا کی دشمنی اس کے لیے کافی ہے) ۱۹- جو شخص خدا کی اطاعت کرتا ہے اس سے دوستی تم پر ضروری ہے کیوں کہ جو شخص صالح آدمی کو دوست رکھتا ہے، وہ گویا خدا کو دوست رکھتا ہے۔ ۲۰- میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے دنیا چاہی ہو اور اسے آخرت ملی ہو، اس کے برخلاف جو آخرت چاہتا ہے اسے دنیا بھی مل جاتی ہے۔ (یعنی پھر ایسی چیز کیوں نہ چاہی جائے، جس سے دونوں چیزیں مل جائیں) ۲۱- اسلام یہ ہے کہ تم اپنے قلب کو خدا کے سپرد کر دو اور ہر مسلمان تمہارے ہاتھوں سے محفوظ رہے۔ ۲۲- محبت کا متوالا ہمیشہ مست و بے خود رہتا ہے، اس سے صرف محبوب کا مشاہدۂ جمال ہوشیار کرتا ہے۔ (۱)

وفات: بعض خاصان حق کے دنیا چھوڑنے سے پیشتر وصل محبوب کے اشارات مل جاتے ہیں، خود قرآن نے وفاتِ نبوی کا اشارہ کر دیا تھا، بعض آدمیوں کو عالم رؤیا میں حسن بصری کی وفات کا بھی اشارہ مل گیا تھا، چنانچہ ان کی وفات سے چند دنوں پیشتر ایک شخص نے خواب دیکھا کہ ایک طائر نے مسجد کی سب سے خوبصورت کنکری اٹھالی، مشہور معبر خواب ابن سیرین نے اس کی یہ تعبیر دی کہ حسن کا انتقال ہو جائے گا۔ (۲)

اس خواب کے چند ہی دنوں کے بعد حسن بصری مرض الموت میں مبتلا ہوئے،

---

(۱) یہ اقوال مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۴۴ تا ص ۱۴۶ سے ماخوذ ہیں (۲) ابن خلکان ج اول ص ۱۲۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوران علالت میں فرماتے تھے" کاش انسان نے اپنی صحت وتندرستی کے زمانہ میں بیماری کے دن کے لیے کچھ رکھ چھوڑا ہوتا، وقت آخر اپنے صاحب زادے کو اپنی کتابیں اکٹھا کرنے کا حکم دیا انھوں نے حکم کی تعمیل کی، اس کے بعد خادم کو تنور جلانے کا حکم دیا، اس نے جلایا اور چشم زدن میں علوم وفنون کا سارا دفتر جل کر خاکستر ہو گیا کہ اب اس کا وقت آ گیا تھا۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن ☆ جان و دل را جانب دل دار کن

صرف ایک کتاب باقی رہنے دی، (۱) ممکن ہے یہ قرآن کے متعلقات میں رہی ہو جس کو احتراماً چھوڑ دیا ہو۔

دم آخر کاتب کو بلا کر لکھوایا کہ حسن اس کی شہادت دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ جس نے موت کے وقت صدق دل سے اس کی شہادت دی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (۲)

ان تیاریوں سے فراغت کے بعد ۱۱۲ھ میں شب جمعہ کو سفر آخرت کیا، محدث ایوب حمید الطویل نے غسل دیا (۳) دوسرے دن بعد نماز جمعہ عاشق کا جنازہ تھا، بڑی دھوم سے اٹھا، ساری خلقت جنازہ پر ٹوٹ پڑی، شہر اتنا خالی ہو گیا کہ اس دن جامع بصرہ میں کوئی عصر کی نماز پڑھنے والا نہ تھا۔ (۴)

حلیہ: حضرت حسن بصری جمالِ معنوی کے ساتھ حسن ظاہری سے بھی آراستہ تھے، صورۃً نہایت حسین جمیل تھے، (۵) اس حسن کے ساتھ خدا نے وجاہت اور رعب بھی عطا فرمایا تھا، جس مجمع میں بیٹھتے تھے، سب میں ممتاز نظر آتے تھے، عاصم احول کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ بصرہ جاتے وقت امام شعبی سے پوچھا کہ بصرہ میں آپ کی تو کوئی ضرورت نہیں ہے، شعبی نے کہا حسن کو میرا اسلام پہنچا دینا، عاصم نے کہا، میں ان کو پہچانتا نہیں ہوں،

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۲۷ (۲) ایضاً ص ۱۲۶ (۳) ایضاً ص ۱۲۹ (۴) ابن خلکان ج اول ص ۱۲۸

(۵) ابن سعد ج اول ص ۱۱۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعبی نے یہ نشان بتایا کہ بصرہ میں داخل ہونے کے بعد تم کو جو سب سے زیادہ حسین شخص نظر آئے اور تمہارے دل پر جس کا سب سے زیادہ رعب پڑے اسی کو سلام پہنچانا، اس نشان پر عاصم نے سلام پہنچایا جو ٹھیک حسن بصری کو پہنچا۔(۱)

لباس: اس حسن ظاہری کے ساتھ بڑے خوش لباس اور جامہ زیب تھے، چنانچہ ظاہری وضع و قطع میں زیادہ تقشف کو پسند نہ کرتے، بلکہ اس کو جامۂ ریا سمجھتے تھے، اسی لیے نہایت بیش قیمت اور خوبصورت کپڑے استعمال کرتے تھے، مشہور مشہور مقامات کے عمدہ کپڑے منگاتے تھے، شطاء کا کتاں، یمن کی چادر اور پھول دار چادریں استعمال کرتے تھے، لباس میں جبہ، رداء اور عمامہ پورے کپڑے ہوتے تھے، بغیر عمامہ کے گھر سے باہر نہ نکلتے تھے۔(۲)

۱۷۔ حکم بن عتیبہ

نام نسب: حکم نام، ابو عبداللہ کنیت، کندہ کے غلام تھے۔

فضل و کمال: علمی اعتبار سے کوفہ کے ممتاز ترین علما میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: کان الحکم بن عیتبه ثقة فقيها عالما رفيعا كثير الحديث۔(۳) اکابر علما ان کے کمالات کے معترف تھے، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ کوفہ میں حکم کا مثل نہ تھا، اس عہد کے تمام علما ان کی دولت علم کے سامنے دامنِ احتیاط پھیلاتے تھے، مجاہد بن رومی کہتے تھے کہ مجھ کو حکم کے حقیقی کمال کا پورا اندازہ اس وقت ہوتا تھا جب بڑے بڑے علما مسجد منیٰ میں جمع ہوتے تھے اور وہ سب ان کی دولتِ علم کے دست نگر معلوم ہوتے تھے۔(۴)

حدیث: کوفہ کے ممتاز حفاظِ حدیث میں تھے، حافظ ذہبی انھیں حافظ اور شیخ کوفہ(۵) اور علامہ ابن سعد ثقہ اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں(۶) حدیث میں انھوں نے صحابہ میں ابو جحیفہؓ،

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۴ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول تذکرہ حسن بصری (۳) ایضاً ج ۶ ص ۲۳۱
(۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۴ (۵) ایضاً (۶) ابن سعد ج ۶ ص ۲۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زید بن ارقمؓ، عبداللہ بن اوفیؓ اور تابعین میں قاضی شریح، قیس ابن ابی حازم، موسیٰ بن طلحہ، یزید بن شریک تیمی، عبداللہ ابن شداد، سعید بن جبیر، مجاہد، عطاء، طاؤس، قاسم بن مخیمرہ، مصعب بن سعد، محمد بن کعب قرظی اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہ سے فیض اٹھایا تھا۔

آپ کے تلامذہ میں اعمش، منصور، ابواسحاق سبیعی، ابواسحاق شیبانی، قتادہ، ابان ابن صالح، حجاج بن دینار، اوزاعی، مسعر، شعبہ، ابوعوانہ جیسے علما تھے۔ (۱)

فقہ: ابراہیم نخعی ائمۂ فقہ میں تھے، حکم ان کے خاص اصحاب میں تھے، (۲) ان کے فیضِ صحبت نے ان کو کوفہ کا بہت بڑا فقیہ بنا دیا تھا، عبدہ بن ابی لبانہ کہتے تھے کہ میں نے دونوں کناروں کے درمیان حکم سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا، لیث بن سلیم کہتے تھے کہ حکم امام شعبی سے بھی بڑے فقیہ تھے۔ (۳)

شعبی کی جانشینی: شعبی کے بعد کوفہ کی مسند علم انہی کے حصہ میں آئی، اسرائیل بیان کرتے ہیں کہ حکم کو میں نے سب سے پہلے شعبی کی موت کے دن جانا، ان کی موت کے بعد ایک شخص کوئی مسئلہ پوچھنے آیا، لوگوں نے اس سے کہا حکم بن عتیبہ کے پاس جاؤ۔ (۴)

عبادت وریاضت: اس علم کے ساتھ وہ بڑے عبادت گذار بھی تھے، عباس مروزی کا بیان ہے کہ وہ صاحبِ عبادت و فضل تھے، پابندی سنت میں خاص اہتمام تھا، کان صاحبة سنة واتباع۔ (۵)

عظمت واحترام: ان کے علمی واخلاقی کمالات کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی بڑی عظمت تھی، مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مدینہ آتے تھے، تو لوگ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساریہ خالی کر دیتے تھے، اس میں وہ نماز پڑھتے تھے۔ (۶)

وفات: ہشام بن عبدالملک کے عہدِ خلافت ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ (۷)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۳۳ (۲) ایضاً (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۴ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۲۳۱ (۵) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۳۳ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۴ (۷) ابن سعد ج ۶ ص ۲۳۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸- خارجہ بن زید

نام ونسب: خارجہ نام، ابوزید کنیت، مشہور صحابی زید بن ثابتؓ کے صاحبزادے ہیں، نسب نامہ یہ ہے: خارجہ بن زیدؓ بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد مناف بن مالک بن بخار، ماں کا نام جمیلہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، جمیلہ بنت سعد بن الربیع بن عمرو بن مالک بن امرء القیس بن مالک بن ثعلبہ خزرجی۔

فضل وکمال: خارجہ کے والد حضرت زید بن ثابتؓ علمائے صحابہ میں تھے، خصوصاً حفظ قرآن میں جماعتِ صحابہ میں ممتاز تھے، کلام اللہ انھیں کی زیر نگرانی مدون ہوا تھا، خارجہ نے اسی آغوشِ علم میں پرورش پائی تھی، باپ کے فیض تعلیم سے ان کا شماران کے عہد کے کبار علما میں ہو گیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ کبار علما میں تھے، (۱) امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ علم میں امام بارع تھے اور ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۲)

حدیث: حدیث میں انھوں نے اپنے والد زید، اپنے چچا یزید، اسامہؓ بن زید، سہل بن سعد، عبدالرحمٰن ابن ابی عمرو سے سماع حدیث کیا تھا، خود ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے لڑکے سلیمان، بھتیجے سعید اور قیس بن سعد اور عام لوگوں میں عبداللہ بن عمرو بن عثمان، مطلب عبداللہ اور یزید ابن قسیط وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (۳)

فقہ: فقہ کا امتیازی فن تھا، اس میں وہ امامت اور اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے، چنانچہ مدینہ کے سات مشہور فقہا میں ایک ان کا نام بھی تھا۔ (۴)

فرائض: حضرت زید بن ثابتؓ فرائض کے بھی بڑے عالم تھے، اس لیے خارجہ کو یہ دولت گویا وراثۃً ملی تھی، چنانچہ علمائے مدینہ میں وہ اور طلحہ بن عبداللہ بن عوف میراث تقسیم کرتے تھے

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۰ (۲) تہذیب الاسماء نووی ج اول ص ۱۷۲ (۳) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۷۵ (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تقسیم کے وثیقے لکھتے تھے اور اس میں ان کا قول سند مانا جاتا تھا۔(۱)

وفات: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت ۱۰۰ھ میں وفات پائی، وفات سے کچھ دنوں پہلے خواب دیکھا کہ ستر سیڑھیاں بنائی ہیں، انھیں بنانے کے بعد گر پڑے، اسی سال انتقال ہو گیا، وفات کے وقت پورے ستر سال کی عمر تھی، ابوبکر بن محمد والی مدینہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔(۲)

حلیہ اور لباس: خارجہ کا جسم نہایت سڈول اور خوب صورت تھا، خز کی چادر اوڑھتے تھے، سپید عمامہ باندھتے تھے اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔(۳)

اولاد: وفات کے بعد متعدد اولادیں یادگار چھوڑیں، لڑکوں میں زید، عمر، عبداللہ، محمد اور لڑکیوں میں حبیبہ، حمیدہ، ام یحییٰ اور ام سلیمان تھیں اور یہ سب اولادیں ام عمرو بنت حزم کے بطن سے تھیں۔(۴)

۱۹- خالد بن معدان

نام ونسب: خالد نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے: خالد بن معدان بن ابی کریب کلاعی

فضل وکمال: خالد کو علم وفن کے ساتھ خاص ذوق وشغف تھا اور وہ ان کا مشغلۂ حیات بن گیا تھا، بحیر کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ علم سے چسپاں رہنے والا نہیں دیکھا،(۵) اس ذوق نے ان کو حمص کا ممتاز عالم بنا دیا تھا۔(۶)

حدیث: حدیث کے وہ بڑے حافظ تھے، ستر صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل تھا،(۷) ان میں سے ثوبانؓ، ابن عمرؓ، ابن عمرو بن العاصؓ، عتبہ بن عبدالسلمیؓ، معاویہؓ بن ابی سفیان، مقدام بن معدیکربؓ اور ابوامامہ سے سماع حدیث کیا تھا، عبادہ بن ثابتؓ، ابو الدرداءؓ،

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۷۵ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۹۴ (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۱ (۶) ایضاً (۷) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاذ بن جبلؓ، ابوعبیدہؓ، ابوذر غفاریؓ اور عائشہ صدیقہؓ سے مرسل روایات کی ہیں۔(۱)

فقہ: فقہ میں بھی انھیں پورا درک تھا صحابۂ کرامؓ کی جماعت کے بعد فقہائے شام کے تیسرے طبقہ میں ان کا شمار تھا۔(۲)

حلقۂ درس: ان کا حلقۂ درس بھی تھا لیکن شہرت سے اس قدر گھبراتے تھے کہ جب حلقہ زیادہ بڑھا تو شہرت کے خوف سے درس وتدریس کی مسند اٹھادی۔(۳)

تلامذہ: ان کے تلامذہ میں بحیر بن سعید، محمد بن ابراہیم تیمی، ثور بن یزید، حریز بن عثمان، عامر بن حشیب، حسان بن عطیہ اور فضیل بن فضالہ وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۴)

کتابتِ علم: انھوں نے اپنے تمام معلومات قلم بند کر لیے تھے، ان کے تلمیذ بحیر کا بیان ہے کہ ان کا سارا علم ایک مصحف میں تھا۔(۵)

ارباب علم کا اعتراف: اس عہد کے بڑے بڑے ائمہ ان کے علمی کمالات کے معترف تھے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ میں خالد بن معدان پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا،(۶) امام اوزاعی ان کی بڑی عظمت کرتے تھے اور لوگوں کو ان کی لڑکی عبدہ کے پاس بھیج کر ان کے طریقے معلوم کراتے تھے۔(۷)

عبادت: اس علم کے ساتھ وہ عمل کی دولت سے بھی مالا مال تھے، ابن حبان ان کو بہترین خدا کے بندوں میں لکھتے ہیں(۸) دن بھر میں ستر ہزار تسبیحیں پڑھتے تھے۔(۹) عبادت وریاضت کا نشان پیشانی پر تاباں تھا۔(۱۰)

موت کا ذوق: موت خاصانِ خدا کے لیے پیام وصل ہے، اس لیے خالد اس سے خوفزدہ ہونے کے بجائے اس کے شائق رہتے تھے، چنانچہ کہتے تھے کہ اگر موت کوئی ایسا علم ہوتی

(۱) تہذیب التہذیب ج۳ ص ۱۱۹ (۲) ایضاً (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۱ (۴) تہذیب التہذیب ج۳ ص ۱۱۸ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۱ (۶) ایضاً (۷) تہذیب التہذیب ج۳ ص ۱۱۹ (۸) ایضاً (۹) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۱ (۱۰) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۶۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی جانب مسابقت کی جاسکتی تو میں سب سے پہلے اس کے پاس پہنچتا اور اس شخص کے سوا جو اپنی قوت سے آگے بڑھ جاتا اور کوئی مجھ سے بازی نہ لے جاسکتا۔(۱)

وفات: یزید بن عبدالملک کے عہد میں یہ ذوق پورا ہوا اور ۱۰۳ھ میں وفات پائی، وفات کے دن روزے سے تھے۔(۲)

۲۰-داؤد بن دینار

نام ونسب: داؤد نام، ابوبکر کنیت، طہمان القسیری کے غلام تھے، اصل وطن سرخس تھا لیکن بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

فضل وکمال: داؤد کا پیشہ خیاطی تھا(۳) لیکن یہ پیشہ انھیں تحصیل علم اور کسب کمال سے نہ روک سکا، انھوں نے خیاطی کے ساتھ ساتھ قرآن، حدیث اور فقہ میں اتنا کمال حاصل کر لیا کہ حافظ ذہبی انھیں امام حافظ اور مفتی لکھتے ہیں۔(۴)

تعلیم قرآن: قرآن کے ساتھ انھیں خاص شغف تھا، اس شغف کا باعث ایک خاص واقعہ ہوا جو خود انھیں کی زبان میں یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ طاعون میں مبتلا ہوا، بیہوشی کی حالت میں مجھے نظر آیا کہ میرے پاس دو آدمی آئے ہیں، ان میں سے ایک نے میری زبان کی جڑ کو اور دوسرے نے میرے تلوے کو دبا کر ایک دوسرے سے پوچھا کیا چیز معلوم ہوتی ہے، دوسرے نے جواب دیا تسبیح تکبیر اور کچھ مسجد کی طرف چلنا اور تھوڑی سی قرآن کی قرأت، میں نے اس وقت تک قرآن حاصل نہ کیا تھا بیماری سے اٹھنے کے بعد ہمہ تن تعلیم قرآن کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس کو حاصل کر لیا۔(۵)

حدیث: حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: کان ثقة کثیر

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۶۲ (۲) ایضاً۔ (۳) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۰۴ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۱ (۵) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحدیث (۱) حافظ ذہبی امام حافظ اور ثبت لکھتے ہیں (۲) حدیث میں انھوں نے ابوالعالیہ، سعید بن مسیب، ابوعثمان نہدی، شعبی، عکرمہ، عرزہ بن عبدالرحمٰن، محمد بن سیرین، ابوالزبیر، مکحول شامی وغیرہ سے سماع کیا تھا اور شعبہ، ثوری، مسلمہ بن علقمہ، ابن جریج، حماد، وہیب بن خالد، عبدالوارث ابن سعید، عبدالاعلیٰ ابن الاعلیٰ، یحیٰ القطان، یزید بن زریع اور یزید بن ہارون وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔(۳)

ان کی مرویات کی تعداد دوسو تک پہنچتی ہے،(۴) کیفیت کے اعتبار سے ان کی مرویات کے متعلق ائمہ فن کی یہ رائے تھی، امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ ''وہ ثقہ ہیں، ایک مرتبہ کسی نے داؤد کے بارے میں آپ سے پوچھا، آپ نے فرمایا داؤد جیسے شخص کے متعلق بھی پوچھنے کی ضرورت ہے،(۵) ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ متقنین فی الروایہ میں تھے،(۶) عجلی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ، جیدالاسناد اور رفیع تھے (۷) ان کی روایات صحاح کی تمام کتابوں میں ہیں۔

فقہ: ان کے تفقہ کے لیے یہ سند کافی ہے کہ بصرہ جیسے علمی مرکز کے مفتی تھے۔(۸)

قوت استدلال: اس علم کے ساتھ ان کا دماغ نہایت عقلی تھا، قوتِ استدلال ایسی زبردست تھی کہ بڑے سے بڑے معترضین کو دو جملوں میں خاموش کر دیتے تھے، ایک مرتبہ شام گئے وہاں غیلان قدری سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا میں آپ سے چند مسائل پوچھنا چاہتا ہوں، آپ نے جواب دیا تم پچاس مسائل پوچھ سکتے ہو لیکن مجھے دو سوالوں کی اجازت دو، غیلان نے کہا، فرمایئے، آپ نے سوال کیا، خدا نے انسان کو سب سے افضل کون سی شے عطا کی ہے؟ غیلان نے کہا عقل، فرمایا اچھا بتاؤ عقل اختیاری شے ہے کہ جس کا دل چاہے

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۰ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۱ (۳) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۰۴
(۴) تہذیب الکمال ص ۱۱۱ (۵) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۰۴ (۶) ایضاً (۷) ایضاً (۸) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے اور جس کا دل چاہے نہ لے، یا خدا کی جانب سے تقسیم ہوتی ہے؟ غیلان ان چند جملوں کو سن کر خاموشی سے چلا گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا، اس وقت داؤد نے کہا عقل ہی کی طرح خدا نے ایمان ومذہب ہر شے تقسیم فرمائی ہے، خدا ہی کی قوت اصل ہے،(۱) (اور جب تمام امور خدا کی طرف سے ہوئے تو پھر قدر کہاں رہ گیا)

عمل: اس علم کے ساتھ داؤد نے عمل کی دولت سے بھی وافر حصہ پایا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ راس فی العلم والعمل تھے،(۲) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ صالح آدمی تھے،(۳) راستہ چلتے بھی خدا کا ذکر جاری رہتا تھا،(۴) چالیس سال تک مسلسل روزے رکھے اور لوگوں کو خبر تک نہ ہونے پائی، صبح کو گھر سے کھانا لے کر دوکان چلے جاتے تھے اور راستہ میں اس کو خیرات کر دیتے تھے اور شام کو گھر واپس ہو کر افطار کرتے تھے۔(۵)

وفات: ۱۳۹ھ میں حج سے واپسی میں راستہ میں وفات پائی۔(۶)

۲۱- ربیع بن خثیم

نام ونسب: ربیع نام، ابو یزید کنیت، نسباً قبیلہ ثعلبہ کی ایک شاخ ثور سے تھے، نسب نامہ یہ ہے: ربیع بن خثیم بن عائذ بن عبداللہ بن منقذ بن ثور ثوری، ربیع ان تابعین میں ہیں، جنھوں نے رسالت کا مقدس دور پایا تھا لیکن شرف صحابیت سے محروم رہے، تاہم وہ اس عہد کے برکات سے مالا مال تھے اور عمل وعلم اور زہد وتقویٰ کے اعتبار سے ممتاز ترین تابعین میں ہیں۔

فضل وکمال: وہ صاحب علم تابعین میں تھے لیکن ان کے علم کی روشنی کو زہد وورع کے نور نے مدھم کر دیا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ علم سے زیادہ تقویٰ میں مشہور ہیں، ورنہ جہاں تک ان کے علمی کمالات کا تعلق ہے اس میں بھی وہ اپنے اقران میں ممتاز تھے، انھوں نے زمانہ ایسا

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۱ (۲) ایضاً (۳) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۰۴ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۲ (۵) ایضاً ص ۱۳۱ (۶) ایضاً وابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پایا تھا جب علمائے صحابہ کی بڑی جماعت موجود تھی، چنانچہ صحابہ میں انھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوایوب انصاریؓ سے فیض اٹھایا تھا،(۱) عبداللہ بن مسعودؓ سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ مستفید ہوئے تھے، ان کی بارگاہ میں ربیع کو اتنا تقرب حاصل تھا کہ جب وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو جب تک دونوں کی تنہائی کی صحبت ختم نہ ہو جاتی اور دونوں کی ضرورتیں پوری نہ ہو جاتیں، اس وقت تک کسی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ملتی، ابن مسعودؓ پر ان کے فضائل و کمالات کا اتنا اثر تھا کہ وہ ان سے فرمایا کرتے تھے کہ ابو یزید اگر تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو تم سے محبت فرماتے جب میں تم کو دیکھتا ہوں تو متواضعین یاد آتے ہیں۔(۲)

عبداللہ بن مسعودؓ کی صحبت وہ تھی جس نے معمولی معمولی انسانوں کو صیقل علم سے جلا دے کر چمکا دیا، ربیع تو فطرۃً نہایت صالح اور صاحب استعداد تھے، اس لیے وہ ابن مسعودؓ کے علمی برکات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوئے۔

قرآن: ربیع کو قرآن، حدیث، فقہ جملہ علوم میں درک حاصل تھا، عملی حیثیت سے قرآن کے ساتھ زیادہ شغف تھا، جس کا ذکر آئندہ آئے گا، قرآن کی تفسیر و تاویل و آیاتِ قرآنی سے استدلال کا بڑا ملکہ تھا، اپنی واعظانہ تقریروں میں وہ نہایت موزونیت سے آیاتِ قرآنی کو کھپاتے تھے، جس کا اندازہ ان کے مواعظ سے ہوتا ہے، ان کا وعظ عموماً یہ ہوتا تھا۔

اے خدا کے بندے! ہمیشہ بھلی بات کہا کر اور بھلائی پر عمل کیا کر، ہمیشہ بھلی خصلتوں پر رہا کر! اپنی مدت (حیات) کو زیادہ نہ سمجھ، اپنے قلب کو سخت نہ بنا اور ان لوگوں کا مصداق نہ بن جو کہتے ہیں ہم نے سنا، حالانکہ وہ نہیں سنتے۔

لَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَايَسْمَعُوْنَ (انفال-۳)	ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا حالاں کہ نہیں سنتے۔

(۱) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۲ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے خدا کے بندے! اگر تو اچھے کام کرتا ہے تو ایک کے بعد دوسرا برابر کیے جا، کیوں کہ عنقریب تجھے وہ دن پیش آنے والا ہے، جب تجھ کو یہ حسرت رہ جائے گی کہ کاش زیادہ اچھے کام کئے ہوتے، اگر تجھ سے کچھ برائیاں سرزد ہو چکی ہیں تو بھی اچھے کام کر کہ خدا فرماتا ہے:

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَالِكَ ذِكْرىٰ لِلذَّاكِرِيْنَ (ہود-۹)	بھلائیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں اور یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔

اے بندہ خدا! خدا نے اپنی کتاب میں جو علم تجھے عطا کیا ہے، اس پر اس کا شکر ادا کر اور جو اس نے تجھ کو نہیں دیا بلکہ اپنے لیے مخصوص رکھا ہے، اس کو اس کے جاننے والے کے سپرد کر اور بناوٹ نہ کر کیوں کہ خدا فرماتا ہے۔(۱)

قُلْ مَآ اَسْـئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَامِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِيْنَ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ۔ (ص-۵)	(اے پیغمبر) کہدے کہ میں اس پر تجھ سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور میں تکلیف کرنے والوں میں نہیں ہوں، قرآن دونوں عالموں کے لیے نصیحت ہے اور ایک وقت آئے گا جب تم کو اس کی حقیقت معلوم ہوگی۔

حدیث: حدیث میں انھیں حافظ ذہبی امام اور قدوہ لکھتے ہیں (۲) عبداللہ بن مسعودؓ، ابوایوب انصاریؓ، عمرو بن میمون اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا اور ابراہیم نخعی، امام شعبی، منذر ثوری، ہلال بن یساف اور بکر بن ماعز وغیرہ جیسے اکابر ان کے تلامذہ میں ہیں، (۳) معیار کے اعتبار سے ان کی روایات کا جو پایہ تھا اس کا اندازہ ان آراء

(۱) ابن سعد ج۶ ص ۱۲۸ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۰ (۳) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہوسکتا ہے، امام شعبی کہتے تھے کہ ربیع سچائی کا معدن ہیں، ابن معین کا قول تھا کہ ربیع جیسے شخص کے متعلق کچھ پوچھنے گچھنے کی ضرورت نہیں۔(۱)

فقہ: اگرچہ ربیع نے فقیہ کی حیثیت سے کوئی شہرت حاصل نہیں کی لیکن ان کے تفقہ کے لیے یہ سند کافی ہے کہ وہ فقیہ الامت عبداللہ بن مسعودؓ کے جن کے فتاویٰ پر عراقی فقہ کی بنیاد ہے، تربیت یافتہ اور خاص اصحاب میں تھے لیکن جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، ان کی ان حیثیتوں کو ان کے زہد وورع نے بالکل دبا دیا تھا۔

بنی ثور کی بعض خصوصیات: عموماً ہر خاندان میں کچھ نہ کچھ خصوصیات ایسی ہوتی ہیں جو کم و بیش اس کے تمام افراد میں پائی جاتی ہیں، کوئی خاندان علم وفن میں ممتاز ہوتا ہے، کوئی زہد وورع میں، کوئی اور کسی خاص وصف میں، ربیع کا خاندان یعنی بنی ثور عبادت وریاضت میں نمایاں اور ممتاز تھا، شبرمہ کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ میں بنی ثور سے زیادہ فقیہ اور عبادت گذار شیوخ اور کسی قبیلہ میں نہیں دیکھے، ابی بکر زبیدی اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ثوریوں اور عرنیوں سے زیادہ مسجد میں بیٹھنے والا کوئی خاندان نہیں دیکھا۔(۲)

زہد وورع: ربیع اسی عبادت گذار قبیلہ کے فرد تھے جو مذہبی اور روحانی کمالات میں سب سے زیادہ نمایاں اور ممتاز تھا، وہ نہ صرف اپنے قبیلہ بلکہ جماعتِ تابعین کے عابد ترین افراد میں تھے، ان کا شمار ان چند تابعین میں تھا جو زہد وورع کے لحاظ سے پوری جماعت میں ممتاز تھے۔(۳)

ان کے زہد وورع اور عبادت وریاضت پر تمام علما اور مصنفین کا اتفاق عام ہے، امام شعبی کا بیان ہے کہ ربیع اپنی جماعت میں سب سے زیادہ متورع تھے،(۴) ابی عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیع سے زیادہ لطیف العبادہ نہیں دیکھا(۵) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں

(۱) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۲ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۲ (۳) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۲ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۰ (۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ربیع کا زہد اوران کی عبادت اس قدر مشہور ہے کہ اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔(۱)

خشیت الٰہی: اعمال حسنہ کا اصل سرچشمہ خشیت الٰہی ہے، ربیع پر اتنی خشیت طاری رہتی تھی کہ روتے روتے داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی، عذاب دوزخ کا معمولی نمونہ دیکھ کر بیہوش ہو جاتے تھے، اعمش بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ربیع لوہار کی بھٹی کی طرف سے گذرے تو بھٹی دیکھ کر بے ہوش ہوگئے۔(۲)

شب بیداری: ان کی عبادت کا خاص وقت شب کی تاریکی تھا، ساری رات عبادت کرتے تھے،(۳) پر موعظت آیات پڑھتے تھے اور شدتِ تاثر میں ان کو دہراتے دہراتے صبح کر دیتے، ان کے غلام نسیر بن ذعلوق بیان کرتے ہیں کہ ربیع رات کی تاریکی میں تہجد پڑھتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچتے

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔ (جاثیہ-۲)	کیا جنھوں نے برائیاں کی ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کریں گے جنھوں نے اچھے اعمال کئے جن کی زندگی اور موت برابر ہے، وہ لوگ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

تو اس کو دہراتے دہراتے صبح کر دیتے تھے۔(۴)

جماعت کا اہتمام: نماز باجماعت کبھی ناغہ نہ ہوتی تھی، آخر عمر میں فالج کے اثر سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے لیکن اس وقت بھی نماز باجماعت قضا نہ ہوتی تھی، دوسروں کے سہارے یا گھسٹتے ہوئے مسجد پہنچتے تھے، ابوحیان اپنے والد کی زبان بیان کرتے ہیں کہ

(۱) تہذیب التہذیب ج۳ ص۲۴۲ (۲) ابن سعد ج۶ ص۱۳۱ (۳) تہذیب الکمال ص۱۱۵ (۴) ابن سعد ج۶ ص۲۳۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربیع فالج سے بالکل معذور ہو گئے تھے لیکن نماز کے لیے پیروں سے گھسٹتے ہوئے یا دوسروں کا سہارا لے کر مسجد میں آتے تھے، لوگ کہتے ابو یزید اس مجبوری کی حالت میں تو گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے، جواب دیتے "حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح" سننے کے بعد جہاں تک ہو سکے اس کا جواب دینا چاہیے، خواہ گھٹنے کے بل چلنا پڑے۔(۱)

جہاد لوجہ اللہ: اگرچہ ربیع ایک زاہد گوشہ نشیں تھے، اسی لیے وہ خلافت راشدہ کے دور میں موجود ہونے کے باوجود اس عہد کی عملی زندگی میں نہیں نظر آتے لیکن جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گوشۂ عزلت سے باہر نکل آتے تھے اور یہ جہاد اس قدر خالص اور لوجہ اللہ ہوتا تھا کہ مال غنیمت بھی اپنے تصرف میں نہ لاتے تھے، بلکہ جو کچھ ملتا تھا، اس کو خدا ہی کی راہ میں صرف کر دیتے تھے، عبد خیر بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جنگ میں ربیع کا رفیقِ جہاد تھا، اس میں انھیں غنیمت میں بہت سے غلام اور مویشی ملے، چند دنوں کے بعد مجھے ان کے پاس جانے کا اتفاق ہوا تو ان میں سے کوئی چیز نظر نہ آئی، میں نے پوچھا غلام اور مویشی کیا ہوئے؟ اس مرتبہ انھوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا، جب میں نے دوبارہ پوچھا تو فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (۲)

انفاق فی سبیل اللہ: انفاق فی سبیل اللہ ان کا خاص وصف تھا، آپ کو شیرینی مرغوب تھی، اس لیے جب کوئی سائل آتا تو اسے شکر دیتے، لوگ آپ سے کہتے کہ وہ شکر کیا کرے گا، اس کے لیے تو اس سے بہتر روٹی ہے، جواب دیتے خدا فرماتا ہے وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ۔ (۳)

حاجت مند، نادار اور مجنون پڑوسیوں کو اچھے اچھے کھانے پکوا کر کھلاتے تھے، منذر ثوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ربیع نے اپنے گھر والوں سے خبیص (ایک قسم کا کھانا) پکانے کو کہا، چونکہ وہ اپنے لیے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کرتے تھے، اس لیے ان کی بیوی

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۲ (۲) ایضاً ص ۱۳۳ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بڑے اہتمام سے خبیص تیار کیا، ان کے پڑوس میں ایک دیوانہ رہتا تھا، ربیع نے خبیص لے جاکر اپنے ہاتھ سے اس کو کھلایا، اس کے منہ سے لعاب بہتا جاتا تھا، جب کھلا کر گھر واپس آئے تو بیوی نے کہا، ہم نے زحمت اٹھا کر اتنے اہتمام سے پکایا اور تم نے لے جاکر ایک ایسے شخص کو کھلا دیا جو یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ اس نے کیا کھایا، آپ نے جواب دیا خدا تو جانتا ہے۔(۱)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کی زندگی کا اہم مشغلہ تھا، اگرچہ وہ نہایت خاموش اور عزلت نشین تھے لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے یہ عزلت نشینی اور خاموشی ٹوٹ جاتی تھی، آپ کے پاس جو شخص آتا اس سے فرماتے اچھی باتیں کہا کرو اور خود اچھی باتوں پر عمل کیا کرو، ہمیشہ بھلائی پر رہا کرو، جہاں تک ہو سکے نیک کاموں میں زیادتی کرو اور برے کاموں میں کمی، اپنے دلوں کو سخت نہ بنالو، تمہاری مدت زیادہ نہیں ہے، ان لوگوں میں نہ ہو جو زبان سے تو کہتے ہیں ہم سنتے ہیں لیکن حقیقۃً نہیں سنتے۔(۲)

جو شخص نصیحت کی درخواست کرتا اسے قرآنی احکام لکھوا دیتے، ایک شخص نے درخواست کی کہ کچھ وصیت فرمائیے، اس کی درخواست پر کاغذ منگا کر قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ سے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تک قرآن کی آیات لکھوا دیں، اس شخص نے کہا میں آپ کے پاس اس لیے آیا تھا کہ آپ مجھے وصیت کریں گے، فرمایا بس اسی پر عمل کرو۔(۳)

پندارِ تقویٰ سے احتراز: اس راہ کی سب سے کٹھن منزل پندارِ تقویٰ ہے، جس میں بڑے بڑے زاہدوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور عبائے زہد کا دامن پندار کے داغ سے داغدار بن جاتا ہے، ربیع کا یہ خاص کمال تھا کہ وہ تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے باوجود گنہگاروں کے لیے بھی اپنی زبان سے کوئی ناروا کلمہ نہ نکالتے تھے، نسر بن ذعلوق کا بیان ہے کہ کسی نے

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۱ (۲) ایضاً ص ۱۳۰ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربیع سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو برا نہیں کہتے، آپ نے جواب دیا خدا کی قسم مجھے خود اپنے نفس پر اطمینان نہیں ہے کہ دوسروں کو برا کہوں، لوگوں کا عجیب حال ہے کہ وہ دوسروں کے گناہوں پر تو خدا سے ڈرتے ہیں لیکن خود اپنے گناہوں کی جانب سے بے خوف ہیں۔(۱)

شدتِ احتیاط: ربیع کو اوامر و نواہی کی پابندی میں اتنا اہتمام تھا اور وہ چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں میں اتنی احتیاط برتتے تھے کہ ہر شخص کا ذہن بھی ان کی طرف منتقل نہیں ہوسکتا، بکر بن ماعز کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ربیع کی بچی نے ان سے کہا، ابا میں کھیلنے جاتی ہوں، فرمایا جاؤ، اچھی باتیں کہو، چھوٹی بچی اس کو کیا سمجھتی، وہ سر ہوگئی کہ میں کھیلنے جاتی ہوں، لوگوں نے ربیع سے کہا آپ اسے کھیل کے لیے کیوں نہیں جانے دیتے، فرمایا میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے آج کے نامۂ اعمال میں یہ لکھا جائے کہ میں نے کھیل کا حکم دیا،(۲) نردشیر کا کھیل لہو و لعب میں ہے اور اس کی ممانعت کی حیثیت بھی اسی حد تک ہے لیکن ربیع شدت احتیاط میں کہتے تھے کہ میں نردشیر کے پانسوں کو اپنے ہاتھوں سے الٹنے کے مقابلے میں سور کے گوشت کو اٹھالینا زیادہ پسند کرتا ہوں۔(۳)

انکسار و تواضع: ان کمالات پر انکسار و تواضع کا یہ حال تھا کہ پاخانہ تک اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے تھے، ایک شخص نے کہا، اس کام کے لیے دوسرے لوگ موجود ہیں، جواب دیا میں چاہتا ہوں کہ گھر کے کاروبار میں بھی حصہ لوں، ان کی خاکساری کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ تم کو دیکھ کر متواضعین کی یاد آجاتی ہے،(۴) کسی موقع پر بھی ان کی زبان سے برا کلمہ نہ نکلتا تھا، کسی سے تکلیف بھی پہنچتی تو اس کو دعا دیتے، ایک مرتبہ مسجد میں نمازیوں کا ہجوم زیادہ تھا، جب جماعت کھڑی ہونے لگی اور لوگ آگے بڑھے تو ایک شخص نے جو ربیع کے پیچھے تھا ان سے کہا آگے بڑھو لیکن کثرت اژدہام سے آگے راستہ نہ تھا، اس لیے ربیع آگے نہ بڑھ سکے، اس نے غصہ میں پیچھے سے ان کی گردن میں کونچا دیا، انھوں نے

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۹ (۲) ایضاً ص ۱۳۱ (۳) ایضاً ص ۱۳۲ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف اس قدر کہا، خدا تم پر رحم کرے، خدا تم پر رحم کرے، اس شخص نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو ربیع تھے، انھیں دیکھ کر وہ فرط ندامت سے رونے لگا۔(۱)

مجمعوں سے احتراز: ربیع نہایت تنہائی پسند تھے، نہ کہیں آتے جاتے تھے، نہ کسی مجمع میں بیٹھتے تھے، امام شعبی کا بیان ہے کہ ربیع جب سے سن شعور کو پہنچے، نہ کسی مجلس میں بیٹھے نہ کسی شاہراہ پر گئے، اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میں کسی مقام پر جاؤں اور وہاں کوئی ایسی چیز دیکھوں جس میں شہادت میں بلایا جاؤں اور شہادت نہ دے سکوں، یا کسی گرانبار آدمی کو دیکھوں اور اس کی مدد نہ کرسکوں یا مظلوم کو دیکھوں اور اس کی اعانت نہ کرسکوں۔(۲)

سکوت وخاموشی: وہ گھر میں بھی عموماً خاموش رہتے تھے، بہت کم باتیں کرتے تھے، فضول کلمہ تو زبان سے نکلتا ہی نہ تھا، ایک شخص کا جو آپ کی خدمت میں بیس سال تک رہا تھا، بیان ہے کہ میں نے بیس سال کی طویل مدت میں ان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں سنا جس پر نکتہ چینی کی جاسکے،(۳) اسی شخص کا بیان ہے کہ میں نے بیس سال کے عرصہ میں ربیع کو کلمۂ خیر کے علاوہ دوسرا کلمہ زبان سے نکالتے ہوئے نہیں دیکھا،(۴) ایک تیمی کا بیان ہے کہ میں دو سال تک ربیع کے پاس بیٹھا، اس دوران میں انھوں نے مجھ سے انسانوں کے دنیاوی حالات کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا، صرف ایک مرتبہ اتنا پوچھا کہ تمہاری ماں زندہ ہیں؟ اور تمہارے محلّہ میں کے مسجدیں ہیں؟(۵) وہ دوسروں کو بھی فضول گوئی سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ باتیں کم کیا کرو، اگر ہو سکے تو فضول باتوں کے بجائے سبحان اللہ، الحمدللہ، لاالٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا ورد کیا کرو، لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کی تلقین کیا کرو، بری باتوں سے روکا کرو، قرآن پڑھا کرو، خدا سے بھلائی کی درخواست کیا کرو اور

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۰ (۲) ایضاً ص ۱۲۷۔ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۸ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۵

(۵) ایضاً ص ۱۲۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شر سے پناہ مانگا کرو۔(۱)

دوسروں پر اخلاق کا اثر: ربیع گو خاموش اور عزلت نشین تھے لیکن پھول کی خوشبو اور آفتاب کی روشنی قید نہیں کی جاسکتی، اس لیے ان کی گوشہ گیری کے باوجود ان کی نکہتِ اخلاق ہر طرف پھیل گئی اور ہر شخص ان کے اخلاقی فضائل سے متاثر ہو گیا، شفیق روایت کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے چند اصحاب کے ساتھ ربیع کی ملاقات کو گئے، ایک شخص نے راستہ میں پوچھا کہاں جاتے ہو، ہم نے کہا ربیع سے ملنے کے لیے، اس نے کہا تم لوگ ایسے شخص کے پاس جا رہے ہو کہ جب وہ کوئی بات کہتا ہے تو جھوٹ نہیں کہتا، جب وہ وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی نہیں کرتا، اگر اس کے پاس امانت رکھو تو اس میں خیانت نہیں کرتا۔(۲)

کسی انسان کی حقیقی عظمت اس کے معاصرین کا اعتراف ہے، ربیع کے معاصرین ان سے اتنا متاثر تھے کہ ان کے مقابلہ میں ذہنی بڑائی بھی اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہ کرتے تھے، ایک شخص نے ابووائل سے پوچھا کہ تم بڑے ہو، یا ربیع؟ انھوں نے جواب کہ سن میں ان سے بڑا ہوں لیکن وہ عقل میں مجھ سے بڑے ہیں۔(۳)

توکل علی اللہ: توکل اور اعتماد علی اللہ کے اصل معنی ہیں کوشش کر کے کسی کام کی کامیابی اور ناکامیابی کو خدا کے حوالہ کر دینا لیکن توکل کا ایک درجہ اس سے بھی بلند ہے جو صرف خاصان خدا کا حصہ ہے، وہ یہ کہ دنیاوی وسائل ہی نہ اختیار کیے جائیں اور اس کو بھی خدا کے حوالہ کر دیا جائے، ربیع اسی درجہ قصوی پر فائز تھے کہ وہ موت وزیست کے سوال کے موقع پر بھی دنیاوی وسائل نہ اختیار کرتے تھے، فالج جیسے موذی اور زندہ در گور کر دینے والے مرض میں مبتلا تھے لیکن کسی طرح علاج نہیں کرتے تھے، لوگ ان سے کہتے، کاش آپ علاج کرتے فرماتے، عاد وثمود اور اصحاب راس سب گزر گئے، ان کے درمیان بہت سے قرن تھے، اور ان میں علاج کرنے والے بھی موجود تھے لیکن نہ تو علاج کرنے والے ہی باقی رہ گئے اور نہ

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۹ (۲) ایضاً ص ۱۲۸۔ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاج کرانے والے، سب مٹ گئے۔(۱)

وفات: اس توکل کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر فالج نے مرض الموت کی شکل اختیار کرلی، دم آخر انھوں نے لوگوں کے روبرو یہ اعترافات کیے کہ میں اپنے نفس پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں، وہ اپنے نیک بندوں کی شہادت، انھیں بدلہ دینے اور ثواب دینے کے لیے کافی ہے، میں خدا کی ربوبیت، دین اسلام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت اور قرآن کی امامت سے راضی ہوں اور اپنی ذات اور اس شخص سے جو میری اطاعت کرے، اس بات پر راضی ہوں کہ ہم سب عابدین کے زمرہ میں خدا کی عبادت کریں اور حمد کرنے والوں میں اس کی حمد کریں اور مسلمانوں کی خیرخواہی کریں (۲) ان وصیتوں کے بعد واصل بحق ہوئے، یہ کوفہ پر عبیداللہ ابن زیاد کی ولادت کا زمانہ تھا۔(۳)

۲۲- ربیعہ فروخ الملقب بہ رائے

نام ونسب: ربیعہ نام، ابوعثمان کنیت، "رائے" لقب، باپ کا نام فروخ اور کنیت ابوعبدالرحمن تھی، فروخ قبیلہ بنی تمیم بن جرہ کے غلام تھے، اس غلام کے گھر میں ربیعہ پیدا ہوئے جو آگے چل کر اقلیم علم کے تاجدار بنے۔

فضل وکمال: فضل وکمال کے اعتبار سے، ربیعہ ائمہ تابعین میں تھے، ان کی علمی جلالت تمام علما ومحدثین میں مسلم تھی، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ربیع کی توثیق جلالت اور علمی اور عقلی عظمت پر تمام علما اور محدثین کا اتفاق ہے، (۴) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ امام تھے، فقیہ تھے، مجتہد تھے اور رائے میں انھیں خاص بصیرت تھی، اس لیے ربیعۃ الرائے کہلاتے تھے۔(۵) خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ تھے اور فقہ وحدیث کے حافظ تھے۔(۶)

---

(۱) ابن سعد ج۶ ص۱۳۴ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) تہذیب التہذیب ج اول ق اول ص۱۵۹ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۱۴۱ (۶) تاریخ خطیب ج۸ ص۴۲۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدائش وتعلیم: ربیعہ کے ابتدائی اور تعلیمی حالات نہایت سبق آموز اور دلچسپ ہیں، ابھی وہ شکم مادر میں تھے ان کے والد فروخ کو خراسان کی مہم میں چلا جانا پڑا اور کچھ ایسے اتفاقات پیش آتے گئے کہ وہ کامل ستائیس برس تک وطن نہ آسکے، ربیعہ کی ماں نہایت عاقلہ اور عاقبت اندیش خاتون تھیں، ربیعہ کی پیدائش کے بعد ان کی تعلیم وتربیت کا بڑا خیال رکھا، چنانچہ شوہر کی عدم موجودگی میں انھوں نے پوری توجہ سے لڑکے کی تعلیم وتربیت دلائی اور شوہر کا کل اندوختہ جس کی تعداد تیس ہزار اشرفی تھی، ربیعہ کی تعلیم پر صرف کر دیا، ربیعہ خود نہایت ذہین، طباع اور شائق تھے، اس لیے انھوں نے بہت جلد تعلیم حاصل کر لی اور آغاز شباب ہی میں وہ جملہ علوم میں کامل ہو گئے، چھبیس ستائیس سال کی عمر میں ان کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا اور ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی۔

ستائیس سال کے بعد ان کے والد گھر واپس آئے، گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا، باپ بیٹے دونوں ایک دوسرے سے ناواقف تھے، ربیعہ باہر نکلے تو دروازہ پر ایک اجنبی کو دیکھ کر سخت برہم ہوئے اور کہا دشمنِ خدا تو میرے گھر پر حملہ کرتا ہے، فروخ نے جواب دیا، دشمنِ خدا تو میرے حرم میں گھسا ہوا ہے، دونوں میں یہاں تک گفتگو بڑھی کہ باہم دست وگریباں ہو گئے، یہ شور ہنگامہ سن کر پاس پڑوس کے آدمی جمع ہو گئے، یہاں آکر دیکھا تو دونوں آدمی گتھے ہوئے تھے، ربیعہ، فروخ سے لپٹے ہوئے کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم تجھ کو حاکم شہر کے پاس لے جائے بغیر نہ چھوڑوں گا، فروخ کی زبان پر بھی یہی کلمات تھے، اتنے میں حضرت انس بن مالکؓ پہنچ گئے اور فروخ سے کہا، بڑے میاں آپ کسی دوسرے گھر میں ٹھہر جایئے، اس وقت فروخ نے اپنا تعارف کرایا کہ میں بنی فلاں کا غلام ہوں، میرا نام فروخ ہے اور یہ میرا گھر ہے، ان کی آواز سن کر ان کی بیوی گھر سے نکل آئیں اور انھیں پہچان کر بیٹے سے کہا کہ یہ تمہارے باپ ہیں اور شوہر کو بتایا کہ یہ تمہارا فرزند ہے، جسے تم حمل کی حالت میں چھوڑ گئے تھے، یہ پردہ اٹھنے کے بعد دونوں باپ بیٹے گلے مل کر خوب روئے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر میں داخل ہونے کے بعد فروخ نے بیوی سے اندوختہ کے متعلق پوچھا اور کہا میرے پاس چار ہزار دینار اور ہیں، بیوی کل روپیے بیٹے کی تعلیم میں صرف کر چکی تھیں، جواب دیا ابھی ایسی جلدی کیا ہے، روپیہ حفاظت سے دفن ہے، اطمینان سے نکالوں گی، اس وقت ربیعہ کی ذات طالبانِ علم کا مرجع بن چکی تھی، مسجد نبویؐ میں ان کا حلقہ درس قائم تھا، جس میں مدینہ کے بڑے بڑے ارباب علم، عمائد اور اشراف شریک ہوتے تھے، ربیعہ معمول کے مطابق وقت پر مسجد چلے گئے، ان کی ماں نے درس کا وقت پہچان کر شوہر سے کہا ذرا مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھ آؤ، فروخ مسجد گئے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگوں کا ہجوم لگا ہوا ہے، امام مالک، حسن بن زید، ابن ابو علی لہبی اور مساحقی وغیرہ مدینہ کے شرفا اور اکابر حلقۂ درس میں شریک ہیں، فروخ یہ ہجوم دیکھ کر قریب چلے گئے، لوگوں نے راستہ دے دیا، ربیعہ نے درس میں خلل پڑنے کے خیال سے سر جھکا لیا، فروخ نے لوگوں سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں، انھوں نے بتایا، ربیع بن ابی عبدالرحمٰن، فروخ یہ سن کر وفور مسرت میں بول اٹھے، خدا نے میرے لڑکے کو یہ رتبہ عطا کیا اور گھر جا کر بیوی سے کہا میں نے تمہارے لڑکے کو ایسے رتبہ پر دیکھا کہ اس سے قبل کسی صاحب علم فقیہ کو نہ دیکھا تھا، شوہر کی زبان سے یہ اعتراف سننے کے بعد بیوی نے کہا، اب بتاؤ کیا چاہتے ہو، بیٹے کی یہ عظمت وشان یا تیس ہزار اشرفیاں؟ فروخ نے جواب دیا، خدا کی قسم لڑکے کی عظمت وشان بیوی نے کہا تو پھر تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے تمہاری کل دولت اس کی تعلیم میں صرف کر دی، فروخ نے کہا خدا کی قسم ٹھکانے لگی۔ (۱)

حدیث: ربیعہ کی شہرت زیادہ تر ان کے فقہی کمال کی وجہ سے ہے لیکن وہ حدیث کے بھی ممتاز حفاظ میں تھے، ان کے حفظِ حدیث پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، علامہ ابن سعد انھیں ثقہ اور کثیر الحدیث، (۲) خطیب بغدادی حافظ فقہ وحدیث، (۳) اور حافظ ذہبی امام اور حافظ

(۱) تاریخ خطیب ج ۸ ص ۴۲۱ و ۴۲۲ (۲) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۵۸ بحوالہ ابن سعد (۳) تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۲۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث لکھتے ہیں،(۱) ان کی حدیث دانی ان کے معاصرین میں مسلم تھی، ایک مرتبہ عبدالعزیز بن ابی سلمہ عراق گئے، عراقیوں نے ان سے کہا کہ ربیعہ ''رائے'' کی حدیثیں سنی ہیں، انھوں نے کہا تم لوگ ان کو ''ربیعہ رائے'' کہتے ہو، خدا کی قسم میں نے ان سے زیادہ کسی کو سنت پر حاوی نہیں دیکھا۔(۲)

حدیث میں ان کے درجہ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ یحییٰ بن سعید جوان کے تلمیذ رشید تھے، ان کی زندگی ہی میں صاحب درس ''محدث'' بن گئے تھے اور ربیعہ کی عدم موجودگی میں حدیث کا درس دیتے تھے۔(۳)

صحابہ میں ربیعہ نے انسؓ بن مالک اور سائب بنؓ یزید اور تابعین میں محمد بن یحییٰ بن حبان، ابن مسیّب، قاسم بن محمد، ابن ابی لیلیٰ، اعرج، مکحول، حنظلہ بن قیس اور عبداللہ بن یزید وغیرہ جیسے محدثین سے استفادہ کیا تھا اور یحییٰ بن سعید ان کے بھائی عبدربہ، سلیمان التیمی، مالک، شعبہ دونوں سفیان، حماد بن سلمہ اور لیث وغیرہ اکابر محدثین ان کے تلامذہ میں تھے۔(۴)

فقہ: لیکن ربیعہ کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس میں وہ امامت واجتہاد کا درجہ رکھتے تھے، اور اپنے تمام معاصرین پر فائق تھے، ان کے فقہی کمالات میں ان کی فطری استعداد کو بہت بڑا دخل ہے، وہ نہایت ذہین اور طباع تھے، یحییٰ بن سعید کہتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ زیرک نہیں دیکھا، دوسری روایت میں ہے کہ میں نے ان سے زیادہ صحیح عقل والا نہیں دیکھا۔(۵)

اس ذہانت وذکاوت نے ان میں اجتہاد، استنباط اور تفریع مسائل کا خاص ملکہ پیدا کر دیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ربیعہ امام، حافظ فقیہ اور مجتہد تھے، رائے میں انھیں اتنی

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۴۱ (۲) تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۲۴ (۳) تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۲۳ (۴) تہذیب التہذیب ۳ ص ۲۵۸ (۵) تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۲۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بصیرت حاصل تھی کہ ''رائے'' ان کا لقب ہو گیا تھا۔(۱)

اس فقہی کمال کی وجہ سے وہ مدینۃ العلم مدینہ کی مسند افتا پر فائز ہو گئے، کـــان صاحب الفتویٰ بالمدینۃ (۲) عباسی حکومت کے قیام کے بعد سفاح عباسی نے ان کو بلا کر عہدۂ قضا پر ممتاز کیا، امام مالک ان کے تلامذۂ خاص میں تھے، ربیعہ کی موت کے بعد ان کی زبان پر یہ حسرت کلمہ تھا کہ ''ربیعہ کے بعد فقہ کا مزا جاتا رہا۔'' (۳) امام ابوحنیفہ جو فقہ، رائے اور قیاس کے امام اعظم ہیں، ربیعہ کی خدمت میں استفادہ کے لیے آتے تھے اور ان کے اقوال و آراء کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ (۴)

فتاویٰ میں احتیاط: لیکن اس قوتِ اجتہاد اور رائے اور قیاس میں اس ملکہ کے باوجود وہ اس قدر محتاط تھے کہ مسائل میں اپنی رائے اور قیاس کو کم دخل دیتے تھے اور بغیر سند کے جواب دینا سخت ناپسند کرتے تھے، عبدالعزیز بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیعہ کے مرض الموت میں ان سے کہا کہ ہم لوگوں نے آپ ہی سے فیض پایا ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ ایسے مسائل پوچھتے ہیں جس کے بارے میں ہمارے پاس کوئی سند نہیں ہوتی اور ہم کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں ہماری رائے ان کی رائے سے بہتر ہوگی، ایسی حالت میں کیا ہم اپنی رائے سے فتویٰ دیا کریں؟ یہ سن کر ربیعہ سہارا لے کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا عبدالعزیز تم پر افسوس ہے، کسی مسئلہ میں بغیر علم کے جواب دینے سے یہ بہتر ہے کہ تم جاہل مر جاؤ، اس جملہ کو تین مرتبہ دہرایا۔ (۵)

حلقۂ درس: ربیعہ کی ذات مرجع خلائق تھی، ان کا حلقۂ درس نہایت وسیع تھا، اس میں مدینہ کے تمام بڑے بڑے علما، عمائد اور شرفا شریک ہوتے تھے، امام مالک، یحیٰی انصاری، امام اوزاعی اور شعبہ وغیرہ ائمہ اسی حلقۂ درس کے فیض یافتہ تھے، خطیب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۴۱ (۲) تاریخ خطیب ج ۸ ص ۴۲۱ (۳) تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۲۶ (۴) ایضاً ص ۴۲۲ (۵) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۵۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار کیا گیا تو چالیس بڑے بڑے عمامہ پوش ان کے حلقۂ درس میں تھے۔(۱)

تلامذہ: ربیعہ کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، ممتاز تلامذہ میں امام مالک، یحییٰ انصاری، سفیان ثوری، شعبہ، لیث، اوزاعی، ابن عیینہ، سلیمان بن ہلال وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ عام تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے۔(۲)

ربیعہ کے معاصرین کا اعتراف: ربیعہ کے تمام معاصرین میں ان کی علمی فضیلت مسلم تھی، عبیداللہ بن عمر کہتے تھے کہ ربیعہ ہماری مشکلات کے عقدہ کشا، ہمارے عالم اور ہم سب میں افضل تھے،(۳) معاذ بن معاذ کا بیان ہے کہ سوار بن عبداللہ کہتے تھے کہ میں نے کسی کو ربیعہ رائے سے بڑا عالم نہیں دیکھا، میں نے ان سے پوچھا حسن اور ابن سیرین کو بھی نہیں؟ انھوں نے کہا حسن اور ابن سیرین کو بھی نہیں،(۴) یحییٰ بن سعید انصاری اگرچہ ربیعہ کے خوشہ چینوں میں تھے لیکن عمر میں ان کے برابر تھے اور صاحب درس وافتا تھے لیکن ربیعہ کی موجودگی میں درس نہیں دیتے تھے۔(۵)

معاصرین تو پھر بھی برابر کے لوگ تھے، ربیعہ کے شیوخ تک ان کی وسعتِ علم کے قائل تھے، چنانچہ قاسم بن محمد سے جو ان کے شیوخ میں ہیں، جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اگر قرآن وحدیث میں اس کا جواب مل جاتا تو وہ خود بتا دیتے، ورنہ سائل کو ربیعہ کے پاس بھیجدیتے۔(۶)

زہد وعبادت: اس علم کے ساتھ وہ بڑے عابد وزاہد تھے، ابن زید کا بیان ہے کہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن ایک مدت دراز تک عبادت گذار رہے، رات ودن نمازیں پڑھتے تھے لیکن پھر جب انھوں نے علمی مجلسوں میں شرکت شروع کی اس وقت ان کا یہ رنگ قائم نہ رہ سکا۔(۷)

بے نیازی: ربیعہ زرومال کی جانب سے بڑے بے نیاز تھے، سلاطین اور خلفا تک کا

(۱) تہذیب التہذیب ج۳ص ۲۵۸ (۲) تاریخ خطیب ج۸ص ۴۲۳ (۳) تاریخ خطیب ج۸ص ۴۲۳

(۴) ایضاً (۵) ایضاً (۶) ایضاً (۷) ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احسان اٹھانا پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ سفاح عباسی کے پاس غالباً عہدۂ قضا کے سلسلہ میں ابنار گئے، سفاح نے بطور نذر ایک رقم پیش کی، ربیعہ نے اسے قبول نہ کیا، ان کے انکار پر سفاح نے لونڈی کی خریداری کے نام سے پانچ ہزار کی رقم دینی چاہی، انھوں نے اسے بھی نہیں لیا۔(۱)

فیاضی: لیکن اپنے مال میں بڑے فیاض وسیر چشم تھے اوران کا مال دوسروں کے لیے وقف تھا، ابن زید کا بیان ہے کہ مدینہ میں ربیعہ سے زیادہ دوستوں، دوست کے لڑکوں اور عام سائلین کے لیے اپنے مال میں فیاض نہ تھا۔(۲)

گویائی کا لطیفہ: ربیعہ بڑے گویا اور لسان تھے، کہا کرتے تھے کہ خاموش آدمی خواب اور گونگے پن کی حالت میں ہوتا ہے، وہ ہر وقت باتیں کیا کرتے تھے، ایک دن حسب معمول اپنی مجلس میں باتوں کی پھلجھڑی چھوڑ رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور دیر تک خاموشی کے ساتھ ان گل فشانیوں کو سنتا رہا، ربیعہ سمجھے کہ وہ ان کی باتوں سے مسحور ہو رہا ہے، اعراب کی فصاحت و بلاغت مشہور و مسلم ہے، ربیعہ نے غالباً داد لینے کے لیے اس سے سوال کی کہ تم لوگوں کے نزدیک بلاغت کی کیا تعریف ہے، اس نے جواب دیا ''ادائے معنی کے ساتھ الفاظ میں اختصار'' ربیعہ نے پھر پوچھا اور عجز بیان کسے کہتے ہیں، اعرابی نے جواب دیا ''جس میں تم مبتلا ہو'' یہ پرلطف جواب سن کر ربیعہ سخت شرمندہ ہوئے۔(۳)

وفات: ربیعہ کے سنہ وفات اور جائے وفات دونوں کے بارے میں دو بیانات ہیں، سنہ کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ ۱۳۰ھ یا ۱۳۶ھ میں وفات پائی، جائے وفات کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ ایک بیان کے مطابق انبار میں اور دوسرے بیان کے مطابق مدینۃ الرسول میں انتقال کیا، ۱۳۶ھ والی روایت زیادہ مستند ہے۔(۴)

---

(۱) تاریخ خطیب ج ۸ ص ۴۲۵ (۲) تاریخ خطیب ج ۸ ص ۴۲۴ (۳) ابن خلکان ج اول ص ۱۸۳ (۴) تاریخ خطیب ج ۸ ص ۴۲۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۳-رجاء بن حَیوَہ

نام ونسب: رجاء نام، ابونصر کنیت، نسب نامہ یہ ہے: رجاء بن حیوۃ بن جردل بن الاحنف ابن السمط بن امرؤالقیس بن عمرو الکندی اردنی رجاء کے دادا جردل صحابی تھے۔

فضل وکمال: فضل وکمال کے اعتبار سے رجاء شام کے اکابر علما میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، کان ثقۃ عالما فاضلا کثیر العلم، (۱) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت اوران کی شخصی اور علمی فضیلت پر سب کا اتفاق ہے۔(۲)

حدیث: وہ حدیث اور فقہ دونوں میں یکساں کمال رکھتے تھے، حافظ ذہبی انھیں امام اور شیخ اہل الشام لکھتے ہیں،(۳) مطرالوراق کہتے تھے کہ رجاء بن حیوۃ سے افضل شامی اوران سے زیادہ روایات میں رفقہ شخص ہمیں نہیں ملا۔(۴)

عبداللہ بنؓ عمرو بن العاص، عدی بن عمیرہ، عبادہ بنؓ صامت، عبدالرحمٰن بن غنم ، معاویہ، نواس بن سمعان، ابودردا، ابوسعید خدریؓ، ابوامامہ، مسور بن مخرمہ، قبیصہ بن ذویب، ابوصالح السمان اور دراد کاتب وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا اور عدی بن عدی، ابن عجلان، ثور بن یزید، ابن عون، مطرالوراق، زہری، محمد بن حجادہ اور حمید الطّویل وغیرہ آپ کے زمرۂ تلامذہ میں ہیں۔(۵)

روایت میں الفاظ کی پابندی: روایت حدیث میں محتاط تھے، حدیثوں کو الفاظ کی پابندی کے ساتھ روایت کرتے تھے۔(۶)

فقہ: حدیث سے زیادہ فقہ میں ان کو دستگاہ تھی، مطرالوراق کہتے تھے کہ میں نے کسی شامی کو

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۶۱ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۹۰ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۵
(۴) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۶۵ (۵) ایضاً ص ۲۶۵ (۶) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۶۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا(۱)، ابن حبان انھیں فقہائے شام میں لکھتے ہیں،(۲) ان کے تفقہ کی ایک سند یہ بھی ہے کہ وہ منصب قضا پر ممتاز تھے۔(۳)

علما میں رجاء کا درجہ: اپنے ہم عصر علما میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، اس عہد کے تمام علما ان کے کمالاتِ علمی کے معترف تھے، مکحول جو شام کے بڑے نامور عالم تھے، ان کو اپنا شیخ، اپنا آقا اور سارے اہل شام کا سردار کہتے تھے(۴) ان کی موجودگی میں مکحول خود کسی مسئلہ کا جواب نہ دیتے تھے، موسیٰ بن یسار کا بیان ہے کہ ایک شخص نے مکحول سے مسجد میں کوئی مسئلہ پوچھا، انھوں نے اس سے کہا ہمارے شیخ اور ہمارے سردار رجاء بن حیٰوۃ سے پوچھو،(۵) ابن عون کہتے تھے کہ رجاء کا مثل شام میں نہیں دیکھا، ابن سیرین کا مثل عراق میں اور قاسم کا مثل حجاز میں نہیں دیکھا۔(۶)

زہد و عبادت: اس علم کے ساتھ وہ بڑے عابد و زاہد تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ شام کے عبادت گذار اور زاہد لوگوں میں تھے،(۷) ان کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے مسلمہ بن عبدالملک کہتا تھا کہ کندہ کے تین آدمیوں کے طفیل میں خدا پانی برساتا ہے اور دشمنوں پر مدد دیتا ہے، ان میں سے ایک رجاء ہیں۔(۸)

امرا سے استغنا: اس زہد و تقویٰ کی وجہ سے وہ امرا اور سلاطین سے ہمیشہ بے نیاز رہے، اور کسی کے آستانہ پر حاضری نہیں دی، ایک مرتبہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ حاکم وقت کے پاس کیوں نہیں جاتے، جواب دیا میرے لیے اس رب العالمین کی ذات کافی ہے، جس کے لیے میں نے ان کو چھوڑا ہے۔(۹)

ایک اہم کارنامہ: ان کا سب سے اہم کارنامہ اور سب سے بڑی مذہبی خدمت یہ ہے کہ

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۵ (۲) تہذیب التہذیب ج اول ص ۲۶۶ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۹۰ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۹۰ (۵) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۶۵ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۵ (۷) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۶۶ (۸) تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۹۰ (۹) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہی نے سلیمان بن عبدالملک کو عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنانے کا مشورہ دیا تھا(۱) اس لیے الداعی الی الخیر کفاعلہ کے مطابق وہ بھی اس کار خیر میں شریک ہیں۔

وفات: ۱۱۲ھ میں وفات پائی۔(۲)

حلیہ: آخر عمر میں سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے، سر میں خضاب لگاتے تھے اور داڑھی کو نورانی چھوڑ دیا تھا۔

۲۴- زر بن حبیش

نام ونسب: زر نام، ابو مریم کنیت، نسباً اسدی تھے، نسب نامہ یہ ہے: زر بن حبیش بن حباشہ ابن اوس بن بلال اسدی۔

فضل وکمال: زر مخضرمی تھے، یعنی انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا تھا اس لیے ان کو کبار صحابہ کی صحبت کا موقعہ ملا، ان کے فیض نے انھیں جلیل القدر تابعی بنا دیا، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ کبار تابعین میں تھے، ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے(۳) حافظ ذہبی ان کو امام اور قدوۃ لکھتے ہیں۔(۴)

قرآن: قرآن کے ممتاز قاری اور عالم تھے، حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کان عالما بالقرآن قارئا فاضلا (۵) قرآن کا درس بھی دیتے تھے، عاصم بن بہدلہ انہی کے حلقۂ درس کے فیض یافتہ تھے۔(۶)

حدیث: حدیث کے بڑے حافظ تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة کثیر الحدیث (۷) حافظ ذہبی ائمہ حفاظ میں لکھتے ہیں، حدیث میں انھوں نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، ابوذرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عباس بن مطلبؓ، سعید بن زیدؓ،

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۵ (۲) ایضاً (۳) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۹۷ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۹ (۵) استیعاب ج اول ص ۲۱۲ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج ۶ ص ۷۱ (۷) ابن سعد ج ۶ ص ۷۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حذیفہ بن یمانؓ، ابی بن کعبؓ وغیرہ جیسے اکابر صحابہ سے روایتیں کی ہیں۔

ابراہیم نخعی، عاصم بن مہدلہ، منہال بن عمرو، عیسیٰ بن عاصم، عدی بن ثابت، امام شعبی، زبید الیامی اور ابو اسحاق شیبانی وغیرہ آپ کے خوشہ چینوں میں تھے۔(۱)

ادب: مذہبی علوم کے علاوہ زر عربی زبان کے بھی بڑے فاضل تھے، اس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے بزرگ ان سے استفادہ کرتے تھے۔(۲)

اختلاف رائے کے ساتھ اتحاد عمل: ان لوگوں کے لیے جن کی زبانیں ادنیٰ ادنیٰ اختلاف پر آپس میں تیر ونشتر چلاتی ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جنگ وجدال کی نوبت آجاتی ہے، ان بزرگوں کا یہ نمونہ قابل تقلید ہے کہ اختلاف مسلک کے باوجود بشرطے کہ اس کا تعلق اصول اسلام سے نہ ہوتا تو سب وشتم کجا اس کا اثر ان کے تعلقات تک پر نہ پڑتا اور ایک دوسرے کے احترام میں سرمو فرق نہ آنے دیتے، زر علوی تھے اور ایک دوسرے تابعی ابووائل عثمانی دونوں ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے اور باہم اس اختلاف مسلک کا تذکرہ تک نہ کرتے تھے، دونوں ایک ہی مسجد میں نماز پڑھتے تھے، ابووائل زر کا بڑا احترام کرتے تھے۔(۳)

توہین مذہب پر غیظ وغضب: لیکن اگر کسی چیز میں کسی دینی شعار کی توہین کا ادنیٰ شائبہ بھی نکلتا تو یہ مصالحت اور درگذر غیظ وغضب میں بدل جاتا تھا ایک مرتبہ زر اذان دے رہے تھے، ایک انصاری کا ادھر سے گذر ہوا، اس نے کہا ابومریم میں تم کو اس سے بالاتر سمجھتا تھا، اذان کی یہ توہین سن کر انھوں نے کہا جب تک میں زندہ رہوں گا تم سے ایک لفظ نہ بولوں گا۔(۴)

وفات: زر نے بڑی طویل عمر پائی، آخر عمر میں اعضا میں رعشہ پیدا ہوگیا تھا، باختلاف روایت ۸۱ھ یا ۸۲ھ یا ۸۳ھ میں وفات پائی،(۵) وفات کے وقت ۱۲۲ سال کی عمر تھی۔

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۲۱ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۹ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۷۱ (۴) تہذیب ج ۳ ص ۳۲۲ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۷۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵- زید بن اسلم

نام ونسب: زید نام، ابو اسامہ کنیت، حضرت عمرؓ کی غلامی کا شرف رکھتے تھے۔

فضل وکمال: زید اس بزرگ اور محترم ہستی کے غلام تھے جس کے ادنیٰ صحبت یافتہ علم وعمل کے پیکر بن گئے، زید تو خاص غلاموں میں تھے، انھوں نے آقا سے زیادہ آقازادہ یعنی حضرت عبداللہؓ کے سرچشمۂ علم سے فیض حاصل کیا، ان کے فیضِ صحبت نے زید کو دولتِ علم سے مالا مال کر دیا تھا اور ان کا شمار علمائے مدینہ میں ہونے لگا تھا، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں،

کان من اھل الفقه والعلم (۱)

تفسیر قرآن: زید کو قرآن، حدیث، فقہ، جملہ مذہبی علوم میں پورا درک تھا، وہ قرآن کی تفسیر کے بڑے عالم تھے، ابن حجر لکھتے ہیں، کان عالما بتفسیر القرآن۔ (۲)

حدیث: حدیث میں بھی ان کے علم کا دائرہ وسیع تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة کثیر الحدیث، (۳) صحابہ میں انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، انس بن مالکؓ، جابر بن عبداللہ، عائشہ صدیقہؓ، ربیعہ بن عباد وائلیؓ، سلمہ بن اکوعؓ اور تابعین میں ابوصالح السمان، عطا بن یسار، حمران علی بن حسین، بسر بن سعید، اعرج، عبدالرحمن بن وعلہ، عبدالرحمن بن سعید، قعقاع بن حکیم اور عیاض بن عبداللہ بن سعد وغیرہ سے سماع کیا تھا۔ (۴)

ان کے لڑکے عبداللہ، عبدالرحمن اور اسامہ، مالک بن انس، ابن عجلان، ابن جریج، سلیمان ابن ہلال، حفص بن میسرہ، داؤد بن قیس الفراء، ایوب سختیانی، جریر بن حازم، عبیداللہ بن عمر، ابن اسحاق، محمد بن جعفر بن ابی کثیر وغیرہ ان کے تلامذہ میں تھے۔ (۵)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۶ (۲) ایضاً (۳) ایضاً بحوالہ ابن سعد (۴) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۵ و تہذیب الاسماء۔ (۵) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ: فقہ میں خصوصیت کے ساتھ زیادہ درک تھا، حافظ ذہبی، امام نووی، حافظ ابن حجر سب ان کو بالاتفاق فقیہ مدینہ لکھتے ہیں۔(۱)

حلقۂ درس: مسجد نبویؐ میں زید کا حلقۂ درس تھا، جس میں بڑے بڑے فقہا اور اکابر مدینہ شریک ہوتے تھے، اعرج کا جو اس حلقہ کے ایک رکن تھے، بیان ہے کہ زید بن اسلم کے حلقۂ درس میں چالیس بڑے بڑے فقہا شریک ہوتے تھے، ان میں باہم اتنی ہمدردی تھی کہ ہر شخص کا مال دوسرے کی ضرورت کے لیے وقف تھا، اس درس میں ایسی حدیثوں پر بحث ومباحثہ میں وقت ضائع نہیں کیا جاتا تھا جس میں کوئی افادی پہلو نہ ہو۔(۲)

امام زین العابدین اپنے خاندانی حلقہ کو چھوڑ کر اس حلقہ میں شریک ہوتے تھے، نافع بن جبیر نے ان پر اعتراض کیا کہ آپ اپنی خاندانی مجلس کو چھوڑ کر ابن خطابؓ کے غلام کے درس میں شریک ہوتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا آدمی اسی مجلس میں شریک ہوتا ہے جس سے اس کے دین کو کوئی فائدہ پہنچتا ہو۔(۳)

وقار وہیبت: زید اگرچہ غلام تھے لیکن ان کی علمی جلالت کی وجہ سے سب پر ان کی ہیبت چھائی رہتی تھی، مالک بن عجلان بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر کسی کا اتنا رعب نہ تھا جس قدر زید بن اسلم کا، ہیبت سے لوگوں کو سوال کرنے اور پوچھنے تک کی ہمت نہ پڑتی تھی، جب ان کا دل چاہتا خود سے حدیثیں بیان کرتے، جب خاموش ہو جاتے تو پھر کسی کو سوال کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔(۴)

محبوبیت: اس ہیبت کے ساتھ ان کو بڑی محبوبیت اور مقبولیت حاصل تھی، وہ لوگوں کے محبوب القلوب تھے، ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میرے والد کبھی کبھی مجھ کو اپنے کسی ہم جلیس کے پاس کام سے بھیجتے تھے، یہ میرا سر چومتے اور سہلا کر کہتے خدا کی قسم

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۸ وتہذیب التہذیب حوالہ مذکورہ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۰۰ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۱۹ (۴) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے والد مجھے میری اولاد اور میرے گھر والوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں، اگر خدا ان دونوں میں سے کسی ایک کو اٹھانا چاہے اور ہم کو انتخاب کا اختیار دے تو ہم زید کی زندگی اور سلامتی کے مقابلہ میں اپنی اولاد اور اپنے اہل وعیال کا اٹھ جانا پسند کریں گے۔(۱)

ابوحازم دعا کیا کرتے تھے کہ خدایا مجھے زید کی موت کا دن نہ دکھانا، ان کے سوا میری ذات اور میرے مذہب کے لیے کوئی پسندیدہ اور نفع بخش باقی نہیں رہا ہے۔(۲)

اخلاق: علمی کمالات کے ساتھ زید اخلاقی فضائل سے بھی آراستہ تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ صالح تابعی تھے،(۳) ان کو ایک نظر دیکھ لینے سے عبادت کی قوت پیدا ہوتی تھی، ابوحازم کہتے تھے، خدایا تو خوب جانتا ہے کہ میں زید کو اس لیے دیکھتا ہوں کہ ان کو دیکھنے سے تیری عبادت کی طاقت آتی ہے، جب ان کی نظر کا یہ اثر ہے تو ان سے ملاقات اور گفتگو کا کیا اثر ہوگا۔(۴)

وفات: ۱۳۲ھ میں انتقال کیا۔

۲۶- سالم بن عبداللہ

نام ونسب: سالم نام، ابوعمر کنیت، حضرت عمرؓ کے نامور فرزند، حضرت عبداللہؓ کے خلف الصدق تھے، دادھیال کی طرح ان کا نانہال بھی روشن وتاباں تھا، حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں یزدگرد شاہنشاہ ایران کی جولڑکیاں گرفتار ہوئی تھیں، ان میں سے ایک عبداللہ کو دی گئی تھی، سالم اسی کے بطن سے تھے، اس طرح ان کی رگوں میں ایران کے شاہی خاندان کا خون بھی شامل تھا۔(۵)

فضل وکمال: سالم کے والد حضرت عبداللہؓ ان بزرگوں میں تھے جو علم وعمل کا پیکر اور زہد

(۱) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۶ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۸ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۰۰ (۴) ایضاً (۵) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۳۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وورع کی تصویر تھے، ان کی تعلیم وتربیت نے انھیں بھی اپنا مثنیٰ بنادیا تھا، ارباب سیر کا متفقہ بیان ہے کہ عمرؓ کی تمام اولادوں میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ عبداللہ تھے اور عبداللہ کی اولادوں میں ان کے مشابہ سالم تھے،(۱) اس طرح سالم گویا عمرؓ فاروق کا نقشِ ثانی تھے۔

ان کا شمار مدینہ کے ان تابعین میں تھا جو اقلیم علم وعمل دونوں کے فرماں روا تھے، علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ سالم فقیہ، حجت اور ان مخصوص علما میں تھے، جن کی ذات علم وعمل دونوں کی جامع تھی، (۲) امام نووی لکھتے ہیں کہ سالم کی امامت، جلالت، زہد وورع اور علوے مرتبت پر سب کا اتفاق ہے۔(۳)

تفسیر: تفسیر، حدیث، فقہ جملہ فنون میں ان کو یکساں درک تھا لیکن شدتِ احتیاط کی وجہ سے قرآن کی تفسیر نہ بیان کرتے تھے۔(۴) اسی لیے مفسر کی حیثیت سے انھوں نے کوئی خاص شہرت نہیں حاصل کی۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ حدیث کے رکنِ اعظم تھے، سالم نے زیادہ تر انہی کے خرمن سے خوشہ چینی کی تھی، ان کے علاوہ اکابر صحابہ میں ابوہریرہؓ، ابوایوبؓ انصاری اور عائشہ صدیقہؓ وغیرہ سے بھی استفادہ کیا تھا(۵) ان بزرگوں کے فیض سے ان کا دامنِ علم نہایت وسیع ہو گیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ سالم ثقہ، کثیر الحدیث اور عالی مرتبہ لوگوں میں تھے۔(۶)

تلامذہ: حدیث میں عمرو بن دینار، امام زہری، موسیٰ بن عقبہ، حمید الطّویل، صالح بن کیسان عبیداللہ بن عمرو بن حفص، ابوواقد لیثی، عاصم بن عبداللہ، عبداللہ بن ابی بکر اور ابوقلابہ جرمی جیسے اکابر محدثین ان کے تلامذہ میں تھے۔(۷)

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۵ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۷ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۷ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۸ (۵) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۳۷ (۶) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۸

(۷) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۳۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ: سالم کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس میں وہ امامت کا درجہ رکھتے تھے، بعض ائمہ جن میں ایک ابن مبارک بھی ہیں ان کو مدینہ کے مشہور سات فقہا میں شمار کرتے تھے، (۱) گو ساتویں فقیہ کی تعیین میں اختلاف ہے، مختلف اشخاص نے اپنی اپنی نظر و بصیرت کے مطابق مختلف نام لیے ہیں لیکن بہر حال اس زمرہ میں سالم کا نام بھی لیا جاتا ہے، ان کے فقہی کمالات کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ مدینہ کی صاحب افتا جماعت کے وہ ممتاز رکن تھے۔ (۲)

زہد و تقویٰ: سالم علم کے ساتھ عمل کے بھی اسی درجہ پر تھے، امام مالک فرماتے تھے کہ سالم کے زمانہ میں ان سے زیادہ زہد و ورع میں سلف صالحین سے مشابہ کوئی نہ تھا، (۳) امام نووی اور حافظ ذہبی وغیرہ جملہ ارباب سیر ان کے زہد و ورع پر متفق البیان ہیں۔

صحت عقیدہ: عقائد میں وہ سلف صالحین کے سادہ اور بے آمیز عقیدہ کے پابند تھے اور بعد میں جو نکتہ آفرینیاں ہوئیں، انھیں سخت ناپسند کرتے تھے، چنانچہ قدریوں پر جو قدر کی بنا پر خیر و شر کا عقیدہ رکھتے ہیں لعنت بھیجتے تھے۔ (۴)

شدت احتیاط: وہ ہر چیز میں انتہائی احتیاط برتتے تھے، جس بات میں جھوٹ کا خفیف سا شائبہ بھی نکلتا اسے پسند نہ کرتے تھے، اس زمانہ میں ایک کپڑا ''ست گزا'' مشہور تھا جو سات گز سے کچھ کم ہوتا تھا لیکن عرف عام میں وہ ''ست گزا'' ہی کہلاتا تھا، مروان بن جبیر بزاز اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سالم کپڑا خریدنے کے لیے آئے میں نے ان کے سامنے ''ست گزا'' پھیلا دیا، وہ سات گز سے کچھ کم تھا، فرمایا تم نے تو سات گز کہا تھا، میں نے کہا ہم لوگ اسی کو ''ست گزا'' کہتے ہیں، فرمایا جھوٹ ایسا ہی ہوتا ہے۔ (۵)

خون مسلم کی حرمت: آپ کے نزدیک مسلمان کا خون اتنا محترم تھا کہ مجرم مسلمان پر بھی

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۰۱ (۲) اعلام الموقعین ج اول ص ۲۵ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۷ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۸ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ نہ اٹھاتے تھے، ایک مرتبہ حجاج نے آپ کو ایک ایسے شخص کے قتل کا حکم دیا جو حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے معاونین میں تھا، آپ تلوار لے کر مجرم کی طرف بڑھے اور پاس جا کر اس سے پوچھا تم مسلمان ہو، اس نے کہا ہاں، مسلمان ہوں لیکن آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، اسے پورا کیجیے، آپ نے پوچھا تم نے آج صبح کی نماز پڑھی ہے اس نے کہا ہاں پڑھی ہے، یہ سن کر سالم لوٹ گئے اور حجاج کے سامنے تلوار پھینک کر کہا یہ شخص مسلمان ہے، آج صبح تک اس نے نماز پڑھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ خدا کے حفظ وامان میں آ گیا، حجاج نے کہا ہم اس کو صبح کی نماز کے لیے تھوڑے ہی قتل کرتے ہیں بلکہ اس لیے قتل کرتے ہیں کہ وہ قاتلینِ عثمانؓ کے معاونوں میں ہے، فرمایا اس کے لیے اور لوگ موجود ہیں جو عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کے ہم سے زیادہ حق دار ہیں، سالم کے والد حضرت عبداللہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انھوں نے فرمایا سالم نے سمجھ داری کا کام کیا۔(۱)

امرا کی دولت سے بے نیازی: آپ غیر خدا کے سامنے کسی حاجت کو پیش کرنا پسند نہ کرتے اور امرا کی دولت اور ان کی داد و دہش سے اتنے بے نیاز تھے کہ ان کی درخواست پر بھی کبھی خواہش کا اظہار نہ کرتے تھے، ہشام بن عبدالملک آپ کو بہت مانتا تھا اور اتنا احترام کرتا تھا کہ آپ نہایت معمولی اور موٹے جھوٹے لباس میں بے محابا اس کے دربار میں چلے جاتے تھے اور وہ اسی لباس میں آپ کو تختِ شاہی پر ساتھ بٹھاتا تھا(۲) ایک مرتبہ وہ حج کے لیے آیا، خانۂ کعبہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی، ہشام نے آپ سے درخواست کی کہ آپ کی جو ضروریات ہوں انھیں بیان کیجیے، آپ نے فرمایا خدا کے گھر میں کسی غیر سے نہ مانگوں گا۔(۳)

پند و موعظت: آپ کی پند و موعظت نہایت موثر اور دل پذیر ہوتی تھی، ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے آپ کو لکھا کہ عمر بن الخطابؓ کے کچھ مسائل لکھ بھیجیے، آپ نے جواب میں لکھا

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۵ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۷ (۳) ابن خلکان ج اول ص ۱۹۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''عمران بادشاہوں کو یاد کرو جن کی وہ آنکھیں بے نور ہوگئیں جو لذت نظر سے کبھی سیر نہ ہوتی تھیں، وہ پیٹ پھٹ گئے جو ایوان نعمت سے کبھی آسودہ نہ ہوتے تھے، آج وہ زمین کے ٹیلوں کے نیچے مردار پڑے ہیں، اگر وہ ہماری آبادی سے قریب ہوتے تو ان کی عفونت سے ناک نہ دی جاتی۔''(۱)

باپ کی محبت: حضرت عبدؓاللہ اپنے والد بزرگوار حضرت عمرؓ کی طرح بال بچوں سے بہت کم دلچسپی رکھتے لیکن سالم کے ساتھ ان کے محاسن اور کمالات کی وجہ سے والہانہ شیفتگی تھی، چنانچہ سالم جب خاصے سن رسیدہ ہوگئے تھے، اس وقت بھی عبدؓاللہ انھیں چومتے تھے اور فرماتے تھے، تم لوگ تعجب نہیں کرتے کہ ایک بوڑھا ایک سن رسیدہ کو بوسہ دیتا ہے، ان کی اس غیر معتدل محبت پر لوگ ان پر نکتہ چینی کرتے تو جواب دیتے۔(۲)

يلومونني فی سالم والومهم ☆ وجلدة بين العين والانف سالم

''لوگ مجھے سالم کے معاملہ میں ملامت کرتے ہیں اور میں ان کو ملامت کرتا ہوں، سالم آنکھ اور ناک کے درمیانی چمڑے کی طرح عزیز ہیں۔''

وفات: ذی الحجہ ۱۰۶ھ میں مدینہ میں وفات پائی، ہشام بن عبدالملک نے جو حج سے فراغت کے بعد مدینہ آیا ہوا تھا، نماز جنازہ پڑھائی، جنازہ میں خلقت کا اتنا ہجوم تھا کہ بقیع کے میدان میں نماز پڑھائی گئی۔(۳)

حلیہ و لباس وغیرہ: سالم کی زندگی نہایت سادہ تھی، اس میں تکلف و تصنع کا گذر نہ تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ان کی زندگی نہایت خشک اور سادہ تھی، صوف کا لباس پہنتے تھے، پورے لباس کی قیمت دو درہم سے زیادہ نہ ہوتی تھی، غذا میں صرف روٹی اور روغن زیتون ہوتا تھا (۴) (فاروق اعظمؓ کی زندگی بھی یہی تھی) گوشت بہت کم کھاتے تھے اور لوگوں کو منع کرتے

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۱۹۸ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۷۷ وابن سعد ج ۵ ص ۱۴۵ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۸ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے کہ گوشت کم کھایا کرو اس میں شراب کی جیسی تیزی ہوتی ہے۔(۱)

لیکن اس غذا کے باوجود جسم نہایت تروشاداب تھا، ایک مرتبہ ہشام نے حج کے موقعہ پر جب کہ لباس میں صرف احرام ہوتا ہے، ان کے جسم کی تازگی دیکھ کر پوچھا ابو عمیر کیا کھاتے ہو؟ انھوں نے کہا روٹی اور روغن زیتون، اس نے کہا یہ غذا کیسے کھائی جاتی ہے؟ فرمایا اسے ڈھک کر رکھ دیتا ہوں، جب بھوک معلوم ہوتی ہے، اس وقت کھالیتا ہوں۔(۲)

اولاد: اپنے بعد کئی اولادیں یادگار چھوڑیں، عمر، ابوبکر، عبداللہ، عاصم، جعفر، عبدالعزیز، فاطمہ اور حفصہ۔

۲۷۔سعید بن جبیر

نام ونسب: سعید نام، ابو عبداللہ کنیت، بنی والبہ بن حارث اسدی کے غلام تھے، اس نسبت سے وہ والبی کہلاتے ہیں، ان کا شمار ان تابعین میں ہے، جو علم وعمل کے مجمع البحرین تھے۔

فضل وکمال: سعید کا آغاز اگرچہ غلامی سے ہوا لیکن آگے چل کر وہ اقلیم علم کے تاجدار بنے، حافظ ذہبی انھیں علمائے اعلام میں لکھتے ہیں(۳) امام نووی کا بیان ہے کہ سعید تابعین کے ائمہ کبار میں تھے، تفسیر، حدیث، فقہ، عبادت اور زہد وورع جملہ کمالات میں وہ کبار ائمہ اور سر کردہ تابعین میں تھے۔(۴)

تعلیم: سعید نے گو اس زمانہ میں ہوش سنبھالا، جب اکابر صحابہ کی بڑی تعداد اٹھ چکی تھی، پھر بھی باقیات صالحات میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوہریرہؓ، عائشہ صدیقہؓ اور انس بن مالکؓ وغیرہ علمائے صحابہ موجود تھے، سعید بن جبیر ان کے فیضان علم سے پورے طور سے مستفید ہوئے(۵) حبر الامت عبداللہ بن عباسؓ کے خرمنِ

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۱۹۸ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۸ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۵ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۱۶ (۵) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمال سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ خوشہ چینی کی تھی۔(۱)

عبداللہ بن عباسؓ کا حلقۂ درس اتنا وسیع اور جامع تھا کہ اس میں قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض، ادب وانشاء اور شعر وشاعری جملہ علوم وفنون کا دریا بہتا تھا۔(۲) سعید بن جبیر اس بحر بے کراں سے زیادہ سیراب ہوئے، وہ نہایت پابندی سے اس حلقہ میں شریک ہوتے تھے، ان کے تعلیم حاصل کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ باہر کے سائلین جو سوالات کرتے تھے اور جو مسائل پوچھتے تھے اور ابن عباسؓ ان کے جو جوابات دیتے تھے، سعید خاموشی کے ساتھ ان کو سنا کرتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی کچھ پوچھ لیتے تھے، ان سوالات میں حدیثیں بھی ہوتی تھیں اور فقہ کے مسائل بھی ہوتے تھے لیکن انھیں قلمبند کرنے کے بارے میں ابن عباسؓ کی ممانعت تھی، اس لیے کچھ دنوں تک ابن جبیر بغیر لکھے ہوئے زبانی یاد کرلیا کرتے تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پھر لکھنے کی اجازت مل گئی تھی، چنانچہ انھوں نے لکھنا شروع کردیا تھا بعض بعض دن اس کثرت سے مسائل پیش ہوتے تھے کہ لکھتے لکھتے ابن جبیر کی بیاض پُر ہوجاتی تھی اور انھیں کپڑوں اور ہتھیاروں پر لکھنے کی نوبت آجاتی تھی، کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا کہ کوئی سائل نہ آتا اس دن ایک حدیث بھی لکھنے کی نوبت نہ آتی تھی اور یوں ہی لوٹ آتے تھے۔(۳)

عبداللہ بن عباسؓ کے بعد انھوں نے ابن عمرؓ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا تھا، ان سے استفادہ کا سلسلہ ابن جبیر کے قیام کوفہ تک جب کہ وہ خود صاحب افتا ہوگئے تھے، قائم رہا، چنانچہ ان کا خود بیان ہے کہ جب کسی مسئلہ میں علمائے کوفہ میں اختلاف ہوتا تھا، تو میں اسے لکھ لیتا تھا اور ابن عمرؓ سے پوچھتا تھا۔(۴)

ان بزرگوں کے فیض نے انھیں قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ اور فرائض وغیرہ جملہ

---

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۴ (۲) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۳۸ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۹ (۴) ایضاً ص ۱۸۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہبی علوم کا دریا بنا دیا تھا۔(۱)

قرأت: قرآن کے نہایت اچھے قاری تھے، قرأت ترجیع کے ساتھ کرتے تھے لیکن گا کر قرآن پڑھنا سخت ناپسند کرتے تھے،(۲) تمام مشہور قرأتوں کے عالم تھے، اسماعیل بن عبدالملک کا بیان ہے کہ سعید بن جبیر رمضان میں ہماری امامت کرتے تھے، معمول تھا کہ ایک شب کو عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کے مطابق قرآن سناتے تھے، ایک شب کو زید بن ثابتؓ کی قرأت کے مطابق، اسی طریقہ سے وہ ہر شب کو باری باری سے تمام مشہور قاریوں کی قرأت سناتے تھے۔(۳)

تفسیر: قرأت اور تفسیر دونوں فنون کی تعلیم انھوں نے اس فن کے امام حضرت عبداللہ ابنؓ عباس سے حاصل کی تھی،(۴) آیات قرآن کی شانِ نزول اور ان کی تفسیر و تاویل پر پوری نظر تھی، جب ان کے سامنے قرآن کی کوئی آیت پڑھی جاتی تھی تو وہ اس کا پورا ماله وما علیه بتادیتے تھے، ابو یونس قزی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ سعید بن جبیر کے سامنے یہ آیت

الا المستضعفین مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ — مگر ناتواں مردوں، عورتوں اور لڑکوں میں سے۔

پڑھی تو انھوں نے کہا، اس میں جن کا تذکرہ ہے، وہ مکہ کے کچھ مظلوم تھے، میں نے کہا میں ایسے ہی لوگوں (یعنی حجاج کے ستم رسیدہ) کے پاس سے آرہا ہوں، سعید نے کہا بھتیجے ہم لوگوں نے اس کے خلاف بڑی کوشش کی لیکن کیا کیا جائے خدا کی مرضی یہی ہے۔(۵)

اعمش روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر اِنَّ ارضی واسعة کی تفسیر میں بیان کرتے تھے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب اس میں گناہ کیا جائے تو اس سے نکل جاؤ۔(۶)

تفسیر کا درس: ابن جبیر تفسیر کا درس بھی دیتے تھے، وقاء بن ایاس بیان کرتے ہیں کہ عزرہ

(۱) تہذیب اسماء ج اول ق اول ص ۲۱۶ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۱۔ (۳) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۵

(۴) ایضاً ص ۲۰۴۔ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۳ (۶) ایضاً ص ۱۸۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر کی کتاب (غالباً کاپی اور بیاض) اور دوات لے کر ابن جبیر کے پاس آتے جاتے تھے (۱) لیکن بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تفسیر کا قلم بند کرنا ناپسند کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے لیے آپ سے تفسیر قلم بند کرنے کی درخواست کی، آپ نے فرمایا تفسیر قلم بند کرنے کے مقابلہ میں مجھے یہ پسند ہے کہ میرا ایک پہلو مفلوج ہو جائے۔ (۲)

حدیث: حدیث کے اکابر حفاظ میں تھے، صحابہ میں انھوں نے ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیر، انس بن مالکؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابوہریرہؓ، ابومسعود بدریؓ، عائشہ صدیقہؓ اور عدی بنؓ حاتم وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا، (۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حلقۂ درس سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ مستفید ہوئے تھے، ان کی علمی استعداد کی وجہ سے عبداللہ بنؓ عباس ان پر بڑی شفقت کرتے تھے اور ان کی تعلیم میں خصوصیت برتتے تھے، ان کی خامیوں کو دور کرنے کے لیے کبھی کبھی وہ امتحاناً ان سے حدیثیں سنتے تھے، مجاہد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابن عباسؓ نے ابن جبیر سے کہا کہ حدیثیں سناؤ، انھوں نے عرض کیا آپ کی موجودگی میں حدیث سناؤں، ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ بھی خدا کی نعمت ہے کہ تم میرے سامنے حدیث بیان کرو، اگر صحیح بیان کرو گے تو فبہا اور اگر کہیں غلطی ہوگی تو میں اس کی تصحیح کر دوں گا۔ (۴)

بنی وداعہ کے موذن کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ ابن عباسؓ کے پاس گیا، وہ حریر کے گدے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور سعید ان کے پیروں کے پاس بیٹھے تھے، ابن عباسؓ ان سے کہہ رہے تھے کہ تم نے مجھ سے بہت سی حدیثیں حفظ کی ہیں دیکھوں ان کو کیسے روایت کرتے ہو؟ (۵)

ان کی اس توجہ نے ابن جبیر کو حفاظِ حدیث کا امام اور سرگروہ بنا دیا تھا، ان کی مرویات کا بڑا حصہ ابن عباسؓ کی احادیث پر مشتمل ہے، اس سے حدیث میں ان کے درجہ کا

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۶ (۲) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۵ (۳) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱۱ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۹ (۵) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندازہ ہو جاتا ہے۔

فقہ: فقہا کی جماعت میں بھی انھیں امتیازی درجہ حاصل تھا، (۱) اس فن کی تعلیم بھی انھوں نے ابن عباسؓ ہی سے حاصل کی تھی اور اس میں ان کو اتنا کمال حاصل تھا کہ مرکز فقہ کوفہ کے صاحبِ افتا تابعین میں ہو گئے تھے، (۲) کوفہ کے عہدۂ قضا پر بھی کچھ دنوں تک ممتاز رہے، پھر ابو بردہ ابن موسیٰ اشعری قاضی کوفہ کے مشیر ہو گئے تھے۔ (۳) مرکز علم و افتا مکہ میں جب آنا ہوتا تھا تو یہاں بھی افتا کا سلسلہ جاری رہتا تھا، (۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ان کے فتووں پر اتنا اعتماد تھا کہ اگر کوفہ کا کوئی آدمی آپ سے فتویٰ پوچھنے کے لیے آتا تو آپ اس سے فرماتے کیا سعید بن جبیر تمہارے یہاں نہیں ہیں؟ (۵) مسائلِ طلاق کے خصوصیت کے ساتھ بڑے عالم تھے، کان اعلم التابعین بالطلاق سعید بن جبیر۔ (۶)

فرائض: ریاضی کے بڑے ماہر تھے، اس لیے فرائض میں خاص ملکہ تھا، اکابر صحابہ فرائض کے سائلین کو ان کے پاس بھیجتے تھے، ایک مرتبہ ابن عمرؓ کے پاس فرائض کا ایک سائل آیا، آپ نے اس سے کہا ابن جبیر کے پاس جاؤ وہ مجھ سے زیادہ حساب جانتے ہیں، وہ تم کو وہی بتائیں گے جو فرض مقرر ہے، (۷) جب انھیں مدینہ جانے کا اتفاق ہوتا تھا تو علمائے مدینہ ان سے فرائض سیکھتے تھے، امام زین العابدین کا بیان ہے کہ سعید بن جبیر جب ہمارے یہاں سے گذرتے تھے تو ہم لوگ ان سے فرائض اور ان باتوں کو پوچھتے تھے جن سے خدا ہم کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ (۸)

جامعیت: غرض سعید بن جبیر کی ذات جملہ علوم وفنون کی جامع تھی، جو کمالات دوسرے علما میں فرداً فرداً تھے، وہ ان کی ذات میں تنہا مجتمع تھے، خصیف کا بیان ہے کہ مسائل طلاق

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۱۶ (۲) ایضاً (۳) اعلام الموقعین ج اول ص ۲۸ (۴) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۴ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۴ (۶) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۱۶ (۷) شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۰۸ (۸) ابن سعد ج ص ۱۸۰ (۹) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۰ ....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سب سے بڑے عالم سعید بن میسّب تھے، حج کے عطاء تھے، حلال وحرام کے طاؤس تھے اور تفسیر کے مجاہد تھے اور ان سب کی جامع سعید بن جبیر کی ذات تھی۔(۱)

وہ علم کا ایسا سرچشمہ تھے جس کی اس عہد کے تمام علما کو احتیاج تھی، میمون بن مہران کا بیان ہے کہ سعید نے ایسے وقت میں انتقال کیا کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہ تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ رہا ہو۔(۲)

اشاعتِ علم: علم وفن کا یہ ذخیرہ انھوں نے اپنی ذات تک محدود نہ رکھا، بلکہ جہاں تک ہوسکا اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچایا، آپ کے بعض کوتاہ نظر اصحاب آپ کو حدیث بیان کرنے پر ملامت کرتے تھے، آپ انھیں جواب دیتے تھے، مجھے تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے حدیث بیان کرنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اسے اپنی قبر میں ساتھ لے جاؤں۔(۳)

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، بعضوں کے نام یہ ہیں، آپ کے صاحبزادگان عبدالملک اور عبداللہ، یعلی بن حکیم، یعلیٰ بن مسلم، ابواسحٰق سبیعی، ابوالزبیر مکی، آدم بن سلیمان، اشعث بن ابی الشعثاء، ذر بن عبداللہ مرہبی، سالم الافطس سلمہ بن کہیل، طلحہ بن مصرف اور عطا بن سائب وغیرہ(۴)

ناقدروں سے بخل: لیکن یہ علمی فیاضی انہی لوگوں کے لیے تھی جو اس کے مرتبہ شناس اور قدرداں ہوتے تھے ورنہ نااہلوں سے وہ اسے چھپاتے تھے، محمد بن حبیب کا بیان ہے کہ سعید بن جبیر کے اصفہان کے قیام کے زمانہ میں جب لوگ ان سے حدیثیں پوچھتے تو وہ نہ بتاتے لیکن جب کوفہ آئے تو فیض جاری کردیا لوگوں نے پوچھا ابومحمد کیا بات ہے، اصفہان میں تو آپ حدیثیں نہیں بیان کرتے تھے اور کوفہ میں بیان کرتے ہیں؟ جواب دیا اپنی متاع

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۵ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۶ (۳) ایضاً ص ۱۸۰ (۴) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں پیش کرو جہاں اس کے قدر شناس ہوں (۱)

مذہبی کمالات: مذہبی کمالات میں بھی تابعین میں ابن جبیر کا درجہ نہایت بلند تھا، وہ عبادت و ریاضت اور زہد و ورع کا مجسم پیکر تھے۔

سوز قلب و خشیت الٰہی: ابن جبیر کا دل اتنا پر سوز تھا اور ان پر خشیت الٰہی کا اتنا غلبہ تھا کہ ہر وقت ان کی آنکھیں اشکبار رہتی تھیں، پردۂ شب کی تاریکی مین جو اُن کی عبادت اور راز و نیاز کا خاص وقت تھا، زار، زار روتے تھے، روتے روتے ان کی آنکھوں کی بینائی کم ہوگئی تھی اور ان سے پانی بہنے لگا تھا۔ (۲)

نماز میں تاثر اور خشوع: ان کی نماز تاثر اور خشوع و خضوع کی تصویر ہوتی تھی، کبھی کبھی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے، پُر موعظت آیات کو بار بار دہراتے تھے، سعید بن عبید کا بیان ہے کہ میں نے سعید بن جبیر کو امامت کی حالت میں اس آیت

اِذِ الْاَغْلَالُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ	جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے
وَالسَّلَاسِلُ یُسْحَبُوْنَ فِی	اور زنجیریں اور کھولتا ہوا پانی پینے کے لیے
الْحَمِیْمِ۔ (مومن-۸)	گھسیٹے جاتے ہوں گے۔

کو بار بار دہراتے سنا ہے، (۳) قسم بن ایوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کو یہ آیت:

وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی	اس دن سے ڈرو جس دن خدا کی طرف
اللّٰهِ۔ (بقرہ-۳۸)	لوٹائے جاؤ گے۔

بیس مرتبہ سے زیادہ دہراتے سنا ہے۔ (۴)

ذکر و شغل: صبح صادق سے لے کر نماز فجر تک ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے، اس وقت خدا کے ذکر کے علاوہ کسی سے نہ بولتے تھے۔ (۵)

---

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۴ (۲) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۵۰ تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۶ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۱ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۶ (۵) صفوۃ الصفوۃ ص ۱۵۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رمضان میں عبادت: رمضان میں ان کی عبادت بہت بڑھ جاتی تھی، مغرب سے عشا تک کا وقت جو عموماً روزہ داروں کے آرام وسکون کا وقت ہوتا ہے، تلاوتِ قرآن میں گزرتا تھا(۱) رمضان کے زمانہ میں کبھی کبھی ایک نشست میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے،(۲) اپنے قبیلہ کی مسجد میں اعتکاف کرتے تھے۔(۳)

حج: حجوں کی صحیح تعداد نہیں بتائی جاسکتی لیکن مختلف روایات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اکثر حج کرتے تھے اور وفورِ شوق میں کوفہ ہی سے احرام باندھ کر نکلتے تھے،(۴) مکہ کے قیام کے زمانہ میں طواف کبھی ناغہ نہ ہوتا تھا، گرفتاری کے زمانہ میں جس کے حالات بعد میں آئیں گے، پابجولان طواف کرتے تھے۔(۵)

تلاوتِ قرآن: تلاوتِ قرآن سے خاص شغف تھا، عموماً دوراتوں میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے، سفر اور بیماری کی حالت میں صرف اس معمول میں فرق آتا تھا۔(۶)

تحقیرِ نفس: اپنے نفس کو اس قدر حقیر سمجھتے تھے کہ گنہگاروں کو بھی ان کے گناہوں پر ٹوکتے ہوئے شرماتے تھے، فرماتے تھے کہ میں ایک شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھتا ہوں لیکن خود اپنا نفس اپنی نگاہ میں اتنا حقیر ہے کہ دوسرے کو ٹوکتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔(۷)

غیبت سے احتراز: غیبت کرنا اور غیبت سننا دونوں باتیں سخت ناپسند تھیں، مسلم البطین کا بیان ہے کہ سعید اپنے سامنے کسی کو کسی کی غیبت نہ کرنے دیتے تھے، غیبت کرنے والے سے فرماتے کہ جو کچھ تم کو کہنا ہے اس شخص کے منہ پر کہو۔(۸)

عبادت کے معنیٰ: عبادت آپ کے نزدیک محض روزہ نماز اور تسبیح وتہلیل کا نام نہ تھا، بلکہ اس کے ایک خاص معنی اور اس کا ایک جامع مفہوم تھا، آپ کے نزدیک اطاعت سب سے اہم عبادت تھی، فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کی اطاعت کرتا ہے وہ ذاکر ہے اور جو نافرمانی

(۱) ابن سعد ج۶ ص۱۸۱ (۲) ابن خلکان ج۱ ص۲۰۵ (۳) ابن سعد ج۶ ص۱۸۲ (۴) ایضاً ص۱۸۳
(۵) ایضاً ص۱۸۴ (۶) ایضاً ص۱۸۱ (۷) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص۱۵۱ (۸) ابن سعد ج۶ ص۱۸۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے وہ ذاکر نہیں ہے، خواہ وہ کتنی ہی تسبیح اور تلاوت قرآن کیوں نہ کرے، آپ سے کسی نے سوال کیا سب سے بڑا عبادت گذار کون ہے؟ فرمایا جو شخص گناہوں میں مبتلا ہو کر پھر اس سے تائب ہو گیا اور جب اس نے اپنے گناہوں کو یاد کیا تو اس کے مقابلہ میں اپنے اعمال کو بے حقیقت سمجھا۔(۱)

علمائے سوء کا خطرہ: امت مسلمہ کے لیے سب سے بڑا خطرہ علمائے سوء کو سمجھتے تھے، ہلال بن جناب نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا، لوگوں کی ہلاکت کہاں سے ہوگی؟ فرمایا ان کے علما کے ہاتھوں (۲)

سیر وسیاحت: سعید بن جبیر ایک زمانہ تک مدینہ میں رہے، پھر یہاں سے نکل کر عجم چلے گئے، کچھ دنوں عراق کے مختلف شہروں میں پھرتے رہے، پھر کوفہ میں سکونت اختیار کر لی،(۳) کوفہ کے زمانہ قیام میں کچھ دنوں عبداللہ بن عتبہ بن مسعود قاضی کوفہ کے کاتب اور کچھ دنوں ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری کے کاتب رہے۔(۴)

حجاج پر اثر: حجاج انھیں بہت مانتا تھا، ان کی بڑی عزت کرتا تھا اور انھیں جامع کوفہ کا امام مقرر کیا تھا اور کوفہ کے عہدۂ قضا پر بھی ممتاز کر دیا تھا لیکن پھر اہل کوفہ کے اس احتجاج پر کہ قاضی کسی عربی النسل کو ہونا چاہیے، ابن جبیر کو علاحدہ کر کے ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری کو ان کی جگہ مقرر کیا لیکن ان کو ہدایت کر دی کہ وہ بغیر ابن جبیر کے مشورہ کے کوئی کام نہ کیا کریں گے۔(۵)

حجاج کی مخالفت: لیکن ابن جبیر حجاج کی اس توجہ کے باوجود اس سے مطلق متاثر نہ تھے اور برابر دل میں اس کے مظالم کو برا سمجھتے رہے، چنانچہ جب ابن اشعث نے اس کے خلاف علمِ مخالفت بلند کیا تو ابن جبیر اس کے ساتھ ہو گئے۔

---

(۱) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۵۱ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۳ (۳) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۵ (۴) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۳ (۵) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبدالملک کے زمانہ میں سیستان کے فرماں روا رتبیل کی روش باغیانہ ہو چلی تھی اور وہ کبھی کبھی خراج روک لیتا تھا، اس لیے حجاج نے عبیداللہ بن ابی بکرہ کو اس کی تنبیہ پر مامور کیا، انھوں نے ۷۹ھ میں سیستان پر فوج کشی کی اور بہت دور تک آگے بڑھتے چلے گئے لیکن غلطی سے پیچھے کی حفاظت کا کوئی سامان نہ کیا، اس لیے رتبیل نے ہر طرف سے گھیر کر بڑی سخت شکست دی اور مسلمانوں کو بڑا مالی اور جانی نقصان اٹھا کر ناکام واپس آنا پڑا، حجاج کو اس شکست کا بڑا غم ہوا، اس نے دوبارہ محمد بن عبدالرحمٰن بن اشعث کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا اور سعید بن جبیر کو فوج کی تنخواہ تقسیم کرنے کی خدمت سپرد کی، ابن اشعث نے رتبیل کے حدودِ حکومت میں پہنچ کر بہت سے علاقوں کو فتح کرلیا اور مزید پیش قدمی ایک سال کے لیے روک کر حجاج کو اس کی اطلاع دیدی، حجاج رتبیل سے بہت برافروختہ تھا، اس لیے اس نے لکھا کہ یہ آرام کا موقع نہیں ہے میرا حکم پہنچتے ہی فوراً پیش قدمی شروع کردو اور اگر تم سے یہ کام نہیں ہوسکتا تو فوج کی کمان اپنے بھتیجے اسحاق کے سپرد کردو، ابن اشعث نے مصلحتاً پیش قدمی روکی تھی، اس لیے وہ اس حکم پر بگڑ گیا، اور رتبیل سے مصالحت کر کے حجاج کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا (۱) فوج تمام تر عراقی تھی جو حجاج کے مظالم سے پہلے سے برہم تھی اس لیے اس نے ابن اشعث کا پورا ساتھ دیا اور رفتہ رفتہ حجاج کی مخالفت نے عبدالملک کی مخالفت کی شکل اختیار کرلی، ابن جبیر نے بھی ابن اشعث کا ساتھ دیا اور ابن اشعث سیستان سے عراق پہنچا، حجاج بھی مقابلہ کے لیے نکلا دونوں میں مہینوں جنگ جاری رہی اور ابن اشعث نے عراق کے بڑے حصہ پر قبضہ کرلیا، اس مخالفت میں کوفہ کے بہت سے علما اور قراء بھی ابن اشعث کے ساتھ ہوگئے تھے، ابن جبیر اس جماعت کے سرگروہ تھے اور میدانِ جنگ میں لوگوں کو حجاج اور بنی امیہ کے خلاف یہ کہہ کر ابھارتے تھے کہ ان کی ظالمانہ حکومت ان کی بے دینی، خدا کے بندوں پر ان کے مظالم، نمازوں میں تاخیر اور مسلمانوں کی تذلیل و تحقیر پر ان کا مقابلہ کرو۔ (۲)

---

(۱) یہ واقعات ابن اثیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس جوش مخالفت میں بھی حق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا، ایک غلام زبیرقان اسدی کا آقا حجاج کے حامیوں میں تھا، غلام مذکور نے ابن جبیر سے پوچھا ایسی حالت میں کہ میرا آقا حجاج کے ساتھ ہے اگر میں ابن اشعث کے ساتھ ہو جاؤں اور لڑ کر جان دے دوں تو مجھ پر اس کا مواخذہ تو نہ ہوگا؟ ابن جبیر نے جواب دیا، تم مت لڑو اگر تمہارا آقا یہاں موجود ہوتا تو تم کو لے کر حجاج کی طرف سے لڑتا۔(۱)

شکست اور گرفتاری: اگرچہ ابتدا میں ابن اشعث کی قوت نہایت مضبوط تھی اور اس نے عراق کا بڑا حصہ فتح کر لیا تھا لیکن اس مخالفت میں اس نے حکومت کو بھی شامل کر لیا تھا، اس لیے زیادہ دنوں تک مقابلہ دشوار تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیر جماجم کے معرکہ میں اس کو نہایت فاش شکست ہوئی، اس کی قوت بالکل پاش پاش ہوگئی اور وہ شکست کھا کر سیستان بھاگ گیا۔

اس شکست کے بعد ابن جبیر مکہ چلے آئے، یہاں کے والی خالد بن عبداللہ قسری نے انھیں گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھجوادیا، وہ ان سے خار کھائے ہوئے تھا، اس لیے انھیں دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور دونوں میں حسب ذیل مکالمہ ہوا:

حجاج — تمہارا کیا نام ہے؟

ابن جبیر — سعید بن جبیر

حجاج — نہیں، بلکہ اس کے برعکس شقی بن کسیر

ابن جبیر — میری ماں تم سے زیادہ میرے نام سے واقف تھیں

حجاج — تمہاری ماں بھی بدبخت تھی اور تم بھی بدبخت ہو

ابن جبیر — غیب کا علم دوسری ذات کو ہے

حجاج — میں تمہاری دنیا کو دہکتی ہوئی آگ سے بدل دوں گا

ابن جبیر — اگر مجھ کو یہ یقین ہوتا کہ یہ تمہارے اختیار میں ہے تو میں تم کو معبود بنالیتا

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجاج — محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

ابن جبیر — وہ امام ہدیٰ اور نبی رحمت تھے

حجاج — علیؓ اور عثمانؓ کے بارے میں کیا رائے ہے؟ وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں

ابن جبیر — اگر میں وہاں گیا ہوتا اور وہاں کے رہنے والوں کو دیکھے ہوتا تو بتا سکتا تھا (غیب کے سوال کا میں کیا جواب دے سکتا ہوں)

حجاج — خلفا کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

ابن جبیر — میں ان کا وکیل نہیں ہوں

حجاج — ان میں سے تم کس کو زیادہ پسند کرتے ہو؟

ابن جبیر — جو میرے خالق کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ تھا

حجاج — خالق کے نزدیک کون سب سے زیادہ پسندیدہ تھا؟

ابن جبیر — اس کا علم اس ذات کو ہے جو بھیدوں اور ان کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے

حجاج — عبدالملک کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

ابن جبیر — تم ایسے شخص کے متعلق کیا پوچھتے ہو جس کے گناہوں میں سے ایک گناہ تمہارا وجود ہے

حجاج — تم ہنستے کیوں نہیں؟

ابن جبیر — وہ کس طرح ہنس سکتا ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور مٹی کو آگ کھا جاتی ہے

حجاج — پھر ہم لوگ تفریحی مشاغل سے کیوں ہنستے ہیں؟

ابن جبیر — سب کے دل یکساں نہیں ہوتے

حجاج — تم نے کبھی تفریح کا سامان دیکھا بھی ہے؟

یہ پوچھ کر حجاج نے عود اور بانسری بجانے کا حکم دیا، اس کا نغمہ سن کر ابن جبیر رو دیئے، حجاج نے کہا یہ رونے کا کیا موقع ہے؟ موسیقی تو ایک تفریحی چیز ہے، ابن جبیر نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب دیا نہیں وہ نالۂ غم ہے، بانسری کی پھونک نے مجھے وہ آنے والا بڑا دن یاد دلا دیا جس دن صور پھونکا جائے گا اور عود ایک کاٹے ہوئے درخت کی لکڑی ہے جو ممکن ہے ناحق کاٹی گئی ہو اور اس کے تار ان بکریوں کے پٹھوں کے ہیں جو ان کے ساتھ قیامت کے دن اٹھائی جائیں گی، یہ سن کر حجاج بولا، سعید تمہاری حالت بھی افسوس کے قابل ہے انھوں نے جواب دیا وہ شخص افسوس کے قابل نہیں ہے جو آگ سے نجات دے کر جنت میں داخل کیا گیا، اس گفتگو کے بعد پھر مکالمہ شروع ہو گیا۔

حجاج کیا میں نے تم کو کوفہ کا امام نہیں بنایا تھا؟

ابن جبیر ہاں بنایا تھا۔

حجاج کیا میں نے تم کو عہدۂ قضا پر نہیں ممتاز کیا اور جب کوفہ والوں نے تمہاری مخالفت کی کہ قاضی عربی النسل ہونا چاہیے تو میں نے ابو بردہ کو قاضی بنایا اور ان کو ہدایت کر دی کہ وہ بغیر تمہارے مشورہ کے کوئی کام نہ کریں۔

ابن جبیر یہ بھی صحیح ہے

حجاج کیا میں نے تم کو اپنا ندیم خاص نہیں بنایا؟ حالانکہ وہ سب سردارانِ عرب تھے

ابن جبیر ہاں یہ بھی درست ہے

حجاج کیا میں نے تم کو ایک لاکھ کی خطیر رقم حاجت مندوں میں تقسیم کرنے کے لیے نہیں دی اور پھر اس کا کوئی حساب کتاب نہیں ماں گا۔

ابن جبیر ہاں دی

حجاج ان احسانات کے بعد پھر تم کو کس چیز نے میری مخالفت پر آمادہ کیا؟

ابن جبیر میری گردن میں ابن اشعث کی بیعت کا طوق تھا

حجاج ایک دشمن خدا کی بیعت کا اتنا پاس تھا اور امیر المومنین کی بیعت اور خدا کا کوئی پاس نہ تھا، خدا کی قسم میں تم کو قتل کر کے واصل جہنم کئے بغیر اس جگہ سے نہ ہٹوں گا، بتاؤ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم کس طرح قتل کیا جانا پسند کرتے ہو؟

ابن جبیر   خدا کی قسم تم دنیا میں جس طرح مجھے قتل کرو گے، خدا تم کو آخرت میں اسی طرح قتل کرے گا

حجاج   کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو معاف کر دوں؟

ابن جبیر   اگر تم معاف کر دو گے تو وہ خدا کی جانب سے ہوگا (تمہارا احسان نہ ہوگا)

حجاج   تو میں تم کو قتل کر دوں گا

ابن جبیر   اللہ تعالیٰ نے میرا ایک وقت مقرر کر دیا ہے، اس وقت تک پہنچنا ضروری ہے، اس کے بعد اگر میرا وقت آ گیا ہے تو پھر وہ ایک فیصل شدہ امر ہے، اس سے مفر نہیں ہے اور اگر عافیت مقدر ہے تو وہ بھی خدا کے ہاتھ میں ہے۔

قتل کا حکم اور استقلال و استقامت: اس گفتگو کے بعد حجاج نے جلاد کو قتل کرنے کا حکم دیا یہ حکم سن کر حاضرین میں سے ایک شخص رونے لگا، ابن جبیر نے اس سے پوچھا تو روتے کیوں ہو؟ اس نے کہا، آپ کے قتل پر، فرمایا، اس کے لیے رونے کی ضرورت نہیں، یہ واقعہ تو خدا کے علم میں پہلے سے موجود تھا، پھر یہ آیت تلاوت کی:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَأَهَا۔	تم کو زمین اور اپنی جانوں میں جو مصیبتیں پہنچیں ان کو پیدا کرنے سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے۔

(حدید-۲۲)

مقتل میں جانے سے پہلے اپنے صاحبزادے کو دیکھنے کے لیے بلایا، وہ بھی آ کر رونے لگے، آپ نے ان سے فرمایا تم روتے کیوں ہو؟ ستاون سال کے بعد تمہارے باپ کی زندگی تھی ہی نہیں، پھر رونے کا کون سا مقام ہے؟

غرض نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ہنستے ہوئے مقتل کی طرف چلے، حجاج کو اطلاع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی گئی کہ اس وقت بھی ابن جبیر کے لبوں پر ہنسی ہے، اس نے واپس بلا کر پوچھا تم ہنس کس بات پر رہے تھے، فرمایا ”خدا کے مقابلہ میں تمہاری جرأتوں اور تمہارے مقابلہ میں اس کے حلم پر“۔

آخری مشاغل: یہ سن کر حجاج نے اپنے سامنے ہی قتل کا چمڑا بچھانے کا حکم دیا اور قتل کا اشارہ کیا، ابن جبیر نے کہا اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، حجاج نے کہا اگر مشرق کی سمت رخ کرو تو اجازت مل سکتی ہے، فرمایا کچھ ہرج نہیں اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پھر یہ آیت تلاوت کی:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ	میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً	طرف کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ	کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں نہیں
(سورہ انعام-۹)	ہوں۔

حجاج نے حکم دیا سر کے بل جھکا دو، یہ حکم سن کر ابن جبیر نے راہِ تسلیم و رضا میں خود سر کو خم کر دیا اور یہ آیت پڑھی:

مِنْهَا خَلَقْنَاکُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُکُمْ	اسی (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور
وَمِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً اُخْریٰ۔	اسی میں تم کو لوٹائیں گے پھر اسی میں سے
(سورہ طٰہٰ-۳)	تم کو دوبارہ نکالیں گے۔

اور کلمۂ شہادت پڑھ کر بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ ”خدایا میرے قتل کے بعد پھر اس کو (حجاج) کسی کے قتل پر قادر نہ کرنا“

شہادت: جلاد شمشیر برہنہ موجود تھا، حجاج کے حکم پر دفعۃً تلوار چمکی اور ایک کشتۂ حق کا سر زمین پر تڑپنے لگا، زمین پر گرنے کے بعد زبان سے آخری کلمہ لا الٰہ الا اللہ نکلا۔

ایک تعجب انگیز امر: اس سلسلہ میں یہ واقعہ لائق ذکر ہے کہ ابن جبیر کے جسم سے عام قتل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے والوں سے بہت زیادہ خون نکلا تھا، حجاج نے اطبا کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا کہ دوسرے مقتولوں کے جسم سے خون بہت کم نکلتا ہے اور ان کے جسم سے خون کے فوارے رواں تھے؟ اطبا نے جواب دیا کہ خون روح کے تابع ہے، جن لوگوں کو پہلے قتل کیا گیا ان کی روح قتل سے پہلے ہی اس کے حکم ہی سے تحلیل ہو چکی تھی اور ابن جبیر کی روح پر اس کا کوئی اثر نہ تھا،(۱) یہ واقعہ شعبان ۹۴ھ میں پیش آیا، اس وقت ابن جبیر کی عمر باختلاف روایت ۵۷ یا ۴۹ سال کی تھی۔

حسن بصری پر اثر: سعید بن جبیر کی شخصیت ایسی تھی کہ تمام اکابر تابعین اس واقعہ سے سخت متاثر ہوئے، حضرت حسن بصری نے فرمایا ''خدایا ثقیف کے فاسق (حجاج) سے اس کا انتقام لے، خدا کی قسم اگر سارے روئے زمین کے باشندے بھی ان کے قتل میں شریک ہوتے تو خدا ان سب کو منھ کے بل دوزخ میں جھونک دیتا۔(۲)

حلیہ: حلیہ یہ تھا، رنگ سیاہ، سر اور داڑھی دونوں سفید، خضاب لگانا پسند نہ کرتے تے، کسی نے وسمہ کے خضاب کے بارے میں پوچھا، فرمایا خدا تو بندہ کے چہرے کو نور سے روشن کرتا تھا اور بندہ اس کو سیاہی سے بجھا دیتا ہے۔(۳)

حجاج کا انجام: سعید کی بددعا بے اثر نہ رہی، ان کا خونِ ناحق رنگ لایا، چنانچہ ان کے مقتول ہونے کے بعد ہی حجاج سخت دماغی امراض اور توہم میں مبتلا ہو کر چند ہی دنوں کے بعد بستر مرگ پر لیٹ گیا، بیماری کی حالت میں اس کو بے ہوشی کے دورے ہوتے تھے، بیہوشی اور غنودگی کی حالت میں اسے نظر آتا تھا کہ ابن جبیر اپنے کپڑے سمیٹے ہوئے اس سے پوچھ رہے ہیں کہ دشمنِ خدا تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا؟ یہ خواب پریشان دیکھ کر وہ گھبرا کر

(۱) یہ تمام حالات ابن خلکان ج اول ص ۲۰۵ و ص ۲۰۶ وشذرات الذہب ج اول ص ۱۰۹ و ص ۱۱۰ اور ابن خلدون ج ۶ ص ۱۸۴ و ص ۱۸۵ کی مختلف روایات میں غیر مرتب طور سے ہیں، ہم نے انھیں سلسلہ وار کر دیا ہے (۲) ابن خلدون ج اول ص ۲۰۶ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُٹھ بیٹھتا تھا اور کہتا تھا مجھے سعید سے کیا واسطہ، اسی مجنونانہ حالت میں ۹۵ھ میں مر گیا، اس طرح ابن جبیر کے قتل کے بعد اسے دوسرے آدمیوں کے قتل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔(۱)

حجاج کی موت کے بعد اس کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا، پوچھا خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا، اس نے کہا ہر ہر مقتول کے بدلہ میں مجھے ایک ایک مرتبہ قتل کیا گیا اور ابن جبیر کے انتقام میں ستر مرتبہ۔(۲)

۲۸۔سعید بن مسیّب

نام ونسب: سعید نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے: سعید بن مسیّب بن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب قرشی مخزومی، ان کی ماں قبیلہ اسلم سے تھیں، نانہالی شجرہ یہ ہے، ام سعید بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن الاوقص اسلمی۔

ابن مسیّب بڑے جلیل القدر تابعی اور ان نفوسِ قدسیہ میں تھے جو اپنے علم وعمل کے اعتبار سے ساری دنیائے اسلام کے امام اور مقتدیٰ مانے جاتے تھے، ان کے والد مسیّب اور دادا حزن دونوں صحابی تھے، فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ناموں کو جن کے معنیٰ میں برائی کا پہلو نکلتا ہو پسند نہ فرماتے تھے، اس لیے حزن کا نام جس کے معنی غم کے ہیں بدل کر سہیل رکھنا چاہا لیکن حزن نے جن میں اس وقت تک قدامت پرستی کا جذبہ باقی تھا یہ عذر کیا کہ یا رسول اللہ یہ نام والدین کا رکھا ہوا ہے اور اس نام سے مشہور بھی ہو چکا ہوں، اس لیے اس کو نہ بدلیے، ان کے عذر پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنے دیا لیکن اس نام کی نحوست کا یہ اثر تھا کہ سعید بن مسیب کا بیان

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۶ (۲) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ہمارے گھر میں ہمیشہ غمگینی چھائی رہی۔(۱)

پیدائش: باختلاف روایت ۲ھ یا ۴ھ جلوس عمری میں سعید بن مسیّب پیدا ہوئے، ایک بیان یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات سے دو سال پہلے تولد ہوئے لیکن پہلی روایت زیادہ معتبر ہے۔(۲)

عہد معاویہ: ابن مسیّب خلافتِ راشدہ کے آخری دور میں بالکل کم سن تھے، اس لیے اس عہد کا ان کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں ہے، امیر معاویہ کے زمانہ میں بھی وہ عملی زندگی میں کہیں نظر نہیں آتے، بعض روایات سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحصیل علم سے فارغ ہو کر مسندِ علم وافتا کی زینت بن چکے تھے(۳)

ابن زبیرؓ کی بیعت سے اختلاف: عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ سے ان کے حالات کا پورا پتہ چلتا ہے اور اس کا آغاز ان کی حق گوئی سے ہوتا ہے، وہ ایسے حق گو اور حق پرست تھے کہ خلفاء اور سلاطین کے مقابلہ میں بھی ان کی زبان خاموش نہ رہتی تھی، چنانچہ ان کی تاریخ کا آغاز ہی خلفا کے ساتھ اختلاف سے ہوتا ہے، عبداللہ بن زبیرؓ نے جب خلافت کا دعویٰ کیا اور جابر بن اسود اہل مدینہ سے ان کی بیعت لینے کے لیے آیا تو ابن مسیّب نے اختلاف کیا اور کہا جب تک تمام مسلمانوں کا کسی ایک شخص پر اتفاق نہ ہو جائے، اس وقت تک کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنی چاہیے۔(۴)

کوڑوں کے مقابلہ میں اعلان حق: ابن مسیّب مدینہ کے ممتاز ترین بزرگ تھے، ان کی مخالفت کے معنی یہ تھے کہ مدینہ سے ایک ہاتھ بھی بیعت کے لیے نہ بڑھتا، اس لیے جابر نے حکومت کے گھمنڈ میں آپ کو کوڑوں سے پٹوایا لیکن آپ کی حق گو زبان جبر وتشدد سے رکنے والی نہ تھی، چنانچہ وہ عین سزا کی حالت میں بھی اعلان حق کرتی رہی، جابر کے چار بیویاں تھیں، ایک کو اس نے طلاق دے کر عدت گذرنے سے پہلے پانچویں شادی کر لی تھی، جو

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۸۸ (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۹۰ (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صریحاً حرام ہے، چنانچہ ٹھیک اس وقت جب ان پر کوڑے برس رہے تھے، وہ کہہ رہے تھے کہ کتاب اللہ کا حکم سنانے سے مجھے کوئی چیز نہیں روک سکتی، خدا فرماتا ہے: فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ اور تو نے چوتھی کی عدت ختم ہونے سے قبل پانچویں عورت سے شادی کر لی جو تیرے دل میں آئے کر گذر، عنقریب تجھ پر بُرا وقت آنے والا ہے۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد عبداللہ بن زبیر قتل ہو گئے، (۱) ابن زبیرؓ کو اپنے مقتول ہونے سے پہلے ابن مسیب کے ساتھ جابر کی اس گستاخی کا علم ہو چکا تھا، وہ ان کے مرتبہ شناس تھے، اس لیے انھوں نے جابر کو خط لکھ کر سخت تنبیہ کی اور لکھا کہ ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔ (۲)

عبدالملک سے اختلاف: عبداللہ بن زبیرؓ کے بعد عبدالملک خلیفہ ہوا، اس کے ساتھ بھی ابن مسیّب کا اختلاف قائم رہا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اموی حکومت کا بانی اور مجدد مروان بن حکم اپنے بعد علی الترتیب عبدالملک اور اس کے بعد اس کے بھائی عبدالعزیز کو خلیفہ بنا گیا تھا، مروان کے بعد عبدالملک کی نیت میں فتور پیدا ہوا، اس نے عبدالعزیز کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنانا چاہا لیکن پھر قبیصہ بن ذویب کے سمجھانے سے کہ اس میں آپ کی بڑی بدنامی ہے، رک گیا، عبدالملک کی خوش قسمتی سے چند ہی دنوں کے بعد عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔ (۳)

عبدالعزیز کے انتقال کے بعد عبدالملک کے لیے میدان بالکل صاف ہو گیا اور اس نے ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنا کر ان کی بیعت کے لیے صوبہ داروں کے نام فرمان جاری کر دیے، چنانچہ ہشام بن اسمٰعیل والی مدینہ نے اہل مدینہ سے بیعت لے کر سعید بن مسیّب کو بلایا، انھوں نے کہا میں بغیر سوچے سمجھے بیعت نہیں کر سکتا، ایک بیان یہ ہے کہ انھوں نے یہ جواب دیا کہ میں عبدالملک کی زندگی میں دوسری بیعت نہیں کر سکتا۔ (۴)

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۹۱ (۲) ایضاً ص ۹۰ (۳) ابن اثیر ج ۴ ص ۴۰۹ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۹۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوڑوں کی مار اور قید کی سزا: ان کے اس جواب پر ہشام نے انھیں کوڑوں سے پٹوایا اور تشہیر کراتے ہوئے راس الثنیہ تک جہاں مجرموں کو سولی دی جاتی تھی، بھیجا، سعید بن مسیّب سولی کے لیے تیار ہو کر گئے تھے، چنانچہ سولی کے وقت ستر کھل جانے کے خیال سے جانگھیا پہن لی تھی لیکن راس الثنیہ لے جانے کا منشا غالباً محض تخویف تھا، اس لیے وہاں لے جا کر واپس لے آئے، ابن مسیّب نے پوچھا اب کہاں لیے جاتے ہو؟ جواب ملا قید خانہ، چنانچہ واپس لا کر قید کر دیئے گئے اور ہشام نے اپنی اس کارگذاری کی اطلاع بارگاہِ خلافت بھجوادی۔(۱)

استقلال: قید خانہ میں انھیں سمجھا بجھا کر رام کرنے کی کوشش کی گئی، چنانچہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے ان سے مل کر کہا، سعید تم بالکل سٹھیا گئے ہو، انھوں نے جواب دیا، ابوبکر خدا سے ڈرو اور اس کو سب قوتوں سے بڑھ کر سمجھو، ابوبکر برابر یہی کرتے رہے کہ تم تو اور زیادہ سٹھیا گئے ہو، کسی طرح نرم ہی نہیں پڑتے، آخر میں ابن مسیّب نے جواب دیا خدا کی قسم تمہارے دل اور آنکھ دونوں کی روشنی جاتی رہی ہے، یہ جواب سن کر ابوبکر واپس چلے گئے، ہشام نے پچھوا بھیجا کہ سعید مار کے بعد کچھ نرم پڑے، ابوبکر نے جواب دیا تمہارے اس سلوک کے بعد سے خدا کی قسم وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں، اب اپنا ہاتھ روک لو۔(۲)

رہائی: قبیصہ بن ذویب عبدالملک کے پرائیویٹ سکریٹری تھے، تمام شاہی ڈاک پہلے ان کے پاس آتی تھی، یہ پڑھنے کے بعد اس کو عبدالملک کے سامنے پیش کرتے تھے، چنانچہ ہشام کا خط بھی جس میں اس نے عبدالملک کو اپنی کارگذاریوں کی اطلاع دی تھی، پہلے قبیصہ کے ہاتھ میں پڑا، یہ بڑے عاقبت اندیش، مصلحت شناس اور سعید بن مسیّب کے مرتبہ شناس تھے، اس لیے ہشام کی کارگذاری پڑھ کر بہت برہم ہوئے اور اسی وقت عبدالملک کے پاس خط لے جا کر کہا امیر المومنین ہشام خودرائی سے جو چاہتا ہے کرتا ہے، ابن مسیّب کو اس طرح

(۱) ابن سعد ج۵ ص۹۳ (۲) ایضاً ص۹۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مارتا اوران کی کی تشہیر کرتا ہے، خدا کی قسم وہ اس تشدد اور مار سے اور زیادہ سخت ہو جائیں گے اگر وہ بیعت نہ کریں تب بھی ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے، وہ ان لوگوں میں نہیں ہیں جن سے رخنہ اندازی یا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کسی قسم کی برائی کا خطرہ ہو، وہ اہل سنت والجماعت میں ہیں، آپ خود سعید کو اس کی معذرت لکھئے، عبدالملک نے کہا تم ہی اپنی طرف سے لکھ دو اور یہ ظاہر کر دو کہ ہشام نے میرے منشا کے خلاف یہ کارروائی خود کی ہے، چنانچہ قبیصہ نے اسی وقت ابن مسیّب کو خط لکھ دیا، انھوں نے اسے پڑھ کر کہا کہ جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے، اس کے اور میرے درمیان خدا ہے۔(۱)

ابن مسیّب کو خط بھجوانے کے بعد عبدالملک نے ہشام کو بھی ایک تنبیہی اور ملامت آمیز خط بھیجا اور لکھا کہ خدا کی قسم ابن مسیّب کے مارے جانے کے بجائے صلہ رحمی کے زیادہ مستحق ہیں، مجھ کو خوب معلوم ہے کہ ان سے کسی مخالفت اور تفرقہ کا خطرہ نہیں ہے،(۲) یہ خط پڑھ کر ہشام سخت نادم اور شرمسار ہوا اور ابن مسیّب کو رہا کر دیا۔(۳)

ولید کا زمانہ: ولید کے ساتھ ابن مسیّب کی کوئی مخالفت نہیں ہوئی لیکن جیسا کہ آئندہ چل کر معلوم ہوگا انھوں نے کبھی اس کے سامنے سر بھی نہیں جھکایا۔

حجاج کا طرز عمل: لیکن یہ عجیب حیرت انگیز بات ہے کہ اموی خلفا کے مقابلہ میں اس بے نیازی اور خودداری کے باوجود حجاج نے جو ہر اس شخص کا جو امویوں کا بندہ فرمان نہ ہو سخت دشمن تھا، ابن مسیّب کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی، لوگوں کو اس پر سخت حیرت تھی، چنانچہ بعض آدمیوں نے ابن مسیّب سے پوچھا بھی کہ یہ کیا بات ہے کہ حجاج نہ آپ کے پاس کسی کو بھیجتا ہے؟ نہ آپ کو اپنی جگہ سے ہٹاتا ہے؟ نہ کوئی تکلیف پہنچاتا ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے خود اس کا سبب نہیں معلوم، ایک واقعہ البتہ اس کے ساتھ پیش آیا ہے، ایک مرتبہ وہ اپنے باپ کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع اور سجدہ ٹھیک نہیں کرتا تھا، میں نے

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۹۳ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ص ۹۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ کے لیے ایک مٹھی کنکریاں اس پر ماری تھیں، لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے بعد سے اس کی نماز درست ہوگئی۔(۱)

وفات: ولید ہی کے عہد ۹۴ھ میں سعید بن مسیّب مرض الموت میں مبتلا ہوئے، دم آخر اپنے صاحبزادے محمد کو بلا کر تجہیز و تکفین وغیرہ کے متعلق وصیت کی کہ جنازہ پر سرخ چادر نہ اڑھائی جائے، جنازہ کے پیچھے آگ نہ لیجائے، ایسے بین کرنے والے ساتھ نہ ہوں جو وہ اوصاف بیان کریں جو مجھ میں نہیں ہیں، کسی کو جنازہ اٹھنے کی اطلاع نہ دی جائے، صرف چار آدمی اٹھانے کے لیے کافی ہیں، قبر پر خیمہ نہ لگایا جائے۔

احتضار کی حالت میں نافع بن جبیر نے محمد سے کہا کہ بستر کو قبلہ رخ کردو، ابن مسیّب نے سن کر کہا اس کی ضرورت نہیں، میں اسی (قبلہ) پر پیدا ہوا ہوں، اسی پر مروں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت میں اسی پر اٹھوں گا۔

تھوڑی دیر کے بعد غشی طاری ہوگئی، اس وقت نافع نے بستر کو قبلہ رخ کردیا، ابن مسیّب کو ہوش آیا، تو پوچھا بستر کو کس نے پھیرا؟ کسی کو جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی لیکن ہوش کی حالت میں نافع کو کہتے سن چکے تھے، اس لیے خود ہی جواب دیا کہ نافع نے کیا ہوگا، پھر فرمایا اگر میں مسلمان ہوں تو خواہ کسی سمت مروں، قبلہ ہی کی جانب رخ رہے گا اور اگر ملت اسلام پر نہیں ہوں اور دل قبلہ کی جانب نہیں ہے تو پھر رخ کو قبلہ کی طرف پھیرنے سے کوئی فائدہ نہیں، میں مسلمان ہوں جس سمت بھی رخ ہو قبلہ ہی کی طرف ہوگا، اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔

وفات کے وقت آلائشِ دنیا سے کچھ دینار پاس تھے، ان کے متعلق بارگاہ ایزدی میں معذرت کی، خدایا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے ان کو محض اپنی آبرو اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے رکھ چھوڑا تھا۔

---

(۱) ابن سعد ج۵ ص ۹۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی مرض میں ۹۴ھ میں وفات پائی، وفات کے وقت ۷۵ سال کا سن شریف تھا، یہ عجب اتفاق ہے کہ اس سال بہت سے بڑے بڑے فقہا کا انتقال ہوا، اسی لیے اس سنہ کو سنۃ الفقہاء کہا جاتا تھا۔(۱)

فضل وکمال: سعید بن مسیب گو ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جب رسالت کا مقدس دور ختم ہو چکا تھا لیکن ابھی اس بہار کو گذرے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں ہوا تھا، مدینہ کی گلی گلی عہدِ رسالت کے پھولوں سے بھری ہوئی تھی، دو چار کے سوا اکثر اکابر صحابہ جو علوم نبوی کے وارث تھے، مدینۃ العلم کے زیب مسند تھے، ابن مسیب کو علم کا فطری ذوق تھا، اس لیے ان بزرگوں کے فیض نے انھیں علم وعمل کا مجمع البحرین بنادیا، وہ بالاتفاق اپنے زمانہ میں علم وعمل اور جملہ علمی اور اخلاقی فضائل وکمالات میں یگانہ ویکتا تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی امامت وجلالت، علمی فضیلت اور جملہ اعمال خیر میں ان کے معاصرین پر ان کے تفوق اور برتری پر تمام علما کا اتفاق ہے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں تمام اہل مدینہ کے سردار تھے،(۲) حافظ ذہبی ان کو امام، شیخ الاسلام اور اجلۂ تابعین میں لکھتے ہیں،(۳) ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ ان کی ذات میں حدیث، تفسیر، فقہ، زہد وورع اور عبادت جملہ علمی اور عملی کمالات جمع تھے۔(۴)

تفسیر قرآن: جیسا کہ ابن عماد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر قرآن میں بھی ان کو پورا کمال حاصل تھا لیکن قرآن میں شدتِ احتیاط کی وجہ سے انھوں نے بحیثیت مفسر کوئی شہرت نہیں حاصل کی، قرآن کی تفسیر میں وہ اتنے محتاط اور متشدد تھے کہ آیاتِ قرآنی کی تفسیر وتاویل میں کبھی لب کشائی نہ کرتے تھے، جب ان سے کچھ پوچھا جاتا تو جواب دیتے کہ میں قرآن کے بارے میں کچھ نہ کہوں گا،(۵) اسی احتیاط کی وجہ سے ان کی قرآنی مہارت ظاہر نہ ہو سکی۔

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۰۵ و ص ۱۰۶۔ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۲۰ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۶ (۴) شذرات الذہب ج اول ص ۱۰۲ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۱۰۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث: حدیث رسول کا انھیں خاص ذوق تھا، ایک ایک حدیث کے لیے وہ کئی کئی رات اور کئی کئی دن کا سفر کرتے تھے،(۱) ایک طرف ان کا یہ ذوق وشوق تھا، دوسری طرف ان کا مولد ومنشا یعنی مدینۃ الرسول اکابر صحابہ سے جو علم حدیث کے اساطین تھے معمور تھا اور حضرت عثمانؓ، علیؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرو بن العاصؓ، زید بن ثابتؓ، حسان ابن ثابتؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابوہریرہؓ، ابودردا انصاریؓ، ابوذر غفاریؓ ابوقتادہ انصاریؓ، حکیم بن حزامؓ، جبیرؓ بن مطعم، عبداللہ بن زبیرؓ، صفوان بن امیہؓ، مسور بنؓ مخرمہ، جابر بنؓ عبداللہ، ابوسعید خدریؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ، معمر بنؓ عبداللہ، عبداللہ بنؓ زید حارثی، عتاب بن اسیدؓ، وعثمان بنؓ ابی العاص، وغیرہ صحابۂ کرام کی بڑی جماعت موجود تھی، ابن مسیب نے ان تمام خرمنوں سے خوشہ چینی کی، مشہور حافظ حدیث صحابی حضرت ابوہریرہؓ ان کے خسر تھے، اس تعلق سے ان سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ فیض یاب ہوئے تھے، چنانچہ ان کی مرویات کا بڑا حصہ ابوہریرہؓ ہی کی احادیث پر مشتمل ہے،(۲) حافظہ اتنا قوی تھا کہ ایک مرتبہ جو بات کانوں میں پڑ جاتی تھی، وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتی تھی،(۳) اس حافظہ اور ذوق وشوق نے حدیث میں سعید بن مسیّب کا دامن علم نہایت وسیع کر دیا تھا۔

علما کا اعتراف: ان کے عہد کے تمام علما ان کے کمالِ حفظ حدیث کے معترف تھے، مکحول جو خود بڑے امام اور محدث تھے، کہتے تھے کہ میں نے علم کی تلاش میں ساری دنیا کا سفر کیا لیکن سعید بن مسیّب جیسا عالم کوئی نہیں ملا،(۴) امام زین العابدین فرماتے تھے کہ سعید بن مسیّب گذشتہ آثار کے سب سے بڑے واقف کار تھے،(۵) علی بن مدائنی کہتے ہیں کہ میں تابعین کی جماعت میں سعید بن مسیّب سے زیادہ وسیع العلم کسی کو نہیں جانتا۔(۶)

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۸۹ (۲) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۴ وتہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۲۰
(۳) ابن سعد ج ۵ ص ۱۹۰ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۲۰ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۹۰ (۶) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۰۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایات کا پایہ: محدثین اور اربابِ فن کے نزدیک ان کی مرویات کا پایہ اتنا بلند تھا کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ ان کے مرسلات کو بھی صحاح کا درجہ دیتے تھے،(۱) امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ سعید کی مرسلات ہمارے نزدیک حسن ہیں،(۲) اگرچہ حضرت عمرؓ سے سعید کا سماع ثابت نہیں ہے لیکن امام احمد ان سے بھی ان کی روایت کو حجت سمجھتے تھے،(۳) یحییٰ بن معین ان کی مرسلات کو حسن بصری کی مرسلات پر ترجیح دیتے تھے،(۴) علی بن مدائنی کہتے تھے کہ کسی مسئلہ میں سعید بن مسیّب کا صرف یہ کہہ دینا کہ اس بارے میں سنت موجود ہے، کافی ہے۔(۵)

فقہ: سعید بن مسیّب کا خاص فن فقہ تھا، وہ اس عہد کے مدینہ کے ان سات مشہور فقہا میں سے تھے جو اس فن کے امام مانے جاتے تھے،(۶) اور ان میں بھی بلکہ پوری جماعت تابعین میں ابن مسیّب کا پایہ سب سے بلند تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ سعید بن مسیّب اپنے زمانہ میں اہل مدینہ کے سردار اور فتویٰ میں ان سب پر فائق تھے، ان کو فقیہ الفقہاء کہا جاتا تھا، قتادہ کہتے تھے کہ میں نے ابن مسیّب سے زیادہ حلال وحرام کا جاننے والا نہیں دیکھا، سلیمان بن موسیٰ کا بیان ہے کہ سعید بن مسیّب افقہ التابعین تھے،(۷) باہر کے جو طالبین فقہ مدینہ آتے تھے، انھیں سیدھے ان کا گھر بتادیا جاتا تھا، میمون بن مہران کا بیان ہے کہ میں جب مدینہ گیا اور وہاں کے سب سے بڑے فقیہ کو پوچھا تو لوگوں نے سعید بن مسیّب کے گھر پہنچادیا،(۸) عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بیان ہے کہ عبادلہ اربعہ یعنی عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمروؓ بن العاص اور عبداللہ بن زبیرؓ کے بعد دنیائے اسلام میں فقہ کی مسند موالی کے قبضہ میں آگئی تھی، مکہ کے فقیہ عطا تھے، یمن کے طاؤس، یمامہ کے یحییٰ بن ابی کثیر،

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۷ (۲) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۶ (۳) ایضاً ص ۸۵ (۴) ایضاً (۵) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۲۰ (۶) اعلام الموقعین ج اول ص ۲۵ (۷) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۲۰ (۸) ابن سعد ج ۵ ص ۹۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بصرہ کے حسن بصری، کوفہ کے ابراہیم نخعی، شام کے مکحول اور خراسان کے عطا خراسانی، صرف مدینہ کی مسند ایک قرشی یعنی سعید بن میسیب کے حصہ میں رہی۔(۱)

شیخین کے فیصلوں سے واقفیت: اگر چہ سعید بن میسّب نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ نہیں پایا، عہد فاروقی میں بہت صغیر السن تھے لیکن تلاش و جستجو سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے فیصلوں کے سب سے بڑے واقف کار بن گئے تھے، وہ خود فرماتے تھے کہ اب مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے فیصلوں کا جاننے والا کوئی نہیں ہے، حضرت عمرؓ کے فیصلوں سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ واقفیت رکھتے تھے، اسی لیے وہ ''راویہ عمر'' کہلاتے تھے،(۲) حضرت عمرؓ کے احکام اور فیصلوں کے بارے میں ان کا علم اتنا وسیع تھا کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ تک جو خود حبر الامت تھے، اپنے والد بزرگوار کے بعض حالات کے متعلق ان سے معلومات حاصل کرتے تھے۔(۳)

فقہ میں حضرت عمرؓ کا مرتبہ محتاجِ بیان نہیں، آپ کے زمانہ میں صدہا نئے مسائل پیدا ہوئے، آپ نے ان جدید مسائل کے متعلق قوانین بتائے اور فیصلے دیئے، یہ سارا ذخیرۂ معلومات ابن میسّب کے حصہ میں آیا، حضرت عثمانؓ کے فیصلوں سے بھی واقفیت تھی۔(۴)

صحابہ کا اعتراف: یہ خصوصیت و جامعیت تابعی کیا کسی صحابی میں بھی مشکل سے نکل سکتی تھی، اسی لیے وہ عہد صحابہ ہی میں صاحب افتا ہو گئے تھے(۵) اور بڑے بڑے صحابہ ان کی اس اہلیت کو تسلیم کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے واللہ وہ مفتیوں میں سے ایک ہیں،(۶) کبھی کبھی سائلین کو ان کے پاس بھیجدیتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے اس سے کہا سعید بن میسّب کے پاس جاؤ اور وہ جو جواب

(۱) شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۰۳ (۲) شذرات الذہب ج ۱ ص ۸۹ (۳) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۰ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۱۸۷ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۸۹ (۶) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں وہ مجھے بھی آکر بتانا، اس نے اس حکیم کی تعمیل کی، ابن عمر نے جواب سن کر فرمایا میں تم لوگوں سے کہتا نہ ہوں کہ وہ علما میں سے ہیں۔(۱)

اکابر علما اور تابعین کا اعتراف و استفادہ: اس عہد کے تمام بڑے بڑے علما اور اکابر تابعین ان کے کمالات کے اتنے معترف تھے کہ مشکل مسائل میں وہ خود ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور دوسروں کو ان سے استفادہ کرنے کی ہدایت کرتے تھے، حضرت حسن بصری جیسے بزرگ کو جب کسی مسئلہ میں اشکال پیش آتا تھا تو وہ ان کے پاس لکھ بھیجتے تھے۔(۲)

امام ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ثعلبہ نے مجھ کو ہدایت کی تھی کہ اگر تم فقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس شیخ (سعید بن مسیب) کا دامن پکڑو۔(۳)

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز بغیر ان سے پوچھے ہوئے کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے اور ان کا اتنا احترام کرتے تھے کہ انھیں اپنے پاس بلانے کی زحمت نہ دیتے تھے بلکہ آدمی کے ذریعہ سے پچھوا بھیجتے تھے، فرماتے تھے کہ مدینہ میں کوئی عالم ایسا نہ تھا جو اپنے علم کو لے کر خود میرے پاس نہ آیا ہو لیکن ابن مسیب کا علم میرے پاس لایا جاتا تھا۔(۴)

ایک مرتبہ ایک شخص کو ابن مسیب کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے کے لیے بھیجا، وہ پوچھنے کے بجائے انھیں بلا لے گیا، عمرؓ بن عبدالعزیز نے انھیں دیکھ کر فرمایا، اس نے غلطی سے آپ کو تکلیف دی، میں نے تو صرف پوچھنے کے لیے بھیجا تھا۔(۵)

تلامذہ: ابن مسیب کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، بعض مشہور اور ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں: سالم بن عبداللہ بن عمر زہری، قتادہ، شریک بن ابی نمیر، ابوالزناد، سعد بن ابراہیم، عمرو بن مرہ، یحیٰی بن سعید انصاری، داؤد بن ابی ہند، طارق بن عبدالرحمٰن، عبدالحمید بن جبیر، شعبہ، عبدالخالق بن سلمہ، عبدالمجید بن سہیل، عمرو بن مسلم، امام باقر، ابن منکدر، ہاشم بن ہاشم

---

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۶ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۷ (۳) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۴

(۴) ابن سعد ج ۵ ص ۹۰ (۵) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن عتبہ اور یونس بن یوسف وغیرہ۔(۱)

ذوق سخن: سعید بن مسیّب اگرچہ خالص مذہبی بزرگ تھے، اس کے باوجود ان کو شعر وسخن کا بھی مذاق تھا وہ اسے خلافِ تقویٰ نہیں سمجھتے تھے، کسی نے ان سے کہا کہ عراق میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو شعر وشاعری کو برا سمجھتے ہیں، فرمایا ان لوگوں نے عجمی تقشّف اختیار کرلیا ہے،(۲) آپ خود تو شعر نہیں کہتے تھے لیکن شعر سننا پسند کرتے تھے۔(۳)

تعبیر خواب: آپ کے صحیفۂ کمال کا ایک نمایاں باب تعبیر خواب بھی ہے، آپ کو اس سے فطری مناسبت تھی، اس فن کو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی اسماء سے سیکھا تھا جنھوں نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا تھا۔(۴)

آپ کی تعبیروں کی بڑی شہرت تھی اور بکثرت لوگ آپ کے پاس تعبیر لینے کے لیے آتے تھے، جب کوئی شخص آتا اور تعبیر کے لیے خواب بیان کرتا تو آپ تفاولاً پہلے فرماتے کہ تم نے اچھی بات دیکھی (۵) اس موقع پر ہم یہاں چند خواب اور ان کی تعبیریں نقل کرتے ہیں۔

عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک کی جنگ کے زمانہ میں ایک شخص نے آپ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ عبدالملک کو میں نے چت لٹا کر پھر منھ کے بل کرکے اس کی پیٹھ میں چار میخیں ٹھونک دی ہیں، یہ خواب سن کر انھوں نے اس شخص سے کہا تم نے خود یہ خواب نہیں دیکھا ہے، اس نے کہا نہیں میں ہی نے دیکھا ہے، سعید نے کہا اگر تم صحیح نہیں بیان کرتے تو میں خود بتائے دیتا ہوں، ان کے اس کہنے پر اس شخص نے اقرار کیا کہ میں نے نہیں بلکہ ابن زبیرؓ نے دیکھا ہے، اور مجھے آپ کے پاس تعبیر کے لیے بھیجا ہے، فرمایا اگر تم نے خواب صحیح بیان کیا ہے تو عبدالملک ابن زبیرؓ کو قتل کردے گا اور اس کی صلب سے چار خلیفہ ہوں گے۔

---

(۱) تہذیب التہذیب ج۴ ص۸۵۔(۲) کتاب العمدہ ابن رشیق ص۱۱ (۳) ابن سعد ج۵ ص۶۸

(۴) ایضاً ص۹۱ (۵) ایضاً ص۹۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور شخص نے خواب دیکھا کہ عبدالملک نے چار مرتبہ مسجد نبوی کے سامنے پیشاب کیا ہے، سعید بن مسیب نے اس کی یہ تعبیر دی کہ عبدالملک کی صلب سے چار خلیفہ ہوں گے۔

ان دونوں خوابوں کی تعبیر بالکل صحیح نکلی، ابن زبیرؓ عبدالملک کے مقابلے میں مقتول ہوئے اور عبدالملک کے چار لڑکے خلیفہ ہوئے، ولید، سلیمان، یزید ثانی اور ہشام۔

شریک بن نمیر نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میرے دانت میرے ہاتھوں میں گر گئے ہیں اور میں نے انھیں دفن کر دیا، ابن مسیب نے اس کی تعبیر دی کہ تم اپنے خاندان کے اپنے ہم سنوں کو دفن کرو گے۔

ایک اور شخص نے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ اپنے ہاتھ میں پیشاب کر رہا ہوں، سعید نے تعبیر دی کہ تمہاری بیوی تمہاری محرم ہے، تحقیقات کی تو واقعی اس شخص کی بیوی اس کے رضاعی محرمات میں نکلی۔

مسلم الخیاط کا بیان ہے کہ ایک شخص نے یہ خواب بیان کیا کہ ایک کبوتر مسجد کے منارہ پر آ کر بیٹھ گیا، آپ نے تعبیر دی کہ حجاج، جعفر بن ابی طالب کی پوتی سے شادی کرے گا۔

ایک اور شخص نے اپنا خواب بیان کیا کہ ایک بکرا ثنیۃ الوداع سے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا مجھے ذبح کرو مجھے ذبح کرو، میں نے ذبح کر دیا، ابن مسیب نے تعبیر دی کہ ابن صلاء مر جائیں گے، ابن صلاء مدینہ کے موالی میں تھے اور لوگوں کے ساتھ سعی کیا کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن سائب کا بیان ہے کہ قبیلہ فہم کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ آگ میں گھس رہا ہے، ابن مسیب نے تعبیر دی کہ تم اپنی موت سے پہلے بحری سفر کرو گے اور تمہاری موت قتل کے ذریعہ سے ہوگی۔ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ واقعی اس شخص نے سمندر کا سفر کیا اور دورانِ سفر میں ہلاک ہوتے ہوتے بچا، پھر قدید کے معرکہ میں مقتول ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصین بن عبید اللہ کا بیان ہے کہ میری خواہش کے باوجود میرے کوئی اولاد نہ ہوتی تھی، میں نے خواب دیکھا کہ میری گود میں کسی نے ایک انڈا پھینک دیا ہے، میں نے ابن مسیب سے بیان کیا، انھوں نے کہا وہ انڈا عجمی مرغی کا ہے، تم عجم میں رشتہ پیدا کرو، چنانچہ میں نے ایک عجمی لونڈی کو بیوی بنالیا، اس کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا۔

ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں سایہ میں بیٹھا ہوں پھر اٹھ کر دھوپ میں چلا گیا، ابن مسیّب نے کہا خدا کی قسم اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تم اسلام کے دائرہ سے نکل جاؤ گے، یہ سن کر اس شخص نے اپنے بیان کی تصحیح کی کہ مجھے زبردستی دھوپ میں لایا گیا لیکن پھر میں موقع پاکے نکل آیا، اس وقت ابن مسیّب نے تعبیر میں یہ ترمیم کردی کہ تم کفر پر مجبور کیے جاؤ گے، پھر تعبیر بالکل صحیح نکلی، یہ شخص عبدالملک کے زمانہ میں کسی جنگ میں قید ہو کر زبردستی کفر پر مجبور کیا گیا لیکن پھر چھوٹ کر مدینہ واپس آیا، یہ واقعہ خود یہ شخص بیان کرتا تھا۔(۱)

کلمات طیبات: سعید بن مسیّب کے کلماتِ طیبات اور حکیمانہ اقوال بڑے سبق آموز ہیں:

فرماتے تھے کہ شیطان جب کسی کام میں انسان سے مایوس ہو جاتا ہے تو اس کو عورتوں کے ذریعہ پورا کرتا ہے،(۲) میں اپنے نفس کے بارے میں سب سے زیادہ عورتوں سے خوف کرتا ہوں، لوگوں نے عرض کیا ابو محمد آپ جیسے ضعیف العمر آدمی کو تو عورتوں کی خواہش باقی نہیں رہ جاتی اور نہ خود عورتیں ایسے شخص کی خواہش مند ہوتی ہیں، (پھر کیا خطرہ؟) فرمایا لیکن جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں وہ واقعہ ہے۔(۳)

فرماتے تھے کہ خدا کی اطاعت کرنا بندوں کے لیے اپنے نفس کی سب سے بڑی عزت کرنا ہے اور اس کی سب سے بڑی تحقیر خدا کی نافرمانی ہے۔

---

(۱) یہ تمام خواب اور اس کی تعبیریں ابن سعد نے نقل کی ہیں، دیکھو ج ۵ ص ۹۱ تا ص ۹۳ (۲) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۰ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۱۰۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا ایک فرومایہ شے ہے اور ہر اس فرومایہ کی طرف مائل ہوتی ہے جو بغیر حق کے اسے حاصل کرتا ہے، بے جا وسیلوں سے طلب کرتا ہے اور بے محل صرف کرتا۔

اس دولت دنیا میں کوئی خیر نہیں ہے جس کو انسان اس نیت سے حاصل نہیں کرتا کہ اس کے ذریعہ سے وہ اپنے مذہب اور اپنی شرافت کو بچائے اور صلہ رحم کرے۔

ظلم کے اعوان وانصار کو جب بھی دیکھو تو دل سے ان کے مظالم سے نفرت کرو تاکہ تمہارے اچھے اعمال برباد نہ ہو جائیں۔

تمام انسان خدا کی پناہ ونگرانی میں اعمال کرتے ہیں جب خدا انہیں رسوا کرنا چاہتا ہے تو ان کو اپنی پناہ ونگرانی سے نکال دیتا ہے، اس وقت لوگوں میں اس کا پردہ فاش ہو جاتا ہے۔

کوئی شریف، کوئی عالم اور کوئی باکمال ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی عیب نہ ہو لیکن ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے عیوب بیان نہ کرنے چاہئیں اور یہ وہ ہیں جن کی بھلائیاں ان کی خامیوں سے زیادہ ہوں، ان کی خامیوں سے ان بھلائیوں کی وجہ سے درگذر کرنا چاہیے۔(۱)

آپ کے غلام برد نے ایک مرتبہ آپ سے بعض آدمیوں کی کثرتِ عبادت کا تذکرہ کیا کہ وہ لوگ ظہر سے عصر تک برابر عبادت کرتے رہتے ہیں، آپ نے فرمایا برد خدا کی قسم یہ عبادت نہیں ہے تم جانتے بھی ہو عبادت کسے کہتے ہیں؟ عبادت کہتے ہیں امور الٰہی میں غور وفکر کرنے اور اس کے محارم سے بچنے کو۔(۲)

فضائل اخلاق: علمی کمالات کے ساتھ سعید بن مسیب فضائل اخلاق کی دولت سے بھی مالا مال تھے اور اقلیم علم وعمل دونوں پر اس کی فرماں روائی یکساں تھی۔

زہد وورع: وہ بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ ابن مسیب فقہ،

(۱) یہ تمام اقوال مختصر اصفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۰ و ص ۱۳۱ سے ماخوذ ہیں (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۰۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین داری، زہد وورع، عبادت وریاضت، جملہ فضائل میں ساداتِ تابعین میں تھے (۱) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی علمی جلالت وامامت اوران کی دینی عظمت وبزرگی پر سلف وخلف کے اقوال متفق ہیں۔(۲)

جماعت کا اہتمام: نماز باجماعت میں اتنا اہتمام تھا کہ چالیس سال اورایک روایت کے مطابق پچاس سال تک ایک وقت کی بھی نماز باجماعت ناغہ نہیں ہوئی (۳) کبھی ایسے وقت مسجد آنے کا اتفاق نہیں ہوا جب لوگ نماز تمام کر کے واپس جارہے ہوں۔(۴)

ان پرآشوب زمانوں میں بھی جب کہ مدینہ میں گھر سے باہر قدم نکالنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا تھا، ابن مسیّب سے مسجد نہ چھوٹی، مدینہ کی تاریخ میں حرہ کا واقعہ نہایت مشہور واقعہ ہے، یہ واقعہ یزیداور عبداللہ بن زبیرؓ کے اختلاف کے زمانہ میں پیش آیا تھا، اہل مدینہ نے جب عبداللہ ابن زبیرؓ کی حمایت میں عبداللہ بن حنظلہ کوسردار بنا کر یزید کی بیعت توڑ دی تھی، اس وقت یزیدکی فوجیں تین دن تک برابر مدینۃ الرسول میں قتل عام کرتی اوراس کولوٹتی رہیں، اس پرآشوب زمانہ میں کوئی شخص گھر سے باہر قدم رکھنے کی ہمت نہ کرتا تھا، مسجدوں میں بالکل سناٹا رہتا تھا، ایسے نازک وقت میں بھی سعید بن مسیّب مسجد ہی میں جا کر نماز پڑھتے تھے، بنی امیہ انھیں دیکھ کر کہتے ذرا اس بوڑھے مجنون کودیکھو(۵)(کہ اس حالت میں بھی مسجد نہیں چھوڑتا)

نماز باجماعت کے خیال سے علاج اورصحت کے لیے بھی ایسے مقامات پر نہ جاتے تھے جہاں نماز باجماعت کا انتظام نہ ہوسکتا ہو، آپ کی آنکھ میں کچھ شکایت پیدا ہوگئی تھی، لوگوں نے مشورہ دیا کہ مدینہ کے باہر عقیق چلے جائیے، وہاں کے سبزہ زار سے آپ کی آنکھوں کو فائدہ پہنچے گا، فرمایا رات اورصبح کی نماز کی حاضری کو کیا کروں۔(۶)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۷ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ق اول (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۹۷ (۴) ایضاً ص ۹۰ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۹۸ (۶) ایضاً ص ۱۹۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابن مسیّب سے دیہات کی خوبیوں اور اس کی پرلطف زندگی کا تذکرہ کر کے ان سے کہا کیا اچھا ہوتا آپ کچھ دنوں کے لیے دیہات چلے جاتے، فرمایا رات کی نماز کی حاضری کس طرح ہوگی۔(۱)

عبادت شب اور محاسبۂ نفس: آپ کی عبادت کا اصل وقت تاریکی شب میں تھا، اس وقت وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے، روزانہ رات گئے اپنے نفس سے خطاب کرتے کہ ''برائیوں اور بدیوں کا سرچشمہ اٹھ میں تجھ کو اس اونٹ کی طرح خستہ کر کے چھوڑوں گا جو خستگی اور ماندگی سے چلنے میں لڑکھڑاتا ہے'' یہ کہہ کر تہجد میں مشغول ہو جاتے تھے اور صبح تک پڑھتے رہتے، رات بھر کھڑے کھڑے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے، صبح کو پھر نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے ''تجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور تو اسی کے لیے پیدا کیا گیا ہے''۔(۲)

روزے: ممنوعہ دنوں کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، مغرب کے وقت افطار کے لیے گھر سے پینے کی کوئی چیز آجاتی تھی اسی سے مسجد میں افطار کرتے تھے۔(۳)

حج: قریب قریب ہر سال حج کرتے تھے، بعض روایتوں کے مطابق آپ کے حجوں کی مجموعی تعداد پچاس تک پہنچتی ہے۔(۴) بنی امیہ نے مخاصمت کی وجہ سے درمیان میں کچھ دنوں کے لیے ان کو حج سے روک دیا تھا، علی بن زید نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ آپ کی قوم کا خیال ہے کہ آپ کو حج سے اس لیے روکا گیا ہے کہ آپ نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا کہ جب کعبہ کو دیکھیں گے تو آل مروان کے لیے بددعا کریں گے، فرمایا یہ صحیح نہیں ہے لیکن میں ہر نماز میں ان کے لیے بددعا کرتا ہوں، ساری عمر میں صرف ایک حج یا عمرہ فرض ہے اور میں بیس حج سے زیادہ کر چکا ہوں، تمہاری قوم میں بہتیرے ایسے آدمی ہیں جنھیں دینداری کا دعویٰ ہے اور وہ حج اور عمرہ کر کے مرجاتے ہیں لیکن ان کا حج نہیں ہوتا میں تو نفل کے حج اور عمرہ سے جمعہ کی نماز کو زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔(۵)

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۹۷ (۲) صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۰ (۳) ایضاً (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۹۸ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۹۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلاوت: قرآن کی تلاوت کبھی ناغہ نہ ہوتی تھی، سفر کی حالت میں سواری پر تلاوت کرتے تھے (۱)

محرمات الٰہی کا احترام: آپ تمام محترم چیزوں کی بڑی عظمت کرتے تھے، انبیا و رسل کا اتنا احترام تھا کہ ان کے نام پر اپنے لڑکوں کے نام رکھنا پسند نہ کرتے تھے، قرآن اور مسجد کی اتنی عظمت کرتے تھے کہ اس کی تصغیر بھی گوارا نہ تھی، ابن حرملہ کا بیان ہے کہ سعید بن مسیب کہتے تھے کہ مصیحف اور مسیجد یعنی چھوٹا قرآن اور چھوٹی مسجد نہ کہا کرو، خدا نے جس چیز کو بڑائی بخشی ہے اس کی عظمت کیا کرو، خدا نے جس کو بڑائی دی ہے وہ بڑی اور اچھی ہے، (۲)

بیماری کی حالت میں بھی حدیث سناتے وقت اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے، ایک مرتبہ کسی شخص نے بیماری کی حالت میں آپ سے ایک حدیث پوچھی، آپ لیٹے ہوئے تھے فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے، سائل نے کہا میں چاہتا تھا کہ آپ زحمت نہ اٹھائیں، آپ نے فرمایا میں لیٹے لیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا برا سمجھتا ہوں۔ (۳)

اخلاق و عادات: عادات و خصائل میں سعید بن مسیب صحابہ کرام کا نمونہ تھے، بڑے بڑے صحابہ ان کے اخلاقی کمالات کے معترف تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے تو خوش ہوتے۔ (۴)

نرمی و صلح پسندی: طبعاً بڑے نرم اور صلح پسند تھے، اختلاف اور جنگ و جدال کو سخت ناپسند کرتے تھے، عمران بن عبداللہ خزاعی کا بیان ہے کہ سعید بن مسیب کسی سے جھگڑتے نہ تھے، اگر کوئی شخص ان کی چادر چھیننا چاہتا تو وہ اس کو خود اس کی طرف پھینک دیتے۔ (۵)

شدت احتیاط: منہیات کے بارے میں اس قدر محتاط تھے کہ بچوں کے کھیل تک میں اس کا لحاظ رکھتے تھے، چنانچہ اپنی لڑکی کو ہاتھی دانت کی گڑیا کھیلنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ (۶)

جرأت و حق گوئی: لیکن اعلانِ حق میں یہ نرمی درشتی اور سختی سے بدل جاتی تھی، حافظ ذہبی

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۸۹ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۰۱ (۳) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۲۳ (۴) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۶ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۹۹ (۶) ابن سعد ج ۵ ص ۹۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں کہ سعید بن مسیّب بڑے حق گو تھے، (۱) حق کے مقابلہ میں وہ کبھی خاموش نہیں رہتے تھے، اس سلسلہ میں انھوں نے جو جو سختیاں جھیلیں اس کے حالات اوپر گذر چکے ہیں، بنی امیہ کے مقابلہ میں ان کی تیغ زبان ہمیشہ بے نیام رہتی تھی، کسی موقعہ پر بھی ان کی عیب چینی سے باز نہ رہتے تھے، مطلب بن سائب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ابن مسیّب کے ساتھ بازار میں بیٹھا ہوا تھا کہ بنی مروان کا ہرکارہ ادھر سے گذرا، سعید نے اس سے پوچھا تم بنی مروان کے ہرکارے ہو؟ اس نے کہا ہاں! پوچھا تم نے ان کو کس حال میں چھوڑا؟ اس نے کہا اچھے حال میں، ابن مسیّب نے کہا وہ انسانوں کو بھوکا رکھتے ہیں اور کتوں کا پیٹ بھرتے ہیں، یہ سن کر ہرکارہ سخت غضب ناک ہوا میں نے سمجھا بجھا کر کسی طرح اسے واپس کیا اور سعید سے کہا خدا تمہاری مغفرت کرے، تم کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو، انھوں نے کہا احمق چپ رہ، خدا کی قسم جب تک میں خدا کے حقوق کی حفاظت کرتا ہوں اس وقت تک وہ مجھے ان کے قبضہ میں نہ دے گا۔ (۲)

خلفا اور سلاطین سے بے نیازی: خلفا اور سلاطین کے مقابلہ میں سعید بن مسیّب کی بے نیازی بے اعتنائی کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی، انھوں نے متعدد اموی خلفا کا زمانہ پایا لیکن ان میں سے کسی کے سامنے سر خم نہیں کیا بلکہ ان کو قابل التفات بھی نہیں سمجھا، عبدالملک کے ساتھ ان کے کئی واقعات اس قسم کے پیش آئے جن سے ان کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے، اگر عبدالملک کبھی ان سے ملنے کی خواہش بھی کرتا تھا تو وہ انکار کر دیتے تھے، ایک مرتبہ وہ مدینہ گیا اور مسجد نبویؐ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر انھیں ملنے کے لیے بلا بھیجا، عبدالملک کے آدمی نے ان کے پاس جا کر کہا امیرالمومنین دروازہ پر کھڑے ہیں، آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے جواب دیا نہ امیرالمومنین کو مجھ سے کوئی ضرورت ہے اور نہ مجھے ان سے، اگر امیرالمومنین کی کوئی ضرورت ہو بھی تو وہ پوری نہیں ہو سکتی، آدمی نے جا کر عبدالملک

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۴۷ (۲) ایضاً ص ۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو یہ جواب سنا دیا، اس نے پھر اس کو واپس کیا کہ دوبارہ جا کر کہو لیکن اگر وہ نہ آئیں تو زبردستی نہ کرنا، آدمی نے دوبارہ جا کر کہا پھر وہی جواب ملا، عبدالملک کے آدمی نے یہ خشک جواب سن کر کہا اگر امیر المومنین نے ہدایت نہ کر دی ہوتی تو میں تمہارا سر لے جاتا، امیر المومنین تم کو بار بار بلا بھیجتے ہیں اور تم اس قسم کا جواب دیتے ہو، ابن مسیّب نے کہا اگر وہ میرے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہتا ہے تو وہ میں تمہیں بخشتا ہوں اور اگر اس کا کچھ اور ارادہ ہے تو میں اس وقت تک حبوہ (۱) نہ کھولوں گا جب تک وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے اسے کر نہ گذرے، عبدالملک کے آدمی نے پھر واپس جا کر یہ جواب سنایا، اس نے سن کر کہا خدا ابو محمد پر رحم کرے، ان کی سختی بڑھتی ہی جاتی ہے۔(۲)

ایک مرتبہ اور عبدالملک مدینہ آیا ہوا تھا، ایک رات اسے نیند نہیں آئی، اس نے حاجب کو حکم دیا کہ مسجد میں جا کر دیکھو اگر مدینہ کا کوئی قصہ خواں مل جائے تو لے آؤ، حاجب مسجد گیا مگر ایسے ناوقت یہاں کون ملتا، سعید بن مسیّب ذکر و شغل میں مشغول تھے، حاجب انھیں پہچانتا نہ تھا، ان کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور اشارہ سے اس کو بلایا، یہ اپنی جگہ بیٹھے رہے، حاجب نے یہ خیال کر کے کہ یہ شخص عمداً متوجہ نہیں ہو رہا ہے، قریب جا کر اشارہ کیا اور کہا میں نے تم کو اشارہ کیا تھا، تم نے دیکھا نہیں، ابن مسیّب نے کہا اپنی ضرورت بیان کرو، حاجب نے کہا امیر المومنین کی آنکھ کھل گئی ہے، انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ کسی باتیں کرنے والے کو لے آؤں، اس لیے تم چلو، ابن مسیّب نے پوچھا کیا مجھ کو بلایا ہے؟ حاجب نے کہا نہیں، انھوں نے کہا تھا کہ جا کر دیکھو اگر اہل شہر میں سے کوئی قصہ خواں ہو تو لے آؤ میں نے تم سے زیادہ مستعد کسی کو نہیں پایا، یہ سن کر ابن مسیّب نے کہا امیر المومنین سے جا کر کہدو کہ میں ان کا قصہ خواں نہیں ہوں، یہ جواب سن کر حاجب سمجھا کر کہ یہ کوئی دیوانہ آدمی ہے، اس لیے لوٹ گیا اور عبدالملک سے کہا کہ مسجد میں صرف ایک بوڑھا شخص نظر آیا میں

(۱) نشست کا ایک خاص طریقہ ہے جس میں کپڑا باندھ کر بیٹھتے ہیں (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۹۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کو اشارہ کیا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا، پھر میں نے اس کے پاس جا کر کہا کہ امیر المومنین نے مجھے کسی باتیں کرنے والے کو بلانے کے لیے بھیجا ہے، اس شخص نے جواب دیا کہ امیر المومنین سے جا کر کہدو کہ میں ان کا قصہ خواں نہیں ہوں، عبد الملک ان کے مزاج سے خوب واقف تھا، اس لیے یہ واقعہ سن کر اس نے کہا وہ سعید بن مسیب ہیں انھیں چھوڑ دو۔(۱)

عبد الملک کو ایسے ایسے تلخ جواب دیتے تھے کہ معمولی آدمیوں کو بھی نہیں دیئے جا سکتے، ایک مرتبہ اس نے ان سے کہا ابو محمد اب میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ اگر اچھا کام کرتا ہوں تو اس کی کوئی خوشی نہیں ہوتی، برا کام کرتا ہوں تو اس کا کوئی رنج نہیں ہوتا، فرمایا اب تمہارا قلب پوری طرح سے مرگیا ہے۔(۲)

عبد الملک کے بعد ولید کے ساتھ بھی یہی طرز عمل رہا، مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کرانے کے بعد جب ولید اس کے معائنہ کے لیے آیا تو مسجد میں جس قدر آدمی تھے سب ہٹا دیئے گئے، ابن مسیب بھی مسجد کے ایک گوشہ میں تھے انھیں اٹھانے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی، ایک شخص نے صرف اتنا کہا کہ اس وقت اگر آپ ہٹ جاتے تو اچھا ہوتا، آپ نے جواب دیا میرے اٹھنے کا جو وقت ہے اس سے پہلے نہ اٹھوں گا، عرض کیا گیا اچھا نہ اٹھئے لیکن کم از کم اتنا کیجئے کہ جب امیر المومنین ادھر سے گذریں تو سلام کے لیے کھڑے ہو جایئے، فرمایا خدا کی قسم میں اس کے لیے نہیں کھڑا ہو سکتا، حضرت عمر بن عبد العزیز ولید کو مسجد کا معائنہ کرا رہے تھے، یہ ابن مسیب کے مرتبہ شناس اور ان کی طبیعت سے واقف تھے، اس لیے ولید کی نظر سے بچانے کے لیے اس کو دوسری سمتوں میں اِدھر اُدھر پھراتے رہے لیکن جب وہ قبلہ کی طرف بڑھا تو اس کی نظر ابن مسیب پر پڑ گئی، اس نے پوچھا یہ شیخ کون ہیں؟ سعید تو نہیں ہیں، عمر بن عبد العزیزؒ نے جواب دیا ہاں اور ان کی جانب سے معذرت کے طور

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۹۶ (۲) ابن اثیر ج ۴ ص ۴۱۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ان کی مجبوریاں بیان کرنے لگے کہ اب وہ بہت ضعیف ہوگئے ہیں، آنکھوں سے کم دکھائی دیتا ہے، اگر وہ آپ کو پہچانتے تو سلام کے لیے ضرور اٹھتے، ولید نے کہا ہاں میں ان کی حالت سے واقف ہوں، میں خود ان کے پاس چلتا ہوں، چنانچہ گھومتا پھرتا سعید کے پاس پہنچا اور پوچھا شیخ کیسا مزاج ہے؟ شیخ نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے جواب دیا، الحمدللہ اچھا ہوں لیکن اتنا اخلاق برتا کہ جواب میں ولید کا مزاج پوچھ لیا، اس مختصر گفتگو کے بعد ولید یہ کہتا ہوا لوٹ گیا کہ یہ پرانی یادگار ہیں۔(۱)

پردہ پوشی: اگرچہ سعید احکام خداوندی کے باب میں متشدد تھے لیکن کسی کے گناہ کی پردہ دری پسند نہ کرتے تھے اور دوسروں کو پردہ پوشی کی تلقین کرتے تھے، ابن حرملہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں صبح کو باہر نکلا تو ایک شخص کو نشہ کی حالت میں پایا، اس کو زبردستی اپنے گھر گھسیٹ لایا، اس کے بعد سعید سے ملاقات ہوئی، ان سے میں نے پوچھا کہ ایک شخص نے ایک شخص کو نشہ کی حالت میں پایا، اس صورت میں وہ کیا کرے، اس کو حاکم کے سپرد کرکے اس پر حد جاری کرائے؟ ابن مسیب نے جواب دیا، اگر تم اس کو اپنے کپڑے سے چھپا سکو تو چھپالو، یہ سن کر میں گھر واپس آیا، اس وقت وہ شخص ہوش میں آچکا تھا، مجھ پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرہ پر شرمندگی طاری ہوگئی، میں نے اس سے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی، اگر تم صبح اس حالت میں پکڑ لیے جاتے اور تم پر حد جاری کی جاتی تو لوگوں کی نگاہوں میں تمہاری کیا آبرو رہ جاتی، تم زندگی ہی میں مردہ ہوجاتے، تمہاری شہادت تک قبول نہ کی جاتی، یہ نصیحت سن کر اس شخص نے کہا، خدا کی قسم آئندہ کبھی ایسا نہ کروں گا، اس پردہ پوشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمیشہ کے لیے تائب ہوگیا۔(۲)

ایک سبق آموز واقعہ: ابن مسیب کی لڑکی کی شادی کا واقعہ ایثار، ہمدردی، غربت پسندی اور سادگی مختلف حیثیتوں سے نہایت سبق آموز ہے، ان کی ایک لڑکی بڑی حسین وجمیل اور

(۱) ابن اثیر ج ۴ ص ۳۴۸ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۰۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم یافتہ تھی، عبدالملک اس کو اپنی بہو بنانا چاہتا تھا، اس نے اپنے ولی عہد کے ساتھ اس کی نسبت کا پیغام بھیجا، ابن مسیب نے انکار کر دیا، عبدالملک نے بہت دباؤ ڈالا اور مختلف قسم کی سختیاں کیں، ابن مسیب برابر انکار پر قائم رہے اور چند دنوں کے بعد قریش کے ایک نہایت معمولی اور غریب آدمی ابو وداعہ کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔

اس واقعہ کے بارے میں خود ابو وداعہ کا یہ بیان ہے کہ میں سعید ابن مسیب کے پاس پابندی سے جا کر بیٹھتا تھا، ایک مرتبہ چند دن غیر حاضری کے بعد جانے کا اتفاق ہوا، ابن مسیّب نے پوچھا، اتنے دن تک کہاں غائب رہے؟ میں نے کہا میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا، اس لیے حاضر نہ ہو سکا، فرمایا مجھے کیوں نہ خبر دی میں بھی تجہیز و تکفین مین شریک ہوتا، تھوڑی دیر کے بعد جب میں اٹھنے لگا تو انھوں نے کہا تم نے دوسری بیوی کا کوئی انتظام کیا، میں نے جواب دیا میں غریب، نادار، دو چار پیسے کی حیثیت کا آدمی ہوں، میرے ساتھ کون شادی کرے گا، فرمایا میں کروں گا، تم تیار ہو؟ میں نے کہا بہت خوب، سعید نے اسی وقت دو یا تین درہم پر میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح پڑھا دیا، میں وہاں سے اٹھا تو فرطِ مسرت میں میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کروں، گھر پہنچ کر رخصتی کے لیے قرض کی فکر میں پڑ گیا۔

شام کے وقت سعید بن مسیّب نے اپنی لڑکی کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا، پہلے دو رکعت نماز خود پڑھی اور دو رکعت لڑکی سے پڑھوائی، اس کے بعد اس کو لیے ہوئے میرے گھر پہنچے، میں مغرب کے بعد روزہ افطار کرنے جا رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا سعید، میں سوچنے لگا کہ سعید بن مسیب تو اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ کہیں آتے جاتے نہیں، یہ سعید کون ہیں، اٹھ کر دروازہ کھولا تو دیکھا سعید بن مسیب تھے، انھیں دیکھ کر میں نے کہا آپ نے کیوں زحمت گوارا کی، مجھے بلا بھیجا ہوتا فرمایا نہیں مجھے تمھارے پاس آنا چاہیے تھا، میں نے عرض کیا فرمایئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا تم تنہا آدمی تھے اور تمھاری بیوی موجود تھی، میں نے خیال کیا کہ تنہا کیوں رات بسر کرو، اس لیے تمھاری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی کو لے کر آیا ہوں، وہ ان کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی، انھوں نے اس کو دروازے کے اندر کر کے باہر سے دروازہ بند کر لیا، میری بیوی شرم سے گر پڑی، میں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا، اس کے بعد چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں میں اعلان کیا کہ آج سعید بن میتب نے اپنی لڑکی کا عقد میرے ساتھ کر دیا، اور اسے میرے گھر پہنچا گئے، میری ماں نے تین دن تک دستور کے مطابق اس کو بنایا سنوارا، بننے سنورنے کے بعد میں نے اس کو دیکھا تو وہ نہایت حسین، کتاب اللہ کی حافظ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم اور حقوقِ شوہری کی واقف کار عورت تھی۔(۱)

ذریعہ معاش: اگرچہ ابن میتب بڑے عابد وزاہد اور دنیا سے کنارہ کش بزرگ تھے، اس قدر ترک دنیا ناپسند کرتے تھے جس سے انسان اپنی عزت نہ قائم رکھ سکے اور دوسروں کے ساتھ سلوک نہ کر سکے(۲) اس لیے کسبِ معاش کے لیے تجارت کا پاک شغل اختیار کیا تھا، روغن زیتون وغیرہ کی تجارت کرتے تھے۔(۳)

ایک زمانہ میں حکومت کی طرف سے وظیفہ ملتا تھا لیکن پھر اسے لینا بند کر دیا تھا، ان کے وظیفہ کی تیس ہزار سے زیادہ رقم بیت المال میں جمع تھی، کئی مرتبہ انھیں اس کے لینے کے لیے بلایا گیا لیکن انھوں نے انکار کر دیا اور کہا مجھے اس وقت تک اس کی حاجت نہیں ہے جب تک خدا میرے اور بنی مروان کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔(۴)

حلیہ اور لباس: آخر عمر میں سر اور داڑھی دونوں کے بال سپید ہو گئے تھے جو کبھی یوں ہی رہتے تھے اور کبھی داڑھی میں خضاب کرتے تھے، موچھیں کبھی بہت باریک اور کبھی ذرا موٹی کترواتے تھے، لباس میں کوئی خاص اہتمام نہ تھا لیکن بالعموم اچھا لباس پہنتے تھے، سپید لباس زیادہ مرغوب خاطر تھے، عمامہ البتہ سیاہ ہوتا تھا، کبھی سپید عمامہ بھی باندھ لیتے تھے، کبھی کبھی

---

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۰۷، یہ واقعہ مختصراً ابن سعد میں بھی ہے۔(۲) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۰ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۷ (۴) ایضاً ص ۹۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلاہ بھی استعمال کرتے تھے، طیلسانی کپڑا زیادہ مرغوب تھا، اس میں کتان کی گھنڈی ہوتی تھی، کبھی باریک ابریشم کی چادر استعمال کرتے تھے، کپڑے پورے پہنتے تھے، ازار، قمیص، لمبا کرتا، موزہ اور عمامہ، کبھی کبھی پاجامہ بھی پہنتے تھے۔(۱)

۲۹۔ سلمہ بن دینار

نام ونسب: سلمہ نام، ابوحازم کنیت، نسلاً عجمی تھے، ان کے والد دینار ایرانی تھے اوران کی ماں رومی تھیں، ابن سعد بن ابی سفیان مخزومی کے غلام تھے، اس نسبت سے مخزومی کہلاتے۔

فضل وکمال: اگرچہ وہ ماں باپ دونوں کی جانب سے عجمی نژاد تھے لیکن اسلام کے فیض مساوات نے ان کو مدینہ کے شیوخ اوروہاں کے عابدوزاہد علما کے گروہ میں شامل کردیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں، الواعظ الزاهد عالم المدينة وشيخها (۲) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق وجلالت اورمدح وثنا پر سب کا اتفاق ہے۔(۳)

حدیث: حدیث کے بڑے حافظ تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں كان ثقة كثير الحديث (۴) حدیث میں انھوں نے صحابہ میں سہیل بن سعد الساعدیؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی تھی لیکن محدثین کے نزدیک آخرالذکر دونوں بزرگوں سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے، غیر صحابی علما میں ایک جماعتِ کثیر سے روایتیں کی ہیں، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، ابوامامہ بن سہل بن حنیف، سعید بن مسیب، عامر بن عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن ابی قتادہ، نعمان بن ابی عیاش، یزید بن رومان، عبیداللہ بن مقسم، ابراہیم بن عبدالرحمٰن نعجہ بن عبداللہ، ابوصالح السمان، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اورابن منکدر وغیرہ۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۲ وص ۱۰۳ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۹ (۳) تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۲۰۸ (۴) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۴۴ بحوالہ ابن سعد۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زہری، عبید اللہ بن عمرو بن اسحٰق، ابن عجلان، ابن ابی ذئب، مالک، حماد، سفیان، سلیمان بن بلال، سعید بن ابی ہلال، عمرو بن علی، ابوغسان المدنی، ہشام بن سعد، وہیب بن خالد، ابوصخر حمید بن زیادہ الخراط، اسامہ بن زید لیثی، محمد بن جعفر بن ابی کثیر اور فلیح بن سلیمان النمری وغیرہ آپ کے حلقۂ تلامذہ میں ہیں۔(۱)

فقہ: فقہ میں بھی انھیں پورا درک تھا اور وہ مدینہ کے مشہور فقیہ تھے، حافظ ذہبی اور امام نووی سب انھیں فقہا میں لکھتے ہیں، (۲) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ النفس تھے، ان کے مناقب بہت ہیں، وہ فقیہ، ثبت اور بلند مرتبہ تھے (۳) ان کے تفقہ کی ایک سند یہ ہے کہ وہ مدینۃ الرسول کے قاضی تھے۔(۴)

وعظ و پند: مدینہ میں وعظ و پند کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔(۵)

زہد و عبادت: عبادت و ریاضت کے لحاظ سے ان کا شمار صلحائے مدینہ میں تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ مدینہ کے عابد و زاہد لوگوں میں تھے (۶) حافظ ذہبی، امام نووی اور ابن حجر وغیرہ سب ان کے نام کے ساتھ ''زاہد'' کا لقب لکھتے ہیں، غرض جماعت تابعین میں وہ ہر اعتبار سے نہایت ممتاز تھے، محمد بن اسحٰق بن خزیمہ کا بیان ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی ان کا مثل نہ تھا۔(۷)

امرا اور سلاطین سے بے نیازی: امرا و سلاطین سے ہمیشہ بے نیاز رہے، کبھی ان کی آستان بوسی کا ننگ گوارا نہ کیا، سلیمان بن عبدالملک نے ایک مرتبہ ان کو امام زہری کی وساطت سے بلا بھیجا، انھوں نے زہری سے کہا اگر اس کو مجھ سے کوئی ضرورت ہے تو اس کو خود میرے پاس آنا چاہیے اور میری اس سے کوئی ضرورت نہیں ہے۔(۸)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج۴ ص۱۴۳ (۲) دیکھو تذکرۃ الحفاظ و تہذیب الاسماء حوالہ مذکورہ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۱۱۹ (۴) تہذیب التہذیب ج۴ ص۱۴۴ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۱۱۹ (۶) تہذیب التہذیب ج۴ ص۱۴۴ (۷) تہذیب الاسماء ج۲ ص۲۰۸ (۸) تہذیب التہذیب ج۴ ص۱۴۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکمت ودانائی: مذہبی اوراخلاقی کمالات کے ساتھ ان کو حکمت سے بھی وافر حصہ ملا تھا، عبدالرحمٰن ابن زید بن اسلم کا بیان ہے کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کے منھ سے ابوحازم کے منھ سے زیادہ حکمت قریب ہو،(۱) ابن خزیمہ کا بیان ہے کہ حکم ومواعظ میں ان کے زمانہ میں کوئی ان کا مثل نہ تھا۔(۲)

حکیمانہ مقولے: آپ کے بعض حکیمانہ مقولوں سے آپ کی حکمت کا اندازہ ہوسکتا ہے، فرماتے تھے کہ وہ تمام اعمال جن کی وجہ سے موت کا آنا گراں گذرتا ہو اُن کو چھوڑ دو، پھر جس وقت بھی موت آجائے تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، جو بندہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان فرائض وتعلقات کو اچھے اور درست رکھتا ہے تو خدا اس کے اور دوسرے بندوں کے تعلقات کو درست رکھتا ہے، اور جو بندہ اپنے اور خدا کے فرائض میں کوتاہی کرتا ہے، تو خدا اس کے اور دوسرے بندوں کے درمیانی فرائض میں کوتاہی پیدا کردیتا ہے، ایک شخص سے تعلقات خوش گوار رکھنا بہت سے لوگوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھنے سے زیادہ آسان ہے (یعنی اگر ایک خدا سے تعلقات خوشگوار ہوں تو ساری دنیا سے خوشگوار ہوجائیں گے) ایک مرتبہ خلیفہ ہشام نے آپ سے پوچھا کہ میں حکومت کی ذمہ داریوں کے مواخذہ سے کس طرح بچ سکتا ہوں؟ فرمایا بہت آسان ہے، ہر چیز کو جائز طریقہ سے لو، اور جائز مصرف میں اس کو صرف کرو، ہشام نے کہا یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کو ہوائے نفس سے بچنے کی خدا کی جانب سے توفیق حاصل ہو۔(۳)

وفات: ۱۴۰ھ میں وفات پائی۔(۴)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۹ (۲) شذرات الذہب ص ۲۰۸ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۹ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۰- سلیمان بن طرخان تیمی

نام ونسب: سلیمان نام، ابو معتمر کنیت، نسباً مری تھے لیکن بنی تیم میں بود و باش اختیار کر لینے کی وجہ سے تیمی مشہور ہو گئے تھے، بصرہ کے بڑے عابد وزاہد تابعین میں تھے کان من العباد المجتھدین۔ (۱)

فضل وکمال: اگر چہ سلیمان کا طغرائے کمال ان کا زہد وورع اور ریاضت وعبادت ہے لیکن علمی حیثیت سے بھی وہ بصرہ کے بڑے علما میں تھے، حافظ ذہبی حافظ امام اور شیخ الاسلام کے القاب کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ (۲)

حدیث: حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، علامہ ابن سعد انھیں ثقہ اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں (۳) اس عہد کے اکابر محدثین ان کی فقط حدیث دانی کے معترف تھے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ بصرہ کے حفاظ تین ہیں، ان میں ایک سلیمان کا نام تھا۔ (۴)

صحابہ میں انھوں نے انس بن مالکؓ اور تابعین میں حسن بصری، اعمش، قتادہ، طاؤس، ابو اسحٰق سبیعی، ابو عثمان نہدی، ابو نضرہ عبدی، نعیم بن ابی ہند، ابی المنہال، ثابت البنانی، ابو مجلز، یزید بن عبد اللہ بن شخیر، معبد بن ہلال اور یحییٰ بن معمر وغیرہ سے استفادہ کیا تھا (۵)

ان کی مرویات کی تعداد دو سو تک پہنچتی ہے (۶) شعبہ ان سے زیادہ کسی کو سچا نہ سمجھتے تھے (۷) اور ان کے شک کو بھی یقین کا درجہ دیتے تھے۔ (۸)

احتیاط فی الروایہ: اس حفظ کے باوجود وہ حدیث بیان کرنے میں اتنے محتاط تھے کہ رسول اللہ

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۸ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۵ (۳) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۸ (۴) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۰۲ (۵) ایضاً ج ۴ ص ۲۰۱ (۶) ایضاً (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۵ (۸) تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۲۰۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے وقت ان کا رنگ بدل جاتا تھا۔(۱)

اُن کے تلامذہ کا دائرہ خاصہ وسیع تھا، ان میں معتمر، شعبہ، دونوں سفیان، زائدہ، زہیر، حماد بن سلمہ، ابن علیہ، ابن مبارک، عبدالوارث بن سعید، ابراہیم بن سعد، جریر، حفص بن غیاث، عیسیٰ بن یونس، معاذ بن معاذ، ہشیم، قطان اور محمد بن عبداللہ انصاری لائق ذکر ہیں۔(۲)

زہد وورع: لیکن ان کا اصل طغرائے کمال اُن کا زہد وورع اور اُن کی عبادت وریاضت ہے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ بڑے سخت عبادت گذار لوگوں میں تھے۔(۳) ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ وہ عابد وزاہد، قائم اللیل، صائم النہار اور خدا کے مطیع لوگوں میں تھے۔(۴)

خشیت الٰہی: خدا کا خوف ان کی رگ وپے میں جاری وساری تھا، یحیٰ القطان کہتے تھے کہ میں نے سلیمان سے زیادہ خدا کا خوف کرنے والا نہیں دیکھا۔(۵)

عبادت وریاضت: ساری ساری رات عبادت کرتے تھے، اکثر عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے، اُن کے صاحبزادے معتمر بھی باپ کا صحیح نمونہ تھے، دونوں باپ بیٹے رات بھر گھوم گھوم کر مختلف مسجدوں میں نماز پڑھتے تھے،(۶) معتمر کا بیان ہے کہ چالیس سال تک انھوں نے عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی(۷) ہر سجدہ میں ستر مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے اور عصر سے لے کر مغرب تک تسبیح پڑھتے تھے۔(۸)

روزوں سے بھی یہی شغف تھا، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن ناغہ دے کر۔(۹)

صدقہ وخیرات: صدقہ بکثرت کرتے تھے، جریر کا بیان ہے کہ سلیمان ہر وقت صدقہ کیا

(۱) تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۳۵ (۲) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۰۱ (۳) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۸ (۴) شذرات الذہب جلد اول ص ۲۱۲۔ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۵ (۶) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۸ (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۵ (۸) ایضاً (۹) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے، جب صدقہ کے لیے کوئی چیز نہ ملتی تھی تو اس کے بدلے میں دو رکعت نماز ہی پڑھ لیتے۔(۱)

حسن عمل: غرض اُن کی زندگی کا ہر لمحہ حسنِ عمل میں گزرتا تھا، حماد بن سلمہ کا بیان ہے کہ جب ہم خدا کی عبادت کے اوقات میں سلیمان کے پاس جاتے تو اُن کو اطاعت ہی کرتے پاتے، معلوم ہوتا تھا کہ ان میں معصیت کا مادہ ہی نہ تھا۔(۲)

مواخذہ کا خوف: لیکن اس زندگی کے باوجود انھیں اپنے اعمال پر اعتماد نہ تھا کہ خدا کے یہاں کیا معاملہ پیش آنے والا ہے، فضیل بن عیاض کا بیان ہے کہ سلیمان سے کسی نے کہا کہ آپ آپ ہی ہیں، آپ کے مثل کون ہے؟ فرمایا ایسا نہ کہو مجھے نہیں معلوم کہ میرا رب میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گا، اس نے خود فرمایا ہے کہ بَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ اُن کے لیے اللہ کی جانب سے ایسی بات ظاہر ہوگی جس کا وہ لوگ گمان بھی نہ کرتے تھے۔(۳)

ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں مواخذہ کا خوف کرتے تھے، سعید بن عامر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان بیمار ہوئے، بیماری کی حالت میں رونے لگے، کسی نے پوچھا رونے کا کیا سبب ہے، فرمایا ایک مرتبہ میں ایک قدری کے پاس سے گذرا تھا تو اسے سلام کیا تھا، مجھے خوف ہے کہ اس کا مجھ سے مواخذہ نہ کیا جائے۔(۴)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی حسن عمل کا ایک بڑا درجہ ہے، سلیمان اس کو ایک ضروری فرض سمجھتے تھے اور امرا کے قصور و محلات میں جا کر اس فرض کو ادا کرتے تھے۔(۵)

ایک نکتہ: زمانہ کا کوئی دور سہولت پسند افراد بلکہ جماعتوں تک سے خالی نہیں رہا ہے اور آج

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۵ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) طبقات کبریٰ امام شعرانی ج اول ص ۳۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کل تو ہر شخص مذہب میں آسانی ڈھونڈتا ہے، اس قبیل کے اشخاص آسانی کے لیے کسی خاص مسلک کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ جب تمام ائمہ برحق، ان کی رائیں صحیح اور ان کے مسلک درست ہیں تو پھر کسی خاص امام اور خاص مسلک کی پابندی کیوں ضروری ہے اور ''الدین یسر'' کے ماتحت ان سب کے آسان مسائل کیوں نہ اختیار کیے جائیں، سلیمان اس قسم کی سہل پسندی کے مفاسد میں ایک دلچسپ نکتہ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر تمام علما کی رخصتوں، یعنی جائز کردہ چیزوں اور ان کی لغزشوں کو تم اختیار کرلو تو تمہاری ذات میں ساری برائیاں جمع ہو جائیں گی۔(۱)

وفات: ۱۴۳ھ میں وفات پائی (۲) وفات کے وقت ستاون سال کی عمر تھی۔(۳)

۱۳۱-سلیمان بن یسار

نام ونسب: سلیمان نام، ابوتراب کنیت، ام المومنین حضرت میمونہؓ کی غلامی کا شرف رکھتے تھے، پھر انھوں نے ان کو مکاتب بنا دیا تھا، اس غلامی نے سلیمان کو علم وعمل کی دولت سے مالا مال کر دیا تھا۔

حرم نبوی میں آمد ورفت: حضرت میمونہؓ کی غلامی کے توسل سے سلیمان حضرت عائشہؓ وغیرہ کی خدمت میں آتے جاتے تھے اور وہ ان کی غلامی کے زمانہ تک اُن سے پردہ نہ کرتی تھیں، خود سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر باریابی کی اجازت چاہی، آپ نے آواز پہچان کر فرمایا، تم نے آزادی کے متعلق جو طے کیا تھا، اسے پورا کیا؟ میں نے عرض کیا، ہاں لیکن ابھی تھوڑا سا باقی ہے، فرمایا تو اندر چلے آؤ، تم اس وقت تک غلام ہو جب تک تمہارے ذمہ کچھ بھی باقی ہے۔(۴)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۵ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۸ (۳) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۰۱ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضل وکمال: سلیمان اولاً خود ذاتی صلاحیت اوراستعداد کے لحاظ سے نہایت ذہین اور سمجھدار تھے،(۱) پھر انھیں ام المومنین کی غلامی کے تعلق سے مدینہ میں رہنے والے صحابۂ کرام کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا تھا، اس لیے وہ مدینہ کے ممتاز ترین علما میں ہو گئے (۲) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت اور علمی کمال پر سب کا اتفاق ہے۔(۳)

قرآن: اُن کو قرآن مجید، حدیث نبویؐ، فقہ جملہ علوم میں درک تھا، قرآن کے ممتاز قاریوں میں تھے(۴)

حدیث: جس گھر کے وہ خادم تھے وہ حدیث نبوی کا سرچشمہ تھا، اس لیے قدرۃً احادیثِ نبوی کا معتد بہ ذخیرہ اُن کے حصہ میں آیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ عالی مرتبہ، رفیع المنزلت، فقیہ اور کثیر الحدیث تھے۔(۵)

انھوں نے حدیث میں ام المومنین عائشہؓ صدیقہ اور میمونہؓ کے خرمنِ کمال سے زیادہ خوشہ چینی کی تھی، اُن کے علاوہ اکابر صحابہ میں زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، فضل ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، مقداد بن اسودؓ، عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ اور عام محدثین میں جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری، عبداللہ بن حارث بن نوفل، عبدالرحمٰن بن جابر، عراک بن مالک، مالک بن ابی عامر اصبحی وغیرہ سے فیض یاب ہوئے تھے۔(۶)

تلامذہ: حدیث میں ان کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، بعض کے نام یہ ہیں: عمر بن دینار، عبداللہ بن دینار، عبداللہ بن فضل ہاشمی، ابوالزناد، بکیر بن الاشج، جعفر بن عبداللہ، ابن حکم، سالم، ابوالنضر، صالح بن کیسان، عمرو بن میمون، محمد بن ابی حرملہ، زہری، مکحول، نافع، یحییٰ بن سعید انصاری، یعلی بن حکیم اور یونس بن سیف وغیرہ۔(۷)

فقہ: مگر ان کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس میں وہ امامت اور اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے،

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۹ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۳۴ (۳) ایضاً ص ۳۵ (۴) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۲۹ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۰ (۶) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۲۸ (۷) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ علم اور ائمہ اجتہاد میں تھے (۱) وہ مدینہ کے ان سات مشہور فقہا میں تھے جو اس عہد کے امام فقہ مانے جاتے تھے۔ (۲) مسائل طلاق کے خصوصیت کے ساتھ بڑے عالم تھے، قتادہ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ گیا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہاں طلاق کے مسائل کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے سلیمان بن یسار کا نام بتایا۔ (۳)

بعض علما فقہ میں انھیں ان ائمہ پر جن کی علمی عظمت مسلم تھی، ترجیح دیتے تھے چنانچہ محمد بن حنفیہ کے صاحبزادے حسن انھیں سعید بن مسیّب سے زیادہ فہیم سمجھتے تھے، خود ابن مسیّب ان کے اتنے معترف تھے کہ جب ان کے پاس کوئی مستفتی آتا تھا تو اسے سلیمان کے پاس بھیج دیتے تھے (۴) اور فرماتے تھے کہ موجودہ لوگوں میں سب سے بڑے عالم وہی ہیں۔ (۵)

زہد وورع: زہد وعبادت کے اعتبار سے بھی ممتاز شخصیت رکھتے تھے، ابوزرعہ کا بیان ہے کہ سلیمان بن یسار مدنی، فاضل اور عبادت گذار تھے، (۶) عجلی ان کے فضائلِ علمی کے ساتھ ان کی عبادت وریاضت کی بھی شہادت دیتے ہیں۔ (۷)

عفت: بڑے عفیت وپاک دامن تھے، اگرچہ تابعین کی مقدس جماعت کے لیے عفت وپاک دامنی کوئی بڑا وصف نہیں ہے لیکن ترغیبات اور آزمائش وامتحان کے موقع پر پورا اترنا ہر شخص کے لیے کمال ہے، سلیمان نہایت حسین وجمیل شخص تھے، ایک مرتبہ ایک عورت نے آپ کے گھر کے اندر آکر دام ڈالنا چاہا، آپ گھر سے نکل کر بھاگ گئے۔ (۸)

وفات: آپ کے زمانہ وفات کے بارہ میں کوئی روایتیں ہیں، ان سب میں زیادہ معتبر یہ ہے کہ ۱۰۷ھ میں وفات پائی، وفات کے وقت ۷۳ سال کی عمر تھی۔ (۹)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۹ (۲) تہذیب الاسماء وتذکرۃ الحفاظ حوالۂ مذکورہ (۳) ابن خلکان ج اول ص ۲۱۳ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۹ (۵) شذرات الذہب ج اول ص ۱۳۴ (۶) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۳۵ (۷) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۳۰ (۸) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۰ (۹) ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۲-قاضی شریح بن حارث

نام ونسب: شریح نام، ابوامیہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے: شریح حارث بن قیس بن الجہم بن معاویہ بن عامر بن رائش بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن کندہ کندی، بعض روایتوں میں نسب نامہ کے اوپر کے ناموں میں تھوڑا سا اختلاف ہے، ایک روایت یہ بھی ہے کہ شریح نسلاً عرب نہ تھے بلکہ عجم کے ان خانوادوں میں سے تھے جو کندہ کے حلیف بن کریمن میں آباد ہوگئے تھے۔

عہدرسالت: شریح عہدِ رسالت میں موجود تھے اور بعض روایتوں کے مطابق وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ زیارت سے بھی مشرف ہوئے لیکن یہ بیان صحیح نہیں ہے، اسلام کے شرف سے تو بیشک وہ اسی عہد میں مشرف ہوگئے تھے لیکن دولتِ دیدار سے محروم رہے، حافظ ابن حجر کا بھی یہی فیصلہ ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ خلفائے اربعہ کے زمانہ کے شریح کے حالات بہت ملتے ہیں لیکن کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ثابت ہوتی ہو۔(۱)

علامہ ابن سعد اور حافظ ابن عبدالبر وغیرہ تمام ارباب سیر وطبقات اسی کے قائل ہیں اور شریح کو تابعین ہی میں شمار کرتے ہیں، البتہ تابعین کے زمرہ میں وہ نہایت ممتاز شخصیت رکھتے تھے اور تاریخ اسلام کے مشہور قاضی تھے۔

فضل وکمال: شریح نے بہت سے اکابر صحابہ کو پایا تھا اور ان کی صحبت اٹھائی تھی، پھر وہ فطرۃً نہایت ذہین وطباع تھے،(۲) اس لیے علمی اعتبار سے انھوں نے اپنے اقران میں نہایت ممتاز حیثیت حاصل کرلی تھی، امام نووی لکھتے ہیں کہ شریح کی توثیق، دینداری، فضل وکمال،

(۱) اصابہ ج ۲ ص ۲۰۲ (۲) استیعاب ج ۲ ص ۶۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکاوت اوران کی روایات سے احتجاج پرسب کا اتفاق ہے،(۱) حافظ صفی الدین خزرجی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے جلیل القدر اور ذکی علماء میں تھے۔(۲)

حدیث: بصرہ کے ممتاز حفاظِ حدیث میں تھے،صحابہ میں انھوں نے حضرت عمرؓ،حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ جیسے اکابر سے استفادہ کیا تھا، امام شعبی ، ابووائل قیس ابن ابی حازم، ابن سیرین، عبدالعزیز بن رفیع، مجاہد بن جبیر، عطاء بن سائب، انس بن سیرین اورابراہیم نخعی جیسے ائمہ ان کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔(۳)

فقہ: اگرچہ شریح حدیث کے بھی حافظ تھے لیکن ان کا خاص فن فقہ تھا، حافظ ذہبی اور ابن حجر وغیرہ ان کا خصوصی فن فقہ ہی کو شمار کرتے ہیں اوران کے نام کے ساتھ فقیہ کا لقب لکھتے ہیں ۔(۴) وہ مرکز فقہ کوفہ کی جماعت افتاء کے ایک رکن تھے۔(۵)

قیافہ وشاعری: حدیث وفقہ کے علاوہ عرب کے مروجہ فنون قیافہ اور شاعری میں بھی دستگاہ رکھتے تھے،(۶) شاعری میں اتنا کمال حاصل تھا کہ ایک مرتبہ انھوں نے نظم میں فیصلہ دیا تھا کہ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت کے خلاف جس کے ایک لڑکا تھا اوراپنے شوہر کی موت کے بعد اس نے دوسری شادی کرلی تھی، اس کی ساس نے قاضی شریح کے یہاں دعویٰ دائر کیا، عورت کا دعویٰ تھا کہ لڑکے کی ولی وہ ہے، کیوں کہ اس کے باپ کی ماں ہے، اور ساس کا دعویٰ تھا کہ بہو کے عقد ثانی کے بعد حق تولیت اسے ملنا چاہیے، ساس نے نظم میں اپنا دعویٰ پیش کیا:

یا ابا امیة اتیناك   وانت المرأ ناتیه

اتاك ابنی وأماه   وکلتانا نغدیه

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ص ۲۴۴ (۲) تہذیب الکمال ص ۶۵ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۴۴ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۱ وتہذیب التہذیب حوالۂ مذکورہ (۵) اعلام الموقعین ج اول ص ۲۷ (۶) ابن سعد ج ۶ ص ۹۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تــزوجــت فهــاتيــه ولا يـذهــب بك اليتــه
فــلــوكــنــت تــايــمــت مــمــانــازعتــنى فيــه
الا يــا ايهــا الــقــاضى هــذه قــصتــى فيــه

یعنی ابوامیہ ہم آپ کے پاس انصاف کے لیے آئے ہیں، میرا لڑکا (پوتا) اور اس کی ماں تیرے پاس آئے ہیں اور ہم دونوں اس پر فدا ہیں، (بہو سے خطاب) جب تم نے دوسری شادی کر لی تو لڑکا مجھے دیدو، زبردستی مت کرو، بیوہ ہو جانے کے بعد تم اس کے بارہ میں مجھ سے کیوں جھگڑا کرتی ہو؟ (قاضی سے خطاب) قاضی صاحب لڑکے کے بارے میں ہم دونوں کا یہ قصہ ہے۔

بہو نے ساس کے دعویٰ کا یہ جواب دیا:

يــا ايهــا الــقــاضى قــد قــالــت لك الــجــدة
وقــولا فــاستــمــع مــنــى ولا تبــطــرنــى ردہ
اعــزى الــنفسى عن ابنى وكبــدى حــمــلــت كبــده
فــلــمــا كــان فى حجرى يتيــمــا ضــائــعــا وحدۂ
تــزوجــت رجــاء الخير مــن يــكــفــيــنــى فــقــده
ومــن يــظــهــرلــى وده ومــن يــكــفــل لــى رفــده

قاضی صاحب دادی یعنی میری ساس کا بیان آپ نے سن لیا، اب میرا بھی سنیے اور اس کو رد نہ کیجئے، میں اپنے لڑکے سے اپنے دل کو تسلی دیتی ہوں، میں نے ہمیشہ اس کو کلیجے سے لگائے رکھا ہے، میری بیوہ گود میں تنہائی کی وجہ سے اس یتیم کے ضائع جانے کا خطرہ تھا، اس لیے میں نے اس کی بھلائی اور اس کی نگہداشت کے خاطر ایسے شخص سے شادی کر لی جو اس کو ضائع نہ ہونے دے اور اس کی کفالت کر سکے۔

چوں کہ ساس بہو دونوں نے نظم میں دعویٰ پیش کیا تھا، اس لیے قاضی شریح نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظم ہی میں اس کا یہ فیصلہ دیا:

قدفهم القاضي ماقلتما وقضى بينكما ثم فصل
بقضاءٍ بيّنٍ بينكما وعلى القاضي جهد ان عقل
قال للجده بيني بالصبي وخذى ابنك من ذات العلل
انها لو صبرت كان لها قبل دعواها تبغيها البدل

''تم دونوں نے جو کچھ کہا قاضی نے اسے سمجھا اور تم دونوں کے درمیان ایک واضح فیصلہ کر دیا، اگر قاضی سمجھدار ہے تو اس پر کوشش کرنا فرض ہے، پھر دادی سے کہا لڑکے کو اس حیلہ ساز سے لے کر الگ ہو جا، گروہ نکاح نہ کرتی تو بچہ اس کے پاس رہتا۔(۱)

قضا کی اس تعداد اور قابلیت: ایک قاضی کے لیے جن اوصاف اور صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام شریح کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں، فضل وکمال کا حال اوپر گذر چکا، طبعًا وہ نہایت ذہین، ذکی، طباع، فریس اور فہیم تھے۔(۲) پیچیدہ اور ظاہر فریب سے ظاہر فریب معاملات کی تہ تک پہنچ جاتے تھے، اس کی مثالیں آئندہ آئیں گی، ان اوصاف نے ان میں قدرۃً قضا کی نہایت اعلیٰ استعداد پیدا کردی تھی، حضرت علیؓ جن کو زبان رسالت سے "اقضاهم علی" کی سند ملی تھی، شریح کو ''اقضی العرب'' کا سب سے بڑا قاضی فرماتے تھے(۳)

عہدۂ قضا پر تقرر: عہدۂ قضا پر تقرر سے پہلے ان کی یہ استعداد وصلاحیت مشہور ہو چکی تھی اور لوگ متنازعہ فیہ معاملات میں ان کو حکم بناتے تھے، چنانچہ اسی سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے ان کے ایک فیصلہ کو دیکھ کر انھیں کوفہ کا قاضی بنا دیا۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے بشرط پسندیدگی ایک گھوڑا

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۹۴ (۲) استیعاب ج ۲ ص ۶۷ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ص ۲۴۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خریدا اور امتحان کے لیے ایک سوار کو دیا، گھوڑا سواری میں چوٹ کھا کر داغی ہو گیا، حضرت عمرؓ نے اس کو واپس کرنا چاہا، گھوڑے کے مالک نے لینے سے انکار کر دیا، اس پر نزاع ہوئی اور شریح ثالث بنائے گئے، انھوں نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر گھوڑے کے مالک سے اجازت لے کر سواری کی گئی تھی تو گھوڑا واپس کیا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں اس واقعہ کی شکل یہ ہے کہ گھوڑا امتحان میں ہلاک ہو گیا، حضرت عمرؓ نے اس کو واپس کرنا چاہا، اس پر تنازعہ ہوا اور شریح حکم مقرر ہوئے، انھوں نے فیصلہ کیا کہ جس کو خریدا ہے اسی کو لینا ہوگا، یا جس حالت میں لیا تھا اسی حالت میں واپس کرنا ہوگا، اس فیصلہ پر حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا قاضی بنا دیا۔ (۲)

قاضی شریح نے اس خدمت کو اس قابلیت، اس خوش اسلوبی اور دیانت سے ادا کیا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے لے کر عبدالملک کے زمانہ تک مسلسل ساٹھ برس قاضی رہے۔ (۳) اس طویل مدت میں بڑے بڑے انقلابات و حوادث ہوئے، خلافتِ راشدہ کا دور ختم ہو کر اموی حکومت کا آغاز ہوا، ابن زبیرؓ اور امویوں میں خون ریز معرکہ آرائیاں ہوئی، ساری دنیائے اسلام میں انقلاب برپا ہوا لیکن شریح بدستور مسند قضا پر متمکن رہے۔ ابن زبیرؓ اور عبدالملک کی جنگ کے زمانہ میں اپنا دامن بچانے کے لیے صرف چند برسوں کے لیے مستعفی ہو گئے تھے۔ (۴)

فیصلوں میں عدل: ایک قاضی کا سب سے مقدم فرض اور سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ وہ فیصلہ کرنے میں کسی خارجی اور داخلی اثر سے متاثر نہ ہو اور کسی حالت میں بھی حق و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، شریح میں یہ وصف اس حد تک تھا کہ وہ قانون اور حق و انصاف کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی شخصیت اور بڑے سے بڑے تعلق کی پرواہ نہ کرتے

---

(۱) کتاب الاوائل الباب السابع ذکرۃ القضاۃ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۹۱ (۳) استیعاب ج ۲ ص ۶۷

(۴) ابن خلکان ج اول ص ۲۲۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، ایک معمولی شخص کے مقابلہ میں حضرت عمرؓ کے خلاف فیصلہ دینے کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، اگر ان کا لڑکا بھی قانون کی زد میں آجاتا تھا تو اس کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کے ایک لڑکے نے ایک ملزم کی ضمانت کی، ملزم بھاگ گیا، شریح نے اس کے بدلہ میں لڑکے کو قید کردیا۔(۱) ایک مرتبہ ان کے اردلی نے ایک شخص کو کوڑوں سے مارا، انھوں نے مضروب سے اس کو کوڑے لگوائے۔(۲)

ایک مرتبہ ان کے ایک ہم خاندان نے ایک شخص پر کچھ ناروا ظلم کیا، شریح نے اس کو ایک ستون میں بندھوادیا، جب وہ فیصلہ کرکے اٹھے تو اس شخص نے کچھ کہنا چاہا، شریح نے کہا مجھ سے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ میں نے تم کو نہیں قید کیا ہے، بلکہ حق نے قید کیا ہے۔(۳)

اس حد تک انصاف، عدل گستری کا کوئی غیر معمولی نمونہ نہیں ہے، شریح کے بعض ایسے واقعات بھی ہیں جن کی مثالیں مشکل سے مل سکتی ہیں، ان کے ایک لڑکے اور بعض دوسرے اشخاص کے درمیان کسی حق کے بارے میں تنازعہ تھا، لڑکے نے ان سے واقعات بتاکر پوچھا کہ اگر میرا حق نکلتا ہو اور مقدمہ میں کامیابی کی امید ہو تو میں دعویٰ کردوں، ورنہ خاموش رہوں، شریح نے مقدمہ کی نوعیت پر غور کرکے دعویٰ کرنے کا مشورہ کیا لیکن جب مقدمہ ان کے سامنے پیش ہوا تو لڑکے کے خلاف فیصلہ دے کر جب گھر واپس آئے تو لڑکے نے کہا اگر میں نے پہلے آپ سے مشورہ نہ کرلیا ہوتا تو مجھ کو آپ سے کوئی شکایت نہ ہوتی لیکن مشورہ دینے کے بعد آپ نے مجھے ذلیل کیا، شریح نے جواب دیا جان پدر! تو مجھے ان لوگوں کے جیسے روئے زمین بھر کے آدمیوں سے زیادہ عزیز ہے لیکن خدا مجھے تجھ سے بھی زیادہ عزیز ہے، جب تو نے مجھ سے مشورہ کیا تو مقدمہ دیکھنے کے بعد مجھے ان لوگوں کا حق نظر آیا، اگر میں اس وقت تجھ سے اس کو ظاہر کردیتا تو تو ان سے صلح کرلیتا اور ان لوگوں کا

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۹۲ (۲) ایضاً ص ۹۵ (۳) ایضاً ص ۹۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق ضائع ہو جاتا۔(۱)

شہادت میں سچائی کا اہتمام: یوں تو نہ کبھی جھوٹی شہادتوں کا انسداد ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے لیکن شریح حتی الامکان اخلاقی حیثیت سے جھوٹی شہادتوں کو روکنے کی کوشش کرتے تھے اور گواہوں کو سمجھا کر جھوٹی شہادت سے روکتے تھے، اگر اس میں ناکامی ہوتی تو اسی شہادت پر فیصلہ دیدیتے کیوں کہ شہادت کے مقابلہ میں ذاتی علم کی کوئی حیثیت نہیں۔

ابن سیرین کا بیان ہے کہ شریح کو جب ثبوت کے گواہ مشکوک نظر آتے مگر ان کی ظاہری صداقت پر کوئی گرفت نہ ہو سکتی تو وہ پہلے گواہوں سے کہتے کہ میں نے تم کو طلب نہیں کیا ہے، اگر تم واپس جانا چاہو تو میں تم کو نہیں روکوں گا، تمہاری شہادت پر اس مقدمہ کا فیصلہ ہوگا، تمہاری شہادت سے میرا دامن محفوظ ہو جاتا ہے لیکن تم بھی اپنے کو بچاؤ، اگر گواہ سمجھانے پر بھی باز نہ آتا تو مجبوراً اس کی شہادت پر فیصلہ کر دیتے، اس لیے کہ کوئی قاضی کسی گواہ کو شہادت سے نہیں روک سکتا لیکن اس فریق سے کہہ دیتے کہ مجھ کو یقین ہے کہ تم اس معاملہ میں ظالم ہو، مگر میں اپنے خیال وگمان پر فیصلہ نہیں کر سکتا بلکہ ثبوت کے مطابق فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں، مگر یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ جو چیز خدا نے تم پر حرام کی ہے، میرا فیصلہ اسے حلال نہیں کر سکتا۔(۲)

عزیز قریب کی شہادت کا قانون: حدیث میں اعزہ قریب کی شہادت کی کوئی ممانعت نہیں ہے، اس لیے ایک عزیز کے مقدمہ میں دوسرے ثقہ عزیز کی شہادت قبول کرنے میں کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہے، ابن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ قاضی شریح نے عزیز کے مقابلہ میں عزیز کی شہادت ناقابل اعتبار قرار دی اور یہ قانون بنا دیا کہ لڑکے کی شہادت باپ کے متعلق باپ کی شہادت لڑکے کے متعلق، بی بی کی شہادت شوہر کے متعلق، شوہر کی شہادت بی بی کے متعلق، آقا کی شہادت غلام کے متعلق اور غلام کی شہادت آقا کے متعلق اور اجیر کی شہادت

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۹۲ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۵۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس شخص کے متعلق جس نے اس کو اجرت پر کیا ہو، قبول نہیں کی جاسکتی، اس اصول پر وہ اس سختی سے عامل تھے کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں حضرت امام حسنؓ کی شہادت مسترد کردی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی زرہ کہیں گرپڑی اور ایک ذمی کے ہاتھ لگی، حضرت علیؓ نے شریح کی عدالت میں دعویٰ کیا، شریح نے ذمی سے پوچھا تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا، میری ملکیت کا ثبوت یہ ہے کہ زرہ میرے قبضہ میں ہے، شریح نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس اس کی کوئی شہادت ہے کہ زرہ گرگئی تھی، انھوں نے حضرت حسنؓ اور قنبر کو شہادت میں پیش کیا، شریح نے کہا قنبر کی شہادت تو قبول کرتا ہوں لیکن حسنؓ کی شہادت مسترد کرتا ہوں، حضرت علیؓ نے فرمایا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا ہے کہ الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة، شریح نے کہا سنا ہے لیکن میں باپ کے مقابلہ میں لڑکے کی شہادت معتبر نہیں سمجھتا، اس فیصلہ کو حضرت علیؓ نے تسلیم کرلیا اور زرہ یہودی کے پاس رہنے دی، اس واقعہ کا یہودی پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے خود اقرار کرلیا کہ زرہ آپ ہی کی ہے اور تمہارا دین سچا ہے، مسلمانوں کا قاضی امیر المومنین کے خلاف فیصلہ کرتا ہے اور وہ بلاچون وچرا سرخم کردیتا ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد خدا کے سچے رسول تھے، حضرت علیؓ کو اس کے اسلام سے اتنی مسرت ہوئی کہ اس یادگار میں انھوں نے زرہ اپنی طرف سے اس کو دیدی۔(۱)

فقہ کی کتابوں میں یہ قانون حدیث کے حوالہ سے منقول ہے لیکن صاحب نصب الرایہ نے تصریح کردی ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ شریح کا قول ہے۔(۲)

خفیہ تحقیقات: شریح سے پہلے اسلامی عدالت میں خفیہ تحقیقات کا طریقہ رائج نہ تھا، سب سے پہلے اس کو شریح نے جاری کیا، چوں کہ یہ نئی بات تھی اس لیے لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ تم نے یہ بدعت کیوں جاری کی؟ انھوں نے جواب دیا جب لوگوں نے نئی نئی باتیں

(۱) شذرات الذہب ج اول ص ۸۵ (۲) نصب الرایہ باب من یقبل شہادتہ ومن لا یقبل۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری کیں تو میں نے بھی نئی بات جاری کی۔(۱) (یعنی جب نئے نئے جرائم ہونے لگے تو مجھ کو بھی نئے طریقے اختیار کرنے پڑے)

جھوٹے حلف پر سچی شہادت کو ترجیح: ثبوت کو قسم سے زیادہ اہم سمجھتے تھے اور تنہا حلف کو چنداں اہمیت نہ دیتے تھے بلکہ ثبوت کے ساتھ قسم لیتے تھے،(۲) ایک مقدمہ میں ایک مدعی نے اپنے فریق سے قسم لی، قسم لینے کے بعد اس کے خلاف ثبوت پیش کیا، شریح نے کہا عادل ثبوت جھوٹی قسم سے زیادہ معتبر ہے۔(۳)

اہل مقدمہ کو صفائی اور ثبوت کا موقع: مدعی کو ثبوت اور ملزم کو صفائی کا پورا موقع دینا ہر عدالت کا فرض ہے، شریح اس کا اتنا لحاظ رکھتے تھے کہ مقدمہ فیصل کر دینے کے بعد بھی اگر فریقین کچھ کہنا چاہتے تو اس کا موقع دیتے تھے، احنف کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شریح کی عدالت میں گیا، انھوں نے ایک شخص کے خلاف فیصلہ دیا، اس نے کہا ابھی جلدی نہ کیجئے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، شریح نے اسے موقع دیا جب وہ کہہ چکا تو کہا کیا میں چھوڑ دوں؟ تم نے بہت فضول باتیں کیں تم نے جو کچھ کہا ہے اس پر ثبوت پیش کرو۔(۴)

وہ خود اپنے فیصلے کے خلاف اپیل سننے کے لیے تیار رہتے تھے، چنانچہ کہا کرتے تھے ”کہ جو شخص میرے فیصلہ کے خلاف دعویٰ کرے تو میرا فیصلہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک مدعی اپنے دعویٰ کو ثابت نہ کر دے، حق بہرحال میرے فیصلے کے مقابلہ میں زیادہ حق ہے۔“(۵)

غیر جانب داری: مقدمات غیر جانب دارانہ کرتے تھے، کسی فریق کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرتے تھے، نہ کسی فریق سے جرح میں کمی کرتے تھے اور نہ کسی فریق کو کوئی پوائنٹ بتاتے تھے۔(۶)

---

(۱) محاضرۃ الاوائل ص ۱۹۷ (۲) ابن سعد ص ۹۶ (۳) ایضاً ص ۹۴ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۹۲ (۵) ایضاً ص ۹۳ (۶) ایضاً ص ۹۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رازداری: مقدمات میں پوری رازداری سے کام لیتے تھے اور اس کی روداد کسی پر بھی ظاہر نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کے لڑکے نے اپنے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں کچھ پوچھا، انھوں نے جواب دیا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو تمہارے فریق پر بھڑکاؤں۔(۱)

خاندانی رواج: مقدمات میں خاندانی رواج کو قبول نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ.......... چند غزالوں نے ایک مقدمہ دائر کیا، ان میں سے بعض نے کہا کہ اس مقابلہ میں ہمارا خاندانی دستور یہ رہا ہے، شریح نے کہا تمہارے خاندانی دستور تمہارے گھر تک ہیں۔(۲)

دلالوں کی مخالفت: اہل مقدمہ کے دلالوں کے سخت مخالف تھے، انھیں اپنی عدالت سے نکلوا دیتے تھے اور لوگوں کو ان سے بچنے کی ہدایت کرتے تھے۔(۳)

رشوت میں احتیاط: رشوت سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا ہے، مہذب دور میں رشوت، ہدایا وتحائف کی شکل اختیار کر لیتی ہے، جس سے بچنا بہت مشکل ہے، اس لیے شریح ہدیہ تو قبول کر لیتے تھے لیکن رشوت سے محفوظ رہنے کے لیے فوراً اس کا بدل کر دیتے تھے۔(۴)

آداب قضا: جب گھر سے عدالت جانے لگتے تو یہ کلمات کہتے: ''عنقریب ظالم اس حصہ کو جان لے گا جو اس نے کم کیا ہے اور ظالم کو سزا کا اور مظلوم کو مدد کا انتظار کرنا چاہیے۔''(۵) بھوک اور غصہ کی حالت میں مقدمہ نہ کرتے تھے اور عدالت سے اٹھ جاتے تھے۔(۶)

فیصلوں کی مقبولیت: عموماً عدالت کے حکام جمہور کو خوش نہیں رکھ سکتے، عام حالات میں ان کے فیصلوں سے کسی نہ کسی جماعت کو شکایت ضرور رہتی ہے لیکن شریح کے فیصلوں سے پبلک بہت مطمئن رہتی تھی، جابر بن زیاد کا بیان ہے کہ شریح ہمارے یہاں بصرہ میں قریب قریب ایک سال تک قاضی رہے، اس قلیل مدت میں انھوں نے ایسی بے مثل قضاءت کی کہ اس کے قبل اور مابعد کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔(۷)

---

(۱) ابن سعد ترجمہ شریح (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۹۴ (۳) ایضاً ۹۷ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۹۹ (۵) ایضاً ص ۹۳ (۶) ایضاً ص ۹۴ (۷) ایضاً ص ۹۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے فیصلے علمی درس ہوتے تھے: ان کے فیصلے اس قدر پراز معلومات اور فاضلانہ ہوتے تھے کہ ان کی عدالت فقہا کی درس گاہ بن گئی تھی، بڑے بڑے علما فقہی واقفیت حاصل کرنے کے لیے ان کے فیصلے سننے کو آتے تھے، مکحول کا جو خود بہت بڑے عالم تھے، بیان ہے کہ میں چھ مہینہ تک شریح کی عدالت میں معلومات حاصل کرنے کے لیے جاتا رہا، میں ان سے کچھ پوچھتا نہ تھا، ان کے فیصلے میرے معلومات کے لیے کافی ہوتے تھے۔(۱)

نکتہ رسی اور دقیقہ سنجی: چوں کہ شریح نہایت ذہین اور طباع تھے، اس لیے اہل مقدمہ کی ظاہری حالت سے دھوکا نہ کھاتے تھے، ایک مرتبہ ایک عورت نے ایک مرد پر استغاثہ دائر کیا اور عدالت میں آکر زاروقطار رونے لگی، امام شعبی بھی موجود تھے، انھوں نے شریح سے کہا یہ عورت مظلوم معلوم ہوتی ہے، شریح نے کہا رونا مظلومیت کا ثبوت نہیں ہے، برادران یوسف بھی باپ کے پاس روتے ہی ہوئے آئے تھے۔(۲)

عبادت: علمی کمالات کے ساتھ وہ فضائل اخلاق سے بھی آراستہ تھے، بڑے دیندار اور عبادت گذار تھے،(۳) قضا کی ذمہ داریوں اور مشغولیتوں کے باوجود ان کا کافی وقت عبادت میں گذرتا تھا، ان کے غلام ابوطلحہ کا بیان ہے کہ جب وہ صبح کی نماز پڑھ کر واپس آتے تھے تو گھر کے دروازے بند کر کے قریب قریب آدھے دن تک نوافل میں مشغول رہتے تھے۔(۴)

سلام میں سبقت: طبعاً نہایت خوش اخلاق اور منکسر مزاج تھے، سلام میں ہمیشہ خود سبقت کرتے تھے، قاسم کا بیان ہے کہ کوئی شخص سلام میں شریح پر سبقت نہیں کرسکتا تھا، عیسیٰ بن حارث کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ سبقت کرنے کی کوشش کرتا تھا، مگر کبھی کامیاب نہ ہوا،(۵) میرا ان کا اکثر راہ میں سامنا ہوتا تھا، میں اس انتظار میں رہتا کہ اب سلام کروں اب سلام

---

(۱) ابن سعد جلد ۶ ص ۹۵ (۲) الطریق الحکمیہ ابن قیم ص ۲۵ (۳) تہذیب الاسماء ج ا ق ا ص ۲۲۴ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۹۸ (۵) ایضاً ص ۹۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروں کہ اتنے میں وہ قریب پہنچ کر السلام علیکم کہہ دیتے۔(۱)

فتنہ سے کنارہ کشی: وہ فتنہ وفساد ناپسند کرتے تھے، ان کی زندگی میں بڑے بڑے سیاسی انقلابات ہوئے، عبدالملک اور ابن زبیرؓ کا ہنگامہ برسوں جاری رہا، جس کی لپیٹ سے بہت کم لوگ محفوظ رہ سکے لیکن شریح کا دامن اس سے بھی بچا رہا، اس ہنگامہ کے زمانہ میں وہ چند برسوں کے لیے مستعفی ہوگئے تھے،(۲) اس میں پڑنے سے وہ اتنی احتیاط برتتے تھے کہ کسی سے اس کے حالات تک نہ پوچھتے تھے، لوگ بھی ان کی بے تعلقی دیکھ کر ان سے کوئی تذکرہ نہ کرتے تھے۔(۳)

دوسروں کی راحت کا خیال: دوسروں کی راحت کا اتنا خیال تھا کہ اپنے لیے کسی کو ادنیٰ تکلیف دینا بھی پسند نہ کرتے تھے، اپنے گھر کے تمام پرنالے اندر لگاتے تھے کہ اس کے پانی سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے،(۴) اس معاملہ میں اتنے مبالغہ سے کام لیتے تھے کہ اگر ان کے گھر کوئی موت ہوتی تو دوسروں کی زحمت کے خیال سے کسی کو خبر نہ کرتے اور راتوں رات دفن کر دیتے، اگر کوئی شخص مریض کی حالت پوچھتا تو کہہ دیتے، اب سکون ہے، اپنے لڑکوں تک کو انھوں نے بغیر اطلاع دیئے ہوئے دفن کر دیا(۵)

ظرافت وخوش طبعی: طبیعت میں ظرافت وخوش طبعی کا مادہ زیادہ تھا کان رجلا مزاحا کبھی کبھی سنجیدہ مواقع پر بھی ان کی ظرافت گلفشانی کر جاتی تھی، ایک مرتبہ عدی بن ارطاۃ نے ان کے سامنے ایک دعویٰ پیش کیا، دونوں میں حسب ذیل گفتگو ہوئی:(۶)

عدی — میں آپ کے سامنے کچھ باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں

شریح — فرمایئے میں سننے کے لیے تیار ہوں

عدی — میں شام کا رہنے والا ہوں

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۹۷ (۲) ابن خلکان جلد اول ص ۲۲۴ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۹۷ (۴) ایضاً ص ۹۸

(۵) ایضاً ص ۹۹ (۶) ابن خلکان ج اول ص ۲۲۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریح اتنے دور دراز مقام کے (مزاحاً)

عدی میں نے آپ کے یہاں شادی کی ہے

شریح بالرفاء والبنین۔ (شادی مبارک ہو)

عدی میں اپنی بیوی کو ساتھ لے جانا چاہتا ہوں

شریح شوہر اپنی بیوی کا حق دار اور مختار ہے

عدی لیکن اس نے اپنے گھر میں رہنے کی شرط کر لی تھی

شریح تو پھر شرط پوری کرنی چاہیے

عدی آپ ہمارا فیصلہ کر دیجئے

شریح فیصلہ کر دیا

عدی کس کے خلاف

شریح تمہاری ماں کے لڑکے کے (یعنی تمہارے)

عدی کس کی شہادت پر

شریح تمہارے ماموں کی بہن کے لڑکے کی شہادت پر (یعنی خود تمہاری شہادت پر) کیوں کہ عدی نے خود اقرار کر لیا تھا کہ بیوی سے گھر میں رہنے کی شرط کر لی تھی۔

لطائف: ان کی ظرافت اور بذلہ سنجی کی وجہ سے بعض اوقات دلچسپ لطائف پیش آجایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک بدوی نے ان سے پوچھا تم کس خاندان سے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، ان لوگوں میں سے ہوں جن کو خدا نے اسلام کے انعام سے نوازا ہے، یہ جواب سن کر وہ اعرابی ان کے پاس سے چلا گیا اور لوگوں سے کہا، خدا کی قسم تمہارا قاضی اپنا خاندان بھی نہیں جانتا، ایک روایت یہ ہے کہ اس نے کہا کہ تم لوگوں نے مجھ کو ایک غلام کے پاس بھیج دیا(۱) (کیوں کہ عموماً غلام یا وہ لوگ جن کا کوئی قابلِ ذکر نسب نہ ہوتا تھا، اسلام کی طرف اپنا انتساب کرتے تھے)

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۹۰ و ص ۹۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں اور ابن زیاد میں سخت اختلاف تھا، ابن زیاد ایک مرتبہ طاعون میں مبتلا ہوا، اس کی سمیت کا اثر داہنے ہاتھ پر زیادہ تھا، اطبا نے اس کو کٹوانے کا مشورہ دیا، اس نے شریح سے مشورہ کیا، انھوں نے اس سے اختلاف کیا، ان سے کچھ ان کے مشورے اور کچھ خوف سے ہاتھ نہیں کٹوایا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی سمیت کے اثر سے مر گیا، لوگوں نے شریح کو بڑی ملامت کی کہ تم نے محض دشمنی کی وجہ سے ہاتھ نہیں کٹوانے دیا، انھوں نے جواب دیا کہ مشیر امین ہوتا ہے، اس لیے اگر مجھے اس کی خیر خواہی کا خیال نہ ہوتا تو میں تو یہ چاہتا کہ ایک دن اس کا ہاتھ کاٹا جائے، ایک دن پاؤں کاٹا جائے، اسی طریقہ سے روازانہ اس کے تمام اعضا جوڑ جوڑ اور بند بند کاٹ کر الگ کر دیئے جائیں۔ (۱)

ایک مرتبہ ان کی عدالت میں ایک شخص نے گواہ کو جس کا نام ربیعہ تھا پکارا، اس نے کوئی جواب نہ دیا، اس کی خاموشی پر پکارنے والے نے جھلا کر دوبارہ کافر کہہ کر پکارا، اس خطاب پر وہ بول اٹھا، شریح نے اس پر یہ ظریفانہ الزام لگایا کہ تم نے کفر کا اقرار کر لیا، اس لیے تمہاری شہادت قبول نہیں کی جا سکتی۔ (۲)

وفات: آخر عمر میں ضعفِ پیری کی وجہ سے مستعفی ہو گئے تھے، استعفا کے کچھ دنوں بعد بیمار پڑے، عمر ایک سو سال سے متجاوز ہو چکی تھی، زیست کی امید باقی نہ تھی، اس لیے دم آخر لوگوں کو ہدایت کی کہ قبر بغلی کھودی جائے، جنازہ کی اطلاع کسی کو نہ دی جائے، جنازہ کے ساتھ نوحہ نہ کیا جائے، جنازہ کو آہستہ آہستہ لیجایا جائے، قبر پر چادر نہ ڈالی جائے، ان وصایا کے بعد انتقال فرمایا، سنہ وفات میں اختلاف ہے، ۷۶ھ سے لے کر ۹۷ھ تک کسی سنہ میں انتقال کیا۔ (۳)

حلیہ: شریح اطلس تھے، یعنی پیدائشی طور پر داڑھی موچھ نہ تھی۔ (۴)

تنخواہ: پانسو ماہوار تنخواہ پاتے تھے۔ (۵)

---

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۲۴ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۹۵ (۳) ایضاً ص ۹۹ (۴) ابن خلکان ج اول ص ۲۲۴ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۹۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۴-صفوان بن سلیم زہری

نام ونسب: صفوان نام، ابوعبداللہ کنیت والد کے نام میں اختلاف ہے، بعض سلیم اور بعض سلام لکھتے ہیں، مدینہ کے ممتاز تابعین میں تھے۔

فضل وکمال: اگرچہ صفوان کا اصل طغرائے کمال ان کا زہد وورع تھا لیکن فضائل علمی سے بھی وہ تہی دامن نہ تھے، حافظ ذہبی ان کو ثقہ، حجۃ اور اعلام ہدیٰ میں لکھتے ہیں۔(۱)

حدیث: حدیث میں انھوں نے عبداللہ بن عمرؓ، انس بن مالکؓ، ابوامامہؓ، سعید بن مسیّب، عبدالرحمٰن بن غنم، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، سعید بن سلمہ، عبداللہ بن سلیمان الاغر، عبدالرحمٰن ابن سعد اور عطاء بن یسار وغیرہ سے فیض اٹھایا تھا(۲) اور زید بن اسلم، ابن منکدر، موسیٰ بن عقبہ، ابن جریج، یزید بن ابی حبیب، مالک بن انس اکابر علما کی بڑی جماعت ان کے تلامذہ میں تھی۔(۳)

فقہ: فقہ میں بھی انھیں درک تھا اور ان کا شمار مدینۃ الرسول کے فقہا میں تھا،(۴) ابن عماد حنبلی انھیں فقیہ القدوہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔(۵)

عبادت وریاضت: ان کا امتیازی وصف انکا زہد وورع اور عبادت وریاضت ہے، اس کے علاوہ ان کا اور کوئی مشغلہ نہ تھا، احمد بن حنبل فرماتے تھے، کہ وہ خدا کے بہترین بندوں میں تھے، ان کے وسیلہ سے پانی کی دعا کی جاتی تھی۔(۶)

نری سخت عبادتیں کرتے تھے، نیند کے غلبہ کے خوف سے جاڑوں کے موسم میں کھلی چھت پر اور گرمیوں میں بند مکان میں عبادت کرتے تھے کہ سردی اور گرمی کے غلبہ سے نیند نہ آنے پائے، نمازیں پڑھتے پڑھتے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے اور تھک کر

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۱۲۰ (۲) تہذیب التہذیب ج۴ ص۴۲۵ (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) شذرات الذہب ج اول ص۱۸۹ (۶) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گر پڑتے تھے،(۱) سجدوں کی کثرت سے پیشانی زخمی ہوگئی تھی۔(۲)

عبادت کی معراج کمال: کمال کی آخری حد یہ ہے کہ پھر اس میں مزید ترقی کی گنجائش باقی نہ رہے، صفوان عبادت کے اسی ذروۂ کمال پر فائز تھے، ابوحمزہ کا بیان ہے کہ میں نے صفوان کو عبادت کے اس درجہ پر دیکھا کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ کل قیامت ہے تو جس حد تک وہ پہنچ چکے تھے، اس میں مزید اضافہ نہ ہوسکتا تھا۔(۳)

انفاق فی سبیل اللہ: خدا کی راہ میں انفاق کا یہ حال تھا کہ بدن کے کپڑے تک اتار کر دیدیتے تھے، ایک شب کو مسجد سے نکلے، سردی سخت تھی، مسجد کے باہر ایک آدمی ننگے بدن نظر آیا، صفوان نے اسی وقت اپنے جسم کے کپڑے اتار کر دیدیئے۔(۴)

دولت دنیا سے بے نیازی: استغنا اور بے نیازی کے اس درجہ پر تھے کہ سلاطین اور فرماں روا ان کی خدمت کرنا چاہتے تھے، وہ مگر قبول نہ کرتے تھے، مسجد نبوی میں عبادت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک مدینہ آیا اور عمرؒ بن عبدالعزیز کے ہمراہ مسجد نبویؐ دیکھنے کے لیے گیا، ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد مقصورہ کا دروازہ کھولا تو اس مین صفوان نظر آئے، سلیمان انھیں پہچانتا نہ تھا، عمرؒ بن عبدالعزیز سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں، ان کے بشرہ سے بہتر آثار میں نے نہیں دیکھے، عمرؒ بن عبدالعزیز نے کہا امیر المومنین یہ صفوان بن سلیم ہیں، ان کا نام سن کر اس نے غلام کو پانچ سو دینار کی تھیلی ان کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا، غلام نے لے جا کر پیش کی کہ یہ امیر المومنین کی جانب سے نذر ہے، وہ یہاں موجود ہیں، صفوان نے کہا تم کو دھوکہ ہوا ہے، کسی اور کے پاس بھیجی ہوگی، غلام نے عرض کیا آپ صفوان نہیں ہیں؟ فرمایا ہوں تو میں ہی، غلام نے کہا تو آپ ہی کو دیا ہے، فرمایا جاؤ دوبارہ پوچھ آؤ، جیسے ہی غلام پوچھنے کے لیے لوٹا، صفوان فوراً جوتا اٹھا کر مسجد سے نکل گئے اور پھر جتنی دیر سلیمان مسجد میں رہا نہ دکھائی دیئے۔(۵)

وفات: ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۰ (۲) ایضاً (۳) صفوۃ الصفوۃ ص ۱۴۸ (۴) ایضاً (۵) صفوۃ الصفوۃ ص ۱۴۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۴۔صفوان بن محرز

نام ونسب: صفوان نام، نسبی تعلق قبیلہ بنی تمیم کی شاخ بنی مازن سے تھا، بصرہ کے عابد وزاہد تابعین میں تھے۔

فضل وکمال: علم میں کوئی امتیازی حیثیت نہ رکھتے تھے، تاہم اس سے بالکل تہی دامن بھی نہ تھے، بصرہ کے علمائے باعمل میں شمار تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، کان لہ فضل وورع (۱) حافظ ذہبی لکھتے ہیں، صفوان بن محرز المازنی احد العلماء العاملین۔ (۲)

حدیث میں انھوں نے عبداللہ بن عمرؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عمران ابن حصینؓ اور حکیم بن حزامؓ وغیرہ اکابر صحابہ سے استفادہ کیا تھا۔

ابوحمزہ، جامع بن شداد، خالد بن عبداللہ الاشجؒ، عاصم الاحول، قتادہ، محمد بن واسع اور علی بن زید بن جدعان وغیرہ آپ کے زمرۂ تلامذہ میں تھے۔(۳)

عمل کا درجہ: صفوان کے نزدیک تنہا علم کی کوئی حیثیت نہ تھی جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو، فرماتے تھے کہ ہم کو علم سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا جب تک اس پر عمل نہ کریں، کاش میں کچھ نہ جانتا ہوتا (۴)

زہد وعبادت: ان کی پوری زندگی اس اصول کا عملی نمونہ تھی، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ بڑے عابد تابعین میں تھے۔(۵)

گداز قلب: روح کا آئینۂ زنگار اشک سے جلا پاتا ہے اور دل کی کھیتی آنسوؤں کی آبیاری سے ہری ہوتی ہے، صفوان کی آنکھیں شمع سوزاں تھیں، انھوں نے ایک کنج یا غار بنالیا تھا

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۷ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۲ (۳) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۳۰ (۴) صفوۃ الصفوۃ ص ۱۵۹ (۵) صفوۃ الصفوۃ ص ۱۵۹ وتہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۳۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں بیٹھ کر رویا کرتے تھے اور صرف نماز کے اوقات میں اس سے باہر نکلتے تھے، نماز پڑھنے کے بعد پھر فوراً اسی میں چلے جاتے تھے۔(۱)

ذکر و شغل: آپ کا ذکر و شغل حدیث خوانی تھا، جریر کا بیان ہے کہ صفوان اور ان کے بھائی مذاکرۂ حدیث کے لیے جمع ہوتے تھے، اس حلقہ میں جب کیفیت اور رقتِ قلب محسوس نہ ہوتی تو حاضرین ان سے حدیث بیان کرنے کی درخواست کرتے، ان کی زبان سے جیسے ہی الحمدللہ نکلتا، حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور مشکیزہ کے منھ کی طرح ان کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلتے۔(۲)

قیام لیل: آپ کی عبادت کا خاص وقت شب کا تھا، تہجد پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے۔(۳)

دنیا سے کنارہ کشی: دنیا اور اس کی نعمتوں سے کبھی دامن آلودہ نہ ہوا، فرماتے تھے، اگر مجھے کھانے کے لیے روٹی کا ایک ٹکڑا، جس سے توانائی قائم رہ سکے اور پینے کے لیے پانی کا ایک کوزہ مل جائے تو پھر مجھے دنیا اور اہل دنیا کی ضرورت نہیں۔(۴)

دنیا کو کاروان سرا سے زیادہ نہ سمجھتے تھے، چنانچہ مستقل گھر نہیں بنایا، رہنے کے لیے ایک چھپر تھا، اس کی مرمت تک نہ کراتے تھے، ایک مرتبہ اس کی ایک لکڑی ٹوٹ گئی، لوگوں نے کہا اس کو درست کر لیجیے، فرمایا کل مرنا ہے، اگر گھر کا حقیقی مالک اس میں زیادہ ٹھہرنے کا موقع دیتا تو درست کر لیتا۔(۵)

خانہ خدا کا احترام: خانہ خدا میں ہنگامہ آرائی مسجد کے احترام کے خلاف سمجھتے تھے اور ایسے مواقع پر مسجد سے چلے جاتے تھے، ایک مرتبہ کچھ لوگ مسجد میں لڑ رہے تھے، آپ یہ کہہ کر وہاں سے ہٹ گئے کہ ”تم لوگ جنگ جو ہو“(۶)

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۷ (۲) ایضاً (۳) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۳۰ (۴) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۷ (۵) ابن سعد ج ۷ ق ا ص ۱۰۷ و صفوۃ الصفوۃ ص ۱۵۹ (۶) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمان رسول کا پاس: فرمان رسول کا مرتے دم تک پاس رہا، مرض الموت میں گھر والوں سے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش نظر رہے کہ چلا کر بین کرنے والا، سر نوچنے والا اور کپڑے پھاڑنے والا ہماری جماعت میں نہیں ہے۔(۱)

وفات: اسی مرض میں وفات پائی، سنہ وفات معین طور پر نہیں بتایا جا سکتا، ابن حبان نے ۹۷ھ لکھا ہے لیکن یہ قابلِ اعتبار نہیں۔

۳۵۔ طاؤس بن کیسان

نام ونسب: طاؤس نام، ابو عبدالرحمٰن کنیت، بحیرین ریسان حمیری کے غلام تھے، ان کے والد نسلاً عجمی تھے لیکن آل حمدان سے تعلقات پیدا کر کے یمن کے شہر جند میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔

فضل وکمال: فضل وکمال کے اعتبار سے طاؤس کا شمار کبار تابعین میں تھا، علامہ نووی لکھتے ہیں، طاؤس صاحب علم وفضل اور کبار تابعین میں تھے، ان کی جلالت، فضیلت، وفور علم اور صلاح وحفظ پر سب کا اتفاق ہے،(۲) ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ وہ امام اور علم وعمل کے اعتبار سے علمائے اعلام میں تھے۔(۳)

حدیث: حدیث کے وہ بڑے حافظ تھے، ان کا حفظ حدیث اربابِ علم میں مسلم تھا،(۴) پچاس صحابہ کے دیدار کا شرف حاصل تھا، ان میں عبداللہ بن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرو بن العاصؓ، ابن زبیرؓ، زید بن ارقمؓ، زید بن ثابتؓ، ابوہریرہؓ، عائشہ صدیقہؓ، سراقہ بنؓ مالک، صفوان بن امیہؓ اور جابرؓ وغیرہ صحابۂ کرام کے سرچشمۂ علم سے سیراب ہوئے تھے،(۵) حبر الامت عبداللہ بن مسعودؓ سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ استفادہ کیا تھا۔

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۸ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۵۱۔ (۳) شذرات الذہب ج اول ص ۱۳۳ (۴) تہذیب الاسماج اول ص ۲۵۱ (۵) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ: فقہ میں بڑا پایہ تھا، علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں، کان فقیھا جلیل القدر رفیع الذکر۔ (۱)

تلامذہ: تلامذہ کا دائرہ بھی خاصہ وسیع تھا، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، آپ کے صاحبزادے عبداللہ، وہب بن میسرہ، حبیب بن ابی ثابت، صم بن عتیبہ، حسن بن مسلم، سلیمان بن موسیٰ، عبدالکریم جزری، عبدالملک بن میسرہ، عمرو بن شعیب، عمرو بن دینار، عمرو بن مسلم، قیس بن سعد، مجاہد، لیث، ابوسلیم اور ہشام وغیرہ۔ (۲)

معاصر علما میں ان کا درجہ: علمی اعتبار سے ان کا شمار اس عہد کے اکابر علما کے زمرہ میں تھا، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن یزید سے پوچھا کہ تم کن لوگوں کے ساتھ ابن عباسؓ کے پاس جاتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا، عطاء اور ان کی جماعت کے ساتھ میں نے کہا اور طاؤس؟ انھوں نے کہا وہ خواص کے ساتھ جاتے تھے۔ (۳)

ارباب علم کا اعتراف: اس عہد کے تمام اربابِ علم ان کے کمالِ علم کے معترف تھے، عمرو بن دینار کہتے تھے کہ میں نے کسی شخص کو طاؤس کے برابر نہیں دیکھا (۴) بعض لوگوں کے نزدیک وہ یمن کے ابن سیرین تھے، سعید بن ابی سیرین کا بیان ہے کہ قیس بن سعد کہتے تھے کہ طاؤس ہمارے یہاں کے ابن سیرین ہیں، (۵) بعض علما انھیں حضرت ابن جبیر کا ہم پایہ سمجھتے تھے، عثمان دارمی کا بیان ہے کہ میں نے ابن معین سے پوچھا کہ آپ کو طاؤس زیادہ پسند ہیں یا سعید بن جبیر، انھوں نے کسی کو ترجیح نہیں دی۔ (۶)

زہد و عبادت: اس علم کے ساتھ طاؤس میں اسی درجہ کا عمل بھی تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ یمن کے عبادت گذار لوگوں میں تھے، (۷) کثرتِ عبادت سے پیشانی پر نشانِ سجدہ

---

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۳۳ (۲) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۹ (۳) ابن خلکان ج اول ص ۲۳۳ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۵۱۔ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۳۹۴ (۶) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۹ (۷) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاباں تھا، بسترِ مرگ پر بھی کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے۔(۱) چالیس حج کیے،(۲) طواف میں خاموش رہتے تھے، کسی بات کا جواب نہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''طواف نماز ہے''۔(۳)

انفاق فی سبیل اللہ: خدا کی راہ میں بھی حسب استطاعت صرف کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک سزایاب کو اس کا جرمانہ ادا کر کے چھڑایا۔(۴)

دولتِ دنیا سے بے رغبتی: دنیا اور اس کی خواہشوں سے بالکل بے نیاز تھے، کبھی دنیاوی نعمتوں کی خواہش نہیں کی، ہمیشہ یہی دعا کرتے تھے کہ ''خدایا مجھے مال اور اولاد سے محروم رکھ اور اس کے بدلہ میں ایمان وعمل کی دولت عطا فرما''۔(۵)

اہل دنیا سے بے تعلقی: اربابِ حکومت اور ثروت سے ہمیشہ گریز کرتے تھے اور ان کو شر سمجھتے تھے، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ حکومت اور حکمرانوں سے گریز کرنے والے تین آدمی تھے، ابوذرؓ صحابی اپنے زمانے میں اور طاؤس وثوری اپنے زمانہ میں(۶) فرماتے تھے، ارباب شرف ودول سے زیادہ میں نے کسی کو شر نہیں دیکھا۔(۷)

امرا اور سلاطین کا معمولی احسان اٹھانا بھی پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ وہب بن منبہ کے ہمراہ حجاج بن یوسف کے بھائی محمد کے یہاں گئے، اس وقت سردی زیادہ تھی، اس لیے محمد بن یوسف نے ان کے اوپر ایک چادر ڈلوادی مگر انھوں نے کندھا ہلا کر گرادیا، محمد کو یہ بہت ناگوار ہوا، یہاں سے اٹھنے کے بعد ان کے ہمراہی وہب نے ان سے کہا اگر تم کو چادر کی ضرورت نہ بھی تھی تو بھی لوگوں کو محمد کے غصہ سے بچانے کے لیے تم کو اس وقت لے لینا چاہیے تھا، زیادہ سے زیادہ اسے بیچ کر اس کی قیمت مساکین میں تقسیم کردیتے، انھوں نے جواب دیا اگر اس کا خیال نہ ہوتا کہ میرے بعد لوگ میرے اس فعل کو سندِ جواز

(۱) ابن سعد ج۵ ص۹۳ وص ۳۹۵ (۲) تہذیب التہذیب ج۵ ص۹ (۳) ابن سعد ج۵ ص۳۹۴ (۴) ایضاً ص۳۹۴ (۵) ابن سعد ج۵ ص۳۹۳ (۶) تہذیب التہذیب ج۵ ص۱۰ (۷) ابن سعد ج۵ ص۳۹۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنائیں گے، تو ایسا کرتا۔(۱)

تحصیل داری کا عہدہ: ایک مرتبہ محمد بن یوسف نے انھیں چند دنوں کے لیے تحصیل داری کے عہدہ پر مامور کر دیا، ان کے جیسے شخص کو اس عہدہ سے کیا مناسبت ہو سکتی تھی، وہ جس طرح اس کام کو کرتے تھے، اس کی تفصیل خود ان کی زبان سے یہ ہے، ابراہیم بن میسرہ نے ان سے پوچھا آپ تحصیل داری کے زمانہ میں کیا کرتے تھے، فرمایا میں باقی دار سے کہتا تھا خدا تم پر رحم کرے، اس نے تم کو جو عطا کیا ہے، اس کو (شریعت کا حق دے کر) پاک کرو، اگر وہ اس کہنے پر خراج دیدیتا تھا تو لے لیتا تھا اور اگر کوئی اعراض کرتا تھا تو میں اسے بلاتا بھی نہ تھا۔(۲)

خلفا کو نصیحت: قیامِ عدل و خدمت خلق کا دار و مدار صالح عہدہ داروں پر ہے، اس لیے طاؤس سلاطین اور خلفا کو حکام کے انتخاب کے باب میں نصیحت کیا کرتے تھے، عمرؒ بن عبدالعزیز جب مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو انھیں لکھ بھیجا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے تمام کام اچھے ہوں تو اچھے لوگوں کو عہدہ دار بنائیے، انھوں نے جواب میں لکھا کہ ''میری بھلائی کے لیے آپ کی نصیحت کافی ہے۔''(۳)

ان کے صاحبزادے عبداللہ بھی بالکل ان کے ہم رنگ تھے، ایک مرتبہ ابوجعفر منصور عباسی نے انھیں اور امام مالکؒ کو بلا بھیجا، یہ دونوں گئے، منصور نے عبداللہ سے کہا کہ اپنے والد کی کوئی حدیث سنائیے، انھوں نے یہ حدیث سنائی کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص پر ہوگا جو خدا کی حکومت میں شرک کرے گا'' یعنی اس میں ظلم کو شریک بنائے گا، یہ نصیحت آموز حدیث سن کر منصور خاموش ہو گیا، تھوڑی دیر خاموشی کے بعد منصور نے تین مرتبہ عبداللہ سے دوات اٹھانے کے لیے کہا مگر انھوں نے تعمیل نہیں کی، منصور نے کہا دوات کیوں نہیں اٹھاتے؟ انھوں نے کہا اس لیے کہ اگر تم اس سے کوئی ظالمانہ حکم

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۳۹۴ (۲) ایضاً (۳) ابن خلکان ج اول ص ۲۳۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھو گے تو اس میں میری شرکت بھی ہو جائے گی، ان کی یہ کھری باتیں سن کر منصور نے دونوں کو اٹھا دیا، عبداللہ نے کہا ہم تو یہی چاہتے ہی تھے، امام مالک کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے میں عبداللہ کے فضل کا معترف ہو گیا۔(۱)

قرآن کا احترام: وہ کلام الٰہی سے مالی فائدہ اٹھانے کو نہایت برا اور احترامِ قرآن کے منافی سمجھتے تھے، ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو قرآن مجید کا ہدیہ کرتے سنا تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے لگے۔(۲)

نوجوانوں کی اصلاح: نوجوانوں کی جدت آمیز وضع قطع اور چال ڈھال کو سخت ناپسند کرتے تھے، ایک مرتبہ قریش کے چند خوش پوش اور جدت پسند نوجوانوں کو طواف کی حالت میں دیکھ کر ٹوکا کہ تم لوگ ایسا لباس پہنتے ہو جو تمہارے اسلاف نہ پہنتے تھے اور ایسی اٹھلائی ہوئی چال چلتے ہو کہ ہجنے بھی نہیں چل سکتے۔(۳)

عید المومنین: عید کی خوشی منانا ضروری سمجھتے تھے، اس دن اپنی تمام لونڈیوں کے ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگواتے تھے اور فرماتے تھے یہ عید کا دن ہے۔(۴)

وفات: جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے وہ حج بکثرت کرتے تھے، اس کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا، خدا نے ان کے اس ذوق کو حسنِ قبول بخشا، چنانچہ ۱۰۶ھ کے حج کے موسم میں مکہ ہی میں ترویہ سے ایک دن پہلے انتقال کیا، اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے ارض مکہ میں مقیم ہو گئے۔ (۵) حج کی وجہ سے جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ جنازہ لے جانا دشوار ہو گیا، ابراہیم بن ہشام مخزومی نے انتظام کے لیے پولیس بھیجی، پھر بھی اتنا مجمع تھا کہ جنازہ اٹھانے والوں کے کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ہزاروں حاجیوں کے ہاتھوں مدفون ہوئے۔(۶)

---

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۳۳ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۳۹۳ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۳۹۵ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۳۹۳ (۵) ایضاً ص ۳۹۵ (۶) ابن خلکان ج اول ص ۲۳۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۶- عامر بن شراحیل الشعبی

نام ونسب: عامر نام، ابوعمر کنیت، شعبی قبیلہ کی نسبت ہے لیکن شہرت کی وجہ سے اس نسبت نے لقب کی حیثیت اختیار کرلی ہے، یمن کے نامور حمیری خاندان میں حسان بن عمرو ایک مشہور اور تاریخی شخص گذرا ہے، یہ شخص یمن کی ایک پہاڑی ذوالشعبین میں پیدا ہوا تھا اور مرنے کے بعد یہیں دفن ہوا، اس لیے وہ خود ذوالشعبین مشہور ہوگیا، اس کے بعد اس کی نسل میں بھی یہ نسبت قائم رہی، اس کی نسل کی ایک شاخ فتوحات اسلامی سے قبل سے ہمدان میں آباد تھی، پھر اسلامی عہد میں کوفہ میں بس گئی، یہ شاخ شعبی کہلاتی تھی، عامر بن شراحیل اسی شاخ سے تھے، حسان بن عمرو کے اوپر اس خاندان کا نسب نامہ یہ ہے، بنی حسان بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبدشمس بن وائل بن غوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن ہمیسع بن حمیر۔

پیدائش: عامر الشعبی کے سنہ ولادت کے بارے میں مختلف روایات ہیں، خود ان کا بیان ہے کہ وہ جنگ جلولاء کے سال پیدا ہوئے، (۱) ایک بیان یہ بھی ہے کہ ان کی ماں جلولاء کے قیدیوں میں تھیں جو ان کے والد شراحیل کے حصہ میں پڑی تھیں، اس حساب سے ان کی پیدائش سنہ ۱۹ میں ہوئی۔

تعلیم: عامر کے ہوش سنبھالنے کے وقت صحابۂ کرام کی بہت بڑی جماعت موجود تھی اور ان کی بود وباش بھی ایسے مرکزی مقام پر تھی جہاں بہت سے صحابہ اقامت پذیر تھے اور ان کی آمد ورفت رہتی تھی، اس لیے انھیں پانسو صحابہ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا تھا، ان میں اڑتالیس سے فیض اٹھایا تھا، (۲) حبر الامت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آٹھ دس مہینہ

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۲ (۲) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۶۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستقل قیام کرکے ان کے کمالات سے فیضیاب ہوئے تھے،(۱) ان بزرگوں کے فیض نے ان کو امامِ عصر بنادیا۔

فضل وکمال: علمی لحاظ سے وہ اپنے عہد کے امام تھے، حافظ ذہبی ان کو امام، حافظ، فقیہ اور متقن (۲) اور ابن عماد حنبلی امام الحبر العلامہ لکھتے ہیں (۳) انھیں جملہ علوم میں یکساں کمال حاصل تھا، ابواسحاق الحبال کا بیان ہے کہ شعبی جملہ علوم میں یگانہ عصر تھے(۴) قرآن، حدیث، فقہ، مغازی، ریاضی اور ادب وشاعری سب میں انھیں یکساں دستگاہ حاصل تھی۔

قرآن: قرآن کے اتنے ممتاز قاری تھے کہ زعیم القراء کہلاتے تھے،(۵) تفسیر میں بھی انھیں پورا درک تھا لیکن احتیاط کی وجہ سے انھوں نے مفسر کی حیثیت سے کوئی شہرت نہیں حاصل کی، وہ تفسیر قرآن میں بڑے محتاط تھے، ہر شخص کو اس کا مجاز نہیں سمجھتے تھے، زکریا بن ابی زائدہ کا بیان ہے کہ شعبی ابوصالح کے پاس سے گذرتے تو ان کے کان پکڑ کر کہتے کہ تم قرآن نہیں پڑھتے اور اس کی تفسیر بیان کرتے ہو۔(۶)

حدیث: حدیث کے جلیل القدر حافظ بلکہ امام العصر تھے، انھوں نے صحابۂ کرام اور تابعین کی بڑی جماعت سے سماع حدیث کیا تھا، صحابہ میں حضرت علیؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید ابن زیدؓ، زید بن ثابتؓ، قیس بن عبادہؓ، قرظہ بن کعبؓ، عبادہ بن صامتؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابومسعود انصاریؓ، ابوہریرہؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، نعمان بن بشیرؓ، ابوثعلبہ خشنیؓ، جریر بن عبداللہ بجلیؓ، بریدہ ابن حصیبؓ، براء بن عازبؓ، معاویہؓ، جابر بن عبداللہؓ، جابر بن سمرہؓ، حارث بن مالکؓ حبشی، ابن جنازہ، حسین بن علیؓ، زید بن ارقمؓ، ضحاک بن قیسؓ، سمرہ بن جندبؓ، عامر بن شہرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ، ابن عمرو بن العاصؓ، عبداللہ بن مطیعؓ، عبدالرحمن بن سمرہؓ، عدی بن حاتمؓ، عروہ بن جعد البارقیؓ، عروہ بن مضرسؓ، عمرو بن امیہؓ، عمرو بن حریثؓ،

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۲ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۹ (۳) شذرات الذہب ج اول ص ۱۲۶ (۴) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۶۹ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۳ (۶) ایضاً ص ۷۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمران بن حصینؓ، عوف بن مالکؓ، عیاض اشعریؓ، کعب بن عجرہؓ، محمد ابن سیفیؓ، مقدام بن معدیکربؓ، وابصہ ابن معبدؓ، ابی جبیرہ بن ضحاکؓ، ابوسریحہ غفاریؓ، ابوسعید خدریؓ اور صحابیات میں ام سلمہؓ، میمونہ بنت حارثؓ، اسماء بنت انیسؓ، فاطمہ بنت قیسؓ اور ام ہانیؓ وغیرہ سے سماعِ حدیث کیا تھا، ان میں سے بعض سے مرسل روایات ہیں، صحابہ کے علاوہ تابعین کی بہت بڑی تعداد سے استفادہ کیا تھا۔(۱)

تلاش حدیث میں مشقت: حدیث کا انھیں خاص ذوق تھا اور اس کو انھوں نے بڑی مشقت سے حاصل کیا تھا، ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اتنا علم کہاں سے حاصل کیا، انھوں نے جواب دیا، غم واندوہ کو بھلا کر ملکوں کی سیاحت کر کے گدھوں کی طاقت برداشت اور کوؤں کی سحری خیزی کے ذریعہ۔(۲)

قوتِ حافظہ: حافظہ اتنا قوی تھا کہ کبھی کاغذ قلم اور دوات کے شرمندۂ احسان نہیں ہوئے، ایک مرتبہ جو حدیث سن لی وہ ہمیشہ کے لیے سینہ میں محفوظ ہوگئی، ان کا خود بیان ہے کہ میں نے کبھی بیاض کو کتابت سے سیاہ نہیں کیا، یعنی کبھی لکھا نہیں، جب کسی نے کوئی حدیث سنائی تو وہ میرے سینہ میں محفوظ ہوگئی اور اس کے دوبارہ سننے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔(۳)

اخذ حدیث میں احتیاط: لیکن دوسروں سے حدیثوں کے لینے میں وہ بڑے محتاط تھے، ان ہی لوگوں سے احادیث لیتے تھے جو علم کے ساتھ عقل وتقویٰ کے زیور سے آراستہ ہوتے تھے، اس میں ان کا اصول یہ تھا کہ علم اسی شخص سے حاصل کرنا چاہیے جس میں زہد وعبادت اور عقل ودانش دونوں جمع ہوں، تنہا عقل یا تنہا تقویٰ رکھنے والا، علم کی حقیقت کو نہیں پاسکتا۔(۴)

حدیث میں وسعتِ علم: حدیث میں ان کے علم کا دائرہ نہایت وسیع تھا، ان کا بیان ہے کہ

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۶۶ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۱ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۳ (۴) ایضاً ص ۷۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے بیس سال کے عرصہ میں کسی سے کوئی ایسی نئی حدیث نہیں سنی جس سے میں بیان کرنے والے سے زیادہ واقف نہ رہا ہوں، (۱) اہل حجاز، بصرہ اور کوفہ تینوں علمی مرکزوں کے محدثین کی احادیث کا ان سے بڑا کوئی حافظ نہ تھا، (۲) سنن کے بھی بڑے عالم تھے، مکحول کا بیان ہے کہ میں نے شعبی سے زیادہ سنتِ ماضیہ کا عالم نہیں دیکھا، (۳) ابن ابی لیلیٰ کہتے تھے کہ شعبی صاحب آثار تھے اور ابراہیم صاحب قیاس۔ (۴)

احتیاط فی الحدیث: لیکن اس وسعتِ علم کے باوجود وہ خود روایتِ حدیث میں بڑے محتاط تھے، زیادہ روایت کرنا پسند نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ گذشتہ صلحا زیادہ حدیثیں بیان کرنا برا سمجھتے تھے، اگر مجھے یہ پہلے سے معلوم ہوتا جو بعد میں معلوم ہوا تو میں صرف محدثین کی متفقہ حدیثیں بیان کرتا۔ (۵)

روایت بالمعنیٰ: لیکن روایت بالمعنی کو خلاف احتیاط نہیں سمجھتے تھے، یعنی روایت میں الفاظ کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے، ابن عون کا بیان ہے کہ شعبی حدیثیں بالمعنی روایت کرتے تھے۔ (۶)

فقہ: اگرچہ ان کو جملہ علوم وفنون میں یکساں درک حاصل تھا لیکن ان کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ سمجھے جاتے تھے، ابوالحسین کہتے تھے کہ میں نے کسی کو شعبی سے بڑا فقیہ نہیں پایا، بعض علما تو انھیں اس عہد کے کل ائمہ پر ترجیح دیتے تھے، ابومجلز کہتے تھے کہ میں سعید بن مسیب، طاؤس، عطاء، حسن بصری اور ابن سیرین کسی کو بھی شعبی سے بلند مرتبہ فقیہ نہیں پایا۔ (۷)

ابراہیم نخعی جو خود بہت بڑے فقیہ تھے، ان کے تفقہ کے اتنے قائل تھے کہ جو مسئلہ ان کو نہ معلوم ہوتا اس کے سائل کو شعبی کے پاس بھیج دیتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا، انھوں نے لاعلمی ظاہر کی، اسی درمیان میں شعبی گذرتے ہوئے دکھائی

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۷ (۲) ایضاً ص ۷۳ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۷ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۱ (۵) ایضاً ص ۷۲ (۶) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۴ (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیئے، ابراہیم نخعی نے مستفتی سے کہا ان شیخ کے پاس جا کر پوچھو اور وہ جو جواب دیں اسے مجھے بتاؤ، چنانچہ سائل نے جا کر ان سے دریافت کیا انھوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی، نخعی کو یہ جواب معلوم ہوا تو انھوں نے کہا واللہ یہ فقہ ہے۔(۱)

ان کا فقہی کمال اتنا مسلم تھا کہ صحابۂ کرام کی موجودگی میں جو علوم نبویؐ کے حقیقی وارث تھے، وہ مسندِ افتاء پر بیٹھ گئے تھے، ابوبکر ہذلی کا بیان ہے کہ ابن سیرین نے مجھے ہدایت کی تھی کہ شعبی کے دامن سے وابستہ رہو، کیوں کہ وہ صحابہ کی بڑی تعداد کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔(۲)

جواب میں احتیاط: حدیث کی طرح وہ فقہ میں بھی محتاط تھے اور اس احتیاط کی بنا پر عموماً مسائل کے جواب میں اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے تھے، صلت بن بہرام کا بیان ہے کہ میں نے کسی ایسے شخص کو جو علم میں شعبی کا ہم پایہ ہو، ان سے زیادہ ''لاادری'' کہنے والا نہیں دیکھا۔(۳)

ابن عون کا بیان ہے کہ شعبی کے پاس جب کوئی سائل آتا تھا تو وہ حتی الامکان جواب سے بچتے تھے اور ابراہیم برابر جواب دیتے چلے جاتے تھے، شعبی فطرۃً خندہ جبین اور ابراہیم خشک مزاج تھے لیکن جب دونوں کے سامنے کوئی فتویٰ پیش ہوتا تھا تو دونوں کے اوصاف بدل جاتے تھے، شعبی میں انقباض پیدا ہو جاتا تھا اور ابراہیم میں انبساط۔(۴)

لیکن بہر حال وہ ایک ممتاز عالم اور بلند پایہ فقیہ تھے، کوفہ کی مسندِ افتا پر تھے، ان کی ذات مرجعِ خلائق تھی، اس لیے ہمیشہ لاادری تو کہہ نہیں سکتے تھے، بہت سے مسائل کا جواب دینا ہی پڑتا تھا، پھر بھی وہ اتنی احتیاط ہر حالت میں قائم رکھتے تھے کہ ان کے جواب کی بنیاد احادیث وسنن پر ہوتی تھی۔

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۷۱ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۴ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب میں اپنی رائے کو مطلق دخل نہ دیتے تھے، محمد بن حجادہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شعبی سے ایک مسئلہ پوچھا گیا جس کے بارہ میں ان کے پاس کوئی سند نہ تھی، کسی نے کہا اپنی رائے سے جواب دید یجیے، فرمایا میری رائے کیا کرو گے، اس پر پیشاب کرو۔(۱)

قیاس کی عقلی بے حقیقتی: وہ نہ صرف مذہباً وعقیدۃً امور شریعہ میں قیاس کو برا سمجھتے تھے بلکہ عقلاً بھی اس کے قائل نہ تھے، ایک مرتبہ انھوں نے ابوبکر ہذلی کو اس کی حقیقت سمجھانے کے لیے ان سے پوچھا کہ اگر احنف بن قیس (تابعی جن کے حالات اوپر گذر چکے ہیں، اس عہد کے ایک نامور مدبر) قتل کر دیئے جائیں اور انھیں کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ بھی قتل کر دیا جائے تو دونوں کی دیت برابر ہوگی؟ یا احنف کی دیت ان کے عقل اور حلم کی وجہ سے زیادہ ہوگی؟ ابوبکر نے جواب دیا برابر ہوگی۔ (حالانکہ قیاس کا اقتضا یہ تھا کہ احنف کی دیت زیادہ ہوتی)(۲)

علم میں خوف وخشیت: اس علم کے باوجود خوف وخشیت کا یہ حال تھا کہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں اس علم سے برابر سرابر چھوٹ جاتا نہ مجھ سے انکا مواخذہ ہوتا اور نہ مجھ کو اس کا صلہ ملتا، (۳) اگر میں ننانوے سوالوں کا صحیح جواب دوں اور صرف ایک غلط ہو جائے تو لوگ اسی پر گرفت کریں گے۔(۴)

مغازی: مغازی کے ممتاز عالم تھے، خود وہ صحابہ جنھوں نے غزوات میں شرکت کی تھی ان کی علمی واقفیت کے معترف تھے، عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شعبی مغازی بیان کر رہے تھے کہ ابن عمرؓ ادھر سے گذرے، انھوں نے سن کر کہا اگر چہ میں بذات خود مغازی میں شریک ہوا ہوں لیکن جہاں تک علم کا تعلق ہے یہ مجھ سے زیادہ مغازی سے واقف ہیں۔(۵)

ریاضی: مذہبی ذوق کے علما کو عموماً ریاضیات سے کم لگاؤ ہوتا ہے لیکن شعبی اس فن کے بھی

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۶ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۴ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۲ (۵) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۶۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہر تھے، اس کی تعلیم انھوں نے مشہور ماہر ریاضی حارث الاعوز سے حاصل کی تھی، (۱)

فرائض: ریاضی میں مہارت کی وجہ سے فرائض میں پورا درک تھا اور اس کو غالباً انھوں نے حضرت علیؓ سے سیکھا تھا، بعضوں کے نزدیک آپ سے سیکھا نہ تھا بلکہ آپ کے اقوال سے استنباط کیا تھا۔ (۲)

شاعری: شاعری کا نہایت ستھرا مذاق رکھتے تھے، شعرائے قدیم کے ہزاروں اشعار حفظ تھے، ان کا دعویٰ تھا کہ اگر میں چاہوں تو مسلسل ایک مہینہ تک اشعار سناتا رہوں اور کوئی شعر مکرر نہ ہونے پائے، (۳) خود بھی شعر کہتے تھے۔

حلقۂ درس: صحابہ کی موجودگی ہی میں ان کا حلقۂ درس قائم ہوگیا تھا، ابن سیرین کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میں کوفہ آیا، اس وقت شعبی کا حلقۂ درس قائم تھا اور اصحابِ رسول کی بڑی تعداد موجود تھی، (۴) حلقۂ درس میں زیادہ مجمع پسند نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حلقہ جب بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے تو شور و شغب بن جاتا ہے۔ (۵) ...

اور جن مساجد کے حلقہائے درس میں ہنگامہ ہوتا تھا، انھیں چھوڑ دیتے تھے، صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور شعبی ہاتھ میں ہاتھ دیئے ٹہلتے ٹہلتے مسجد میں پہنچے، حماد کے گرد اُن کے اصحاب کا مجمع تھا اور بڑا شور و غوغا مچا ہوا تھا، شعبی نے سن کر کہا، خدا کی قسم ان بازاریوں نے اس مسجد کو میرے لیے مبغوض بنا دیا ہے اور یہ کہہ کر لوٹ آئے۔ (۶)

تلامذہ: ان کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، صرف حدیث میں ان کے تلامذہ کی مختصر فہرست یہ ہے، ابواسحٰق سبیعی، سعید بن عمرو بن اشوع، اسماعیل بن ابی خالد، بیان بن بشر، حصین بن عبدالرحمٰن، داؤد بن ابی ہند، زبید الیامی، زکریا بن ابی زائدہ، سعید بن مسروق، سلمہ بن کہیل، ابواسحٰق شیبانی، اعمش، منصور، مغیرہ، سماک بن حرب، عاصم الاحول، ابوالزناد،

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۳ (۲) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۶۷ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۳ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۳ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۷ (۶) ایضاً ص ۱۷۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عون، عبدالملک بن سعید بن ابجر، عون بن عبداللہ، قتادہ، مجالد بن سعید، مطرب بن طریف اور ابوحیان تیمی وغیرہ۔(۱)

اکابر علما اور ائمہ کا اعتراف: اس عہد کے تمام بڑے بڑے علما اور ائمہ میں ان کی علمی منزلت مسلم تھی، حسن بصری ان کو کثیر العلم فرماتے تھے،(۲) امام زہری کہتے تھے کہ علما صرف چار ہیں، مدینہ میں ابن مسیب، کوفہ میں شعبی، بصرہ میں حسن بصری اور شام میں مکحول۔(۳) ابن عیینہ کا بیان ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ صحابہ کے بعد ابن عباس اپنے زمانہ میں، شعبی اپنے زمانہ میں اور ثوری اپنے زمانہ میں یگانہ تھے۔(۴)

مذہب: شعبی ابتدا میں شیعہ تھے لیکن پھر ان کے اعمال دیکھ کر ان کے خیالات اور ان کی غیر معتدل باتیں سن کر اس مذہب سے تائب ہو گئے اور اس کی مذمت کرنے لگے تھے(۵) لیکن اہل سنت کے عقائد اختیار کرنے کے بعد بھی انھوں نے عام تبدیلی مذہب کرنے والوں کی طرح جادۂ اعتدال سے باہر قدم نہیں نکالا، چنانچہ فرماتے تھے کہ صالح مومنین اور صالح بنی ہاشم کو دوست رکھو لیکن شیعہ نہ بنو، جو چیز تمہارے علم میں نہیں ہے، اس میں بھلائی کی امید رکھو لیکن مُرجی نہ بنو، اس کا یقین رکھو کہ بھلائیاں خدا کی جانب سے ہیں اور برائیاں تمہارے نفس کی جانب سے لیکن قدری نہ بنو، جس شخص کو تم اچھے اعمال کرتے دیکھو، خواہ وہ نک چپٹا سندھی کیوں نہ ہو، اسے دوست رکھو۔(۶)

بعض حکیمانہ مقولے: فرماتے تھے کہ فقیہ وہ ہے جو خدا کے محارم سے بچتا رہے اور عالم وہ ہے جو خدا کا خوف کرتا ہے، تم لوگ کم استعداد علما اور جاہل عبادت گزاروں سے بچتے رہو۔(۷)

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھو تہذیب التہذیب ج۵ ص۶۶ (۲) ایضاً ص۶۷ (۳) ابن خلکان ج اول ص۲۴۴ (۴) تہذیب التہذیب ج۵ ص۶۷ (۵) ابن سعد ج۶ ص۱۷۳ (۶) ایضاً (۷) شذرات الذہب ج اول ص۱۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عادات وخصائل: شعبی طبعاً نہایت نرم خواور حلیم تھے، حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ واللہ شعبی بڑے صاحب علم اور بڑے حلیم الطبع تھے، (۱) نرم خوایسے تھے کہ کبھی اپنے غلام تک کو نہ مارتے تھے۔ (۲) صاحب اور اعزہ شناس تھے، جب ان کا کوئی عزیز قرض چھوڑ کر مرجاتا تھا تو اپنی جیب سے اس کا قرض ادا کرتے تھے۔ (۳)

ظرافت وخوش طبعی: علمی کمال کے ساتھ وہ بڑے ظریف، خوش طبع اور بذلہ سنج تھے، کَانَ مزّاحاً (۴) ظرافت کا مادہ اتنا غالب تھا کہ بات بات میں لطائف پیدا کرتے تھے، ان کے بہت سے لطائف کتابوں میں مذکور ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے پوچھا، ابلیس کی بیوی کا کیا نام ہے؟ جواب دیا میں اس کی شادی میں شریک نہیں ہوا تھا کہ معلوم ہوتا، (۵) ایک مرتبہ ایک شخص نے حرامی لڑکے کے بارے میں پوچھا کہ کیا تینوں (ماں باپ خود) میں سب سے زیادہ شر وہی ہوتا ہے؟ جواب دیا اگر سب میں زیادہ شر وہی ہوتا تو اس کے پیٹ ہی میں ہونے کی حالت میں اس کی ماں سنگسار کردی جاتی۔ (۶)

عمرو بن سعید کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ شعبی سے کہا کہ آپ نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی تھی، وہ اب میرے حافظہ سے جاتی رہی، انھوں نے کہا کہ کچھ بتاؤ تو معلوم ہو، میں نے کہا کچھ بھی یاد نہیں، شعبی نے ایک حدیث سنا کر کہا یہ تو نہیں ہے، میں نے کہا نہیں، انھوں نے دوسری بیان کر کے کہا شاید یہ ہو، میں نے کہا یہ بھی نہیں، آخر میں انھوں نے یہ عاشقانہ شعر پڑھ کر کہا ممکن ہے یہ ہو۔ (۷)

هنيا مريا غير داء مخامر ☆ لعزة من اعواضنا استحلت

ایک مرتبہ حجاج نے پوچھا کم عطاؤك في السنة سال میں تمہارا وظیفہ کتنا

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۶۷ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۰ (۳) ایضاً (۴) ابن خلکان ج اول ص ۲۴۴ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۶ (۶) ایضاً ص ۷۰ (۷) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے؟(زبان کے لحاظ سے اس موقع پر فی السنۃ کہنا درست نہیں ہے) اس لیے شعبی نے بھی غلط جواب دیا الفین (دو ہزار) حالانکہ الفین کے بجائے الفان کہنا چاہیے، اس ٹوکنے پر حجاج نے اپنی غلطی محسوس کرکے فوراً اس کی تصحیح کی، کم عطاؤك تمہارا وظیفہ کتنا ہے؟ اس وقت شعبی نے بھی صحیح جواب دیا کہ الفان حجاج نے کہا پہلے تم نے عربی میں کیوں غلطی کی؟ جواب دیا، امیر نے غلطی کی تھی، جب امیر نے صحیح کہا تو میں نے بھی تصحیح کرلی، میری یہ مجال نہ تھی کہ امیر تو غلط بولیں اور میں صحیح بولوں۔(۱) ایک مرتبہ ایک شخص ان کے گھر ان سے ملنے گیا، گھر میں میاں بیوی دونوں تھے (شعبی خلقۃً نہایت کمزور اور پست قامت تھے) اس لیے آنے والے نے مذاق سے پوچھا شعبی ان میں سے کون ہے، شعبی نے بیوی کی طرف اشارہ کردیا۔(۲)

ایک مرتبہ ایک درزی سے مذاقاً پوچھا میرے پاس ایک ٹوٹا ہوا دانہ ہے اس کو سی سکتے ہو؟ درزی بھی حاضر جواب تھا، بولا اگر آپ کے پاس ہوا کا دھاگا ہو تو سی دوں گا۔(۳)

ایک مرتبہ ایک نصرانی کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اسلامی سلام کیا، ایک شخص نے اعتراض کیا، شعبی نے جواب دیا کہ اگر اس پر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو وہ ہلاک ہوگیا ہوتا،(۴) (اس لیے میں نے رحمۃ اللہ کہنے میں کیا غلطی کی)

اپنے بعض معاصرین کو جن سے زیادہ بے تکلفی تھی اپنی بذلہ سنجی سے اس قدر پریشان کرتے تھے کہ وہ ان کے پاس جاتے ہوئے گھبراتے تھے، ایک مسئلہ کی تحقیق کے سلسلہ میں غیاث کے لڑکے حفص نے غیاث سے کہا آپ جاکر شعبی سے پوچھ لیجیے، غیاث نے کہا میں ان کے پاس کیسے جاؤں، وہ جب مجھے دیکھتے ہیں میرا مذاق اڑانا شروع کردیتے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں تمہاری جو ہیئت ہے علماء کی یہی ہیئت ہوتی ہے، یہ تو

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۴۴ (۲) ایضاً (۳) شذرات الذہب ج اول ص ۱۲۷ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلاہوں کی ہیئت ہے اور جب میں ابراہیم کے پاس جاتا ہوں تو وہ میری عزت کرتے ہیں۔(۱)

شعبی کا تعلق دولت بنی امیہ سے: اموی حکومت میں شعبی مختلف اوقات میں مختلف خدمات اور عہدوں پر مامور ہوتے رہے، حجاج انھیں بہت مانتا تھا، اس لیے اپنے دورِ امارت میں ان کو بہت آگے بڑھایا، ان کے وظیفہ میں اضافہ کیا، انھیں ان کے قبیلہ کا امام اور عریف (چودھری) بنایا اور سرکاری وفود میں عبدالملک کے پاس بھیجتا تھا،(۲) ایک مرتبہ رتبیل والی سجستان کے یہاں سفیر بنا کر بھیجا، جہاں انھیں انعام واکرام ملا۔(۳)

ایک اہم سفارت: ان کے فہم وتدبر کی وجہ سے خود عبدالملک بعض اہم خدمات ان کے متعلق کرتا تھا اور بڑی سفارتوں میں ان کو بھیجتا تھا، خود شعبی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک نے مجھ کو ایک سفارت میں قیصر روم کے پاس بھیجا، قیصر نے مجھ سے جس قدر سوالات کیے میں نے سب کے شافی جواب دیئے، عموماً وہاں سفراء کے زیادہ دنوں تک ٹھہرنے کا دستور نہ تھا لیکن اس نے مجھ کو بہت دنوں تک روکے رکھا، یہاں تک کہ میں گھبرا کر لوٹنے کے لیے آمادہ ہوگیا، اس وقت اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم شاہی گھرانے سے ہو؟ میں نے کہا نہیں، بلکہ عام عربوں میں سے ہوں، یہ سن کر اس نے زیر لب کچھ کہا اور ایک رقعہ مجھے دیا کہ اپنے بادشاہ کو میرے پیغامات پہنچانے کے بعد یہ رقعہ دیدینا، میں نے واپس ہوکر پیامات تو پہنچادیئے مگر رقعہ دینا بھول گیا، دارالخلافۃ سے نکلتے وقت رقعہ یاد آیا، میں نے واپس جا کر اس کو عبدالملک کے حوالہ کیا، اس نے رقعہ پڑھ کر مجھ سے پوچھا قیصر نے رقعہ دینے سے پہلے تم سے کچھ کہا بھی تھا، میں نے کہا ہاں اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا تم شاہی خاندان سے ہو، میں نے جواب دیا نہیں میں عام عربوں میں سے ہوں، یہ کہہ کر میں واپس ہوگیا، دروازہ تک پہنچا تھا کہ عبدالملک نے پھر بلالیا اور پوچھا تم کو رقعہ کا

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۱ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۳ (۳) ایضاً ص ۱۷۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون معلوم ہے میں نے کہا نہیں، اس نے پڑھنے کو کہا، میں نے اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ ''مجھے اس قوم پر حیرت ہوتی ہے کہ ایسے شخص کے ہوتے ہوئے اس نے ایک دوسرے شخص کو بادشاہ کیسے بنایا؟'' یہ تحریر پڑھ کر میں نے عبدالملک سے کہا، خدا کی قسم اگر مجھے پہلے سے اس مضمون کا علم ہوتا تو میں کبھی اسے نہ لاتا، اس نے ایسا اس لیے لکھا کہ آپ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، عبدالملک نے مجھ سے پوچھا تم سمجھے اس لکھنے کا مقصد کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں، عبدالملک نے کہا مجھے تمہارے خلاف بھڑکا کر تمہارے قتل پر آمادہ کرنا چاہا ہے، قیصر کو عبدالملک کا یہ قیاس معلوم ہوا تو اس نے کہا واقعی میرا یہی مقصد تھا۔(۱)

حجاج اور عبدالملک کی مخالفت: لیکن اموی حکومت کے ساتھ ان کے یہ روابط زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکے، ابن اشعث کے ہنگامہ کے زمانہ میں شعبی نے حجاج اور عبدالملک کی مخالفت کے زمانہ میں ابن اشعث کا ساتھ دیا، اس واقعہ کے متعلق ان کا بیان ہے کہ حجاج نے مجھ کو میری قوم کا عریف اور پورے ہمدان کا معتمد بنایا اور وظیفہ مقرر کیا تھا، ابن اشعث کے ہنگامے تک اس کے یہاں میری قدر و منزلت قائم رہی، ابن اشعث کے انقلاب میں کوفہ کے قاریوں نے آکر مجھ سے کہا کہ آپ قاریوں کے زعیم ہیں، اس لیے ہمارا ساتھ دیجیے اور اتنا اصرار کیا کہ مجھے مجبوراً ان کے ساتھ ہو جانا پڑا، چنانچہ میدان جنگ میں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر حجاج کے عیوب بیان کر کے لوگوں کو اس کے خلاف ابھارتا تھا۔(۲)

شکست اور روپوشی: دیرجماجم کے معرکہ میں ابن اشعث کو فاش شکست ہوئی اور اس کی قوت پارہ پارہ ہوگئی، اس وقت شعبی روپوش ہو گئے، ایک روایت یہ ہے کہ وہ حجاج کی سفاکیوں کے خوف سے نو مہینہ تک اپنے گھر کے دروازے بند کیے بیٹھے رہے، نو مہینہ کے بعد قتیبہ بن مسلم نے خراسان پر فوج کشی کا ارادہ کیا اور لوگوں کو اس میں شرکت کی ترغیب دینے کے لیے اعلان کرادیا کہ جو شخص فوج میں بھرتی ہو جائے گا، اس کی گذشتہ خطائیں

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۴۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاف کردی جائیں گی، اس اعلان پر شعبی فوج میں شامل ہو گئے اور فرغانہ پہنچے، قتیبہ انھیں پہچانتا نہ تھا، ایک دن وہ مجلس عام میں بیٹھا ہوا تھا، شعبی نے اپنی علمی خدمات اس کے سامنے پیش کیں کہ مجھے علم وفن میں درک ہے، قتیبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ وہ اگرچہ انھیں پہنچانتا نہ تھا لیکن نام سے واقف تھا، اس لیے شعبی نے کہا یہ نہ پوچھو، قتیبہ نے بھی زیادہ اصرار نہیں کیا، اس کو حجاج کے پاس فتوحات کی اطلاع بھیجنی تھی، اس نے ان کو مسودہ لکھنے کا حکم دیا، انھوں نے کہا مجھے لکھنے کی ضرورت نہیں اور اسی وقت زبانی بول کر لکھوادیا، قتیبہ نے اس تحریر کو بہت پسند کیا اور اس کے صلہ میں ان کو ایک خچر اور حریر کا ایک حلہ دیا، اس کے بعد شعبی بڑی قدر و منزلت کے ساتھ رہنے لگے، رات کو قتیبہ انھیں اپنے ساتھ دستر خوان پر کھلاتا تھا۔

گرفتاری: حجاج شعبی کا اندازِ تحریر پہچانتا تھا، قتیبہ کا خط دیکھ کر پہچان گیا کہ شعبی کے علاوہ اور کوئی اس کا لکھنے والا نہیں ہوسکتا، چنانچہ فوراً قتیبہ کو لکھا کہ تمہارا خط لکھنے والے شعبی ہیں انھیں فوراً گرفتار کرلو، اگر وہ بچ کر نکل گئے تو تمھیں معزول کر کے تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوادوں گا، یہ حکم پڑھ کر قتبہ نے شعبی سے کہا کہ میں نے اب تک آپ کو نہ پہچانا تھا، آپ آزاد ہیں، جہاں آپ کا دل چاہے چلے جایئے، میں حجاج کے سامنے ہر قسم کی قسم کھالوں گا، شعبی نے کہا اگر میں چلا بھی جاؤں تو میرا جیسا شخص چھپا نہیں رہ سکتا، قتیبہ نے کہا اسے آپ زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں، غرض ان کے انکار پر اس نے ان کو حجاج کے پاس بھجوادیا، واسط کے قریب ان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں، کوفہ میں یزید بن ابی مسلم سے جوان سے ملنے کو آئے تھے، ملاقات ہوئی، انھوں نے ان سے کہا کہ ابوعمرو جب تم امیر کے سامنے پیش کیے جاؤ تو تم اس سے اس طرح سے اور یہ یہ کہنا، امید ہے کہ تمہاری جان بچ جائے گی، غرض وہ پابجولان حجاج کے سامنے پیش کیے گئے۔(۱)

دوسری روایت میں اس واقعہ کی شکل یہ ہے کہ دیر جماجم کے معرکہ کے بعد شعبی

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷۴ و ص ۷۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرصہ تک روپوش رہے اور یزید بن ابی مسلم کو لکھا کہ تم حجاج سے میری صفائی کرادو، انھوں نے جواب دیا مجھ میں اتنی جرأت نہیں ہے، میرا یہ مشورہ ہے کہ تم خود چلے آؤ اور دربار عام کے وقت امیر کے سامنے دفعۃً جا کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے معذرت پیش کرو، اس کا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم مجھے جس چیز کا شاہد بناؤ گے میں تمھاری صفائی میں گواہی دوں گا۔

رہائی: شعبی نے اس مشورہ پر عمل کیا اور ایک دن دفعۃً حجاج کے سامنے پہنچ گئے، اس نے دیکھتے ہی کہا اخاہ شعبی ہیں، پھر ان کے سامنے اپنے تمام احسانات جو ان پر کیے گئے تھے گنائے، یہ ہر احسان کا اقرار کرتے جاتے تھے، آخر میں حجاج نے پوچھا تم نے عدو الرحمٰن (عبدالرحمٰن بن اشعث) کا ساتھ کیوں دیا؟ شعبی نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے ندامت ظاہر کی، ان کے اعتراف اور انفعال پر حجاج نے ان کی خطا معاف کر دی۔ (۱)

قضاۃ: عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں کوفہ کے منصب قضاء پر مامور ہوئے۔ (۲)

وفات: باختلافِ روایت ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں دفعۃً انتقال کیا، انتقال کے وقت ستتر (۷۷) سال کی عمر تھی، (۳) لیکن ستتر سال کی عمر صحیح نہیں معلوم ہوتی، اس لیے کہ وہ جلولاء کے سال یعنی ۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳ھ ۱۰۴ھ میں انتقال ہوا، اس حساب سے ستتر سال سے کچھ اوپر عمر رہی ہوگی۔

حلیہ: توام پیدا ہوئے تھے، اس لیے خلقۃً نہایت کمزور اور نحیف تھے۔

۳۷- عامر بن عبداللہ

نام و نسب: عامر نام، ابو عمر کنیت، نسب نامہ یہ ہے: عامر بن عبداللہ بن قیس بن ثابت بن اسامہ بن حذیفہ بن معاویہ تمیمی عنبری۔

تابعین کرام کا نمایاں اور مشترک وصف، ان کا علم و عمل اور خدمتِ علم و دین تھا

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۵ ملخصاً (۲) ایضاً ص ۱۷۴ (۳) ایضاً ص ۱۷۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ان میں ایک مختصر جماعت ایسی بھی تھی جس نے نہ صرف تمام دنیاوی علائق کو چھوڑ دیا تھا بلکہ علم کی بساط بھی تہ کر کے محض عبادت وریاضت، یادالٰہی اور تزکیۂ روح کو اپنا مقصد قرار دیا تھا، عامر بھی اسی مقدس جماعت کے ایک ممتاز فرد تھے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ بڑے بلند مرتبہ اور مرتاض تابعین میں تھے، کعب احبار جو خود ایک تارک الدنیا تابعی تھے، عامر کو ''امت محمدیہؐ کے راہب'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔(۱)

عامر پر یہ رنگ ایسا گہرا تھا اور ان کے ہر عمل میں ایسا نمایاں تھا کہ ان کی زندگی کے دوسرے حالات کو زہد وورع سے جدا کر کے دکھانا مشکل ہے، ان کا کوئی عمل اس روح سے خالی نہ تھا۔

عہد فاروقی: عامر گو زاہد خلوت نشین تھے لیکن شرف جہاد کے حصول کے لیے جنگی مہمات میں شریک ہوتے تھے، سب سے اول وہ عہد فاروقی میں مدائن کی مہم میں نظر آتے ہیں (۲) اگرچہ تصریح کے ساتھ دوسری مہمات میں ان کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر مہمات میں شریک رہتے تھے، قتادہ کا بیان ہے کہ عامر جب غزوات میں جاتے اور راستہ میں جھاڑیاں ملتیں اور ان سے کہا جاتا کہ اس میں شیر کا خوف ہے تو جواب دیتے کہ مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور سے خوف کروں۔(۳)

حضرت عثمانؓ کی مخالفت: حضرت عثمان کے خلاف جو انقلاب برپا ہوا تھا، اس کے تین بڑے مرکز تھے، بصرہ، کوفہ اور مصر اس انقلاب کے شعلوں کی لپیٹ میں بعض بڑے صحابہ تک آگئے تھے، بصرہ عامر کا وطن تھا، گو وہ اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوئے تاہم ان کا دامن اس سے پاک بھی نہ رہ سکا اور وہ بھی مخالفین عثمانؓ کے دام میں پھنس کر ان کے ساتھ ہو گئے، ایک موقع پر اہل بصرہ نے انھیں حضرت عثمانؓ کے پاس اپنا نمائندہ بنا کر بھیج دیا، انھوں نے مدینہ جا کر حضرت عثمانؓ کے سامنے برملا اپنے خیالات ظاہر کیے کہ ''مسلمانوں کی ایک

(۱) اصابہ ج۵ ص۸۶ (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ق اول ص۷۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت نے آپ کے عمال کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ آپ سے بہت سے بُرے افعال سرزد ہوئے ہیں، اس لیے خدا کا خوف کیجئے اور اس کے سامنے آئندہ کے لیے توبہ کیجئے، حضرت عثمانؓ ان کے حقیقی حالات سے اب تک ناواقف تھے، اس لیے ان کی باتیں سن کر فرمایا، لوگوں ذرا انھیں دیکھو یہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر گفتگو کرنے کے لیے آئے ہیں، لوگ انھیں قاری سمجھتے ہیں، حالانکہ انھیں یہ بھی خبر نہیں کہ خدا ہے کہاں، عامر نے یہ کلمات سن کر قرآن کی اس آیت:

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ   تمہارا رب تاک میں ہے۔

کی طرف اشارا کر کے کہا خدا کی قسم میں خوب جانتا ہوں وہ نافرمانوں کی تاک میں ہے،(۱) اس گفتگو کے بعد عامر بصرہ واپس چلے آئے۔

بعض مذہبی الزامات: خلیفۂ وقت کے ساتھ اس سیاسی اختلاف کے علاوہ عامر پر بعض مذہبی الزام بھی تھے، یا ان کی طرف منسوب کئے جاتے تھے کہ وہ شادی نہیں کرتے، گوشت نہیں کھاتے، اپنے کو حضرت ابراہیم سے بہتر، یا ان کا مثل سمجھتے ہیں، حکومت کے ساتھ ان کا سیاسی اختلاف ہو ہی چکا تھا، اس لیے ان کے بعض مخالفین نے والی بصرہ کو ان باتوں کی خبر کردی، اس نے حضرت عثمانؓ کو اطلاع دیدی، وہاں سے تحقیقات کا حکم آیا اور صحت کی صورت میں شام بھیج دیئے جانے کی ہدایت ملی، اس حکم پر والی بصرہ نے عامر کے سامنے ان الزاموں کو پیش کر کے ان کا جواب طلب کیا، انھوں نے جواب دیا کہ میں نے عورتوں کو اس لیے چھوڑا ہے کہ جب بیوی ہوگی تو اولاد بھی ہوگی اور اولاد ہوئی کہ دنیا میرے دل میں بس جائے گی، گوشت اس لیے نہیں کھاتا کہ میں مجوسیوں کے ملک میں رہتا ہوں اور اس کی کوئی ضمانت وشہادت نہیں ہوتی کہ ذبیحہ صحیح ہے، اس لیے مجھے اس پر اطمینان نہیں ہوتا، حضرت ابراہیم سے برتر ہونے کے سوال کا میں اس کے علاوہ کوئی جواب نہ دوں گا کہ میری آرزو

(۱) ابن اثیر ج ۳ص ۱۱۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ کاش میں ان کے پاؤں کی وہ خاک ہوتا جو ان کے قدموں سے لگ کر جنت میں جائے گی، ایک سیاسی الزام امرا و حکامِ دولت سے نہ ملنے کا تھا، اس کا جواب یہ دیا کہ تم لوگوں کے دروازوں پر حاجت مندوں کا ہجوم رہتا ہے، ان کی حاجت روائی کیا کرو اور بے غرض لوگوں کو ان کے حال پر رہنے دو۔(۱)

جلاوطنی: اگرچہ مذہبی الزامات تحقیقات کے بعد غلط نکلے لیکن سیاسی اور انتظامی حیثیت سے عامر بصرہ سے شام بھیج دیئے گئے، امیر معاویہؓ نے انھیں نہایت عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا، ان کی خدمت کے لیے ایک لونڈی مقرر کر کے اس کو ہدایت کر دی کہ ان کے حالات و مشاغل دیکھ کر انھیں اطلاع دیتی رہے، شام آنے کے بعد بھی ان کے معمولات و مشاغل میں کوئی فرق نہ آیا تھا، چنانچہ وہ روزانہ صبح سویرے گھر سے نکل جاتے تھے اور شام کی تاریکی میں واپس آتے، امیر معاویہؓ ان کے لیے کھانا بھیجتے تھے، عامر اس کو مطلق ہاتھ نہ لگاتے، کہیں سے روٹی کا ایک ٹکڑا لیتے آتے، اسی کو پانی میں بھگو کر کھا لیتے اور وہی پانی اوپر سے پی کر عبادت میں مصروف ہو جاتے اور رات سے صبح تک مصروف رہتے، لونڈی نے امیر معاویہ کو یہ حالات بتائے، انھوں نے حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجا، جب آپ کو عامر کی اصل حقیقت معلوم ہوئی تو امیر معاویہ کو انھیں مقرب بنانے اور دس غلام اور دس سواریاں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا، امیر معاویہ نے عامر کو اطلاع دی کہ امیر المومنین نے مجھے آپ کی خدمت میں دس غلام اور دس سواریاں پیش کرنے اور آپ کو مقرب بنانے کا حکم دیا ہے، انھوں نے جواب دیا ایک شیطان پہلے سے مسلط ہے اسی کا بار کیا کم ہے کہ دس غلاموں کا بار اٹھاؤں، ایک خچر میرے پاس ہے، وہ سواری کے لیے کافی ہے، مجھ کو خوف ہے کہ قیامت کے دن خدا مجھ سے فاضل سواریاں کے متعلق بھی باز پرس کرے گا، رہی

(۱) یہ واقعات ابن سعد کی مختلف روایات سے ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزت وتقرب تو اس کی مجھ کو کوئی خواہش نہیں ہے۔(۱)

واپسی سے انکار اور شام: عامر کے اصل حالات معلوم ہونے کے بعد امیر معاویہ نے ان سے کہا اگر چاہیے تو آپ بصرہ واپس جاسکتے ہیں، انھوں نے جواب دیا اب میں ایسے شہر میں واپس نہ جاؤں گا جہاں کے باشندوں نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا اور شام ہی میں قیام کیا لیکن حکومت کی نگرانی ان پر سے اٹھ گئی اور وہ ساحلی علاقے کی طرف نکل گئے، کبھی کبھی امیر معاویہ سے ملنے کو چلے آتے تھے، امیر معاویہ ان سے ان کی ضروریات پوچھا کرتے، یہ ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ میری کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، جب معاویہ کا اصرار زیادہ بڑھا تو یہ فرمائش کی کہ ''شام کے سرد موسم کی وجہ سے روزوں کی شدت اور چاشنی کا لطف جاتا رہا، اگر ہوسکے تو بصرہ کی جیسی گرمی یہاں پیدا کردو۔''(۲)

وطن سے بے تعلقی: عامر جیسے بے نیاز شخص کے لیے وہاں اور پردیس سب برابر تھے، وطن میں ان کے لیے کوئی خاص کشش نہ تھی، پھر شام جیسی مقدس اور انبیاء وصلحا کا موطن ومدفن سرزمین مل گئی تھی، اس لیے رہا سہا وطن سے جو تعلق تھا وہ بھی منقطع کرلیا اور وطن اور اہل وطن سب کو بھلا کر یادالٰہی میں مصروف ہوگئے، بصرہ سے جو لوگ شام آتے اور ملنے کے لیے ان کے پاس جاتے ان کی ملاقات بھی عامر کے لیے خوشگوار باقی نہ رہ گئی تھی، قاضی عبیداللہ بن حسن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شام گیا تو عامر سے ملاقات کے لیے انھیں تلاش کیا، معلوم ہوا کہ وہ ایک مقام پر ایک بوڑھی عورت کے یہاں آتے جاتے ہیں، میں اس عورت کے یہاں پہنچا، اس نے کہا وہ شب وروز اس پہاڑ کے دامن میں روزہ، نماز میں مشغول رہتے ہیں، اگر تم ان سے ملنا چاہتے ہو تو افطار کے وقت جاؤ، اس وقت وہ ضرور ملیں گے، چنانچہ میں افطار کے وقت پہاڑ کے دامن میں پہنچا، عامر موجود تھے، میں نے سلام کیا، انھوں نے صرف ایک شخص کا اور وہ بھی ایسے شخص کا حال پوچھا جس سے میں صرف ایک دن قبل مل

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۷۷ و ص ۷۸ (۲) ابن اثیر ج ۳ ص ۱۱۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکا تھا، اپنے وطن اور اہل وطن کا کوئی حال نہیں دریافت کیا، یہ بھی نہیں پوچھا کہ کون زندہ ہے، کون مرگیا، کھانے تک کا اخلاق نہیں کیا، یہ خلافِ امید باتیں دیکھ کر میں نے کہا میں آپ میں عجیب باتیں پاتا ہوں، فرمایا، کیا؟ میں نے کہا کہ آپ کو ہم لوگوں سے جدا ہوئے مدت گذر گئی لیکن آپ نے ان میں سے کسی کا حال نہیں پوچھا اور پوچھا بھی تو ایک ایسے شخص کا جس سے میں صرف ایک دن پہلے ملا تھا، فرمایا میں نے تم کو صالح پایا اس لیے تمہارے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی، میں نے عرض کیا، وطن سے تازہ وارد تھا، آپ نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کون مرگیا؟ کون زندہ ہے؟ فرمایا ایسے لوگوں کے متعلق کیا پوچھتا کہ جو مرچکے وہ ختم ہو چکے اور جو نہیں مرے ہیں وہ عنقریب مرنے والے ہیں، میں نے کہا آپ نے شب کے کھانے کے متعلق بھی مجھ سے اخلاق نہیں کیا؟ فرمایا میں جانتا تھا کہ تم عمدہ غذا کھاتے ہو اس لیے خشک اور روکھی سوکھی روٹی کے لیے کیا پوچھتا۔(۱)

مجاہدات و نفس کشی: عامر عبادت و ریاضت زہد و ورع اور مجاہدہ اور نفس کشی کی اس معراج تک پہنچ گئے تھے، جہاں کسی دنیاوی، دل فریبی اور آرام وراحت کا گذر نہ تھا، انھوں نے نفس کشی اور مجاہدات کو اپنا مقصد حیات بنالیا تھا، ایک زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہوسکا تو زندگی کا صرف ایک مقصد بنالوں گا،(۲) انھوں نے اس عزم کو اس کامیابی کے ساتھ پورا کیا کہ دنیا کی ان تمام نعمتوں اور لذتوں کو جن سے اس مقصد عظیم میں خلل پڑنے کا احتمال تھا، چھوڑ دیا، وہ خدا سے دعا کیا کرتے تھے کہ ''میرے دل سے عورتوں کی خواہش دور کردے کہ یہ شے میرے دین کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہے، اپنے ماسوا کا خوف دل سے نکال دے اور آنکھوں سے نیند اڑادے کہ جس طرح چاہوں آزادی سے رات دن تیری عبادت کرسکوں، خدا نے ان کی پہلی دو دعائیں قبول کیں لیکن ایک عرصہ تک نیند پر پورا قابو حاصل نہ ہوسکا،(۳) آپ فرماتے تھے کہ دنیا چار چیزوں کا نام ہے، خواب وخور،

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۷۸ وص ۷۹ (۲) ایضاً ص ۷۶ (۳) ایضاً ص ۷۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دولت اور عورت، دو چیزوں یعنی عورت اور مال سے میں نے نفس کو روک لیا ہے، مال کی مجھے حاجت نہیں اور عورت اور دیوار میرے نزدیک برابر ہیں، البتہ نیند اور کھانے پر ابھی پورا قابو نہیں ہے لیکن خدا کی قسم میں ان دونوں خواہشوں کو مٹانے میں پوری کوشش صرف کروں گا، چنانچہ نیند اڑانے اور بھوک کو بہلانے کی یہ تدبیر نکالی تھی کہ رات بھر جاگ کر عبادت کرتے تھے اور دن کو روزہ رکھ کر سوتے تھے،(۱) شام کے زمانۂ قیام میں سارا دن روزے میں گذرتا تھا اور پوری رات نماز میں بسر ہوتی تھی، غذا میں صرف رُوکھی روٹی ہوتی تھی جس کو پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے،(۲) اس مجاہدہ وریاضت نے جسم کو ایسا زار ونزار کر دیا تھا کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا تھا، ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ اپنے اوپر آپ بڑا ظلم کرتے ہیں، آپ نے اپنے ہاتھوں کا چمڑا پکڑ کے فرمایا، خدا کی قسم اگر ہوسکا تو اس کو ایسا بنا دوں گا کہ زمین کو اس سے بہت کم لحمی تری ملے،(۳) ماسوا اللہ سے بے خوفی کا یہ حال تھا کہ وحشی حیوانوں تک سے نہیں ڈرتے تھے، قتادہ کا بیان ہے کہ عامر جب غزوات میں شریک ہوتے تھے اور راستہ میں جھاڑیاں ملتیں اور اُن سے کہا جاتا کہ ان میں شیر کا ڈر ہے تو جواب دیتے کہ مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ اس کے سوا کسی کا خوف کروں (۴)

عبادت میں اخفا: عبادت میں ہمیشہ اخفاء کا اہتمام رکھتے اور عام نگاہوں سے چھپ کر عبادت کرتے تھے، ان کے ایک شریکِ سفر کا جو کسی جہاد میں ہمراہ تھے، بیان ہے کہ ایک مہم میں میرا اور عامر کا ساتھ ہوگیا، ایک جھاڑی کے پاس منزل ہوئی، عامر نے اپنا سامان ایک جگہ جمع کیا اور گھوڑے کو باندھ کر اس کے سامنے چارہ ڈال کر جھاڑی میں گھس گئے، میں نے طے کیا کہ آج میں ان کو ضرور دیکھوں گا کہ وہ رات کو کیا کرتے ہیں، چنانچہ ان کی نگرانی شروع کی وہ جا کر ایک ٹیلہ پر نماز میں مشغول ہوگئے اور صبح تک نماز پڑھتے رہے، طلوع صبح کے وقت انھوں نے یہ دعا مانگی ''خدایا میں نے تجھ سے تین چیزیں مانگی تھیں، دو تو نے عطا

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۸۰ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۷۷ (۳) ایضاً ص ۷۶ (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائیں اور ایک نہیں دی، خدایا وہ بھی دیدے کہ میں حسب خواہش تیری عبادت کرسکوں‘ یہ دعا کرتے کرتے صبح ہوگئی، اس وقت مجھ پر ان کی نظر پڑی، مجھے دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے تم رات بھر میری نگرانی کرتے رہے، میں ابھی تم کو بتاتا ہوں، یہ کہہ کر وہ مجھ پر بڑے زور سے بگڑے، میں نے بھی درشت لہجہ میں جواب دیا کہ اس ہنگامہ آرائی کو جانے دیجئے، آپ نے دعا میں خدا سے جن باتوں کے چاہنے کا ذکر کیا تھا ان کو بتائیے، ورنہ رات کا سارا ماجرا لوگوں پر ظاہر کردوں گا، انھوں نے کہا دیکھو ایسا نہ کرنا میں نے کہا نہیں، میں ضرور کہوں گا، جب انھوں نے دیکھا کہ میں باز آنے والا نہیں ہوں تو کہا اچھا میں بتائے دیتا ہوں لیکن جب تک میں زندہ رہوں اس وقت تک کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا، میں نے خدا کو درمیان میں ڈال کر رازداری کا وعدہ کیا، اس وقت انھوں نے کہا میں نے اپنے رب سے چاہا تھا کہ وہ میرے دل سے عورت کی خواہش نکال دے جو میرے دین کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہے، خدا نے اسے قبول کرلیا اور اب میرے نزدیک عورت اور دیوار دونوں برابر ہیں، دوسری دعا یہ تھی کہ میرے دل میں اس کے علاوہ اور کسی کا خوف باقی نہ رہے، چنانچہ اب میں کسی سے نہیں ڈرتا، تیسری دعا یہ تھی کہ میری نیند اڑ جائے تاکہ رات دن جب چاہوں عبادت کرسکوں، یہ دعا قبول نہ ہوئی۔(۱)

بعض شکوک کا ازالہ: اگرچہ بظاہر اس نفس کشی کی سرحد رہبانیت سے ملتی ہوئی معلوم ہوتی ہے لیکن مقربین بارگاہ کے لیے یہ منزل بھی ابتدائی ہے،"جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے،" خود ان کے زمانہ میں لوگوں نے .... ان کے اس راہبانہ تقشف پر اعتراضات کیے تھے اور انھوں نے اس کے جو جوابات دیئے تھے ان سے بڑی حد تک ظاہری شکوک رفع ہوجاتے ہیں، ایک شخص نے ان کی تجرد زندگی کے خلاف دلیل پیش کی:

قَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ ہم نے تمہارے پہلے بہت سے رسول

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۷۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجاً وَذُرِّيَّةً۔ بھیجے اور ان کے لیے جوڑے اور اولاد بنائی۔

یعنی جب انبیاء علیہم السلام نے جو خدا کے سب سے بڑے عبادت گذار بندے تھے، از دواج نہیں چھوڑا تو ایک معمولی انسان کے لیے اس کا جواز کیوں کر ہو سکتا ہے؟

عامر نے قرآن ہی سے اس کا جواب دیا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ ہم نے جن اور انس کو صرف عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔

ایک اور شخص نے کہا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے اس کی یہ نفسیاتی توجیہ بیان کی کہ مجھ میں نہ نشاط وامنگ ہے اور نہ مال ودولت ایسی حالت میں میں کیوں کسی مسلمان عورت کو دھوکا دوں۔(۱)

ایک مرتبہ کچھ لوگ ایک موقع پر کہہ رہے تھے کہ عامر گوشت اور چربی نہیں کھاتے، مسجد میں نماز نہیں پڑھتے، شادی نہیں کرتے، آج تک ان کے جسم نے دوسرے جسم کو مس نہیں کیا ہے اور وہ اپنے کو ابراہیم علیہ السلام کے مثل سمجھتے ہیں، معقل بن یسار نے یہ باتیں سنیں تو وہ اس کی تصدیق یا تردید کے لیے عامر کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ کے متعلق لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں، آپ کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ جب مجھے گوشت کھانے کی خواہش ہوتی ہے تو خود بکری ذبح کر کے کھاتا ہوں، چربی بھی کھاتا ہوں مگر وہاں سے (بادیہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا) آئی ہوئی روزانہ کی نمازیں مسجد میں نہیں پڑھتا لیکن جمعہ کی نماز باجماعت پڑھتا ہوں، بقیہ نمازیں یہاں اپنے مقام پر ادا کرتا ہوں، شادی اس لیے نہیں کرتا کہ میرے ایک ہی نفس ہے، مجھے ڈر ہے کہ شادی کے بعد وہ مجھے مغلوب نہ کر لے، میں یہ نہیں کہتا کہ میں ابراہیم کے مثل ہوں، البتہ یہ ضرور کہتا ہوں کہ مجھ کو

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۷۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا سے امید ہے کہ وہ مجھے نبیوں، صدیقوں، شہدا اور صلحا کے ساتھ رکھے گا، یہ لوگ بہترین رفیق ہیں، (۱) ان اعتراضوں کے انھوں نے اور بھی جوابات دیئے ہیں جو اوپر گذر چکے ہیں۔

جہاد فی سبیل اللہ: اگرچہ عامر گوشۂ عزلت کے خیال سے پہاڑوں کے دامنوں میں ویرانوں میں اور نامعلوم مقامات پر عبادت کیا کرتے تھے لیکن اس عزلت نشینی نے انھیں محض حجرہ نشین زاہد نہ بنا دیا تھا، بلکہ ان کی رگوں میں جہاد کا خون دوڑتا رہتا تھا، چنانچہ بعض مہمات میں ان کی شرکت کے واقعات اوپر مختلف سلسلوں کے ماتحت گذر چکے ہیں، ان کا معمول تھا کہ جب وہ کسی جہاد میں جانے لگتے تو پہلے موافقِ مزاج رفیق تلاش کرتے جب وہ مل جاتا تو اس سے کہتے کہ میں اس شرط پر تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں کہ تم تین باتوں کی مجھے اجازت دو، ایک یہ کہ میں تمہارا موذن رہوں، دوسرے یہ کہ خدمت گذاری کروں اور اس میں کوئی شخص خلل اندازی نہ کرے، تیسرے اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق تم پر صرف کروں، اگر وہ ان باتوں کو مان لیتا تو عامر اس کے ساتھ ہو جاتے، ورنہ اس کا ساتھ چھوڑ کر دوسرا ساتھی تلاش کرتے، (۲) اپنی سواری پر دوسرے مجاہدین کو باری باری سے سوار کرتے تھے۔ (۳)

ان کا جہاد خالصۃً لوجہ اللہ ہوتا تھا، اسماء بن عبید کا بیان ہے کہ عامر عنبری ایک مہم میں تھے، جنگ میں ایک بڑے دشمن کی لڑکی ہاتھ آئی، لوگوں نے عامر کے سامنے اس کے اوصاف بیان کیے، انھوں نے سن کر کہا میں بھی مرد ہوں مجھے یہ لڑکی دیدو، ان کی اس غیر متوقع خواہش پر لوگوں نے نہایت مسرت کے ساتھ لونڈی ان کے حوالے کردی، جب وہ ان کے قبضہ میں آگئی تو اس سے کہا تم لوجہ اللہ آزاد ہو، لوگوں نے ان سے کہا آپ اس کے بدلہ میں دوسری لونڈی آزاد کر سکتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں اپنے رب سے

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۷۵ (۲) ایضاً ص ۷۸ (۳) ایضاً ص ۷۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثواب چاہتا ہوں۔(۱)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر: امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کے جہاد میں بھی ان کی تیغ زبان بے نیام رہتی تھی اور خدا اور رسول کے احکام کی پامالی پر جوش غضب سے لبریز ہوجاتے تھے، ایک مرتبہ رحبہ میں ایک راستہ سے گذر رہے تھے کہ دیکھا ایک ذمی کو لوگ پکڑے ہوئے اس پر ظلم کر رہے ہیں، پہلے انھوں نے زبانی نصیحت کرکے ان کو روکنے کی کوشش کی مگر جب وہ باز نہ آئے تو عامر کو غصہ آگیا، انھوں نے کہا تم لوگ جھوٹ کہتے ہو، میں اپنی زندگی میں ذمۃ اللہ کے ساتھ بدعہدی نہیں دیکھ سکتا اور ذمی کو زبردستی چھڑا لیا۔(۲)

امراوسلاطین سے بے نیازی: امرا اور ارباب دول سے ان کی بے نیازی، بیزاری کی حد تک پہنچی ہوئی تھی، وہ ان سے ملنا بھی پسند نہ کرتے تھے، ان پر جو الزام قائم کیے گئے تھے، ان میں ایک الزام امرا اور حکام سے نہ ملنے کا بھی تھا، جس کا انھوں نے یہ جواب دیا تھا کہ تم لوگوں کے یہاں خود ہی حاجت مندوں کا ہجوم رہتا ہے، ان کی حاجتیں پوری کیا کرو اور بے غرض لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔(۳) وہ خلفا وسلاطین کسی سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں انھوں نے جس جرأت اور بے باکی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا، اس کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے، اسی طرح امیر معاویہ کے عہد خلافت میں بصرہ کے قراء کا ایک وفد شام بھیجا گیا، اس میں ایک عامر بھی تھے، مضارب بن حزن نے جو وفد بھیجنے والوں میں تھے، امیر معاویہ سے پوچھا آپ نے ہمارے قراء کو جنھیں ہم نے وفد میں بھیجا تھا، کیسا پایا؟ انھوں نے کہا ایک شخص کے علاوہ باقی سب جھوٹی تعریفیں اور فضول گوئی کرتے ہیں، جھوٹ لے کر آتے ہیں اور خیانت لے کر واپس جاتے ہیں، صرف ایک شخص طبیعت کا مرد ہے ہم لوگوں نے پوچھا امیر المومنین وہ کون شخص؟ جواب دیا، عامر بن عبدقیس۔(۴)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۷۹ (۲) ایضاً ص ۷۴ (۳) ایضاً ص ۷۷ (۴) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۸۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کبھی کوئی امیر یا عہدہ دار خود ان کے پاس آتا تو اس کے ساتھ بھی یہی طرزِ عمل رہتا، ایک مرتبہ کسی غزوہ میں گئے ہوئے تھے، راستہ میں ایک مقام پر منزل ہوئی، عامر ایک کنیسہ کے احاطہ میں اترے اور ایک آدمی کو متعین کر دیا کہ کوئی شخص اندر نہ آنے پائے، تھوڑی دیر کے بعد اس شخص نے آکر اطلاع دی کہ امیر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، عامر نے اندر بلا لیا، جب وہ آیا تو اس سے کہا میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ تم مجھ کو دنیا کی ترغیب نہ دلانا اور آخرت کو میری نگاہ سے نہ گرانا۔(۱)

دو دوست: حقیقت یہ ہے کہ عامر جس عالم میں تھے وہاں تعلقات و مراسم دنیاوی کا گذر ہی نہ تھا، چنانچہ ان کی نہ صرف امرا بلکہ کسی سے بھی رسم و راہ نہ تھی، ساری دنیا میں ان کی محبت صرف مطرف بصری کے حصہ میں آئی تھی، عورتوں میں ایک ادنیٰ درجہ کی بکری چرانے والی عورت سے اس کے اوصاف کی بنا پر ہمدردی ہوگئی تھی لیکن اس سے ربط بھی قائم نہ ہونے پایا تھا کہ وہ مرگئی۔

مطرف کے ساتھ مجذوبانہ محبت تھی، چنانچہ بصرہ چھوڑتے وقت ان سے رخصت ہونے کے لیے ایک شب میں کئی مرتبہ مطرف کے گھر گئے اور ہر مرتبہ ان سے کہتے تھے کہ ''میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں خدا کی قسم تمہاری محبت مجھ کو بار بار تمہارے پاس لاتی ہے۔''(۲)

عورت کا قصہ یہ ہے کہ ایک مسکین اور عابدہ عورت چند بدویوں کی بکریاں چرایا کرتی تھی اور ان کی ہر قسم کی وحشیانہ سختیاں جھیلتی تھی، عامر کے ساتھ اس معنوی مماثلت کی وجہ سے بعض لوگوں نے عامر سے کہا کہ فلاں عورت تمہاری بیوی ہے اور جنتی ہے، عامر اس کی تلاش میں نکلے، اس عورت کی زندگی یہ تھی کہ دن بھر وحشی اور بدخو بدویوں کی بکریاں چراتی تھی، شام کو جب بکریاں لے کر واپس آتی تو بدوی گالیوں کی بوچھار سے اس کا

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۷۹ (۲) ایضاً ص ۸۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استقبال کرتے اور اس کے سامنے روٹی کے دو ٹکڑے پھینک دیتے، یہ انھیں اٹھا لیتی اور ان میں سے ایک لے جا کر اپنے گھر والوں کو دیتی تھی، خود دن بھر روزے سے رہتی تھی، شام کو دوسرے ٹکڑے سے افطار کرتی، عامر تلاش کر کے اس کے پاس پہنچے، جب وہ بکریاں چرانے کے لیے نکلی تو عامر بھی ساتھ ہو گئے، ایک مقام پر پہنچ کر اس عورت نے بکریوں کو چھوڑ دیا اور نماز میں مصروف ہو گئی، عامر نے اس سے کہا کہ اگر تمہاری کوئی ضرورت ہو تو مجھ سے بیان کرو، اس نے کہا میری کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، جب عامر کا اصرار زیادہ بڑھا تو اس نے کہا میری صرف یہ خواہش ہے کہ میرے پاس دو سپید کپڑے ہوتے جو میرے کفن کے کام آتے، عامر نے اس سے پوچھا وہ لوگ (بدوی) تم کو گالیاں کیوں دیتے ہیں؟ اس نے جواب دیا اس میں مجھے خدا سے اجر کی توقع ہے، اس گفتگو کے بعد عامر اس کے آقاؤں کے پاس گئے اور ان سے کہا تم لوگ اپنی لونڈی کو گالیاں کیوں دیتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر ہم ایسا نہ کریں تو وہ ہمارے کام کی نہ رہے، عامر نے کہا اچھا اس کو تم لوگ بیچو گے، انھوں نے کہا ہم کسی قیمت پر بھی اسے الگ نہ کریں گے، یہ جواب سن کر عامر لوٹ گئے اور لونڈی کی خواہش کے مطابق دو سپید کپڑے مہیا کر کے اس کے پاس گئے لیکن یہ عجیب اتفاق کہ اس وقت لونڈی اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی، عامر نے اس کے آقاؤں سے اجازت لے کر اس کی تجہیز و تکفین کی، (۱) اس طرح دنیا میں انھیں ایک عورت سے ہمدردی بھی پیدا ہوئی تو یوں ختم ہو گئی۔

صدقات و خیرات: عامر بڑے مخیر و فیاض تھے، مجاہدین کی مالی خدمت کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، ان کو دو ہزار وظیفہ ملتا تھا، جس وقت ملتا اسی وقت سے راستے میں انھیں جس قدر سائل ملتے انھیں تقسیم کرتے ہوئے گھر آتے۔ (۲)

دشمن کے لیے دعا: ان کی زبان کسی کی بدی سے آلودہ نہ ہوئی اور نہ کسی کے لیے ان کی

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۷۴ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۷۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان سے کبھی بددعا نکلی، اپنے دشمنوں کے لیے بھی دعا ہی کرتے تھے، چنانچہ جن لوگوں نے انھیں وطن سے نکلوایا تھا، ان کے حق میں بھی دعا کرتے تھے کہ خدایا جن لوگوں نے میری چغلی کھائی ہے اور مجھ کو میرے وطن سے نکلوایا ہے اور میرے بھائیوں سے مجھ کو جدا کرایا ہے، ان کے مال اوران کی اولاد میں ترقی دے، انھیں تندرست رکھ اوران کی عمر بڑھا۔(۱)

ایک قابل ذکر خواب: ان کے متعلق ایک شخص کا خواب لائق ذکر ہے، جس سے ان کے روحانی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے، سعید جزری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کو خواب میں جمال نبوی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اس شخص نے آپ سے التجا کی کہ حضور میرے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں، آپ نے فرمایا تمہارے لیے عامر دعا کررہے ہیں، اس شخص نے عامر سے یہ خواب بیان کیا، یہ لطف وکرم سن کر ان پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ ہچکی بندھ گئی۔(۲)

۳۸-عبداللہ بن عتبہ بن مسعود

نام ونسب: عبداللہ نام، ابوعبدالرحمٰن کنیت، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بھتیجے ہیں، نسب نامہ یہ ہے: عبداللہ بن عتبہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل ہذلی۔

عبداللہ عہد رسالت میں پیدا ہوچکے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات نبوی میں اتنا ہوش بھی ہوگیا تھا کہ آپ کو دیکھا تھا اور آپ کے متعلق بعض واقعات ان کے حافظہ میں محفوظ تھے، اسی لیے عقیلی نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، وہ عہد رسالت میں پیدا ضرور ہوئے لیکن حیات نبوی میں بالکل بچہ تھے، اکثر ارباب سیر کا فیصلہ یہی ہے کہ وہ تابعی ہیں، چنانچہ علامہ ابن سعد نے تابعین ہی کے زمرہ میں ان کے

(۱) ابن سعد ج ق اول ص ۷۵ (۲) ایضاً ص ۸۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالات لکھے ہیں، حافظ ابن عبدالبر نے اگرچہ احتیاطاً استیعاب میں ان کے حالات لکھ دیئے ہیں لیکن ان کے نزدیک بھی وہ صحابی نہیں ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ عقیلی نے صحابہ میں ان کا ذکر کیا ہے لیکن یہ سراسر غلط ہے، البتہ وہ کبار تابعین میں ہیں۔(۱)

بعض لوگ ان کی صحابیت پر یہ دلیل لاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کو والی بنایا تھا اور وہ غیر صحابی کو کسی عہدہ پر مقرر نہیں کرتے تھے لیکن یہ کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔

فضل وکمال: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ذات سے ان کا گھر علم وعمل کا گہوارہ تھا، عبداللہ بن عتبہ نے اسی گہوارہ میں پرورش پائی تھی، اس لیے گھر کی یہ دولت ان کے حصہ میں بھی آئی، چنانچہ وہ مدینہ کے ممتاز علماء میں تھے اور حدیث اور فقہ وغیرہ مذہبی علوم میں پوری دستگاہ رکھتے تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: كان ثقة رفيعا، كثير الحديث والفتيا فقيها، (۲) حدیث میں انھوں نے اپنے چچا عبداللہ بن مسعودؓ، عمرؓ، عمار بن یاسرؓ، ابوذرؓ، ابوہریرہؓ وغیرہ سے روایتیں کی ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے لڑکے عبیداللہ، عون اور حمید بن عبدالرحمٰن، معاویہ ابن عبداللہ بن جعفر، ابواسحاق سبیعی، عامر الشعبی، عبداللہ بن معید زمانی اور محمد بن سیرین وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔(۳)

وفات: عبدالملک کے عہدِ خلافت میں بشر بن مروان کی ولایتِ عراق کے زمانہ میں وفات پائی۔(۴)

اولاد: عبداللہ اولاد کی جانب سے بڑے خوش قسمت تھے، ان کے ایک لڑکے مدینہ کے بڑے نامور عالم اور وہاں کے سات مشہور فقہا میں سے ایک تھے، ان کے حالات آئندہ آئیں گے اور عون زہد وورع میں مشہور تھے۔(۵)

---

(۱) استیعاب ج اول ص ۳۹۰ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۴۲ (۳) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۱۱ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۴۲ (۵) تہذیب الاسماء ج اول ص ۲۷۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۹-عبداللہ بن عون

نام ونسب: عبداللہ نام، ابوعون کنیت، عبداللہ بن درہ مزنی کے غلام تھے۔

پیدائش: سیل جارف کے تین سال قبل پیدا ہوئے۔(۱)

فضل وکمال: علمی اعتبار سے کوفہ کے اکابر علما میں تھے، امام ثوری کہتے تھے کہ میں نے ایوب، یونس، تیمی اور ابن عون جیسے فضلا کسی ایک شہر میں اکٹھا نہیں دیکھے۔(۲)

حدیث: اگر چہ عبداللہ جملہ مذہبی علوم میں دستگاہ رکھتے تھے لیکن حدیث نبوی سے ان کو خاص ذوق تھا اور اس میں وہ امتیازی پایہ رکھتے تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة کثیر الحدیث۔ (۳)

انھوں نے اس عہد کے تمام اکابر محدثین کا علم اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا، ابن مدائنی کا بیان ہے کہ ابن عون نے ایسی مستند احادیث محفوظ کی تھیں جو ان کے کسی ساتھی کے حصہ میں نہ آئی ہوں گی، مدینہ کے ممتاز محدثین میں انھوں نے سالم اور قاسم، بصرہ کے محدثین میں حسن بصری اور ابن سیرین اور کوفہ کے محدثین میں امام شعبی اور امام نخعی، مکہ کے محدثین میں عطاء اور مجاہد اور شام کے محدثین میں مکحول اور رجاء بن حیوہ سے سماع حدیث کیا تھا،(۴) اس طرح اس عہد کے تمام مراکزِ حدیث کے اکابر محدثین کی حدیثیں انھوں نے حاصل کر لی تھیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سے علماء سے بھی وہ مستفید ہوئے تھے، ان میں بعضوں کے نام یہ ہیں: ثمامہ بن عبداللہ بن انس، انس بن سیرین، زیاد بن جبیر بن حبہ، عبدالرحمٰن

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۵ (۲) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۴۷ (۳) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۴ (۴) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی بکرہ، موسیٰ بن انس بن مالک، ہشام بن زید بن انس، سعید بن جبیر اورنافع وغیرہ۔(۱)

ان بزرگوں کے فیض نے ابن عون کا دامن علم نہایت وسیع کردیا تھا، ابن مہدی کا بیان ہے کہ عراق میں ابن عون سے بڑا سنت کا عالم کوئی نہ تھا۔(۲)

ابن مبارک کہتے تھے کہ میں نے ملاقات سے پہلے جن جن لوگوں کا تذکرہ سنا تھا ان میں ابن عونؒ، حیوۃ اورسفیانؒ کے علاوہ باقی سب کو ملنے کے بعد کم پایا، مگرابن عون سے ملنے کے بعد دل چاہتا تھا کہ ہمیشہ کے لیے ان کے دامن سے وابستہ ہو جاؤں اورمرتے دم تک جدا نہ ہوں۔(۳)

ایک مرتبہ ہشام بن حسان نے ایک حدیث بیان کی، کسی نے پوچھا یہ حدیث کس سے سنی؟ جواب دیا اس شخص سے جس کا مثل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا، انھوں نے حسن بصری اورابن سیرین کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔(۴)

روایت حدیث میں خوف واحتیاط: اس وسعت علم کے باوجود وہ حدیث بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے، انھوں نے روایت حدیث کے خوف سے راستہ نکلنا چھوڑ دیا تھا، بکار بن محمد کا بیان ہے کہ ابن عون نے مجھ سے کہا کہ بھتیجے لوگوں نے میرا راستہ بند کردیا، میں اپنی ضرورت کے لیے بھی گھر سے باہر نہیں نکل سکتا، بکار کہتے ہیں کہ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ لوگ ان سے حدیثیں پوچھتے تھے۔(۵)

تاہم انھوں نے روایتِ حدیث کا دروازہ بالکل بند نہیں کردیا تھا اورعلما کی مصدقہ حدیثیں بیان کرتے تھے، بکار روایت کرتے ہیں کہ ابن عون نے کوفہ میں بڑا علم حاصل کیا اوراس کو محمد کے سامنے پیش کیا، محمد نے سن کر جس حدیث پر پسندیدگی ظاہر کی، اس

(۱) تہذیب التہذیب ج۵ص۳۴۷ (۲) ایضاً ص۳۴۸ (۳) ایضاً (۴) ابن سعد ج۷ق۲ص۲۷ (۵) ایضاً ص۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ابن عون نے بیان کیا، باقی احادیث چھوڑ دیں۔(۱)

تلامذہ: ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے ائمہ تھے، اعمش، سفیان ثوری، شعبہ اور ابن مبارک وغیرہ، عام تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، داؤد بن ابی ہند، یحییٰ القطان، عباد بن العوام، ہشیم، یزید بن زریع، ابن علیہ، بشر بن مفضل، معاذ بن معاذ، یزید بن ہارون، ابو عاصم اور محمد بن عبداللہ انصاری وغیرہ۔(۲)

فضائل اخلاق: علم سے زیادہ ان کا طغرائے کمال ان کا زہد و ورع اور ان کے اخلاقی و روحانی فضائل تھے، ابن حبان کا بیان ہے کہ ابن عون عبادت و ریاضت زہد و ورع فضل و کمال پابندیٔ سنت اور اہل بدعت پر تشدد میں اپنے زمانہ کے سرداروں میں تھے۔(۳)

عقیدہ میں تشدد: عقائد میں صحابۂ کرام کے پاک اور صاف عقیدہ کے پابند تھے اور اس میں مبتدعانہ خیالات کی آمیزش کو سخت ناپسند کرتے تھے اور ایسے لوگوں کو سلام تک نہ کرتے تھے،(۴) ایک مرتبہ ان کے سامنے قدر کا ذکر آیا، انھوں نے کہا میری عمر اس عقیدہ کی عمر سے زیادہ ہے، میں نے سعید جہنی اور سنہویہ کے علاوہ اسلاف میں کسی کو اس کا ذکر کرتے ہوئے نہیں سنا، یہ خیال شر ہے۔(۵)

عبادت: ان کے زہد و ورع اور عبادت و ریاضت نے ابن سیرین کو بھلا دیا تھا، قرہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو ابن سیرین ہی کے ورع پر حیرت ہوتی تھی، ابن عون نے انھیں بھی بھلا دیا،(۶) ان کا سب سے بڑا شغل عبادت تھا، نماز فجر کے بعد قبلہ رو بیٹھ کر ذکر کرتے تھے، طلوع آفتاب کے بعد اشراق کی نماز پڑھ کر لوگوں سے مخاطب ہوتے،(۷) ہر رات کو کئی سو رکعتیں پڑھتے تھے، اگر کسی شب کو ناغہ ہو جاتا تو دن کو پورا کرتے،(۸) گھر کے

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۷ (۲) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۴۷ (۳) ایضاً صفحہ ۳۴۸ (۴) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۵ (۵) ایضاً ص ۲۷ (۶) شذرات الذہب ج اول ص ۲۳۰ (۷) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۵ (۸) ایضاً ص ۲۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احاطہ میں ایک خاص مسجد تھی، مغرب اور عشا کے علاوہ باقی تین نمازیں اپنے لڑکوں، بھائیوں اور دوسرے حاضرین کے ساتھ اسی مسجد میں پڑھتے تھے، جمعہ اور عیدین میں بڑا اہتمام کرتے تھے، غسل کر کے بہترین لباس زیب تن کرتے، خوشبو لگاتے، کبھی سواری پر اور کبھی پاپیادہ مسجد جاتے، جمعہ کی نماز پڑھ کر گھر لوٹ جاتے اور سنتیں وغیرہ گھر ہی پر پڑھتے، رمضان کے زمانہ مین عبادت بہت بڑھ جاتی تھی، فرض نماز باجماعت پڑھ کر گھر چلے آتے اور تنہائی میں عبادت کرتے تنہائی میں ''الحمدللہ ربنا'' کے ورد میں مشغول رہتے تھے،(۱) ایک دن درمیان دے کر ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے، اس معمول میں مرتے دم تک فرق نہ آیا۔(۲)

جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خاص طور سے ایک اونٹنی پال رکھی تھی جس کو بہت محبوب رکھتے تھے، بعض مہمات میں ان کی شرکت کی تصریح ملتی ہے، چنانچہ روم کی کسی جنگ میں شریک ہوئے تھے، اور ایک رومی سے مبارزطلبی کر کے اس کو قتل کیا تھا۔(۳)

اصلاحِ نفس: اپنے نفس کی اصلاح کے علاوہ دنیا کے اور مشغلوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی، بکار بن محمد روایت کرتے ہیں کہ ابن عون نہ کسی سے مذاق کرتے تھے، نہ کسی سے بحث ومناظرہ کرتے تھے، نہ شعرخوانی کرتے تھے، بس انھیں اپنے نفس کی اصلاح سے کام تھا۔(۴)

احسان میں اخفا: کسی کے ساتھ احسان کر کے اس کا اظہار برا سمجھتے تھے، بکار بن محمد کا بیان ہے کہ ابن عون جب کسی کے ساتھ کوئی سلوک کرتے تھے تو اس مخفی طریقہ سے کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے، دوسروں پر اس کا اظہار نہایت برا جانتے تھے۔(۵)

قسم سے احتراز: قسم کھانا اچھا نہ سمجھتے تھے، چنانچہ کبھی سچی قسم بھی نہ کھاتے تھے، بکار بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں ایک زمانۂ دراز بلکہ ان کی موت تک ان کے ساتھ رہا، اس طویل

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۶ (۲) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۴۸ (۳) ابن سعد ج ۵ ق ۲ ص ۲۸ (۴) ایضاً ص ۲۵ (۵) ابن سعد ج ۵ ق ۲ ص ۲۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدت میں میں نے کبھی ان کو جھوٹی سچی کسی قسم کی قسم کھاتے نہیں دیکھا۔(۱)

اخلاق: نہایت خوش اخلاق، حلیم الطبع اور نرم خو تھے، کسی موقع پر بھی ان کی زبان سے کوئی ناروا کلمہ نہیں نکلتا تھا، بکار کا بیان ہے کہ میں نے ابن عون سے زیادہ زبان پر قابو رکھنے والا آدمی نہیں دیکھا، وہ اپنے لونڈی غلاموں بلکہ بکری اور مرغی تک کو کبھی گالی نہ دیتے تھے،(۲) جہاد کی جس اونٹنی کو بہت محبوب رکھتے تھے، ایک مرتبہ ایک غلام کو اس پر پانی لاد کر لانے کا حکم دیا، اس نے اس کو ایسی بے دردی کے ساتھ مارا کہ اس کی آنکھ بہ گئی، لوگوں کو خیال ہوا کہ اگر انھیں کسی بات پر غصہ آسکتا ہے تو غلام کی اس حرکت پر ضرور آئے گا لیکن جب ان کی نظر اونٹنی پر پڑی تو غلام سے صرف اس قدر کہا سبحان اللہ خدا تم کو برکت دے، کیا تم کو مارنے کے لیے چہرہ کے علاوہ اور کوئی عضو نہ ملتا تھا اور اس کو گھر سے نکال کر آزاد کر دیا،(۳) ان کی انتہائی خفگی تھی، اپنے دشمنوں کو بھی جن کے ہاتھوں ایذا پہنچتی تھی برا نہ کہتے تھے، ایک مرتبہ انھوں نے ایک عربی عورت سے شادی کی، بلال بن ابی بردہ نے اس عصبیت میں کہ ایک غلام نے ایک عربی عورت سے شادی کی انھیں کوڑوں سے پٹوایا، بکار کا بیان ہے کہ میں نے اس واقعہ کے بعد بھی ابن عون کی زبان سے بلال کے متعلق ایک لفظ نہیں سنا، ایک مرتبہ بعض لوگوں نے کہا کہ بلال نے آپ کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا، فرمایا ایک آدمی مظلوم ہوتا ہے لیکن پھر وہی ظلم کی شکایت کر کے ظالم بن جاتا ہے، تم میں سے کوئی بھی بلال کے لیے مجھ سے زیادہ سخت نہیں ہے لیکن میں اس کی شکایت کر کے ظالم نہ بنوں گا۔(۴)

حب رسول: ذات نبویؐ کے ساتھ والہانہ شیفتگی رکھتے تھے، چنانچہ ان کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ ایک مرتبہ خواب ہی میں رخِ انور کی زیارت ہو جاتی، خدا نے ان کی یہ تمنا پوری کی، وفات سے کچھ دنوں پہلے خواب میں دیدار جمالِ نبویؐ سے مشرف ہوئے، اس شرف پر ایسے وارفتہ ہوئے کہ بالا خانہ سے اتر کر فوراً مسجد میں آئے اور انتہائی مسرت میں گر پڑے، پیروں

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۶ (۲) ایضاً ص ۲۵ (۳) ایضاً ص ۲۸ (۴) ایضاً ص ۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں چوٹ آئی لیکن ایک بابرکت یادگار کی حیثیت سے اس چوٹ کا علاج نہ کیا کہ(۱)

زخمِ دل مظہر مبادا بہ شود ہشیار باش
کیں جراحت یادگارِ ناوک مژگان اوست

وفات: بالآخر یہی چوٹ مرض الموت کا سبب بن گئی لیکن ابن عون نے نہایت صبر واستقلال کے ساتھ اس مرض کی تکلیفوں کا مقابلہ کیا، بکار بن محمد کا بیان ہے کہ بیماری کی حالت میں وہ شیر سے زیادہ ضابط وصابر تھے، دورانِ علالت میں مطلق حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے، ہوش وحواس آخر دم تک قائم رہے، اپنی پھوپھی ام محمد بنت عبداللہ کے کہنے پر میں نے ابن عون کی حالتِ نزع میں سورۂ یٰسین پڑھی تھی، میں نے موت کے وقت ان سے زیادہ عاقل کسی کو نہیں دیکھا، جب تک آخری سانس آتی رہی اس وقت تک وہ قبلہ رو خدا کا ذکر کرتے رہے، بالآخر خدا نے ان کی مشکل آسان کی اور رجب ۱۵۱ھ میں وہ واصل بحق ہوگئے، جنازہ میں لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ مسجد کا صحن اور اس کی عمارت ناکافی ثابت ہوئی اور محراب میں جنازہ رکھ کر نماز پڑھائی گئی، جمیل بن محفوظ ازدی نے نماز جنازہ پڑھائی۔(۲)

ترکہ: ابن عون کے پاس نقد روپیہ نہ تھا، ترکہ میں دو مکانات چھوڑے، مرض الموت میں پانچویں حصہ کی وصیت اپنے اعزہ واقربا کے لیے کر گئے تھے، دس ہزار سے کچھ اوپر قرض تھا، اس کو ادا کرنے کے بعد وصیت پوری کی گئی۔(۳)

حلیہ: نہایت خوش جمال آدمی تھے، نصف کانوں تک پٹے تھے، مونچھیں زیادہ گہری نہیں کترواتے تھے۔(۴)

نفاست: خوش جمالی کے ساتھ بڑے نفاست پسند، لطیف مزاج اور خوش لباس تھے، کپڑے نہایت نرم وباریک پہنتے تھے، خوشبو زیادہ لگاتے تھے، پورا لباس پہن کر گھر سے باہر نکلتے تھے، وضو اور کھانے کے وقت خادم رومال پیش کرتا تھا، اس سے ہاتھ منہ صاف کرتے تھے،

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۹ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۹، ۳۰ (۳) ایضاً ص ۳ (۴) ایضاً ص ۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہسن وغیرہ بدبودار چیزوں سے سخت نفرت تھی، جس کھانے میں لہسن ہوتا تھا اس کو ہاتھ نہ لگاتے تھے، ایک مرتبہ لونڈی نے کھانا پکا کر سامنے لگایا، اس میں لہسن کی بو معلوم ہوئی لونڈی سے پوچھا، اس نے اقرار کیا لیکن طبیعت میں ضبط وتحمل بہت تھا اس لیے صرف اس قدر کہا، خدا تجھ کو برکت دے، خدا تجھ کو برکت دے، اس کو میرے سامنے سے لے جاؤ۔(۱)

۴۰۔عبیداللہ بن عبداللہ

نام ونسب: عبیداللہ نام، ابوعبداللہ کنیت، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بھائی عتبہ کے پوتے تھے، نسب نامہ یہ ہے: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود بن غافل بن حبیب ابن شمخ بن فار بن مخزوم مخزومی۔

فضل وکمال: عبیداللہ کا گھر علم وعمل کا گہوارا تھا، اس ماحول نے ان کو علم وعمل کا مجمع البحرین بنادیا، فضل وکمال کے لحاظ سے وہ ممتاز ترین تابعین میں شمار ہوتے تھے، انھیں حدیث، فقہ، شعروشاعری اور دوسرے مروجہ علوم میں پورا درک تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، کان ثقۃ کثیر الحدیث والعلم، شاعرا (۲) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کے جلالت، امامت اور عظمِ منزلت پر سب کا اتفاق ہے۔(۳)

حدیث: حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، صحابہ میں انھوں نے ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوواقد لیثیؓ، زید بن خالدؓ، نعمان بن بشیرؓ، عمار بن یاسرؓ، ابوطلحہ انصاریؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور فاطمہ بنت قیسؓ اور تابعین میں ایک کثیر جماعت سے فیض اٹھایا تھا۔(۴)

حافظہ اتنا قوی تھا کہ ایک مرتبہ جو حدیث سن لیتے تھے، وہ ہمیشہ کے لیے دماغ

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۶۔ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۵ (۳) تہذیب الاسماء ج ۱ ق ۱ ص ۳۱۲ (۴) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۲۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں محفوظ ہو جاتی تھی،(۱) اس حافظہ نے ان کے علم کا دائرہ نہایت وسیع کر دیا تھا، امام زہری کا بیان ہے، کہ میں جن جن علما کے پاس بیٹھا ان کے پاس جو کچھ تھا سب حاصل کر لیا لیکن عبیداللہ علم کا بحرِ بے پایاں تھے، ان کے پاس جب آتا تھا تو ہمیشہ تازہ علم حاصل ہوتا تھا،(۲) میں نے بہت علم حاصل کیا اور ایک حد پر پہنچنے کے بعد خیال ہوا کہ جو کچھ میں حاصل کر چکا ہوں وہ بہت کافی ہے لیکن جب عبیداللہ سے ملا تو معلوم ہوا کہ میرا علم کچھ بھی نہیں ہے۔(۳)

تلامذہ: حدیث میں ان کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع ہے، بعض کے نام یہ ہیں، عون، سعد بن ابراہیم، ابوالزناد، صالح بن کیسان، عراک بن مالک، موسیٰ بن ابی عائشہ، ابوبکر بن ابی الجہم عدوی، ضمرہ بن سعید، طلحہ بن یحییٰ، عبیداللہ بن عبدہ، عبدالمجید بن سہیل وغیرہ،(۴) امام زہری ان کے حلقۂ درس کے ممتاز طالب علم اور ان کے مخصوص تلامذہ میں تھے، ان سے ان کا استفادہ ہمیشہ جاری رہا، امام مالک کا بیان ہے کہ ابن شہاب زہری اس وقت بھی جب کہ وہ عالم ہو چکے تھے، عبیداللہ کے پاس آتے جاتے تھے، عبیداللہ ان سے حدیثیں بیان کرتے تھے اور وہ ان کے لیے کنویں سے پانی بھرتے تھے۔(۵)

فقہ: فقہ میں خصوصیت کے ساتھ ان کا پایہ نہایت بلند تھا، امام ابوجعفر طبری کا بیان ہے کہ علم احکام اور حلال وحرام کی معرفت میں ان کا پایہ نہایت بلند تھا،(۶) ان کے تفقہ کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ وہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک تھے، حافظ ابن عبدالبر کا بیان ہے کہ وہ مدینہ کے ان دس پھر ان کے بعد ان سات فقہا میں سے تھے جو فقہ وفتاویٰ کا محور تھے، وہ بڑے صاحبِ علم، فاضل اور فقہ میں بڑے بلند پایہ تھے۔(۷)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۳۔۴۲ (۲) تہذیب التہذیب ج ۱ ق ۱ ص ۳۱۲ (۳) ابن خلکان ج اول ص ۲۷۱ (۴) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۳ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۸ (۶) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۴ بحوالہ طبری (۷) ایضاً بحوالہ ابن عبدالبر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاعری: شاعر بھی تھے، ابن عبدالبر کا بیان ہے کہ وہ نہایت اچھے شاعر تھے، میرے علم میں دورِ صحابہ سے اس وقت تک قضا میں ان سے بڑا شاعر اور شاعروں میں اتنا بڑا فقیہ کوئی نہ تھا، (۱)

وہ حقیقی شاعر تھے، ان کی شاعری تفننِ طبع کے لیے نہ ہوتی تھی بلکہ سوزِ قلب سے مجبور ہو کر شعر کہتے تھے، جب ان کی شعر گوئی پر کوئی اعتراض کرتا تو جواب دیتے کہ ایک درد مند اور دل کا بیمار اگر سانس نہ لے تو کیسے زندہ رہ سکتا ہے، (۲) ابوتمام نے حماسہ میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں:

شققت القلب ثم ذردت فيه　　　هواك فليم فالتام الفطور

''میں نے اپنا دل چیر کر اس میں تیری محبت کا بیج بویا، بونے کے بعد شگاف قلب برابر ہو گیا۔''

تغلغل حب عثمة فى فؤادى　　　فباديه مع الخافى يسير

''عثمہ کی محبت میرے قلب میں ساری اور پیوست ہو گئی، وہ محبت جو علانیہ نظر آتی ہے، اس محبت سے کم ہے جو مخفی ہے۔''

تغلغل حيث لم يبلغ شراب　　　ولا حزن ولم يبلغ سرور

''وہ دل کی اس گہرائی میں پہنچ گئی ہے جہاں شراب، غم اور خوشی کوئی شے نہیں پہنچ سکتی۔''

بعض لوگوں نے ان اشعار پر اعتراض کیا کہ آپ ایسے رنگین اور عاشقانہ اشعار کہتے ہیں، فرمایا دل کے بیمار کو لدود (ایک تلخ دوا جو منھ میں لگائی جاتی ہے) سے راحت ہوتی ہے۔ (۳)

زہد و عبادت: اس دردِ دل اور سوزِ باطن نے ان کو بڑا عابد و متورع بنا دیا تھا، امام نووی

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۴ بحوالہ ابن عبدالبر (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۴ (۳) ابن خلکان ج اول ص ۲۷۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھیں صلحائے تابعین میں اور ابن خلکان عبادت گذار لکھتے ہیں،(۱) ان کی نمازیں بڑی طویل اور سکون واطمینان کی ہوتی تھیں، امام مالک کا بیان ہے کہ عبیداللہ بڑی طویل نمازیں پڑھتے تھے اور کسی شخص کے لیے بھی اس میں جلدی نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ علی بن حسین (امام زین العابدین) ان کے پاس آئے، اس وقت عبیداللہ نماز پڑھ رہے تھے، وہ بدستور نماز میں مشغول رہے، علی دیر تک ان کا انتظار کرتے رہے، نماز تمام کرنے کے بعد لوگوں نے اعتراض کیا کہ تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ آئے اور تم نے اتنی دیر تک ان کو انتظار کرایا، فرمایا خدا میری مغفرت فرما جس کو علم کی تلاش ہو اسے تکلیف اٹھانا چاہئے،(۲) اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو عبیداللہ کے اخلاقی فضائل وکمالات کا اندازہ کرنے کے لیے یہ مثال کافی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ان ہی کے تربیت یافتہ تھے، ان پر ان کے اخلاقی کمالات کا اتنا اثر تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ عبیداللہ کی ایک صحبت اور تھوڑی دیر ان کے ساتھ ہم نشینی مجھے دنیا ومافیہا سے عزیز ہے، خدا کی قسم ان کی ایک رات میں بیت المال کے ایک ہزار دینار سے خریدنے کو تیار ہوں، لوگوں نے کہا امیر المومنین بیت المال کے تحفظ میں شدت واہتمام کے باوجود آپ ایسا فرماتے ہیں؟ جواب دیا خدا کی قسم میں ان کی رائے، ان کی نصیحت اور ان کی نصیحت کے وسیلہ سے ایک ہزار کے بجائے بیت المال میں ہزاروں ہزار داخل کروں گا، باہمی گفتگو سے عقل میں تازگی پیدا ہوتی ہے، قلب کو راحت ملتی ہے، غم دور ہوتا ہے اور ادب سدھرتا ہے۔(۳)

وفات: باختلاف روایت ۹۸ھ یا ۹۹ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔(۴)

---

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۲۷۱ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۸ (۳) ابن خلکان ج اول ص ۲۷۱ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۱-عبدالرحمٰن بن اسود

نام ونسب: عبدالرحمٰن نام، ابوحفص کنیت، نسب نامہ یہ ہے: عبدالرحمٰن بن اسود بن یزید بن قیس بن عبداللہ بن مالک بن علقمہ بن سلامان بن سہل بن بکر بن عوف بن نخع نخعی مذحجی، ان کے والد اسود بن یزید بڑے صاحب علم اور عابد وزاہد تابعی تھے، ان کے حالات اوپر گذر چکے ہیں۔

فضل وکمال: اگرچہ علم میں عبدالرحمٰن کا کوئی قابلِ ذکر پایہ نہ تھا لیکن وہ اس سے تہی دامن بھی نہ تھے، حضرت عائشہؓ کے ساتھ ان کے والد کے عقیدت مندانہ مراسم تھے، اس سلسلہ میں ان کو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھی حاضری کا اتفاق ہوتا تھا، ان کا بیان ہے کہ جب تک میں نابالغ تھا، حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بغیر حصولِ اجازت چلا جاتا، بلوغ کے بعد پھر اجازت لینے لگا۔(۱)

حدیث: ان تعلقات کی بنا پر ان کو حضرت عائشہؓ سے استفادہ کا موقع ملتا تھا، چنانچہ حدیث میں انھوں نے حضرت عائشہؓ، انس بن مالکؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور اپنے والد اور والد کے چچا علقمہ بن قیسؒ سے فیض اٹھایا تھا اور ان سے ابواسحاق سبیعی، ابواسحاق شیبانی، مالک بن مغول، ہارون بن عنترہ، عاصم بن کلیب، اعمش، لیث بن ابی مسلم اور محمد بن اسحاق ابن یسار وغیرہ نے سماع حدیث کیا تھا۔(۲)

فقہ: حدیث سے زیادہ ان کو فقہ میں درک تھا، حافظ ابن حجر ان کو فقیہ لکھتے ہیں۔(۳)

عبادت وریاضت: گو علم میں اپنے والد کے برابر نہ تھے لیکن عمل میں ان کے خلف الصدق تھے، رات رات بھر عبادت کرتے تھے، محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن

---

(۱) ابن سعد ج۶ ص۲۰۲ (۲) تہذیب التہذیب ج۶ ص۱۴۰ (۳) تہذیب التہذیب ج۶ ص۱۴۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حج کے سلسلہ میں ہمارے یہاں آئے، ان کے ایک پاؤں میں کچھ تکلیف تھی، مگر اس حالت میں بھی وہ صبح تک نمازیں پڑھتے رہے اور عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، (۱) زندگی بھر میں علاحدہ علاحدہ اسّی حج اور اسّی عمرے کئے۔ (۲)

رمضان میں اپنے قبیلہ کی امامت کرتے تھے اور اہل قبیلہ کے ساتھ بارہ ترویحے پڑھتے تھے اور اس میں ایک تہائی قرآن سناتے تھے، ان کے علاوہ خود علاحدہ ایک ایک ترویحہ میں بارہ بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (۳)

بلاتفریق مذہب سلام: سلام اسلام کی نشانی سمجھتے تھے اور بلاقید مذہب وملت مسلم اور غیر مسلم سب کو سلام کرتے تھے، سنان بن حبیب سلمی کا بیان ہے کہ میں عبدالرحمٰن بن اسود کے ساتھ پل کی طرف گیا، راستہ میں جو بھی یہودی اور نصرانی ملتا تھا، سب کو سلام کرتے تھے، میں نے کہا آپ ان مشرکوں کو سلام کرتے ہیں، جواب دیا سلام مسلم کی نشانی ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ لوگ پہچان لیں کہ میں مسلمان ہوں۔ (۴)

تعلقات کا لحاظ: قدیم تعلقات اور بزرگوں کے مراسم وتعلقات کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، ابی عنام بن طلق کا بیان ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں ہم میں اور اسود بن یزید میں ہمسنی کے تعلقات تھے، عبدالرحمٰن اس کا اتنا لحاظ کرتے تھے کہ جب کسی سفر میں جاتے تھے یا سفر سے آتے تھے تو ہم لوگوں کو آکر سلام کرتے تھے۔ (۵)

وفات: سنہ وفات میں بڑا اختلاف ہے۔

حلیہ اور لباس: حنا کا خضاب لگاتے تھے اور خز کی چادر اوڑھتے تھے۔

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۴۰ (۲) تہذیب الکمال ص ۲۲۴ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۲۰۳ (۴) ایضاً ص ۲۰۳ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۲۰۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۲۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ

نام ونسب: عبدالرحمٰن نام، ابوعیسیٰ کنیت، والد کا نام یسار اور کنیت ابی لیلیٰ تھی، اس نے نام کی جگہ لے لی، نسب نامہ یہ ہے: عبدالرحمٰن بن یسار بن بلال بن بلیل بن احیحہ بن الحلاج بن الجریش ابن جحجبا بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف اوسی انصاری۔

ابن ابی لیلیٰ علمی اعتبار سے ممتاز تابعین میں تھے، ان کے والد ابی لیلیٰ صحابی تھے اور متعدد غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی اور جہاد کا شرف حاصل کیا تھا، کوفہ آباد ہونے کے بعد یہاں بود وباش اختیار کرلی تھی، جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کی حمایت میں شہید ہوئے۔(۱)

پیدائش: عبدالرحمٰن حضرت عمرؓ کے وسط عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے۔(۲)

فضل وکمال: علمی اعتبار سے عبدالرحمٰن بلند مرتبہ تھے، خوش قسمتی سے انھوں نے زمانہ ایسا پایا تھا جب صحابۂ کرام کی بڑی تعداد موجود تھی، چنانچہ انھوں نے ایک سو بیس انصار صحابی کو دیکھا تھا،(۳) اور ان میں بہتوں سے فائدہ اٹھایا، ان کے فیض وبرکت نے عبدالرحمٰن کو دولتِ علم سے مالا مال کردیا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔(۴) انھیں قرآن وحدیث اور فقہ جملہ فنون میں درک تھا۔

قرآن: قرآن کی قرأت کا خاص ذوق تھا، ان کے یہاں ہر وقت قرا کا مجمع لگا رہتا تھا، مجاہد کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن کے ایک خاص مکان میں بہت سے مصاحف رکھے رہتے تھے، یہاں ہر وقت قرا کا مجمع رہتا تھا، صرف کھانے کے اوقات میں یہ لوگ یہاں سے ہٹتے تھے۔(۵)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج اول ق اول ص ۳۰۴ (۲) تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۶۰ (۳) ابن سعد ج ۲ ص ۷۶ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۳۰۴ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۷۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث: حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی انھیں امام لکھتے ہیں،(۱) صحابہ میں انھوں نے اپنے والد ابولیلیٰؓ، عمرؓ، علیؓ، سعدؓ، حذیفہؓ، معاذ بن جبلؓ، مقداد بن اسودؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوذر غفاریؓ، ابی بن کعبؓ، بلال بن رباحؓ، سہل بن حنیفؓ، ابن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، قیس بن سعدؓ، ابوایوب انصاریؓ، کعب بن عجرہؓ، عبداللہ بن زیدؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، انس بن مالکؓ، براء بن عازبؓ، زید بن ارقم، سمرہ بن جندبؓ، صہیبؓ، عبدالرحمٰن بن سمرہؓ، عبداللہ بن حکمؓ اور اسید بن حضیرؓ وغیرہ سے استفادہ کیا تھا، ان میں بعضوں سے سماع ثابت نہیں ہے۔(۲)

حلقۂ درس: حدیث میں ان کا علم اتنا وسیع اور مسلم تھا کہ صحابہ تک ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوکر ان کی احادیث سنتے تھے، عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن کے حلقۂ درس میں متعدد صحابہ کو دیکھا جن میں ایک براء تھے، یہ لوگ خاموشی کے ساتھ عبدالرحمٰن کی احادیث سنتے تھے۔(۳)

مذاکرۂ حدیث: حفظ حدیث کے لیے مذاکرہ ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ خود ان کے یہاں برابر مذاکرۂ حدیث جاری رہتا تھا اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتے تھے کہ حدیث کی زندگی اس کے مذاکرہ میں ہے۔(۴)

فقہ: فقہ میں بھی پوری دستگاہ حاصل تھی، حافظ ذہبی انھیں امام وفقیہ لکھتے ہیں۔(۵)

عہدۂ قضا: ان کا فقہی کمال اتنا مسلم تھا کہ جب حجاج نے کوفہ کے عہدۂ قضا کا انتظام کرنا چاہا تو ان کی نظر ان ہی پر پڑی، اس کے پولیس افسر حوشب نے مخالفت بھی کی اور کہا کہ اگر آپ علی بن ابی طالب کو قاضی بنانا چاہتے ہیں تو انھیں بنائے(۶) (یعنی وہ ان ہی کی طرح تمہاری مخالفت کریں گے) لیکن حجاج نے اس کے باوجود ان ہی کو قاضی بنایا پھر کچھ دنوں

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۰ (۲) تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۶۰ (۳) ایضاً ص ۲۶۱ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۷۶ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۰ (۶) ابن سعد ج ۶ ص ۷۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد بعض اختلافات کی بنا پر جن کا تذکرہ آگے آئے گا، معزول کر دیا۔(۱)

احتیاط: فتاویٰ کے جوابات دینے میں بڑے محتاط تھے کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو بیس انصاری اصحاب کو دیکھا ہے کہ جب ان میں سے کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا تو وہ اپنا پہلو بچا کر چاہتا تھا کہ دوسرا شخص جواب دیدے اور اب یہ حال ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔(۲)

تلامذہ: ان کے تلامذہ کا دائرہ خاصہ وسیع تھا، ان میں ان کے لڑکے عیسیٰ، پوتے عبداللہ عمرو بن میمون، شعبی، ثابت البنانی، حکم بن عتیبہ، حصین بن عبدالرحمٰن، عمر بن مرہ، مجاہد بن جبیر، یحییٰ بن الجزار، ہلال الوزان، یزید بن ابی زیاد، ابواسحاق شیبانی، منہال بن عمرو، عبدالملک بن عمیر، اعمش اور اسماعیل بن ابی خالد وغیرہ لائقِ ذکر ہیں۔(۳)

سادگی: طبعاً نہایت سادہ مزاج تھے، تکلفات کو سخت ناپسند کرتے تھے، ایک مرتبہ وضو کے بعد ایک شخص نے منھ پوچھنے کے لیے رومال پیش کیا، انھوں نے پھینک دیا۔(۴)

ہیبت: لیکن اس سادگی کے باوجود لوگوں کے دلوں میں ان کی اتنی عظمت وہیبت تھی کہ ان کے ساتھ تک امرا کی جیسی ان کی عظمت کرتے تھے۔(۵)

ایک آزمائش: ان کے دورِ قضاءت میں انھیں ایک سخت آزمائش سے دوچار ہونا پڑا، ان کا پورا گھر حضرت علیؓ کے فدائیوں میں تھا، ان کے والد ابولیلیٰ حضرت علیؓ کی حمایت میں جنگ صفین میں مارے گئے تھے،(۶) خود یہ جنگِ جمل میں حضرت علیؓ کے پرجوش حامیوں میں تھے اور ان کی فوج کا علم ان کے ہاتھ میں تھا،(۷) خارجیوں کے مقابلہ میں نہروان کے معرکہ میں بھی حضرت علیؓ کے ساتھ تھے،(۸) اس فدویت کی بنا پر حجاج نے ان پر دباؤ ڈالا

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۰ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۷۶ (۳) تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۶۱ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۷۵ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۰ (۶) تہذیب الاسماء ج اول ق اول صفحہ ۲ (۷) ابن خلکان جلد اول ص ۲۷۵ (۸) تاریخ خطیب ج ۱۰ ص ۲۰۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ حضرت علیؓ پر تبرا کہیں، یہ تو ریہ کرتے تھے، صاف برا نہ کہتے تھے، اس لیے حجاج نے ان کو معزول کر کے انھیں مارا۔(۱)

ایک بہترین اسوہ: عبدالرحمٰن علوی تھے، یعنی حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کی فضیلت کے قائل تھے، ان کے ایک دوسرے معاصر عبداللہ بن حکیم عثمانی تھے لیکن اس اختلافِ عقیدہ کے باوجود دونوں ایک مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور کبھی حضرت عثمانؓ اور علیؓ کی افضلیت پر بحث ومناظرہ نہ کرتے تھے۔(۲)

وفات: حجاج کے ان مظالم سے تنگ آ کر اس کی مخالفت میں ابن اشعث کے ساتھ ہو گئے تھے، اور اسی جنگ میں وہ کام آئے، یا ڈوب کر انتقال کیا۔(۳)

۴۳- عبدالرحمٰن بن غنم

نام ونسب: عبدالرحمٰن نام، والد کا نام غنم تھا، نسب نامہ یہ ہے: عبدالرحمٰن بن غنم بن کریب ابن ہانی بن ربیعہ بن عامر بن عدی بن وائل بن ناجیہ بن انحنیل بن جماہر بن ادغم بن اشعر اشعری بعض علما انھیں صحابی بتاتے ہیں اور اس کے ثبوت میں یہ واقعہ پیش کرتے ہیں کہ وہ ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھ آئے تھے لیکن یہ بیان صحیح نہیں ہے، وہ عہدِ رسالت میں موجود ضرور تھے اور اسی عہد میں شرف بہ اسلام بھی ہوئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف زیارت سے محروم رہے، یہ روایت تقریباً متفق علیہ ہے۔(۴)

فضل وکمال: فضل وکمال کے لحاظ سے عبدالرحمٰن ممتاز تابعین میں تھے، ابومسہر غسانی انھیں راس التابعین کہتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان کثیر القدر صادقاً فاضلاً (۵) ابن سعد نے انھیں شام کے تابعین طبقۂ اول میں لکھا ہے، عجلی کبار تابعین میں لکھتے ہیں،

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۵۰ (۲) تاریخ خطیب بغدادی ج۱۰ص۲۰۱ (۳) تاریخ خطیب ج۱۰ص۲۰۱ وص۲۰۲ (۴) تفصیل کے لیے دیکھو تہذیب التہذیب جلد۶ص۲۵۰ (۵) تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص۱۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ صاحب جلالت اور ذی مرتبہ تھے۔(۱)

حدیث: انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا، اس لیے انھیں صحابۂ کبار کی ایک بڑی جماعت سے استفادہ کا موقعہ ملا، چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، ابوذر غفاریؓ، ابودرداءؓ، ابوعبیدہؓ بن جراحؓ ابو مالک اشعریؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابوہریرہؓ، عبادہ بن صامتؓ، ثوبانؓ اور معاویہؓ وغیرہ سے انھوں نے سماعِ حدیث کیا تھا،(۲) حضرت معاذ ابن جبلؓ کی صحبت سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ مستفید ہوئے تھے، ان کی ہم جلیسی اور صحبت کی وجہ سے صاحبِ معاذ ان کا لقب ہوگیا تھا۔(۳)

خود ان سے فیض پانے والوں میں ان کے لڑکے محمد بن عبدالرحمٰن، عطیہ بن قیس، ابوسلام الاسود، مکحول شامی، شہر بن حوشب، رجاء بن حیوہ، عبادہ بن نسی، مالک بن ابی مریم اور صفوان بن سلیم وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۴)

فقہ: عبدالرحمٰن کا خاص فن فقہ تھا، اس میں ان کو بڑی بصیرت حاصل تھی، ان کے تفقہ کی بڑی سند یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو فقہ کی تعلیم دینے کے لیے شام بھیجا تھا، شام کے تمام تابعین نے فقہ ان ہی سے حاصل کی تھی۔(۵)

وفات: ۷۸ھ میں شام ہی میں وفات پائی۔(۶)

۴۴۔ عبدالرحمٰن بن قاسم

نام ونسب: قاسم نام، ابومحمد کنیت، مشہور تابعی قاسم بن محمد بن ابی بکر کے صاحبزادے ہیں، نسب نامہ یہ ہے: عبدالرحمٰن بن قاسم بن ابی بکر بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد

(۱) تہذیب التہذیب ج۶ ص۲۵۱ (۲) تہذیب التہذیب ج۶ ص۲۵۰ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ص۳۰۲ (۴) تہذیب التہذیب ج۶ ص۲۵۰ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۴۴ وتہذیب الاسماء ج اول ص۳۰۲ (۶) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن تیم بن مرہ، ماں کا نام قریبہ تھا، یہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی صاحبزادی تھیں، اس طرح عبدالرحمٰن کی رگوں میں دادھیال اور نانہال دونوں جانب سے صدیقی خون تھا۔

پیدائش: حضرت عائشہؓ کی زندگی میں پیدا ہو چکے تھے۔(۱)

فضل وکمال: عبدالرحمٰن کے والد قاسم بن محمد فضل وکمال اور زہد وورع کے لحاظ سے بڑے مرتبہ کے تابعی تھے، اس لیے یہ دونوں کمالات گویا انھیں وراثۃً ملے تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت، امامت، فضیلت اور صلاح پر سب کا اتفاق ہے،(۲) حافظ ذہبی انھیں ثقہ، امام، متورع اور بلند مرتبت لکھتے ہیں،(۳) ابن حبان فقہ، علم، دیانت، حفظ اور اتقان میں سادات اہل مدینہ میں شمار کرتے ہیں۔(۴)

حدیث: مدینہ کے بڑے حفاظ میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، کان ورعا کثیر الحدیث (۵) حافظ ذہبی امام اور حجت لکھتے ہیں(۶) حدیث میں انھوں نے اپنے والد قاسم، ابن مسیّب عبداللہ بن عبداللہ بن عمر، سالم بن عبداللہ بن عمر، نافع، اور محمد بن جعفر بن زبیر وغیرہ بڑے بڑے تابعین سے استفادہ کیا تھا اور سماک بن حرب، امام زہری، عبیداللہ بن عمرو بن عجلان، ہشام بن عروہ، منصور بن زاذان، یحییٰ بن منصور، یحییٰ بن سعید انصاری، موسیٰ بن عقبہ، ایوب سختیانی، حمید الطّویل، مالک، شعبہ، حماد بن سلمہ، ثوری، اوزاعی، ابن جریج اور لیث وغیرہ جیسے اکابر آپ کے فیض یافتہ تھے۔(۷)

فقہ: فقہ میں بھی ممتاز پایہ رکھتے تھے، ابن حبان انھیں مدینہ کے سادات فقہا میں لکھتے ہیں، امام نووی رضی ابن الرضی اور فقیہ ابن الفقیہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔(۸)

زہد وورع: زہد وورع میں بھی ممتاز پایہ رکھتے تھے، ابن سعد، حافظ ذہبی ابن حجر اور امام

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۲ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۳۰۲ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۲
(۴) تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۵۴ (۵) تہذیب الاسماء بحوالہ ابن سعد (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۲ (۷) تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۵۵ (۸) تہذیب الاسماء ج اول ص ۳۰۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نووی تمام اربابِ سیر وطبقات ان کے زہد وورع پر متفق البیان ہیں، مصعب خیار مسلمین میں لکھتے ہیں، مروہ کا بیان ہے کہ مدینہ میں ان سے افضل کسی کو نہیں پایا، (۱) ابن عیینہ انھیں اس عہد کا افضل ترین شخص کہتے تھے، (۲)

وفات: ان کی جائے وفات اور سنہ وفات دونوں میں ارباب سیر کا اختلاف ہے، ابن سعد کا بیان ہے کہ شام میں ۱۲۶ھ میں وفات پائی، خلیفہ کی روایت کے مطابق سنہ یہی ہے لیکن جائے وفات مدینہ ہے، بعض ۱۳۱ھ لکھتے ہیں۔ (۳)

۴۵- عروہ بن زبیر

نام ونسب: عروہ نام، ابوعبداللہ کنیت، مشہور صحابی حواری رسول حضرت زبیر بن عوامؓ کے فرزند تھے، ان کی ماں اسماء حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں، اس طرح عروہ کی رگوں میں ایک جانب حواری رسول اور دوسری جانب صدیق رسول کا خون تھا۔

پیدائش: حضرت عمرؓ کے آخر یا حضرت عثمانؓ کے آغازِ عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے، پہلی روایت زیادہ مرجح ہے۔ (۴)

جنگ جمل وصفین: جنگِ جمل میں اپنی خالہ حضرت عائشہ کے ساتھ نکلنا چاہا لیکن ان کی عمر اس وقت کل تیرہ سال کی تھی، اس لیے شریک نہیں کیے گئے، (۵) حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی جنگ میں وہ کسی جانب نہ تھے۔

بھائی کی حمایت: اپنے بھائی عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک کی معرکہ آرائیوں میں اپنے بھائی کے ساتھ تھے، عبداللہؓ کے مقتول ہونے کے بعد حجاج نے ان کی لاش سولی پر لٹکوا دی تھی، اور تجہیز وتکفین کے لیے حوالہ نہ کرتا تھا، اس وقت عروہ ہی عبدالملک کے پاس شام گئے تھے،

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۵۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۲ (۳) تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۵۵ و تہذیب الاسماء ج اول ص ۳۰۳ (۴) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۸۲ (۵) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بڑی محبت اور عزت سے پیش آیا، عروہ کو گلے لگا کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، اس وقت تک اس کو عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل ہونے کی خبر نہ پہنچی تھی، عروہ ہی کی زبانی اسے معلوم ہوا، یہ خبر سن کر اس نے سجدۂ شکر ادا کیا اور عروہ کی درخواست پر فوراً حجاج کے نام لاش حوالہ کرنے کا حکم جاری کر دیا اور اس کی اس حرکت پر سخت ناپسندیدگی ظاہر کی۔(۱)

عبدالملک کی بیعت: ادھر مکہ میں عبداللہؓ کے قتل کے بعد حجاج عروہ کے تلاش میں تھا، جب ان کا پتہ نہ چلا تو اس نے عبدالملک کو لکھا کہ عروہ اپنے بھائی کے ساتھ تھے، ان کے قتل ہونے کے بعد خدا کا مال لے کر بھاگ گئے، اس وقت عروہ شام میں موجود تھے، اس لیے عبدالملک نے جواب دیا کہ ''وہ بھاگے نہیں ہیں، بلکہ میری بیعت کر لی ہے، میں نے ان کی خطاؤں کو معاف کر کے انھیں امان دے دی ہے، وہ مکہ واپس جاتے ہیں، وہاں ان کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی نہ کی جائے، غرض وہ عبدالملک سے بیعت کر کے مکہ واپس آئے، ان کی واپسی کے بعد ان کے بھائی کی لاش دفن کی گئی۔(۲)

عقیق کا قیام: اگرچہ عروہ نے عبدالملک کی بیعت کر لی تھی اور دونوں میں کوئی ناخوشگواری باقی نہ رہ گئی تھی، مگر وہ امویوں کی بے عنوانیوں اور جابرانہ طریق حکومت کو سخت ناپسند کرتے تھے لیکن ان کا روکنا بھی ان کے بس میں نہ تھا، اس لیے انھوں نے شہر کا قیام ترک کر کے مدینہ کے قریب عقیق کے دیہات میں سکونت اختیار کر لی۔(۳)

عبداللہ بن حسن کا بیان ہے کہ علی بن حسین (زین العابدین) اور عروہ روزانہ بعد عشا مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں بیٹھتے تھے، میں بھی ان کے ساتھ بیٹھتا تھا، ایک دن گفتگو میں بنی امیہ کے مظالم کا تذکرہ آیا اور یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ جب کسی میں ان مظالم کو روکنے کی طاقت نہیں ہے تو ان کے ساتھ رہنا کہاں تک مناسب ہے، خدا ان مظالم کی سزا میں ایک نہ ایک دن ان پر عذاب نازل کرے گا، عروہ نے علی بن حسین سے کہا کہ جو

(۱) ابن الاثیر ج ۴ ص ۲۹۱ (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص ظالموں سے علاحدہ رہے گا اور خدا اس کی بیزاری سے واقف ہوگا تو امید ہے کہ جب خدا ان کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا تو ظالموں سے علاحدہ رہنے والا شخص خواہ ان سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہو، اس مصیبت سے محفوظ رہے گا، اس گفتگو کے بعد عروہ مدینہ چھوڑ کر عقیق چلے گئے، (۱) لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا ان کی مسجدیں لہو ولعب اور ان کے بازار لغویات کا گہوارہ ہیں اور ان کے راستوں میں بے حیائی کی گرم بازاری ہے۔ (۲)

مصر کا قیام: ابن یونس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عروہ سات سال تک مصر میں بھی رہے، (۳)

فضل وکمال: عروہ ان اسلاف اور ان بزرگوں کی یادگار تھے جو علم وعمل کا مجمع البحرین تھے، ان کے والد زبیر بن عوامؓ حواری رسولؐ تھے، ان کے نانا صدیق اور خلیل رسول تھے، ان کی خالہ عائشہ ام المومنین تھیں، ان کی ماں اسماء کو زبانِ رسالت سے ذات النطاقین کا خطاب ملا تھا، ان کے بڑے بھائی عبداللہ بڑے صاحبِ علم صحابی تھے، غرض ان کا سارا گھرانا علم وعمل اور مذہبی اور اخلاقی فضائل وکمالات کا پیکر تھا، عروہ نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی اور اسی میں پرورش پائی، اس لیے یہ دولت انھیں وراثۃً ملی تھی اور ان کا دامن جملہ علمی اور اخلاقی فضائل سے معمور تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کے مناقب بے شمار ہیں، ان کی جلالت، علوے مرتبت اور وفورِ علم پر سب کا اتفاق ہے، (۴) حافظ ذہبی انھیں امام اور عالمِ مدینہ لکھتے ہیں، (۵) انھیں حدیث اور فقہ دونوں میں یکساں کمال حاصل تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، کان ثقة کثیر الحدیث فقیها عالیا مامونا مثبتا۔ (۶)

حدیث: عروہ نے اپنے والد، بھائی، ماں، خالہ سب سے حدیث میں فیض اٹھایا تھا، (۷) حضرت عائشہؓ کے خرمن کمال سے خصوصیت کے ساتھ خوشہ چینی کی تھی، قبیصہ کا بیان ہے کہ

---

(۱) ابن سعد جلد ۵ ص ۱۳۵ (۲) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۳۲ (۳) تہذیب ج ۷ ص ۱۸۵ (۴) تہذیب الاسماء ج ۱ ق ۱ ص ۳۳۲ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۳ (۶) ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۳ (۷) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۸۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عروہ عائشہؓ کے پاس ہم سب سے زیادہ آتے جاتے تھے اور عائشہؓ اعلم الناس تھیں،(۱) انھوں نے قریب قریب حضرت عائشہؓ کا پورا علمی ذخیرہ اپنے سینہ میں محفوظ کرلیا تھا، ان کا خود بیان ہے کہ میں نے عائشہؓ کی وفات سے چار پانچ سال پہلے ان کی کل حدیثیں محفوظ کرلی تھیں، اگر ان کا انتقال اسی وقت ہوگیا ہوتا تو مجھے ان کی کسی حدیث کے باقی رہ جانے کا افسوس نہ ہوتا کیوں کہ ان کی کل احادیث میرے سینہ میں محفوظ ہوچکی تھیں۔(۲)

حضرت عائشہؓ کے علاوہ اکابر صحابہ میں زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابن عمرو بن العاصؓ، اسامہ بن زیدؓ، ابوایوب انصاریؓ، ابوہریرہؓ، سعید بن زیدؓ، عمرو بن نفیلؓ، حکیم بن حزامؓ، ہشام بن حکیم، جابر بن عبداللہؓ، مسور بن مخرمہؓ، حسن بن علیؓ، نعمان بن بشیرؓ، عمرو بن العاصؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ، عمرو بن سلمہؓ، ام المومنین ام سلمہؓ اور ام حبیبہؓ وغیرہ اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت سے فیضیاب ہوئے تھے۔(۳)

ان بزرگوں کے فیض نے عروہ کا دامنِ علم نہایت وسیع کردیا تھا، ابن شہاب زہری کہتے تھے کہ عروہ حدیث کا بحرِ ذخار تھے،(۴) عروہ کے صاحبزادے ہشام جو خود بہت بڑے محدث تھے کہتے کہ ہم نے والد کی احادیث کے دو ہزار حصوں میں ایک حصہ بھی حاصل نہیں کیا۔(۵)

فقہ: مگر ان کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس فن کو بھی انھوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے حاصل کیا تھا،(۶) اور اس میں ان کو اتنا کمال تھا کہ مدینہ کے ساتھ مشہور فقہا میں سے ایک فقیہ مانے جاتے تھے، فقیه المدینة احدالفقهاء السبعة فقهاء المدینة۔(۷)

فقہ میں تصانیف: آپ نے فقہ میں کتابیں بھی تالیف کی تھیں، ان میں سے بعض حرہ کے

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۸۲ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ص ۱۸۱ (۴) ایضاً ص ۱۸۲ (۵) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۳۳۲ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۳ (۷) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۳۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہنگامہ کے زمانہ میں جب یزیدی لشکر نے مدینۃ الرسول کو لوٹا تھا خود جلا دیں (۱) مگر بعد میں ان کے جلانے کا افسوس ہوا، چنانچہ فرماتے تھے کہ ہم لوگ کتاب اللہ کی موجودگی میں دوسری کتاب نہیں لکھتے تھے، اس لیے میں نے اپنی کتاب ضائع کر دیں لیکن اب خدا کی قسم میری یہ خواہش ہے کہ میری کتابیں میرے پاس موجود ہوتیں اور خدا کی کتاب اپنی جگہ پر دائم وقائم رہتی۔(۲)

بعض اقوال: فرماتے تھے کہ جس آدمی میں تم ایک اچھائی دیکھو تو اس سے محبت کرو اور یقین کرو کہ اس میں اور اچھائیاں بھی ہوں گی اور اگر کوئی برائی دیکھو تو اس سے نفرت کرو اور یقین رکھو کہ اس میں ایسی اور برائیاں بھی ہوں گی۔(۳)

صحابہ کا استفادہ: ان کا فقہی کمال اس قدر مسلم تھا کہ بڑے بڑے صحابۂ رسولؐ مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے(۴)

احتیاط: لیکن اس کمال کے باوجود عروہ اس قدر محتاط تھے کہ کوئی مسئلہ محض رائے سے نہ بیان کرتے تھے۔(۵)

ترغیب علم: یہ کہہ کر نوجوانوں کو تحصیل علم کی ترغیب دلاتے تھے کہ ہم لوگ بھی ایک زمانہ میں چھوٹے تھے، آج وہ دن آیا کہ ہمارا شمار بڑوں میں ہے، تم بھی گو آج کم سن ہو لیکن ایک زمانہ آئے گا جب بڑے ہو گے، اس لیے علم حاصل کر کے سردار بن جاؤ کہ لوگوں کو تمہاری احتیاج ہو۔(۶)

فضائل اخلاق: اس علم کے ساتھ عروہ عمل کے زیور سے بھی آراستہ تھے، وہ اپنے اسلاف کرام کا نمونہ تھے، عجلی کا بیان ہے کہ عروہ صالح آدمی تھے، (۷) ابن شہاب زہری کا قول ہے کہ وہ علمائے خیر میں تھے۔(۸)

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۳ (۲) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۸۳ (۳) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۱ (۴) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۸۳ (۵) ایضاً (۶) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۸۲ (۷) ایضاً ص ۱۸۲ (۸) ابن خلکان ج اول ص ۵۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت وریاضت: بڑے عابد وزاہد تھے، ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ ان کی ذات میں علم، سیاست اور عبادت سب جمع تھیں، (۱) تہجد اس التزام کے ساتھ پڑھتے تھے کہ ایک شب کے سوا جب ایک مرض کے سلسلہ میں، ان کا پاؤں کاٹا گیا تھا اور کبھی ناغہ نہ ہوئی، (۲) عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے ممنوعہ ایام کے علاوہ باقی بارہوں مہینے روزہ رکھتے تھے، سفر کی حالت میں بھی نہ چھوٹتا تھا، مرض الموت میں بھی اس معمول میں فرق نہ آتا، چنانچہ انتقال کے دن بھی روزے سے تھے۔ (۳)

تلاوتِ قرآن محبوب ترین مشغلہ تھا، ایک چوتھائی قرآن دن کو ناظرہ پڑھتے تھے، باقی رات کو تہجد میں تمام کرتے تھے۔ (۴)

صبر واستقامت: صبر واستقامت کا مجسم پیکر تھے، بڑی سے بڑی آزمائش اور تکلیف کے موقع پر زبان سے اُف نہ نکلتی تھی، ایک مرتبہ عبدالملک کے پاس شام گئے ہوئے تھے، ان کے لڑکے محمد بھی ساتھ تھے، وہ شاہی اصطبل دیکھنے گئے، ایک جانور نے ان کو پٹک دیا، اس کے صدمہ سے وہ اسی وقت جان بحق ہوگئے، اس کے بعد ہی عروہ کے پاؤں میں ایک خراب قسم کا زہریلا زخم پیدا ہوگیا، اطبا نے پاؤں کاٹے جانے کا مشورہ دیا، اور نہ کاٹے جانے کی صورت میں تمام جسم میں زہر پھیل جانے کا اندیشہ ظاہر کیا، عروہ اگرچہ اس وقت ضعیف ہوچکے تھے لیکن انھوں نے جوانوں سے زیادہ ہمت واستقلال سے کام لیا، پاؤں کاٹنے سے پہلے طبیب نے کہا تھوڑی سی شراب پی لیجیے، تاکہ تکلیف کا احساس کم ہو، فرمایا، جس مرض میں مجھ کو صحت کی امید ہو اس میں بھی حرام شے سے مدد نہ لوں گا، اس نے کہا تو پھر غافل کردینے والی دوا ہی استعمال کرلیجیے، فرمایا میں یہ بھی نہیں پسند کرتا کہ میرے جسم کا ایک عضو کاٹا جائے اور میں اس کی تکلیف محسوس نہ کروں، آپریشن کے وقت چند آدمی

---

(۱) شذرات الذہب ج ۱ص ۱۰۳ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۴ (۳) ابن سعد ج ۵ص ۱۳۴ (۴) تہذیب التہذیب ج ۷ص ۱۸۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنبھالنے کے لیے آئے، عروہ نے پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ انھوں نے کہا زیادہ تکلیف کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے، اس لیے آپ کو سنبھالنے کے لیے آئے ہیں، فرمایا مجھ کو امید ہے کہ تمہاری امداد کی ضرورت نہ ہوگی، اور نہایت استقلال کے ساتھ پاؤں کٹوا دیا، جس وقت پاؤں ٹخنوں سے الگ کیا گیا، اس وقت زبان پر تسبیح وتہلیل تھی، جب خون بند کرنے کے لیے زخم کو داغا گیا، تو شدتِ تکلیف سے بے ہوش ہو گئے لیکن جلد ہی ہوش آ گیا اور چہرہ کا پسینہ پونچھ کر کٹے ہوئے پاؤں کو منگا کر دیکھا اور اس کو الٹ پلٹ کر اس سے خطاب کر کے فرمایا "اس ذات کی قسم جس نے تجھ سے میرا بوجھ اٹھوایا، وہ خوب جانتا ہے کہ میں کسی حرام راستہ پر گامزن نہیں ہوا۔" (۱)

صبر وشکر: ان حوادث اور مصائب کے باوجود زبان شکوہ وشکایت سے آلودہ نہ ہوئی اور ہمیشہ خدا کا شکر ہی ادا کرتی رہی چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ خدایا تیرا شکر ہے کہ میرے چار ہاتھ پاؤں میں سے تو نے ایک ہی کو لیا اور تین باقی رکھے اور چار لڑکوں میں سے ایک ہی کو لیا اور تین باقی رکھے، اگر تو نے کچھ لیا ہے تو بہت کچھ باقی رکھا ہے، اگر کچھ مصیبت میں مبتلا کیا ہے تو بہت دنوں عافیت میں بھی رکھ چکا ہے۔ (۲)

دولتِ دنیا سے بے نیازی: ان کی نگاہ میں دولت دنیا اور چند روزہ عیش وتنعم کی کوئی وقعت نہ تھی، اس کے لیے انھوں نے خدا سے کبھی دنیا نہیں مانگی، ایک مرتبہ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں یہ ان کے بھائی عبداللہؓ اور مصعب بن زبیرؓ اور عبدالملک چاروں آدمی مسجد حرام میں جمع تھے، کسی نے تجویز پیش کی کہ ہم لوگ اس گھر میں خدا کے روبرو اپنی اپنی آرزوئیں پیش کریں، سب نے اسے پسند کیا سب سے پہلے عروہ کے بھائی عبداللہ نے کہا کہ میری آرزو یہ ہے کہ میں حرام کا بادشاہ ہو جاؤں اور مجھے تختِ خلافت ملے، ان کے بعد ان کے دوسرے بھائی مصعب نے کہا کہ میری تمنا یہ ہے کہ قریش کی دونوں حسین عورتیں سکینہ بنت حسین

---

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۳۱۶ (۲) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عائشہ بنت طلحہ میرے عقد میں آجائیں ان کے بعد عبدالملک نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ میں کل روئے زمین کا بادشاہ ہو جاؤں اور امیر معاویہؓ کا جانشین بنوں، سب سے اخیر میں عروہ نے کہا مجھے تم لوگوں کی خواہشات میں سے کچھ نہ چاہیے، میں دنیا میں زہد، آخرت میں کامیابی اور علم چاہتا ہوں۔(۱)

خدا نے ان چاروں کی دعا قبول کی، ابن زبیرؓ حرم کے سات برس تک خلیفہ رہے، سکینہ اور عائشہ دونوں مصعب کے عقد میں آئیں، عبدالملک سندھ سے لے کر اسپین تک کا فرماں روا ہوا، اور امیر معاویہ کی قائم کردہ سلطنت کا وارث بنا اور عروہ کو خاصانِ خدا کا مرتبہ ملا۔

تمول اور فارغ البالی: اگرچہ عروہ دولتِ دنیا سے بے نیاز اور بے پرواہ تھے، لیکن خدا نے ان کو اس سے وافر حصہ دیا تھا، وہ بڑے صاحب ثروت تھے، ان کے والد حضرت زبیر بن عوام عرب کے بڑے متمول لوگوں میں تھے، اپنے بعد کئی کروڑ دولت چھوڑی، یہ دولت ان کے بیٹوں کو ملی، جن میں ایک عروہ بھی تھے، حضرت زبیرؓ کی دولت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان کی چار بیویوں کو آٹھویں حصہ میں بارہ بارہ لاکھ ملا تھا۔(۲)

فیاضی وسیر چشمی: خدا نے عروہ کو جس طرح دولت عطا فرمائی تھی ویسے ہی وہ فیاض بھی تھے، ان کے کھجوروں کے باغات تھے، کھجوروں کی فصل میں باغ کی دیوار توڑ وادیتے تھے اور ہر شخص کے لیے صلائے عام ہوتی تھی لوگ آ کر کھاتے تھے اور باندھ باندھ کر ساتھ لے جاتے تھے۔(۳)

خوش لباسی اور نفاست: عروہ اگرچہ بڑے عابد و زاہد تھے لیکن مزاج میں بڑی نفاست تھی، روزانہ غسل کرتے تھے، کپڑے نہایت بیش قیمت پہنتے تھے، گرمیوں میں جسم پر سندس کی قبا ہوتی تھی، جس میں حریر کا استر ہوتا تھا، خز اکی چادر اوڑھتے تھے۔(۴)

وفات: ۹۴ھ میں نواحِ مدینہ میں اپنے علاقہ مجاج میں انتقال کیا۔(۵)

---

(۱) ابن خلکان ج ۱ ص ۳۱۷ (۲) بخاری کتاب المغازی باب برکۃ الغازی فی مالہ (۳) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۱ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۴ (۵) ایضاً ص ۱۳۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۶- عطاء بن ابی رباح

نام ونسب: عطاء نام، والد کا نام اسلم اور ابو رباح کنیت، عطاء کی کنیت ابو محمد تھی، یمن کے مردم خیز قصبہ جند میں حضرت عثمانؓ کے آغاز خلافت میں پیدا ہوئے اور مکہ میں نشوونما پائی، آل میسرہ بن ابی خثیم فہری کے غلام تھے۔

فضل وکمال: فضل وکمال اور زہد وورع کے لحاظ سے عطا بڑے جلیل القدر تابعی تھے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عطاء فقہ، علم وورع اور فضل کے لحاظ سے ساداتِ تابعین میں تھے، حجت، امام اور کبیر الشان تھے (۱) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ مکہ کے مفتی اور مشہور ائمہ میں تھے، بڑے بڑے ائمہ ان کے علمی کمالات کے معترف تھے، (۲) امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ علم کا خزانہ خدا اسی کو دیتا ہے جسے محبوب رکھتا ہے، اگر علم کسی کے ساتھ مخصوص ہوتا تو عالی نسب اس کے زیادہ حقدار تھے لیکن عطاء حبشی غلام تھے، یزید بن حبیب نولی تھے، حسن بصری اور ابن سیرین غلام تھے۔ (۳)

امام اوزاعی کہتے تھے کہ عطاء نے جس وقت انتقال کیا، اس وقت وہ لوگوں میں روئے زمین کے سب سے زیادہ پسندیدہ آدمی تھے۔ (۴)

قرآن: ان کو قرآن، حدیث، فقہ جملہ مذہبی علوم میں پوری دستگاہ حاصل تھی، کان ثقة فقیھا عالما کثیر الحدیث .... کان یعلم القرآن، قرآن کا مستقل درس دیتے تھے۔

حدیث: حدیث کے مشہور حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی نے ان کے حالات طبقۂ اول کے

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۰۳ (۲) تہذیب الاسماء نووی ج ۱ ص ۳۳۳ (۳) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۵۸ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفاظ میں لکھتے ہیں، علامہ ابن سعد کثیر الحدیث لکھتے ہیں، حدیث میں انھوں نے صحابہ میں عبداللہ بن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن عمرو بن العاصؓ، ابن زبیرؓ، معاویہؓ، اسامہ بن زیدؓ، جابر بن عبدؓاللہ، زید بن ارقمؓ، عبداللہ بن سائبؓ مخزومی، عقیل بن ابی طالبؓ، عمرو بن ابی سلمہؓ، رافع بن خدیجؓ، ابودرداءؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوہریرہؓ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ، اور ام ہانیؓ کے خرمنِ کمال سے خوشہ چینی کی تھی۔

عام علما میں ابوصالح السمان، سالم بن شوال، صفوان بن یعلی بن امیہ، عبید بن عمیر، عروہ بن زبیر، ابن ابی ملیکہ، عماد بن ابی عمار، ابوالزبیر، موسیٰ بن انس، حبیب بن ابی ثابت وغیرہ سے سماعِ حدیث کیا تھا۔(۱)

تلامذہ: حدیث میں ان سے فائدہ اٹھانے والوں کی فہرست بہت طویل ہے، بعض کے نام یہ ہیں: ابواسحاق سبیعی، زہری، مجاہد، ایوب سختیانی، اعمش، اوزاعی، ابن جریج، ابوالزبیر، حکم بن عتبہ، ابوحنیفہ وغیرہ۔ (۲)

آداب سماع حدیث: حدیثِ رسول کا اتنا احترام تھا کہ تذکرۂ حدیث کے درمیان میں بولنا سخت ناپسند کرتے تھے اور اس پر برہم ہوتے تھے، معاذ بن سعید الاعور کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ عطاء کے پاس تھے، ایک شخص نے حدیث بیان کی، ایک دوسرا شخص درمیان میں کچھ بولا، عطاء سخت برہم ہوئے اور کہا یہ کون سا اخلاق اور کون سی طبیعت ہے، خدا کی قسم آدمی اس لیے حدیث بیان کرتا ہے کہ اس سے ہم کو علم حاصل ہو، اگر کوئی حدیث سناتا ہے تو خواہ وہ حدیث مجھی سے سنی ہوئی ہو، میں اس کو اس خاموشی سے سنتا ہوں کہ بیان کرنے والے کو یہ معلوم ہو کہ میں نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی، عمرو بن عاصم کہتے ہیں کہ میں نے عطاء کی یہ باتیں عبداللہ بن مبارک سے نقل کیں تو انھوں نے سن کر کہا کہ میں اس وقت تک جوتا نہ اتاروں گا جب تک خود جا کر اس مہدی سے نہ سنوں گا۔(۳)

---

(۱) ابن سعد ج۵ ص۳۴۴ (۲) تہذیب التہذیب ج۷ ص۱۹۹ (۳) ابن سعد ج۵ ص۳۴۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی روایات کے بارے میں ائمہ کی رائے: امام باقر لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے عطاء سے حدیث لیا کرو۔(۱)

فقہ: آپ کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، آپ کے تفقہ پر تمام فقہا، محدثین اور ائمہ فن کا اتفاق ہے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ فقہ میں سادات تابعین میں تھے،(۲) ربیعہ جو خود بہت بڑے فقیہ تھے کہتے تھے کہ عطاء فتاویٰ میں تمام اہل مکہ پر فائق تھے، محمد بن عبداللہ الدیباج کہتے تھے کہ میں نے عطاء سے بہتر مفتی نہیں دیکھا،(۳) امام الفقہاء حضرت امام اعظمؒ فرماتے تھے کہ میں نے عطاء سے افضل کسی کو نہیں پایا،(۴) اکابر صحابہ تک ان کے تفقہ کے معترف تھے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ جب مکہ تشریف لاتے اور سائلین ان کی خدمت میں پہنچتے تو عبداللہ بن عباسؓ ان سے کہتے کہ عطاء تمہارے یہاں موجود ہیں اور تم لوگ میرے پاس آتے ہو۔(۵) حضرت ابن عمرؓ فرماتے کہ تم میں ابن ابی رباح موجود ہیں اور تم لوگ مجھ سے پوچھنے کے لیے مسائل اٹھا رکھتے ہو،(۶)

ان کے زمانہ میں صرف دو شخص مکہ کی مسندِ افتا کی زینت تھے، ایک یہ اور دوسرے مجاہد لیکن ان دونوں میں امتیاز انھیں کو حاصل تھا۔(۷)

احتیاط فی الفتویٰ: لیکن اس کمال کے باوجود وہ اتنے محتاط تھے کہ مسائل میں کبھی اپنی رائے نہ دیتے تھے، اگر اس کے متعلق کوئی سند نہ ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ مجھے نہیں معلوم، عبدالعزیز ابن رفیع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عطاء سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا، انھوں نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم لوگوں نے کہا اپنی ائے سے کیوں نہیں جواب دیتے؟ فرمایا مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ اس کی زمین میں میری رائے کی اطاعت کی جائے۔(۸)

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ص ۳۳۴ (۲) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۰۲ (۳) ایضاً ص ۲۰۱ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۶ (۵) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۰۱ (۶) تہذیب الاسماء نووی ج اول ص ۳۳۴ (۷) ابن سعد ج ۵ ص ۳۲۶ (۸) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۰۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ایک فقیہ اور مفتی کے لیے رائے سے کام لینا ناگزیر ہے، اس لیے عطاء جب کبھی رائے سے کام لیتے تھے تو اس کو ظاہر کر دیتے تھے، ابن جریج کا بیان ہے کہ عطاء جب کوئی بات بیان کرتے تھے، تو میں ان سے پوچھتا تھا کہ یہ علم ہے یا رائے؟ اگر انھوں نے اثر کی سند پر کہا ہوتا تو کہہ دیتے اثر ہے اور اگر رائے ہوتی تو کہہ دیتے رائے ہے۔(۱)

مناسکِ حج کا علم: مناسکِ حج کے بڑے عالم تھے، امام باقر فرماتے تھے کہ عطاء سے زیادہ مناسک حج کا جاننے والا کوئی باقی نہیں ہے،(۲) اموی فرماں روا ان سے مناسک حج کی تعلیم حاصل کرتے تھے، علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلیمان بن الملک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس کو مناسک حج بتائے،(۳) امویوں کے زمانہ میں حج کے موقع پر منادی کر دی جاتی تھی کہ حج کے مسائل میں عطاء کے علاوہ دوسرا شخص فتویٰ نہ دے۔(۴)

معمولی معمولی درجہ کے لوگ جنھیں حج کے ایام میں انھیں دیکھنے کا، ان کے ساتھ رہنے کا یا ان کی خدمت کرنے کا موقع ملتا تھا، مسائل حج کے واقف کار بن جاتے تھے، اس سلسلہ میں یہ حکایت مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ حج کے موقع پر ایک حجام نے جس نے عطاء کو دیکھا تھا، مجھے پانچ موقعوں پر مناسکِ حج کی تعلیم دی، بال ترشوانے سے پہلے میں نے اس سے حجامت کی بنوائی طے کرنی چاہی، اس نے کہا عبادت میں شرط نہیں کی جاتی بیٹھ جاؤ حجامت بن جائے گی، میں قبلہ رخ سے ذراہٹ کر بیٹھا تھا، اس نے قبلہ رخ بیٹھنے کا اشارہ کیا، میں نے بائیں جانب سے سر منڈانا چاہا، اس نے کہا، داہنی سمت پھیرو، میں نے پھیر دیا وہ سر مونڈنے لگا، میں بالکل خاموش تھا، اس نے کہا تکبیر کہتے جاؤ، حجامت بنوانے کے بعد جب میں جانے لگا تو اس نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا اپنے قیام گاہ پر، اس نے

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۳۴۵ (۲) ایضاً (۳) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۵۹ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ص ۳۳۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا پہلے دو رکعتیں پڑھ لو، اس کے بعد جاؤ، میں نے خیال کیا کہ حجام خود اس قسم کے مسائل نہیں جان سکتا، جب تک اس نے کسی سے معلوم نہ کیا ہو، میں نے اس سے پوچھا تم نے جن باتوں کی مجھ کو تعلیم دی ہے، وہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں، اس نے کہا میں نے عطاء بن ابی رباح کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔(۱)

علم میں للّٰہیت: عطاء اپنے علم سے کوئی دنیاوی فائدہ نہ حاصل کرتے تھے، بلکہ ان کا علم خالصۃً لوجہ اللہ تھا، سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے عطاء، طاؤس اور مجاہد کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا جس کا مقصد علم سے خالص لوجہ اللہ ہو۔(۲)

زہد وتقویٰ: علم کے ساتھ ان میں اسی درجہ کا عمل بھی تھا، زہد و ورع کے لحاظ سے وہ جماعتِ تابعین میں ممتاز تھے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ علم اور ورع میں سادات تابعین میں تھے،(۳) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ عطاء کے علم، زہد اور خدا پرستی کے مناقب بہت ہیں۔(۴)

قوت ایمانی: عطاء ایمان کے جس درجہ پر تھے اس کے متعلق عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ''سارے اہل مکہ کا ایمان مل کر بھی عطاء کے ایمان کے برابر نہ تھا۔''(۵)

عبادت وریاضت: عبادت کا یہ حال تھا کہ کامل بیس سال تک مسجد کا فرش ان کا بستر رہا، (۶) تہجد میں روزانہ دو سو یا اس سے زیادہ آیتیں پڑھتے تھے،(۷) کثرت عبادت سے پیشانی پر نشان سجدہ تاباں تھا،(۸) ان کا کوئی وقت ذکر الٰہی سے خالی نہ ہوتا تھا، عبداللہ بن عمرو بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے بہتر مفتی نہیں دیکھا، ان کی مجلس میں ہر وقت خدا کا ذکر ہوتا رہتا تھا اور لوگ علمی مباحثہ کرتے تھے، عطاء جب کچھ بولتے، یا جب کوئی سوال کیا جاتا تو نہایت خوبی سے اس کا جواب دیتے۔(۹)

---

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۳۱۹ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۳۴۵ (۳) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۰۲ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۶ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۳۴۵ و ص ۳۴۶ (۶) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۰۲ (۷) مختصر صفوۃ الصفوۃ ج ۷ ص ۱۵۸ (۸) ابن سعد ج ۵ ص ۳۴۶ (۹) ایضا ص ۳۴۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حج: آپ کا قیام مکہ ہی میں تھا، اس لیے کسی سال حج ناغہ نہ ہوتا تھا، چنانچہ آپ نے ستّر حج کیے۔(۱)

اتباعِ حدیث: اتباعِ حدیث میں بڑا اہتمام تھا، امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ تابعین میں عطاء سے زیادہ کوئی متبع حدیث نہ تھا۔(۲)

عزلت گزینی: طبیعت میں عزلت پسندی تھی، لوگوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہ تھا، دروازہ بند کیے، گھر میں بیٹھے رہتے تھے، جب کوئی اندر آنے کی اجازت چاہتا تو پوچھتے کس نیت سے آئے ہو؟ اگر آنے والا کہتا کہ آپ کی زیارت کے لیے تو جواب دیتے کہ میرے جیسے شخص کی زیارت نہیں کی جاتی، پھر فرماتے وہ زمانہ کیسا خبیث ہے جس میں میرے جیسے شخص کی زیارت کی جائے،(۳) لیکن اچھی مجلسوں کو جن میں خدا کا ذکر ہوتا، پسند کرتے تھے، فرماتے تھے کہ جو شخص اس مجلس میں بیٹھتا ہے جس میں خدا کا ذکر ہوتا ہے تو خدا اس مجلس کو دس باطل مجلسوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔(۴)

خاموشی: جب مجمع میں بیٹھنے کا بھی اتفاق ہوتا تو زیادہ تر خاموش ہی رہتے، اسماعیل بن امیہ کا بیان ہے کہ عطاء عموماً خاموش رہتے تھے، جب کچھ بولتے تھے تو ہم لوگوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان پر الہام ہو رہا ہے۔(۵)

وفات: بروایتِ صحیح ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔(۶)

۴۷۔ عمرو بن شرحبیل

نام ونسب: عمرو نام، ابو میسرہ کنیت، نسباً قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتے تھے۔

فضل وکمال: علمی اعتبار سے فضلائے تابعین میں تھے، حافظ صفی الدین خزرجی ان الفاظ

---

(۱) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۵۸ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۳۳۳ (۳) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۵۸

(۴) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۸۵ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۶ (۶) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں، عمرو بن شرحبیل الھمدانی ابو میسرہ الکوفی احد الفضلاء (۱) ان کے قبیلہ میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا، ابو وائل کہتے تھے کہ ہمدانیوں میں کوئی شخص ابو میسرہ کا مثل نہ تھا، کسی نے کہا مسروق؟ ابو وائل نے جواب دیا، مسروق بھی نہیں۔(۲)

تفسیر: آیات قرآنی کی تفسیر و تاویل پر پوری نظر تھی اور بعض آیات کی تفسیر میں ان کا خیال مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود سے متوارد ہو جاتا تھا، ایک مرتبہ ابن مسعودؓ نے ان سے پوچھا "اَلْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ" کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، انھوں نے کہا میرے نزدیک نیل گاؤ مراد ہے، ابن مسعودؓ نے کہا میری بھی یہی رائے ہے۔(۳)

حدیث: حفظِ حدیث کے لحاظ سے اوسط درجہ کے حفاظ میں شمار تھا، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، حذیفہؓ، سلمانؓ، قیس بن سعد بن عبادہؓ، معقل بن مقرنؓ مزنی، نعمان بن بشیرؓ اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ وغیرہ اکابر صحابہ سے سماع حدیث کیا تھا۔(۴) ابو وائل، ابو اسحاق سبیعی، ابو عمار ہمدانی، قاسم بن مخیمرہ، محمد بن منتشر اور مسروق وغیرہ ان کے زمرۂ تلامذہ میں تھے۔(۵)

عبادت وریاضت: علم کے ساتھ اسی درجہ کا عمل بھی تھا، بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ عبادت گذار لوگوں میں تھے، نمازوں کی کثرت سے (ان کے جوڑوں پر) اونٹوں کی طرح گھٹے پڑ گئے تھے۔(٦)

عبادت میں طہارت کا لحاظ: عبادت میں طہارت اور پاکی کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، فرماتے تھے کہ خدا کا ذکر پاک ہی مقام پر کرنا چاہیے۔(۷)

صدقات: اپنی حیثیت کے مطابق مخیر اور فیاض بھی تھے، اپنی آمدنی کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور

(۱) تہذیب الکمال ص ۲۹۰۔ (۲) ابن سعد ج ٦ ص ۷۲ (۳) ایضاً (۴) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۷

(۵) ایضاً (٦) ایضاً (۷) ابن سعد ج ٦ ص ۷۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیرات کرتے تھے، یونس کا بیان ہے کہ جب ان کا وظیفہ ملتا تھا تو اس میں سے وہ خیرات کیا کرتے تھے۔(۱)

وفات: ۶۳ھ میں وفات پائی (۲) مرض الموت میں لوگوں سے فرمایا، میں مرنے کے لیے بالکل آمادہ ہوں، پیش آنے والے مرحلہ کے علاوہ اور کسی شے کا خوف دل میں نہیں ہے، نہ میرے پاس مال ودولت ہے (کہ اس کا افسوس ہو) اور نہ مجھ پر کسی کا قرض ہے، (کہ اس کی فکر ہو) نہ میرے پاس عیال ہیں، (کہ اپنے بعد ان کی فکر ہو) میرے مرنے کی خبر کسی کو نہ دی جائے، جنازہ لے چلنے میں جلدی کرنا، قبر پر ہری شاخ رکھنا کہ مہاجرین اس کو مستحب سمجھتے تھے، قبر اونچی نہ کرنا کہ اس کو وہ ناپسند کرتے تھے، آخر وقت لا الہٰ الا اللہ کی تلقین کرنا، ان ہدایات کے بعد وفات پائی، قاضی شریح نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔(۳)

۴۸-عمرو بن دینار

نام ونسب: عمرو نام، ابومحمد کنیت، باذان عجمی کے غلام تھے۔

پیدائش: ۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔(۴)

فضل وکمال: علمی اعتبار سے مکہ کے اکابر علما میں تھے، حافظ ذہبی انھیں حافظ، امام اور عالم حرم لکھتے ہیں، (۵) امام نووی کا بیان ہے کہ ان کی جلالت، امامت اور توثیق پر سب کا اتفاق ہے، وہ ائمۂ تابعین میں تھے۔(۶)

حدیث: حدیث کے بڑے حافظ تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان عمرو ثقة ثبتا کثیر الحدیث، صحابہ میں انھوں نے ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ، ابن عمرو ابن العاصؓ، ابوہریرہؓ

(۱) ابن سعد ج۶ ص۷۲ (۲) تہذیب التہذیب ج۸ ص۴۷ (۳) ابن سعد ج۶ ص۷۳ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۱۰۰ (۵) ایضاً (۶) تہذیب الاسماء ج اول ق۲ ص۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جابر بن عبدؓ اللہ، ابوالطفیلؓ، سائب بن یزید وغیرہ اور تابعین میں سعید بن مسیّب سعید بن جبیر، سالم بن عبداللہ، طاؤس، عطاء، محمد بن علی، مجاہد، ابن ابی ملیکہ، سلیمان بن یسار، وہب بن عتبہ اور امام زہری وغیرہ ایک کثیر جماعت سے استفادہ کیا تھا۔(۱)

وسعتِ علم: حدیث میں ان کا علم نہایت وسیع تھا، اس عہد کے تمام علما کا علم ان کے سینہ میں محفوظ تھا، طاؤس اپنے لڑکے کو ہدایت کرتے تھے کہ جب مکہ جانا تو ابن دینار کے پاس ضرور جانا، ان کے کان علما کے خریطہ تھے۔(۲)

مرویات کا پایہ: ان کی روایات کا پایہ، ارباب فن کے نزدیک نہایت بلند تھا، امام زہری کہتے تھے کہ میں نے اعلیٰ درجہ کی حدیثوں میں اس شیخ سے زیادہ انص نہیں دیکھا، سفیان نے ایک مرتبہ سعد سے سوال کیا کہ تم نے حدیثوں میں سب سے زیادہ متقن کس کو دیکھا؟ انھوں نے کہا عمرو بن دینار اور قاسم بن عبدالرحمٰن کو، ابن عیینہ اور عمرو بن جریر انھیں ثقہ، ثبت صدوق اور کثیر الحدیث کہتے تھے۔(۳)

روایت بالمعنیٰ: روایت میں احتیاط کے باوجود احادیث کے الفاظ کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے اور بالمعنی حدیثیں روایت کرتے تھے۔(۴)

محدثین کا مرجع: حدیث میں ان کے وسعتِ علم کی بنا پر ان کی ذات شائقین حدیث کا مرجع بن گئی تھی، لوگ دوسروں سے پوچھ پوچھ کر ان کی مرویات لکھتے تھے، سفیان کا بیان ہے کہ ایوب مجھ سے پوچھا کرتے تھے کہ عمرو بن دینار نے فلاں شخص سے کون سی حدیث بیان کی ہے؟ میں ان کو بتا کر پوچھتا کیا آپ لکھنا چاہتے ہیں؟ وہ کہتے ہاں۔(۵)

تلامذہ: ان کے فیض عام نے ان کے تلامذہ کا دائرہ خاصہ وسیع کر دیا تھا، اکابر علما میں جعفر صادق، ابوقتادہ، مسعر ابن ابی نجیح، حماد اور سفیان وغیرہ کے نام لائق ذکر ہیں، ان کے علاوہ

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۲۵ (۲) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۹ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۳۵۳ (۴) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۰ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۳۵۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا۔(۱)

فقہ: فقہ میں بھی ان کو بڑی دستگاہ حاصل تھی تفریع واستنباط مسائل میں انھیں درجہ امامت واجتہاد حاصل تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ اصحاب مذاہب کے مجتہدوں میں تھے، (۲) مرکز علم مکہ کے ممتاز مفتی تھے، (۳) بعض علما انھیں طاؤس، عطاء اور مجاہد جیسے اکابر علما پر بھی ترجیح دیتے تھے، چنانچہ ابن ابی دیناران کو ان تینوں سے بڑا فقیہ مانتے تھے، (۴) ابن عیینہ کہتے تھے کہ ہم لوگوں کے نزدیک عمرو بن دینار سے بڑا فقیہ، ان سے بڑا عالم اور حافظِ حدیث کوئی نہ تھا۔(۵)

احتیاط: احتیاط کی بنا پر حدیث اور فقہی مسائل کی کتابت پسند نہ کرتے تھے، فرماتے تھے کہ لوگ ہم سے سوالات کرتے ہیں جب ہم انھیں بتاتے ہیں تو وہ اس کو لکھ کر پتھر پر نقش بنا لیتے ہیں، ممکن ہے کل کو ہم ان سے رجوع کرلیں (اس وقت وہ غلط نقوش باقی رہ جائیں گے) ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ سفیان آپ سے جو کچھ سنتے ہیں، اس کو لکھ لیتے ہیں، یہ سن کر آپ رونے لگے اور کہا جو شخص مجھ سے لکھتا ہے وہ مجھ پر بڑی زیادتی کرتا ہے۔(۶)

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کسی چیز کے متعلق کچھ پوچھا، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، سائل نے کہا اس کے بارے میں میرے دل میں بعض شکوک ہیں، اس لیے جوابِ مرحمت ہو، آپ نے کہا خدا کی قسم تمہارے دل میں ابوقبیس (پہاڑ) کے برابر شک ہونا مجھے اس کے مقابلہ میں زیادہ پسند ہے کہ میرے دل میں بال برابر بھی شک ہو(۷) (یعنی اس کے جواب میں)۔

عبادت وریاضت: بڑے عبادت گذار تھے، رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گذرتا تھا، ایک

(۱) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۰ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۲۷ (۳) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۰ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۲۷ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۰ (۶) ابن سعد ج ۵ ص ۳۵۴ (۷) ابن سعد ج ۵ ص ۳۵۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہائی شب سوتے تھے، ایک تہائی میں حدیثیں پڑھتے تھے اور ایک تہائی نماز میں بسر ہوتی تھی (۱)۔

جماعت کا اہتمام: جماعت کی پابندی میں اتنا اہتمام تھا کہ عالم پیری میں بھی جب چلنے پھرنے کی طاقت باقی نہ رہ گئی تھی، مسجد ہی میں جوان کے گھر سے کافی فاصلہ پر تھی، نماز پڑھتے تھے، سفیان کا بیان ہے کہ عمرو نے کسی زمانہ میں مسجد کا آنا نہیں چھوڑا۔ پیری کے زمانہ میں بھی جب وہ اٹھا کر سواری پر بٹھائے جاتے تھے میں نے ان کو ہمیشہ مسجد جانے کے انتظار ہی میں بیٹھا ہوا پایا ہے، میں صغرسنی میں انھیں اٹھا کر سواری پر بٹھانے کے قابل نہ تھا لیکن پھر چند دنوں کے بعد ہو گیا تھا، ان کا گھر مسجد سے دور تھا۔ (۲)

مذہبی خدمات کا معاوضہ نہ لیتے تھے: مذہبی خدمات پر معاوضہ لینا اچھا نہ سمجھتے تھے اور انھیں حسبۃً للہ انجام دیتے تھے، ابن ہشام نے آپ سے خواہش کی کہ میں آپ کا وظیفہ مقرر کیے دیتا ہوں، آپ اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر افتا کی خدمت انجام دیجیے، آپ نے منظور نہ کیا اور یوں ہی بلا معاوضہ جس طرح انجام دیتے چلے آرہے تھے، انجام دیتے رہے۔ (۳)

وفات: ۱۱۶ھ میں وفات پائی۔ (۴)

۴۹۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس

نام ونسب: عکرمہ نسلاً بربری اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نامور غلام ہیں، ابتدا میں حصین بن الحرا العنبری کی غلامی میں تھے، انھوں نے ان کو ابن عباسؓ کو دیدیا تھا، عکرمہ اس وقت بہت کم سن تھے، اس لیے ابن عباسؓ ہی کے دامن تربیت میں ان کی پرورش ہوئی، ان کی تعلیم وتربیت کے اثر سے وہ اس درجہ کو پہنچ گئے کہ ان کی شخصیت بڑے بڑے آزاد علما کے

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۰ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۳۵۳ (۳) ایضاً (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے باعثِ رشک بن گئی۔

تعلیم: عکرمہ میں تحصیل علم کی استعداد اور اس کا ذوق وشوق فطری تھا، وہ ہر شے سے سبق لیتے تھے، ان کا بیان ہے کہ جب میں بازار جاتا تھا اور کوئی بات سنتا تھا تو اس سے میرے لیے علم کے پچاسوں دروازے کھل جاتے تھے۔(۱)

اس مناسبتِ طبع کے ساتھ ان کو ابن عباسؓ جیسا حبر اور شفیق آقا مل گیا، جس نے بڑی محنت اور جانفشانی سے ان کو تعلیم دی،(۲) عکرمہ کو علم کی اتنی پیاس تھی کہ وہ تاعمر اس سے سیر نہ ہوئے، مسلسل چالیس برس تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔(۳)

فضل وکمال: ان کے ذاتی ذوق وشوق اور ابن عباس کی توجہ نے ان کی علم کا دریا بنادیا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ (علم) سمندروں میں سے ایک سمندر تھے،(۴) حافظ ذہبی ان کو حبر العالم کے لقب سے یاد کرتے ہیں،(۵) ان کے زمانہ میں غلاموں میں کیا بڑے بڑے شرفا اور نجبا میں بھی کوئی ان کا ہم سر نہ تھا، تفسیر، حدیث، فقہ جملہ علوم میں انھیں درجۂ امامت حاصل تھا۔

تفسیر: حضرت عبداللہ بن عباسؓ تفسیر کے اتنے بڑے عالم تھے کہ کم صحابہ اس فن میں ان کا مقابلہ کرسکتے تھے انھوں نے بڑی توجہ اور کوشش سے عکرمہ کو تفسیر پڑھائی تھی،(۶) اور اپنا سارا علم ان کے سینہ میں منتقل کردیا تھا، ابن عباسؓ کے تلامذہ میں تفسیر میں کوئی ان کا ہم سر نہ تھا، عباس بن مصعب مروزی کا بیان ہے کہ ابن عباسؓ کے تلامذہ میں تفسیر میں عکرمہ سب سے بڑے عالم تھے،(۷) قتادہ کہتے تھے کہ اعلم التابعین چار ہیں، عطاء، سعید بن جبیر اور عکرمہ اور ان چاروں میں عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں، امام شعبی کہتے تھے کہ

---

(۱) ابن سعد ج۵ ص۲۱۲ (۲) ابن خلکان ج اول ص۳۱۹ وابن سعد حوالہ مذکورہ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۸۴ (۴) ابن سعد ج۵ ص۲۱۶ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۸۳ (۶) ابن سعد ج۵ ص۲۱۲ (۷) تہذیب التہذیب ج۷ ص۲۶۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا اب باقی نہیں ہے، جب تک عکرمہ بصرہ میں رہتے تھے اس وقت تک حسن بصری تفسیر نہیں بیان کرتے تھے (۱)

ابن عباسؓ کی زندگی ہی میں عکرمہ بڑے مفسر ہو گئے تھے، ابن عباسؓ کبھی کبھی ان کا امتحان لیتے تھے اور ان کے عالمانہ جواب سن کر اظہارِ خوشنودی کرتے تھے، ایک مرتبہ انھوں نے یہ آیت:

لِمَ تَعِظُوْنَ قَوماً نِ اللّٰهُ مُهْلِكَهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَاباً شَدِيداً۔	تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے۔

پڑھ کر فرمایا کہ اس آیت میں جن لوگوں کی طرف اشارہ ہے معلوم نہیں انھوں نے نجات پائی یا ہلاک ہو گئے، عکرمہ نے نہایت وضاحت اور تشریح سے ثابت کر دیا کہ نجات پائی، ابن عباسؓ نے خوش ہو کر ان کو ایک حلہ پہنایا۔ (۲)

تفسیر کا درس: مجاہد اور ابن جبیر جیسے فضلا ان سے تفسیر میں استفادہ کرتے تھے، یہ دونوں ان سے سوالات کرتے تھے، عکرمہ ان کا جواب دیتے تھے، ان کے سوالات ختم ہونے کے بعد پھر اپنی جانب سے بہت سی آیات کی شانِ نزول بتاتے، (۳) ان کے فیض سے مجاہد امامِ تفسیر بن گئے تھے۔

حدیث: ان کا خاص فن حدیث تھا، اس کے وہ بحرِ بیکراں تھے، حدیث میں انھوں نے زیادہ تر ابن عباسؓ سے فیض پایا تھا، ان کے علاوہ صحابہ میں حضرت علیؓ، ابوہریرہؓ، ابن عمرؓ، ابن عمرو بن العاصؓ، ابوسعید خدریؓ، عقبہ بن عامرؓ، حجاج بن عمروؓ بن غزیہ، معاویہ بنؓ ابی سفیان، صفوان بن امیہؓ، یعلی بن امیہؓ، جابرؓ، ابوقتادہؓ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور حمنہ بنت جحش وغیرہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ (۴)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۶ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۲ (۳) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۶ (۴) ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ان کی وسعتِ علم کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ابن عباسؓ کی مرویات جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے، زیادہ تر ان ہی سے مروی ہیں، علامہ ابن سعد ان کو کثیر الحدیث لکھتے ہیں،(۱) شہر بن حوشب کہتے تھے کہ ہر قوم کا ایک حبر ہوتا ہے، اس امت کا حبر ابن عباس کا غلام ہے۔(۲)

طالبانِ حدیث کا مرجوعہ: ان کی ذات مرجعِ خلائق تھی، طالبانِ حدیث دور دور سے ان سے استفادہ کے لیے آتے تھے، جدھر سے وہ گذر جاتے تھے، شائقین کا ٹھٹھ لگ جاتا تھا، ایوب کا بیان ہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ عکرمہ دنیا کے جس حصہ میں بھی ہوں گے ان سے جا کر ملوں گا، اتفاق سے ایک دن بصرہ کے بازار میں مل گئے، ان کے گرد آدمیوں کا ہجوم جمع ہوگیا، میں بھی قریب گیا لیکن ہجوم کی کثرت سے کچھ پوچھ نہ سکا، یہ دیکھ کر میں ان کی سواری کے پہلو میں کھڑا ہوگیا، لوگ ان سے جو کچھ پوچھتے تھے اور وہ جو جوابات دیتے تھے میں ان کو یاد کرتا جاتا تھا،(۳) ایوب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عکرمہ ہمارے یہاں آئے، ان کے پاس لوگوں کا اتنا ہجوم ہوگیا کہ انھیں مجبور ہو کر چھت پر چڑھ جانا پڑا۔(۴)

عکرمہ پر جرح: ان بیانات کے ساتھ ساتھ رجال کی کتابوں میں عکرمہ کے بارے میں ایسی تنقیدیں بھی ملتی ہیں جن سے ان کی روایات کی صداقت بہت کچھ مشکوک ہوجاتی ہے، وہ تنقیدیں یہ ہیں:

ابوالاسود دئلی کہتے ہیں کہ عکرمہ میں فہم ودانائی کم تھی، جب ان سے کوئی حدیث پوچھی جاتی جس کو انھوں نے دو آدمیوں سے سنا ہوتا تو وہ اس کو کبھی ایک کی طرف منسوب کردیتے، کبھی دوسرے کی طرف لیکن یہ تنقید آپ اپنی تردید کرتی ہے، جب انھوں نے ایک روایت دو راویوں سے سنی تو انھیں اختیار ہے جس کی جانب چاہیں منسوب کریں، اس سے ان کی فہم پر کس طرح حرف آسکتا ہے۔

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ص ۲۱۶ (۲) تہذیب التھذیب ج ۷ ص ۲۶۵ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۳ (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوخلف الخزار یحیی البکار سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ابن عمرؓ سے سنا تھا وہ اپنے غلام نافع سے کہتے تھے نافع خدا سے ڈرو اور مجھ پر اس طرح بہتان نہ باندھو، جس طرح عکرمہ ابن عباسؓ پر باندھتے تھے۔

جریر بن عبدالحمید، یزید بن ابی زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے صاحبزادے عکرمہ کو ابن عباسؓ پر جھوٹ باندھنے کے جرم میں سزا دیتے تھے۔

ہشام بن سعد، عطاء خراسانی سے روایت کرتے ہیں کہ میں سعید بن مسیب سے کہا کہ عکرمہ کا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں میمونہؓ کے ساتھ شادی کی، انھوں نے جواب دیا کہ انھوں نے جھوٹ کہا۔

فطر بن خلیفہ کا بیان ہے کہ میں نے عطاء سے کہا کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ موزوں پر مسح کو قرآن کے احکام نے باطل اور منسوخ کردیا ہے، عطاء نے کہا انھوں نے جھوٹ کہا، میں نے ابن عباسؓ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ خفین پر مسح کرو، اگرچہ تم بیت الخلا سے نکلو۔

اسرائیل، عبدالکریم جزری سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ زمین کے لگان کو مکروہ سمجھتے تھے، انھوں نے سعید بن جبیر سے اس کا تذکرہ کیا، انھوں نے کہا عکرمہ نے جھوٹ کہا۔

وہیب بن خالد، یحییٰ بن سعید انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ وہ انھیں جھوٹا کہتے تھے۔

ابراہیم بن منذر، معن بن عیسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک عکرمہ کو ثقہ نہیں سمجھتے تھے اور ان سے روایت کی ممانعت کرتے تھے اور اس قبیل کے بعض بیانات ہیں۔(۱)

ان بیانات کی حیثیت: لیکن ان میں سے کوئی روایت بھی لائق اعتماد نہیں، اس لیے کہ اولاً تو ان کی سندیں مسلسل نہیں ہیں، دوسرے ان کے راوی لائق اعتماد نہیں۔

(۱) یہ تمام روایتیں تہذیب التہذیب ج ۷ تذکرہ عکرمہ میں ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالاسود دئلی میں شیعیت تھی،(۱) اگرچہ شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں لیکن جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا خارجیوں کے بعض خیالات عکرمہ کی جانب منسوب تھے، ایسی صورت میں ان کے بارے میں ایک شیعہ کا بیان لائق اعتبار نہیں رہ جاتا۔

دوسری روایت میں یحییٰ البکار باتفاق ارباب فن لائق اعتماد نہیں،(۲) تیسری روایت کا ایک راوی یزید شیعہ ہے، اس کے علاوہ اس نے خود عکرمہ سے روایت لی ہے،(۳) ایسی صورت میں اس کا بیان خود اس کے عمل کے خلاف ہوجاتا ہے، پھر پہلا راوی جریر بن عبدالحمید بھی کچھ زیادہ لائق اعتماد نہیں،(۴) چوتھی روایت میں ہشام بن سعد کی روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں، محتاط محدثین ان سے روایت نہیں لیتے تھے۔(۵)

پانچویں روایت میں فطر بن خلیفہ بعض لوگوں کے نزدیک قابل اعتبار نہیں،(۶) چھٹی روایت کا راوی اسرائیل بالکل مجہول ہے، پھر اس میں جس بنا پر عکرمہ کی تکذیب کی گئی ہے، اس کی حیثیت یہ ہے کہ گو بروایاتِ صحیحہ عہدِ رسالت میں لگان لیا جاتا تھا لیکن بعض صحابہ کو لاعلمی یا غلط فہمی کی بنا پر اس کے جواز میں شک تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اگرچہ اس کا ذاتی علم تھا کہ عہد رسالت میں برابر لگان لیا جاتا تھا لیکن بعض صحابہ کو لاعلمی یا غلط فہمی کی بنا پر اس کے جواز میں شک تھا اس لیے ابن عمر نے بھی اس خیال سے لگان لینا ترک کردیا تھا کہ ممکن ہے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت نہ سنی ہو،(۷) ایسی حالت میں عکرمہ کا خیال بالکل بے بنیاد نہیں تھا، ساتویں روایت میں خالد ضعفا میں ہے،(۸) آٹھویں روایت میں ابراہیم بن منذر کی روایت متکلم فیہ ہیں۔(۹)

غرض روایتی حیثیت سے یہ تمام بیانات اعتبار کے قابل نہیں ہیں، پھر ان

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۱۱ (۲) ایضاً ج ۱۱ ص ۲۷۹ (۳) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۲۹ (۴) ایضاً ج ۲ ص ۷۶ (۵) ایضاً ج ۷ ص ۲۱۳ (۶) ایضاً ج ۸ ص ۳۰۲ (۷) بخاری ج اول ص ۳۱۵ (۸) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۷۰ (۹) ایضاً ج اول ص ۱۶۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیانات کے خلاف اتنی روایتیں ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے عکرمہ پر حرف رکھنا قیاس ہی میں نہیں آسکتا، مثلاً۔

علما اور محدثین کا اتفاق: اسحاق بن عیسیٰ الطباع کا بیان ہے کہ میں نے مالک بن انس سے پوچھا کہ آپ کو ابن عمرؓ کے اس قول کا علم ہے کہ ''مجھ پر اس طرح کا جھوٹ نہ باندھو جس طرح عکرمہ ابن عباسؓ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔'' مالک نے کہا نہیں، مجھے اس کا علم نہیں البتہ سعید بن مسیّب اپنے غلام برد سے ایسا کہتے تھے، اس میں شک نہیں کہ سعید بن جبیر دوسروں کی زبانی سنی ہوئی عکرمہ کی بعض روایات میں شبہ ظاہر کرتے تھے لیکن جب ان کو خود ان کی زبان سے سن لیتے تھے تو ان کا شبہ دور ہو جاتا تھا، ابو اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابن جبیر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم لوگ عکرمہ سے ایسی حدیثیں روایت کرتے ہو کہ اگر میں ان کے پاس ہوتا تو شاید ان کو وہ نہ بیان کرتے، اتفاق سے اس کے بعد ہی عکرمہ آگئے اور انھوں نے وہی حدیثیں بیان کیں، تمام حاضرین خاموشی کے ساتھ سنا کئے، سعید بھی کچھ نہیں بولے، جب عکرمہ اٹھ گئے تو لوگوں نے ابن جبیر سے پوچھا، ابو عبداللہ یہ کیا، اب آپ کیوں خاموش رہے؟ انھوں نے کہا، عکرمہ نے صحیح بیان کیں، تمام محدثین ان کی صداقت اور ان کے کمالات علمی کے معترف تھے اور ان روایات قبول کرتے تھے، چنانچہ عطاء اور سعید دونوں ان کی حدیثیں بلا تکلف قبول کرتے تھے، حبیب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عکرمہ اور عطا، سعید کے یہاں گئے اور ان کو حدیثیں سنائیں، جب وہ حدیث بیان کر کے اٹھ گئے تو میں نے ان دونوں سے پوچھا کہ عکرمہ نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس میں کسی چیز سے آپ کو انکار ہے؟ انھوں نے کہا نہیں، (۲) ابن جبیر جو خود بہت بڑے عالم تھے، عکرمہ کو اپنے سے بڑا عالم مانتے تھے، (۳) ابن جریج جو تبع تابعین میں نہایت بلند مرتبہ محدث تھے، عکرمہ کے اتنے معترف تھے کہ انھوں نے ایک مرتبہ یحییٰ بن ایوب مصری سے پوچھا کہ تم

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۳ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۳ (۳) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے عکرمہ سے کچھ لکھا؟ انھوں نے کہا نہیں، ابن جریج نے کہا تو تم نے دوتہائی علم ضائع کر دیا۔(۱)

قتادہ چار آدمیوں کو بڑا عالم مانتے تھے، ان میں ایک عکرمہ تھے، ابن سیرین نے ابن عباسؓ کی تمام روایتیں عکرمہ ہی کے واسطہ سے لی ہیں، امام احمد بن حنبل ان کی روایات لائق احتجاج سمجھتے تھے، ابن معین ثقاہت میں عکرمہ کو ابن جبیر کے برابر سمجھتے تھے، ان کو ان سے اتنی عقیدت تھی کہ ان کے متعلق کسی قسم کا سوءِ ظن روا نہ رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جب میں کسی شخص کو عکرمہ اور حماد بن سلمہ کے بارے میں عیب چینی کرتے ہوئے سنتا ہوں تو مجھے اس کے اسلام میں شک ہوجاتا ہے، ابن مدائنی کا بیان ہے کہ ابن عباسؓ کے غلاموں میں عکرمہ سے زیادہ وسیع العلم دوسرا نہ تھا، عکرمہ اہل علم میں تھے، امام بخاری کہتے تھے کہ ہمارے تمام اصحاب عکرمہ سے احتجاج کرتے ہیں، امام نسائی انھیں ثقہ کہتے ہیں، ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے سوال کیا کہ عکرمہ کیسے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا ثقہ ہیں، میں نے پوچھا ان کی احادیث لائق احتجاج ہیں؟ فرمایا ہاں جب وہ ثقات سے روایت کریں، یحیٰی بن سعید اور امام مالک نے ان کی روایت کا نہیں بلکہ ان کی رائے کا انکار کیا ہے، ان سے پوچھا گیا، ابن عباسؓ کے اور غلاموں کا کیا حال ہے؟ فرمایا عکرمہ ان سب میں بلند مرتبہ ہیں، اس موقع پر ان کی کوئی حدیث بیان کرنے کی ضرورت نہیں، ثقات ان سے جو روایت کرتے ہیں وہ سب روایات صحیح اور درست ہوتی ہیں، ائمہ حدیث نے ان کی روایت سے منع نہیں کیا ہے اور اصحابِ صحاح نے ان کی روایات کو صحاح میں داخل کیا ہے، ان کی شخصیت اس سے بلند ہے کہ میں ان کی احادیث کو ثبوت میں پیش کروں۔(۲)

ابن مندہ کا بیان ہے کہ اکابر تابعین کی بڑی تعداد اور تبع تابعین نے عکرمہ کی تعدیل کی ہے، ان سے احادیث روایت کی ہیں، ان کی منفرد روایتوں سے صفات سنن اور

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۶ (۲) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۶ تا ص ۲۷۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام میں احتجاج کیا ہے، ان سے تین سو سے زیادہ اشخاص نے روایتیں کی ہیں، جن میں ستر سے زیادہ بڑے اور خیار تابعین ہیں، یہ وہ مرتبہ ہے جو کسی تابعی کو حاصل نہیں، جن ائمہ نے ان پر جرح کی ہے وہ بھی ان کی احادیث قبول کرنے سے بے نیاز نہ رہ سکے، ان کی احادیث حسن قبول کے ساتھ لی جاتی ہیں، ابتدا یعنی تابعین کے دور سے لے کر ائمہ اربعہ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی کے زمانہ تک تمام ائمہ نے ان کی صحیح روایات لے کر ثابت و سقیم اور صحیح روایات میں امتیاز قائم کیا ہے اور ان کی روایات سے قرناً بعد قرنٍ اور اماماً بعد امامٍ احتجاج ہوتا چلا آیا ہے اور چاروں ائمہ نے ان کی روایات لی ہیں اور ان سے احتجاج کیا ہے، امام مسلم ان کے متعلق اچھی رائے نہ رکھتے تھے، اس کے باوجود انھوں نے ان کی روایتیں لی ہیں اور جرح کے بعد ان کی تعدیل کی ہے۔(۱)

ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزی کا بیان ہے کہ عکرمہ کی احادیث سے احتجاج پر تمام علمائے حدیث کا اجماع ہے، ہمارے زمانہ کے تمام ممتاز محدثین، احمد بن حنبل، ابن راہویہ، یحییٰ ابن معین اور ابوثور وغیرہ کا اس پر اتفاق ہے، میں نے ابن راہویہ سے ان کی روایات سے احتجاج کے بارے میں پوچھا انھوں نے میرے سوال پر متعجب ہو کر کہا، عکرمہ ہمارے نزدیک ساری دنیا کے امام ہیں، بعض اور لوگوں نے یحییٰ بن معین سے یہی سوال کیا تو انھوں نے بھی اس سوال پر تعجب کا اظہار کیا(۲) جابر بن زید کہتے تھے کہ عکرمہ اعلم الناس ہیں، جو شخص ذرا بھی شمیم علم کا رائحہ شناس ہے، اس کو یزید بن ابی زیاد کے قول (اوپر گذر چکا ہے) پر اعتماد نہ کرنا چاہیے، .... یزید بن ابی زیاد اس باب میں قابلِ احتجاج نہیں ہیں اور ایک مجروح کے قول سے ایک عدل مجروح نہیں ہوسکتا، عکرمہ وہ شخص ہیں جن کے سرچشمۂ علم سے اہل علم نے ساری دنیا میں حدیث اور فقہ پھیلائی ہے، مجھے ان میں سوائے تھوڑی سی ظرافت کے اور کسی برائی کا علم نہیں۔(۳)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ص ۲۷۲ (۲) ایضاً ص ۲۷۲و ۲۷۳ (۳) تہذیب التہذیب ج ۷ص ۲۷۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض چند غیر مستند بیانات کے علاوہ جن کی حیثیت اوپر ظاہر کی جاچکی ہے، تمام علما و محدثین کا عکرمہ کی جلالتِ شان اور ان کی صداقت پر اتفاق ہے، ان کی صداقت کی نا قابل انکار شہادت یہ ہے کہ خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو جن کے دامن میں عکرمہ نے پرورش پائی تھی، ان کے علم پر اتنا اعتماد تھا کہ انھوں نے اعلان عام کر دیا تھا کہ عکرمہ مجھ سے جو روایت کریں اسے سچ سمجھو،(۱) ان تمام اقوال واسناد کے بعد عکرمہ کی علمی عظمت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

تلامذہ: ان بیانات کے علاوہ ان کے علمی مرتبہ کا اندازہ ان لاتعداد طالبان حدیث سے ہوسکتا ہے جنھوں نے ان سے سماعِ حدیث کیا تھا اور اس میں بہت سے ائمہ تھے، ان کی فہرست نہایت طویل ہے، بعض ممتاز اور لائق ذکر نام یہ ہیں:

ابراہیم نخعی، جابر بن زید، امام شعبی، ابواسحاق سبیعی، ابوالزبیر، قتادہ، سماک بن حرب، عاصم الاحول، حصین بن عبدالرحمٰن، ایوب، خالد الحذاء، داؤد بن ابی ہند، عاسم بن مہدلہ، عبدالکریم الجزری، حمید الطّویل، موسیٰ بن عقبہ، عمرو بن دینار، عطاء بن سائب، یحییٰ بن سعید انصاری، یزید بن ابی حبیب، ابواسحاق شیبانی، ہشام بن حسان، یحییٰ بن کثیر، حکم بن عیینہ، خصیف الجزری اور داؤد بن الحصین وغیرہ۔(۲)

فقہ: گو عکرمہ کا اصل فن حدیث تھا لیکن فقہ میں بھی وہ امتیازی درجہ رکھتے تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ عکرمہ اپنے زمانہ کے فقہ اور قرآن کے بڑے علما میں تھے،(۳) ان کے تفقہ کی بڑی سند یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنی زندگی ہی میں ان کو افتا کا مجاز بنا دیا تھا، ان کا خود بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے مجھ سے فتویٰ دینے کو کہا، میں نے دومرتبہ معذرت کی کہ اگر اس زمانہ کے لوگ سلف صالحین کی طرح ہوتے تو مجھے تامل نہ ہوتا، یہ عذر سننے کے بعد بھی انھوں نے اصرار کیا کہ جو شخص تم سے ضروری مسائل پوچھا کرے، اس کو بتا دیا کرو

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۵ (۲) ایضاً ص ۲۶۴ (۳) ایضاً ص ۲۷۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو غیر ضروری سوالات کرے اس کا جواب نہ دیا کرو، اس طریقۂ عمل سے تمہارا دو تہائی بوجھ ہلکا ہو جائے گا،(۱) ان کا فقہی کمال اتنا مسلم تھا کہ جب وہ بصرہ جاتے اور جتنے دنوں رہتے اتنے دنوں تک حسن بصری فتویٰ دیتے تھے(۲) ان کے انتقال کے وقت خلق خدا کی زبان پر تھا کہ آج افقہ الناس دنیا سے اٹھ گیا۔(۳)

ان کے معاصرین مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ جابر بن زید نے مجھ سے چند مسائل عکرمہ سے پوچھنے کے لیے کہا اور ہدایت کی کہ ''ابن عباسؓ کا یہ غلام دریا ہے، اس سے پوچھا کرو۔''(۴)

مغازی: حدیث وفقہ کے علاوہ تاریخ میں بھی ان کو درک تھا، مغازی کے ممتاز عالم تھے، اس پر اتنا عبور تھا کہ مغازی بیان کرتے وقت اپنی قوتِ گویائی سے میدانِ جنگ کا سماں باندھ دیتے تھے، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ عکرمہ جب مغازی بیان کرتے تھے تو سننے والے کو معلوم ہوتا کہ وہ مجاہدوں کے سامنے موجود ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے۔(۵)

وفات: باختلاف روایت ۱۰۵ھ یا ۱۰۷ھ میں وفات پائی،(۶) حافظ ذہبی کے نزدیک ۱۰۷ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا،(۷) ایک روایت قیروان (افریقہ) میں بھی انتقال کی ملتی ہے لیکن یہ لائق اعتماد نہیں۔

بعض شکوک کا ازالہ: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عکرمہ کا رجحان خارجی فرقہ صفریہ اور اباضیہ کی طرف تھا اور نجدہ خارجی کے ساتھ ان کے تعلقات و مراسم تھے، وہ ان کے پاس چھ مہینے تک رہا بھی تھا، مغرب کے خارجیوں نے ان سے علمی استفادہ کیا تھا لیکن ان بیانات کی صداقت بڑی حد تک مشکوک ہے۔

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۵ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۴ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۶ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۳ (۵) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۶ (۶) ابن سعد (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن سعد میں جو سب سے قدیم ماخذ ہے صرف اس قدر ملتا ہے، "یظن انه یری رای الخوارج" (۱) یعنی گمان کی جاتا ہے کہ خارجیوں کی رائے رکھتے تھے۔ اس بیان کی جو حیثیت ہے وہ ظن اور گمان کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے، بعض لوگ سرے سے اس بیان ہی کے منکر ہیں، چنانچہ عجلی کہتے ہیں کہ وہ مکی، تابعی اور ثقہ ہیں اور خارجیت کی تہمت سے جو لوگ ان پر لگاتے ہیں بری ہیں۔ (۲)

ان بیانات کے علاوہ قرائن بھی اس کے خلاف ہیں، ان کی نشوونما حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے دامن میں ہوئی تھی جو خارجیوں کے دشمن تھے، ان کا پہلا آقا حصین بن الحر العنبری بھی محبِ اہل بیت تھا، ایسی حالت میں خارجیت کی طرف ان کے میلان کا کم امکان ہے، اس کے مقابلہ میں اگر شیعیت کی طرف ان کا رجحان بیان کیا جاتا تو زیادہ قرین قیاس ہوسکتا تھا۔

مختلف بیانات کے پڑھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عکرمہ عام مسلمانوں کی طرح خوارج کے بارے میں متشدد نہ تھے اور ان سے رسم وراہ رکھتے تھے اور چوں کہ ان کا یہ طرز عمل عام مسلمانوں کے طریقہ کے خلاف تھا اور وہ اسے پسند نہ کرتے تھے، اس لیے ان کی خارجیت کی شہرت ہوگئی، یہ بھی ممکن ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں وہ خوارج کے ہم خیال رہے ہوں، اس لیے ان کو خارجی مشہور کر دیا گیا ہو ورنہ ان کو اس جماعت سے کوئی تعلق نہ تھا۔

سیر وسیاحت: عکرمہ کو سیر وسیاحت کا بڑا شوق تھا، وہ ہمیشہ سیر وسیاحت میں مصروف رہتے تھے، مشرق میں ان کی سیاحت کا دائرہ سمرقند تک اور مغرب میں مصر وافریقہ تک وسیع تھا۔ (۳)

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۶ (۲) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۷۰ (۳) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۰-علی بن حسین رضی اللہ عنہما

نام ونسب: علی نام، ابوالحسن کنیت، زین العابدین لقب، حضرت امام حسین علیہ السلام کے فرزند اصغر اور ریاضِ نبوت کے گلِ تر تھے، کربلا کے میدان میں اہل بیتؓ نبوی کا چمن اجڑنے کے بعد یہی ایک پھول باقی رہ گیا تھا، جس سے دنیا میں شمیمِ سیادت پھیلی اور حسینؓ کا نام باقی رہا۔

دادھیالی شجرہ آفتاب سے زیادہ روشن اور ماہتاب سے زیادہ منور ہے، نانہالی شجرہ بہت مختلف فیہ ہے، مشہور عام روایت یہ ہے کہ آپ ایران کے آخری تاجدار یزدگرد کے نواسہ تھے۔

اس کی تفصیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں یزدگرد کو شکست ہوئی تو اور قیدیوں کے ساتھ اس کی تین لڑکیاں بھی گرفتار ہوئیں، حضرت عمرؓ نے دوسرے قیدیوں کی طرح انھیں بھی بیچنے کا حکم دیا لیکن حضرت علیؓ نے اختلاف کیا کہ شاہزادیوں کے ساتھ عام لوگوں کی لڑکیوں کا سا سلوک نہ کرنا چاہیے اور یہ تجویز پیش کی کہ ان کی قیمت لگوائی جائے جو قیمت لگے گی جو شخص لے گا اسے اتنی قیمت ادا کرنا ہوگی، چنانچہ قیمت لگوا کر تینوں لڑکیوں کو خود خرید لیا اور ایک حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے محمدؓ کو دیدی، دوسری حضرت عمرؓ کے فرزند حضرت عبداللہ کو عطا فرمائی اور تیسری اپنے صاحبزادے حضرت حسینؓ کو، ان تینوں کے بطن سے حضرت قاسم بن محمدؒ، حضرت سالم بن عبداللہ اور حضرت علی بن حسینؒ پیدا ہوئے۔

قدیم مورخ ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ نے معارف میں (۱) لکھا ہے کہ زین العابدین

(۱) معارف ابن قتیبہ ص ۹۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ماں سندھ کی تھیں اوران کا نام سلافہ یاغزالہ تھا،ابن سعد نے غزالہ اختیار کیا ہے لیکن سلسلۂ نسب نہیں دیا ہے،اورنہ یزدگرد کے شاہی نسب کی طرف اشارہ کیا ہے،پہلی روایت مختلف حیثیتوں سے غیر معتبر ہے،علامہ شبلیؒ نے الفاروق اس پر تفصیلی تنقید کی ہے جس سے اس کی بے اعتباری واضح ہوجاتی ہے،مگران روایات سے اتنا بہرحال ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی غیرقوم کی خاتون تھیں۔

ولادت: حضرت زین العابدینؒ ۳۸ھ میں پیدا ہوئے۔(۱)

واقعۂ کربلا: اپنے جدامجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں بچہ تھے،اس لیے اس عہد کا کوئی واقعہ لائق ذکر نہیں ہے،سن رشد کو پہنچنے کے بعد کربلا کا واقعۂ ہائلہ پیش آیا،اس سفر میں آپ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے،مگر علالت کی وجہ سے شریکِ جنگ نہ ہوسکے،حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد شمر ذی الجوشن نے آپ کو قتل کرادینا چاہا لیکن خود اس کے ایک ساتھی کے دل میں خدا نے رحم ڈال دیا،اس نے کہا سبحان اللہ ہم اس نوخیز اور بیمار نوجوان کو جس نے جنگ میں بھی کوئی حصہ نہیں لیا قتل نہیں کرسکتے،عمرو بن سعد بھی پہنچ گیا،اس نے شامیوں کو روک دیا کہ اس بیمار اور عورتوں سے کوئی شخص تعرض نہ کرے۔(۲)

قید: اہل بیتؓ کا ایک عقیدت مند شامی آپ پر بہت مہربان ہوگیا تھا،اس نے آپ کو چھپالیا،وہ آپ کی بڑی خدمت کرتا تھا،اس درجہ اس کو آپ کے ساتھ تعلق خاطر تھا کہ آپ کے پاس روتا ہوا آتا تھا اور روتا ہوا واپس جاتا تھا،اس کے اس شریفانہ برتاؤ سے آپ بہت متاثر ہوئے لیکن عام شامیوں کی طرح دولت کے مقابلہ میں اس کی عقیدت بھی شقاوت سے بدل گئی،ابن زیاد نے آپ کی گرفتاری کے لیے تین سو اشرفی کا انعام مقرر کیا تھا،اس کی طمع میں شامی نے آپ کو باندھ کر ابن زیاد کے آدمیوں کے حوالہ کردیا۔(۳)

ابن زیاد سے مقالمہ: گرفتاری کے بعد دوسرے حسینی قیدیوں کے ساتھ آپ بھی ابن زیاد

(۱)ابن خلکان ج اول ص۳۲۱ (۲)ابن سعد ج۵ ص۱۵۷ (۳)الیضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے پیش کیے گئے، اس نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا علی، نام سن کر اس نے کہا کیا خدا نے علی کو قتل نہیں کر دیا؟ آپ خاموش رہے، ابن زیاد نے کہا جواب کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا میرے دوسرے بھائی کا نام علی تھا، ان کو لوگوں نے قتل کیا، ابن زیاد بولا لوگوں نے نہیں بلکہ خدا نے قتل کیا، حضرت امامؒ خاموش رہے، ابن زیاد نے پھر پوچھا آپ نے جواب میں یہ دو آیتیں تلاوت فرمائیں:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ (آل عمران ۔ ۱۵)	اللہ ہی نفوس کو ان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے اور کسی نفس کو بغیر خدا کے اذن کے مرنے کا اختیار نہیں ہے۔

یہ جواب سن کر ابن زیاد نے کہا تم بھی ان ہی لوگوں میں ہو اور آپ کے قتل کا حکم دے دیا، یہ حکم سن کر حضرت زین العابدینؒ نے فرمایا، ان عورتوں کو کس کے سپرد کرو گے؟ آپ کی پھوپھی حضرت زینب یہ ظالمانہ حکم سن کر تڑپ گئیں اور حضرت زین العابدینؒ سے چمٹ کر ابن زیاد سے کہا اگر تو انھیں بھی قتل کرنے پر آمادہ ہے تو ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے، مگر حضرت امام زین العابدین پر مطلق کوئی خوف و ہراس طاری نہ ہوا، آپ نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ اگر مجھے قتل کرنا ہے تو کم از کم کسی آدمی کو ان عورتوں کے ساتھ کر دو جو انھیں حفاظت کے ساتھ وطن پہنچا دے، ان کا یہ استقلال دیکھ کر ابن زیاد ان کا منھ تکنے لگا اور اس کے دل میں خدا نے رحم ڈال دیا، چنانچہ اس نے عورتوں کے ساتھ رہنے کے لیے آپ کو چھوڑ دیا۔(۱)

شام کا سفر اور یزید سے مکالمہ: اس کے بعد ابن زیاد نے اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم کو یزید کے پاس شام بھجوا دیا، شام پہنچنے کے بعد یہ لوگ یزید کے سامنے پیش کیے گئے، اس نے

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۷ و ابن اثیر ج ۴ ص ۷۰ ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر دیکھ کر حضرت زین العابدینؒ سے کہا، علی، جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ اس کا نتیجہ ہے کہ تمہارے باپ نے مجھ سے قطع رحم کیا، میرے حق سے غفلت کی اور حکومت میں جھگڑا کیا، امام ممدوح نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی:

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا.	تم کو زمین اور اپنی جانوں میں جو مصیبتیں پہنچیں ان کو پیدا کرنے سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے۔

یزید نے اپنے لڑکے خالد سے جو پاس بیٹھا تھا کہا کہ تم اس کا جواب دو، مگر وہ نہ دے سکا تو یزید نے کہا تم یہ آیت پڑھو: (۱)

وَمَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ. (شوریٰ ۳۰)	اور تم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ بہتوں سے معاف کر دیتا ہے

اس مجلس میں ایک شامی نے کہا کہ یہ قیدی ہمارے لیے حلال ہیں، حضرت علی بن حسینؒ نے فرمایا تو جھوٹ بکتا ہے، اگر تو مر بھی جائے تب بھی تیرے لیے یہ جائز نہیں جب تک کہ تو ہمارے مذہب سے نکل نہ جائے، (یعنی اسلام پر قائم رہتے ہوئے کسی مسلمان کے لیے مسلمان قیدی عورت جائز نہیں ہے) یزید نے شامی کو خاموش کر کے بٹھا دیا۔ (۲)

اہل بیت کا معائنہ کرنے کے بعد یزید نے ان کو شاہی حرم سرا میں ٹھہرا دیا، یہ سب عورتیں عزیز ہی تھیں، اس لیے تین دن تک یزید کے محل میں ماتم بپا رہا، جب تک یہ لوگ مقیم رہے، یزید ان کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کرتا رہا، زین العابدین کو اپنے ساتھ دستر خوان پر کھلاتا تھا۔ (۳)

(۱) طبری ج ۷ ص ۳۷۶ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۷ (۳) طبری ج ۷ ص ۳۷۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ کی واپسی اور یزید کے وعدے: چند دنوں کے قیام کے بعد جب اہل بیت کو کسی قدر سکون ہوا تو یزید نے زین العابدین سے کہا اگر تم ہمارے ساتھ رہنا چاہو تو یہیں رہو، میں صلہ رحمی سے پیش آؤں گا اور تمہارا پورا حق ادا کروں گا اور اگر واپس جانا چاہو تو واپس جا سکتے ہو، میں تمہارے ساتھ سلوک کرتا رہوں گا، زین العابدین نے واپس جانے کی خواہش کی۔(۱)

ان کی خواہش پر یزید نے سرکاری فوج کی نگرانی میں انھیں بحفاظت واپس کر دیا اور رخصت کرتے وقت زین العابدین سے کہا ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت ہو، اگر میں ہوتا تو حسین جو کہتے اسے مان لیتا اور ان کی جان نہ جانے دیتا، خواہ اس میں میری اولاد ہی کیوں نہ کام آجاتی، بہر حال اب تو قضائے الٰہی پوری ہو چکی، آئندہ جب بھی تم کو کسی قسم کی ضرورت پیش آئے مجھے فوراً لکھنا۔(۲)

مدینہ کا قیام اور عزلت گزینی: اعزہ کی شہادت، گھر کی بربادی اور اپنی بے کسی پر زین العابدین کا دل ایسا ٹوٹ گیا تھا کہ مدینہ آنے کے بعد انھوں نے عزلت نشینی اختیار کر لی اور آئندہ کسی تحریک میں کوئی حصہ نہ لیا اور ہر فتنہ انگیز تحریک سے اپنا دامن بچاتے رہے، یزید نے بھی ہر موقع پر ان کا بڑا لحاظ رکھا۔

ابن زبیر کا ہنگامہ اور زین العابدین کی کنارہ کشی: حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد ہی عبداللہ بن زبیر یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اہل حجاز نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کر لی، مکہ اور مدینہ کے باشندوں نے اپنے یہاں سے اموی عمال کو نکال دیا، یزید نے ان کی تنبیہ کے لیے مسلم بن عقبہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ روانہ کیا اور امیر عسکر کو ہدایت کر دی کہ زین العابدین کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے، اہل مدینہ مقابلہ میں آئے لیکن فاش شکست کھائی، ہزاروں آدمی مارے گئے اور یزیدی فوج کئی دن تک مدینۃ الرسول کو لوٹتی رہی، اس جنگ میں زین العابدین اور ان کے اعزہ نے کوئی حصہ نہیں لیا اور مدینہ چھوڑ کر عقیق چلے

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۷ (۲) طبری ج ۳ ص ۳۷۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے، مدینہ کو ویران کرنے کے بعد مسلم (۱) عقیق گیا اور زین العابدین کو پوچھا، معلوم ہوا موجود ہیں، زین العابدین کو خبر ہوئی تو وہ خود اس سے ملنے کے لیے آئے، اور اپنے ساتھ اپنے چچا زاد بھائیوں ابوہاشم، عبداللہ اور حسن بن محمد بن حنفیہ کو بھی لیتے آئے، مسلم بڑی عزت وتکریم کے ساتھ ان سے ملا، انھیں اپنے تخت پر بٹھایا اور مزاج پرسی کے بعد کہا امیرالمومنین نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرمائی تھی، آپ نے فرمایا، خدا ان کو اس کا صلہ دے، مسلم نے دونوں لڑکوں کے متعلق پوچھا، زین العابدین نے کہا، میرے چچیرے بھائی ہیں، یہ سن کر مسلم نے ان سے ملنے پر بھی مسرت ظاہر کی، اس خوش آئند ملاقات کے بعد زین العابدین واپس گئے۔ (۲)

مختار کا خروج اور زین العابدین کی علاحدگی: اسی زمانہ میں ایک حوصلہ مند ملحد مختار بن ابی عبید ثقفی حصولِ حکومت کے لیے محبت اہل بیت کے نام پر خونِ حسین کے انتقام کی دعوت لے کر اٹھا، ہزاروں آدمی اس کے ساتھ ہوگئے، اس نے مقصد برآری کے لیے زین العابدین کے پاس ایک گرانقدر رقم نذر بھیج کر درخواست کی کہ آپ ہمارے امام ہیں، ہم سے بیعت لے کر ہماری سرپرستی قبول فرمایئے لیکن آپ اس کی حقیقت سے آگاہ تھے، اس لیے اس کی درخواست ٹھکرا دی اور مسجد نبوی میں جا کر اس کے فسق وفجور اور کفر والحاد کا پردہ فاش کر کے فرمایا کہ اس نے محض لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے اہل بیت کو آڑ بنایا ہے، اس کے فریب میں نہ آنا چاہیے، ان سے مایوس ہو کر مختار نے محمد بن حنفیہ کی طرف رجوع کیا، یہ اس کے دام میں آگئے، زین العابدین نے انھیں بھی روکا اور ان سے کہا کہ اہل بیت کی محبت میں اس کا ظاہر اس کے باطن سے مختلف ہے، وہ محض محبانِ اہل بیت کو مائل کرنے کے لیے محبت کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے، حقیقت میں اس کو اہل بیت کی دوستی سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ

(۱) ابن سعد میں ''مسرف'' لیکن اور تمام تاریخوں میں مسلم نام ہے (۲) اخبار الطوال ص ۲۷۵ و ۲۷۶ وابن سعد ج ۵ ص ۱۵۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا دشمن ہے، اس لیے میری طرح آپ کو بھی اس کا پردہ فاش کرنا چاہیے، ابن حنفیہ نے ابن عباسؓ سے اس کا تذکرہ کیا لیکن حضرت حسینؓ کی دردناک شہادت سے تمام محبان اہل بیت خصوصاً اہل ہاشم کے دل زخمی ہورہے تھے، اس لیے ابن عباسؓ نے بھی مختار کی حمایت کی اور ابن حنفیہ کو زین العابدین کا کہنا ماننے سے روکا۔(۱)

اس کے بعد بنی امیہ اور ابن زبیرؓ کے ساتھ مختار کی بڑی بڑی معرکہ آرائیاں ہوئیں لیکن حضرت امام بالکل کنارہ کش رہے اور مختار کے قتل ہوجانے کے بعد بھی اس پر لعنت بھیجتے رہے، ابوجعفر کا بیان ہے کہ علی بن حسین باب کعبہ پر کھڑے ہوکر مختار پر لعنت بھیجتے تھے، ایک شخص نے کہا کہ خدا مجھے آپ پر فدا کرے آپ ایسے شخص پر لعنت بھیجتے ہیں جو آپ کے خاندان کی محبت میں مارا گیا، فرمایا وہ کذاب تھا اور خدا اور رسول پر بہتان باندھتا تھا۔(۲)

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اس عزلت نشینی اور کنارہ کشی کے باوجود ابتدا میں عبدالملک کو آپ کی جانب سے دعویٰ خلافت کا خطرہ تھا، چنانچہ اس نے آپ کو مدینہ سے شام بجبر بلوالیا تھا لیکن پھر امام زہری نے آپ کی جانب سے صفائی پیش کی اور کہا زین العابدین کی جانب سے آپ کی بدگمانی غلط ہے، انھیں دن رات اپنی ذات اور خدا کی عبادت سے کام ہے، وہ کسی جھگڑے میں نہ پڑیں گے، زہری کی اس سفارش پر اس نے رہا کردیا۔(۳)

لیکن غالباً یہ بالکل ابتدا کا واقعہ ہے بعد میں دونوں کے تعلقات نہایت خوش گوار ہوگئے تھے، مروان اور عبدالملک دونوں ان کو بہت مانتے تھے، امام زہری کا بیان ہے کہ زین العابدین اپنے خاندان میں سب سے زیادہ سلامت رو اور مطیع تھے، مروان اور عبدالملک

(۱) مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۷۹، ۴۷۹ و ص ۴۸۰ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۸ (۳) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام اہل بیت میں ان کو سب سے زیادہ مانتے تھے۔(۱)

وفات: ۹۴ھ میں مدینۃ الرسول میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنے بابا حسنؓ اور حضرت عباسؓ کے روضہ میں دفن کیے گئے۔(۲)

فضل وکمال: آپ جس خانوادۂ علم کے چشم و چراغ تھے، وہ علوم دینی کا سرچشمہ تھا، آپ کے امجد علم وعمل کے مجمع البحرین تھے، اس لیے علم آپ کے گھر کی دولت تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ کربلا نے ایسا افسردہ خاطر اور دنیا کی ہرشی سے دل ایسا اچاٹ کر دیا تھا کہ علم وفن کی کتاب بھی آپ نے تہ کردی تھی، اس لیے آپ کے علمی کمالات ظاہر نہ ہوسکے لیکن آپ کا علمی پایہ مسلم تھا، امام زہری کہتے تھے کہ میں نے مدینہ میں ان سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا،(۳) امام نووی لکھتے ہیں کہ ہر شے میں ان کی جلالت وعظمت پر سب کا اتفاق ہے۔(۴)

حدیث: اگرچہ آپ کا شمار اکابر حفاظِ حدیث میں نہیں ہے تاہم حفظ حدیث میں امتیازی درجہ رکھتے تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة مامونا کثیر الحدیث عالیاً رفیعاً۔ (۵)

حدیث میں اپنے والد بزرگوار حضرت حسینؓ اپنے بابا حسنؓ، اپنے چچیرے دادا ابن عباسؓ اپنی دادی عائشہؓ، ام سلمہؓ اور صفیہؓ اور اپنے خاندانی غلام ابورافعؓ (مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لڑکے عبیداللہ، حضرت عائشہؓ کے غلام ذکوانؓ اور دوسرے بزرگوں میں ابوہریرہؓ، مسور بن مخرمہ اور سعید بن مسیب سے استفادہ کیا تھا۔(۶)

روایت میں آپ کے والد اور جد امجد کا سلسلہ سلسلۃ الذہب سمجھا جاتا ہے، ابوبکر بن شیبہ کا بیان ہے کہ زہری کی وہ روایات جو علی بن حسینؓ، ان کے والد اور ان کے دادا کے سلسلہ سے مروی ہیں، وہ اصح الاسانید ہیں۔(۷)

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۹ (۲) ابن خلکان ج اول ص ۳۲۱ (۳) تہذیب الاسماء نووی ج اول ص ۳۴۳

(۴) ایضاً (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۱۶۴ (۶) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۰۴ (۷) ایضاً ص ۳۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلامذہ: خود آپ سے فیض اٹھانے والوں کا دائرہ بھی خاصہ وسیع تھا، آپ کے صاحبزادوں میں محمد، زید، عبداللہ اور عمر اور عام رواۃ میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، طاؤس بن کیسان، امام زہری، ابوالزناد، عاصم بن عمر بن قتادہ، عاصم بن عبیداللہ، قعقاع بن حکیم، زید بن اسلم، حکم بن عتبہ، حبیب بن ابی ثابت، ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن، مسلم البطین، یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ، علی بن زید بن جدعان وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۱)

فقہ: فقہ میں آپ کا پایہ نہایت بلند تھا، امام زہری کہتے تھے کہ میں نے علی بن حسینؒ سے زیادہ کسی کو فقیہ نہیں دیکھا، (۲) آپ کے فقہی کمال کی بڑی سند یہ ہے کہ مدینہ کے مشہور سات فقہا کے بعد آپ ہی کا نمبر تھا۔(۳)

حکیمانہ اقوال: آپ کے اقوال آپ کے علمی کمالات کا آئینہ اور پند و موعظت کے سبق ہیں فرماتے تھے مجھے اس مغرور اور فخر کرنے والے پر تعجب آتا ہے جو کل ایک حقیر نطفہ تھا، اور کل مردار ہو جائے گا اور اس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو خدا کی ہستی میں شک کرتا ہے، حالانکہ خود اس کی پیدائش اس کے سامنے ہے اور اس شخص پر تعجب آتا ہے جو قیامت کے دن دوبارہ پیدائش کا انکار کرتا ہے، جب کہ پہلی تخلیق اس کے سامنے ہے اور اس شخص پر تعجب آتا ہے جو ایک فانی مقام کے لیے عمل کرتا ہے اور دار بقا کو چھوڑ دیتا ہے، احباب کا کھو دینا مسافرت ہے، خدایا میں تجھ سے اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو لوگوں کی نگاہ میں میرے ظاہر کو تو اچھا دکھا لیکن میری اندرونی حالت کو خراب کر دے، خدایا میں نے جب کوئی برائی کی تو تو نے میرے ساتھ بھلائی کی، آئندہ جب میں آیسا کروں تو تو بھی ایسا ہی کر، کچھ لوگ خوف سے خدا کی عبادت کرتے ہیں، یہ غلاموں کی عبادت ہے، کچھ (جنت کی) طمع میں عبادت کرتے ہیں، یہ تاجروں کی عبادت ہے، کچھ خالص شکر الٰہی میں عبادت کرتے ہیں، یہی آزادوں کی عبادت ہے۔(۴)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۰۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۵ (۳) اعلام الموقعین ج اول ص ۲۶

(۴) مختصر صفوۃ الصفوہ ص ۱۳۳ و ص ۱۳۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے صاحبزادے محمد روایت کرتے ہین کہ میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ کبھی نہ رہنا، میں نے عرض کیا کون؟ فرمایا فاسق کے ساتھ، وہ تم کو ایک لقمہ بلکہ اس سے بھی کم میں بیچ دے گا، میں نے پوچھا اس سے کم کیا چیز ہوسکتی ہے؟ فرمایا ایک لقمہ کی طمع کی جائے اور وہ بھی نہ ملے، میں نے پوچھا دوسرا کون؟ فرمایا بخیل، وہ اس چیز کو جس کی تم کو زیادہ ضرورت ہوگی تم سے علاحدہ کردے گا، میں نے پوچھا تیسرا کون؟ فرمایا کذاب، وہ سراب کی طرح تم کو قریب سے دور اور دور کو قریب کردے گا، میں نے عرض کیا چوتھا کون؟ فرمایا احمق، وہ تم کو فائدہ پہنچانا چاہے گا مگر الٹے نقصان پہنچادے گا، میں نے کہا پانچواں کون؟ فرمایا قاطع رحم، میں نے اس کو کتاب اللہ میں تین مقام پر ملعون پایا۔(۱)

فرماتے تھے وہ شخص کس طرح تمہارا دوست ہوسکتا ہے کہ جب تم اس کی تھیلی سے اپنی ضرورت لے لینا چاہو تو اس کو خوشی نہ ہو۔(۲)

فضائل اخلاق: آپ کی ذات گرامی فضائل اخلاق کی ایسی نورانی شمع تھی جس سے دوسرے مستنیر ہوتے تھے، آپ خلقِ نبویؐ کی مجسم تصویر تھے، خاندانِ بنی ہاشم میں آپ سے افضل کوئی نہ تھا۔(۳)

خشیت الٰہی: آپ کا دل خشیت سے لبریز رہتا تھا اور اکثر وہ اس خوف سے بے ہوش ہوجاتے تھے، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ علی بن حسین حج کو گئے، احرام باندھنے کے بعد جب سواری پر بیٹھے تو مارے خوف کے ان کا رنگ زرد پڑ گیا اور ایسا لرزہ طاری ہوا کہ زبان سے لبیک تک نہ نکل سکا، لوگوں نے کہا آپ لبیک کیوں نہیں کہتے؟ فرمایا ڈر معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ میں لبیک کہوں اور اُدھر سے جواب ملے ''لا لبیک'' تیری حاضری قبول نہیں، لوگوں نے کہا مگر لبیک کہنا تو ضروری ہے، لوگوں کے اصرار سے کہا مگر جیسے ہی زبان سے لبیک نکلا، بیہوش ہوکر سواری سے گر پڑے،(۴) اسی طرح جب زور سے ہوا چلتی تھی اور آندھی آتی

(۱) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۵ (۲) ایضاً (۳) تہذیب الاسماء ج اول ص ۳۴۳ (۴) تہذیب التھذیب ج ۷ ص ۳۰۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی تو عذابِ الٰہی کے خوف سے بے ہوش ہو جاتے تھے۔(۱)

عبادت وریاضت: آپ کی رگوں میں ان بزرگوں کا خون تھا جن کی عبادت زیر شمشیر جفا بھی نہ چھوٹی، اس لیے آپ بھی زہد و عبادت کا پیکر تھے، سعید بن مسیب جو خود بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے، فرماتے تھے کہ علی بن حسینؒ سے زیادہ ورع میری نظر سے نہیں گذرا، عبادت آپ کی زندگی کا مشغلہ تھی، اوقات کا بیشتر حصہ عبادت میں گذرتا تھا، شبانہ یوم میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے تھے اور آخر دم تک اس معمول میں فرق نہ آیا، اس عبادت کی وجہ سے زین العابدین لقب ہو گیا تھا، (۲) قیام لیل سفر وحضر کسی حالت میں ناغہ نہ ہوتا تھا۔(۳)

اخلاص فی العبادت کا یہ حال تھا کہ حضوری کے وقت سارے بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا، عبداللہ بن سلمان کا بیان ہے کہ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو سارے بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا، لوگوں نے پوچھا آپ کو یہ کیا ہو جاتا ہے؟ فرمایا تم لوگ کیا جانو، میں کس کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی کرتا ہوں۔(۴)

محویت کا یہ عالم تھا کہ نماز کی حالت میں کسی چیز کی خبر نہ ہوتی تھے، ایک مرتبہ سجدہ میں تھے کہ کہیں پاس ہی آگ لگی، لوگوں نے آپ کو بھی پکارا، یا ابن رسول اللہ یا ابن رسول اللہ! آگ لگی لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا تا آنکہ آگ بجھ گئی، لوگوں نے بعد میں پوچھا کہ آپ کو آپ کی جانب سے کس چیز نے اس قدر بے پرواہ کر دیا تھا؟ فرمایا دوسری آگ (آتش دوزخ) نے۔(۵)

آپ اور سلیمان بن یسار روزانہ مسجد نبوی میں قبر نبویؐ اور منبر نبویؐ کے درمیان دن چڑھے تک مذاکرۂ حدیث اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے، اٹھتے وقت عبداللہ بن ربی سلمہ قرآن کی ایک سورہ سناتے تھے، قرآن سننے کے بعد دعا کرتے تھے۔(۶)

---

(۱) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۴۔ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۶۵ (۳) مختصر صفوۃ الصفوہ ص ۱۳۷ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۱۶۰ مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۳ (۶) ابن سعد ج ۵ ص ۱۶۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اتنا اہتمام تھا کہ اس سے غفلت کو کتاب اللہ سے غفلت شمار کرتے تھے، فرماتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تارک کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے والے کی طرح ہے، بشرطے کہ وہ اپنے بچاؤ کے لیے نہ چھوڑے، لوگوں نے بچاؤ کا مطلب پوچھا فرمایا جب کسی ظالم اور سرکش کی زیادتی کا خوف ہو۔(۱)

انفاق فی سبیل اللہ: انفاق فی سبیل اللہ، فیاضی اور دریا دلی آپ کا خاص وصف تھا، خدا کی راہ میں بے دریغ صرف کرتے تھے، فقرا اور اہل حاجت کی دست گیری کے لیے ہمیشہ دست کرم دراز رہتا تھا، مدینہ کے معلوم نہیں کتنے غریب گھرانے آپ کی ذات سے پرورش پاتے تھے اور کسی کو خبر تک نہ ہونے پائی تھی، آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ خفیہ مستقل سو گھرانوں کی کفالت کرتے تھے۔(۲)

اخفاء کے لیے بہ نفس نفیس خود راتوں کو جا کر ان کے گھروں پر صدقات پہنچاتے تھے، مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے تھے جن کی معاش کا کوئی ظاہری وسیلہ نہ تھا، آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ آپ رات کی تاریکی میں خود جا کر ان کے گھروں پر دے آتے تھے(۳)۔

غلہ کے بورے اپنی پیٹھ پر لاد کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے، وفات کے بعد جب غسل دیا جانے لگا تو جسم مبارک پر نیل کے داغ نظر آئے، معلوم ہوا آٹے کی بوریوں کے بوجھ کے داغ ہیں جنھیں آپ راتوں کو لاد کر غربا کے گھر پہنچاتے تھے،(۴) آپ کی وفات کے بعد اہل مدینہ کہتے تھے کہ خفیہ خیرات زین العابدین کے دم سے تھی، سائلین کا بڑا احترام کرتے تھے، جب کوئی سائل آتا تو ''میرے توشہ کو آخرت کی طرف لے جانے والے مرحبا'' کہہ کر اس کا استقبال کرتے (۵) سائل کو خود اٹھ کر دیتے تھے اور فرماتے تھے،

---

(۱) ابن سعد جلد ۵ ص ۱۶۰ (۲) تہذیب الاسماء جلد اول ص ۳۴۳ (۳) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۴ (۴) ایضاً (۵) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدقات سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے خدا کے ہاتھ میں جاتے ہیں۔(۱)

عمر میں دو مرتبہ اپنا کل مال و متاع آدھا آدھا خدا کی راہ میں دے دیا(۲) پچاس پچاس دینار کی قیمت کا لباس صرف ایک موسم میں پہن کر فروخت کرتے اور اس کی قیمت خیرات کر دیتے تھے۔(۳)

اکل حلال: اکل حلال میں اتنا اہتمام تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یا نام سے ایک درہم کا بھی فائدہ اٹھانا بھی پسند نہ کرتے تھے۔(۴)

حلم و بردباری: تحمل اور بردباری میں اپنے بابا حضرت حسینؓ کے مشابہ تھے، زبان کے تیز نشتروں کا بھی اثر نہ لیتے تھے، ناگوار سے ناگوار اور تلخ سے تلخ باتیں سن کر پی جاتے تھے، آپ کے تحمل کا یہ اثر ہوتا تھا کہ جب مسجد سے اٹھ کر آنے لگتے تو گالی دینے والے روتے ہوئے آپ کے ساتھ ہو جاتے اور کہتے، اب آئندہ آپ کبھی زبان سے ایسا کلمہ نہ سنیں گے جو آپ کو برا معلوم ہو۔(۵)

اکثر ایسا ہوتا کہ آپ بیہودہ بکنے والوں کی جانب متوجہ ہی نہ ہوتے، بعض گستاخ ایسے جری اور بے باک تھے کہ آپ کو جتلانے کے لیے کہتے کہ میں تم ہی کو کہہ رہا ہوں، آپ اس کے جواب میں فرماتے میں چشم پوشی کرتا ہوں۔(۶)

کبھی جواب بھی دیتے تو اس طرح کا کہ کہنے والا خود منفعل ہو جاتا، ایک مرتبہ آپ مسجد سے نکلے، راستہ میں ایک شخص نے آپ پر گالیاں برسانی شروع کر دیں، آپ کے غلام اور خدام اس کی طرف لپکے، آپ نے روک دیا اور اس شخص سے فرمایا میرے جو حالات تم سے مخفی ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں جو تم کہہ رہے ہو، تمہاری کوئی ضرورت ہے جس میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں، یہ جواب سن کر وہ شخص سخت شرمندہ ہوا، آپ نے اپنا کرتہ اتار کر

(۱) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۴ (۲) ابن سعد جلد ۵ ص ۱۶۰ (۳) ایضاً ص ۱۶۳ (۴) ایضاً ص ۱۶۱

(۵) مختصر صفوۃ الصفوہ ص ۱۳۵ (۶) مختصر صفوۃ الصفوہ ص ۱۳۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے دے دیا اور ایک ہزار درہم سے زیادہ نقد عطا فرمائے، اس شخص پر آپ کے اس ''حسن انتقام'' کا اتنا اثر ہوا کہ بے اختیار اس کی زبان سے نکل گیا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہیں۔''(۱)

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ فلاں شخص آپ کو برا بھلا کہتا ہے، آپ اس کو لے کر اس شخص کے پاس پہنچے یہ شخص یہ سمجھتا تھا کہ آپ نے اس کو مدد کے لیے ساتھ لیا ہے، برا کہنے والے شخص کے پاس پہنچ کر فرمایا تم نے جو کچھ میرے بارہ میں کہا ہے اگر وہ صحیح ہے تو خدا میری مغفرت فرمائے اور اگر جھوٹ ہے تو خدا تمہاری مغفرت فرمائے۔(۲)

عفوودرگذر: ان کینہ پرور دشمنوں سے بھی جن سے آپ کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچی تھیں، موقع ملنے کے بعد انتقام نہ لیتے تھے، ہشام بن اسماعیل والی مدینہ آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو سخت اذیت پہنچاتا تھا، حضرت علیؓ پر علانیہ سبّ وشتم کرتا تھا، ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اسے معزول کر کے حکم دیا کہ مجمع عام میں اس کو کھڑا کیا جائے اور لوگ اس سے اپنا اپنا بدلہ لیں، ہشام کا بیان ہے کہ مجھے سب سے زیادہ خطرہ علی بن حسین کی جانب سے تھا مگر انھوں نے اپنے لڑکوں اور حامیوں کو منع کر دیا کہ کوئی شخص مجھ سے تعرض نہ کرے، آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے عرض کیا، خدا کی قسم! اس نے ہمارے ساتھ بہت برائیاں کی ہیں، ہم کو تو ایسے وقت کا انتظار ہی تھا، فرمایا ہم اس کو خدا کے سپرد کرتے ہیں، آپ کے اس ارشاد کے بعد ان میں سے کسی نے اس کے متعلق ایک لفظ منھ سے نہ نکالا، ہشام پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ اس کو زین العابدین کے فضل کا اعتراف کرنا پڑا۔(۳)

نرمی وملاطفت: فطرۃً بڑے نرم خو تھے، درشتی اور سختی کا نام تک نہ تھا، جانوروں تک کو مارتے اور جھڑکتے نہ تھے، ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ علی سواری پر مکہ جا کر واپس آتے تھے اور اس طویل سفر میں کبھی اپنی سواری کو نہ مارتے تھے۔(۴)

---

(۱) مختصر صفوۃ الصفوہ ص ۱۳۷ (۲) ایضاً ص ۱۳۷ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۱۶۳ (۴) ایضاً ص ۱۶۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبوبیت وجلالت: اس تحمل، عفوودرگذر اور نرمی وملاطفت کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ کی محبت وعظمت لوگوں کے دلوں میں اتنی جاگزیں ہوگئی تھی کہ جدھر نکل جاتے تھے آپ کو راستہ دینے کے لیے ہجوم چھٹ جاتا تھا، اس سلسلہ میں آپ اور ہشام بن عبدالملک کا ایک واقعہ لائق ذکر ہے، ہشام بن عبدالملک ایک دفعہ اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں عمائد شام کے ساتھ حج کو گیا، طواف کرنے کے بعد حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے بڑھا، مگر ہجوم اتنا تھا کہ کوشش کے باوجود نہ پہنچ سکا، مجبوراً رک گیا اور اژدحام کا تماشہ دیکھنے کے لیے پاس ہی اس کے لیے ایک کرسی بچھادی گئی، ابھی وہ تماشہ دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں امام زین العابدین آگئے اور طواف کرکے حجر اسود کی طرف بڑھے، انھیں دیکھ کر خود بخود بھیڑ چھٹ گئی، اور انھوں نے آسانی کے ساتھ حجر اسود کا بوسہ دیا، یہ منظر دیکھ کر ایک شامی نے ہشام سے پوچھا یہ کون شخص ہے جس کی لوگوں کے دلوں میں اتنی ہیبت ہے؟ ہشام آپ کو پوری طرح پہچانتا تھا، مگر ان کی جانب سے شامیوں کی توجہ ہٹانے کی لیے کہا میں نہیں پہچانتا، فرزدق شاعر بھی موجود تھا، یہ تجاہل عارفانہ سن کر اس کی شراب عقیدت جوش میں آگئی، اس نے کہا میں ان کو جانتا ہوں، شامی نے پوچھا کون ہیں؟ فرزدق نے اسی وقت زین العابدین کی شان میں ایک پرزور مدحیہ قصیدہ پڑھا، جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔(۱)

ھذا الذی تعرف البطحاء وطأته	والبیت یعرفه والحل والحرم
ھذا ابن خیرعباد الله کلھم	ھذا النقی التقی الطاھر العلم
اذا رأته قریش قال قائلھا	الی مکارم ھذا ینتھی الکرم
ولیس قولك من ھذا بصائره	العرب تعرف من انکرت والعجم
ماقال لاقط الافی تشھده	لولا التشھد کانت لاءہ نعم
یکاد یمسکه عرفان راحته	رکن الحطیم اذا ماجاء یستلم

(۱) یہ واقعہ نہایت مشہور ہے اور بہت سی تاریخوں میں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدم بعد ذکر الله ذکرهم ☆ فی کل امر ومختوم به الکلم

یغضی حیاء ویغضی من مهابته ☆ فما یکلم الاحین یتبسم

هذا ابن فاطمة ان کنت جاهله ☆ بجده الانبیاء الله قد ختموه

یہ قصیدہ سن کر ہشام فرزدق سے برہم ہوگیا اور اس کو قید کردیا، امام زین العابدین نے اس کے صلہ میں فرزدق کو بارہ ہزار درہم عطا فرمائے، اس نے یہ کہہ کر واپس کردیا کہ میں نے خدا ورسول کی خوشنودی کے لیے مدح کی تھی، انعام کی طمع میں نہیں امام زین العابدین نے پھر اس کے پاس بھجوادیا اور کہلا بھیجا کہ ہم اہل بیت جب کسی کو کچھ دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے، خدا تمہاری نیت سے واقف ہے، وہ اس کا اجر علاحدہ دے گا، خدا تمہاری سعی مشکور فرمائے، اس پیام کے بعد تعمیل ارشاد میں فرزدق نے روپیہ لے لیا۔(۱)

غرور سے نفرت: اس عظمت وجلالت کے باجود بڑے متواضع اور منکسر تھے، غرور سے سخت نفرت کرتے تھے، فرماتے تھے مجھے اس متکبر اور مغرور انسان پر تعجب آتا ہے جو کل ایک حقیر نطفہ تھا اور کل پھر مردار ہوجائے گا، (۲) آپ کی چال ایسی خاکسارانہ تھی کہ چلنے میں دونوں ہاتھ رانوں سے آگے نہ بڑھنے پاتے تھے۔(۳)

مساوات: غرور نسب کو مٹانے اور مساوات کی عملی مثال قائم کرنے کے لیے اپنی ایک لڑکی کی شادی اپنے ایک غلام سے کردی تھی اور ایک لونڈی کو آزاد کرکے اس کے ساتھ خود عقد کرلیا تھا، عبدالملک کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے خط لکھ کر اس فعل پر ملامت کی، آپ نے جواب میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تمہارے لیے نمونہ ہے، آپ نے صفیہ بنت حیی کو (جو لونڈی تھیں) آزاد کرکے اپنے عقد میں لے لیا تھا اور اپنے غلام زید بن حارثہؓ کو آزاد کرکے ان سے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحشؓ کی شادی کردی تھی۔(۴)

(۱) مختصر صفوۃ الصفوہ ص ۱۳۶ (۲) مختصر صفوۃ الصفوہ ص ۱۳۶ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۱۶۰ (۴) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۹ ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبت اہل بیت میں اعتدال کی ہدایت: بعض مدعیان محبت اہل بیت شدتِ غلو میں اہل بیت کرام کو کہیں سے کہیں پہنچادیتے ہیں، امام زین العابدین اس قسم کی گمراہ کن اور غیر معتدل محبت کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور انھیں اس سے روکتے تھے، فرماتے تھے کہ ''تم لوگ ہمارے ہاتھ اسلام کی بتائی ہوئی حد تک محبت کرو، خدا کی قسم تم لوگ ہمارے متعلق اتنا کچھ کہتے رہے کہ بہت سے لوگوں کی نظروں میں ہم کو مبغوض بنادیا''، (۱) کبھی فرماتے ''ہمارے ساتھ خدا کے لیے اسلام کی بتائی محبت کیا کرو، تمہاری محبت تو ہمارے لیے عار بن گئی ہے۔'' (۲)

خلفائے ثلثہ کے ساتھ حسن عقیدت: اپنے حق پرست اسلاف کی طرح خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ امام زین العابدین بھی سچی عقیدت رکھتے تھے، ان کی برائی سننا پسند نہ فرماتے تھے اور برائی کرنے والوں کو اپنے یہاں سے نکال دیتے تھے، ایک مرتبہ چند عراقی آپ کے پاس آئے اور شاید اس غلط فہمی میں کہ آپ بھی ان کے گمراہ کن خیالات میں ان کے ہمنوا ہوں گے، آپ کے سامنے خلفائے ثلاثہ کے متعلق کچھ نازیبا باتیں کہیں، آپ نے کلام اللہ کی ان آیات کی طرف

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْامِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ۔	مال غنیمت میں ان محتاج مہاجرین کا بھی حق ہے جو اپنے وطن سے نکالے گئے اور اپنے مال سے محروم کئے گئے اور وہ خدا کے فضل اور اس کی رضامندی کے طالب ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۸ (۲) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں مہاجرین کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، اشارہ فرما کر پوچھا کیا تم ان مہاجرین اولین میں سے ہو جو اپنے وطن سے نکالے گئے اور اپنی جائداد اور دولت سے محروم کئے گئے اور خدا کے فضل اور اس کی رضامندی کے متلاشی ہیں اور اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔

عراقیوں نے کہا نہیں، پھر آپ نے اسی آیت کے دوسرے ٹکڑے کی طرف

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (حشر۔۱)	اور ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ان کے (مہاجرین) پہلے سے مدینہ میں رہتے ہیں اور اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتا ہے، اس سے محبت کرتے ہیں اور (مال غنیمت) جو مہاجرین کو دیا جاتا ہے اپنے دل میں اس کی خواہش نہیں پاتے اور خواہ ان پر تنگی کیوں نہ ہو (مہاجرین کو) اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں جو اپنے نفس کو بخل سے بچائے گا وہی لوگ فلاح پائیں گے۔

جو انصار کے فضائل میں ہے اشارہ کر کے پوچھا کیا تم ان لوگوں میں ہو جو ان لوگوں (مہاجرین) کی ہجرت کے پہلے سے (مدینہ میں) گھر رکھتے ہیں اور ایمان لا چکے ہیں اور جو ان کے یہاں ہجرت کر کے جاتا ہے، اس سے محبت کرتے ہیں۔

عراقیوں نے کہا ان میں سے بھی نہیں ہیں، فرمایا تم کو خود اعتراف ہے کہ تم دونوں جماعتوں میں سے نہیں ہو، اب میں میں تم کو بتاتا ہوں کہ تم اس جماعت میں بھی نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جن کے متعلق خدا فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآؤُا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَاتَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَآ إِنَّكَ رَؤُفٌ الرَّحِيْمٌ۔	اور وہ لوگ جو ان کے (مہاجرین) بعد آئے اور کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سب سے پہلے ایمان لاچکے مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب تو رؤف ورحیم ہے۔

جب تم ان تینوں اسلامی جماعتوں میں سے کسی میں بھی نہیں ہو تو خدا تم کو غارت کرے، میرے یہاں سے نکل جاؤ،(۱) حضرت عثمانؓ کے متعلق ارشاد فرماتے تھے کہ خدا کی قسم وہ ناحق شہید کیے گئے۔(۲)

حلیہ: صورتاً نہایت حسین وجمیل تھے، بدن سے خوشبو پھوٹتی تھی،(۳) شانوں تک زلفیں تھیں، مانگ نکلی رہتی تھی،(۴) خضاب کبھی سیاہ اور کبھی سرخ دونوں استعمال کرتے تھے۔

لباس: نہایت خوش لباس تھے، خز کا جو ایک بیش قیمت کپڑا ہے، جبہ اور اسی کی چادر استعمال کرتے تھے، ایک ایک چادر کی قیمت پچاس پچاس اشرفی تک ہوتی تھی اور محض ایک موسم میں استعمال کر کے اس کو بیچ کر قیمت خیرات کر دیتے تھے، سردیوں میں لومڑیوں کا سمور استعمال کرتے تھے، رنگوں میں سپید، سرخ، زرد اور سیاہ ہر قسم کا رنگ پسند تھا، گول سر کی جوتی پہنتے تھے۔(۵)

نفاست: مزاج میں بڑی لطافت ونفاست تھی، گندگی کو مطلق برداشت نہ کر سکتے تھے، بہت سی چیزوں کو محض دوسروں کی خاطر انگیز کرتے تھے، ابو جعفر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ علی بن

(۱) صفوۃ الصفوہ ص ۱۳۴ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۶۰ (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسین بیت الخلا گئے میں ہاتھ دھونے کے لیے پانی لیے ہوئے دروازہ پر کھڑا تھا، بیت الخلا سے نکلنے کے بعد فرمایا، میں نے بیت الخلا میں ایسی شے دیکھی جس نے مجھے شک میں ڈال دیا، میں نے پوچھا وہ کیا، فرمایا میں نے دیکھا مکھیاں غلاظت پر بیٹھتی ہیں، پھر اُڑ کر آدمی کی جلد پر بیٹھ جاتی ہیں، اس لیے میں نے ارادہ کیا ہے کہ بیت الخلا جانے کے لیے ایک خاص لباس بنواؤں، پھر سوچ کر فرمایا کہ جس چیز کی لوگوں کو استطاعت نہ ہو اسے مجھے بھی نہ کرنا چاہیے۔(۱)

۵۱-علی بن عبداللہ بن عباسؓ

نام ونسب: علی نام، ابومحمد کنیت، سجاد لقب، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں، نسب نامہ یہ ہے: علی بن عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب قرشی ہاشمی، ماں کا نام زرعہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، زرعہ بنت مشرح بن معدیکرب بن ولیعہ ابن شرحبیل بن معاویہ بن شرحبیل بن معاویہ بن حجر القرد بن الحارث الولادہ بن عمرو بن معاویہ ابن الحارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن ثور، علی دولت عباسیہ کے بانی سفاح کے دادا تھے۔

پیدائش: حضرت علیؓ کی شب شہادت کو رمضان ۴۰ھ میں پیدا ہوئے، اس لیے یادگار کے طور پر ان ہی کے نام پر علی نام اور ابوالحسن کنیت رکھی گئی لیکن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں کہا کہ میں علی کا نام اور کنیت دونوں ایک ساتھ برداشت نہیں کرسکتا، ان میں سے ایک کو بدلو، اس لیے ابوالحسن چھوڑ کر ابومحمد کنیت اختیار کی۔(۲)

فضل وکمال: علمی اعتبار سے کوئی قابل ذکر شخصیت نہ رکھتے تھے، درحقیقت ان کے عمل نے ان کے علم کو دبا دیا تھا، پھر بھی ابن عباسؓ کے فرزند تھے اس لیے علم کی دولت سے تہی دامن

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۶۲ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۶۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دامن نہ تھے، احادیثِ نبویؐ کا ایک حصہ ان کے حافظہ میں محفوظ تھا، ابن سعد ان کو قلیل الحدیث تابعین میں لکھتے ہیں۔(۱)

حدیث میں انھوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عمروؓ بن العاص، عبدؓاللہ بن جبیرؓ اور عبدالملک سے استفادہ کیا تھا اوران کے صاحبزادے محمد، عیسیٰ، عبدالصمد، سلیمان، داؤداور منہال بن عمروسعد بن ابراہیم، امام زہری، حبیب بن ابی ثابت، آبان بن صالح، عبداللہ بن طاؤس اور منصور بن معتمر وغیرہ ان کے خوشہ چینوں میں تھے۔(۲)

زہدوعبادت: ان کا میدان عمل حجرۂ عبادت تھا، اپنے عہد کے بڑے عابدومرتاض بزرگ تھے، کثرت عبادت کی وجہ سے سجاد لقب پڑ گیا تھا، شبانہ یوم میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے تھے،(۳) عبادت کا یہ ذوق وانہماک آخر لحۂ حیات تک قائم رہا، زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ موت کے وقت تک ان کی عبادت وریاضت میں فرق نہ آیا۔(۴)

کبھی کبھی معمولی واقعات، زندگی میں عظیم الشان انقلاب پیدا کردیتے ہیں، علی کے ساتھ بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا، ابتدا میں وہ کوئی عابدوزاہد نہ تھے، آبان بن عثمان کے لڑکے عبدالرحمٰن کی عبادت وریاضت کودیکھ ان کے دل پرنہایت گہرا اثر پڑا، انھوں نے کہا میں ان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریب عزیز ہوں اس لیے مجھے ان سے زیادہ عبادت کرنے کا حق ہے، چنانچہ اسی وقت سے ہمہ تن عبادت میں لگ گئے(۵)

قریش میں عظمت وعزت: ان کے مذہبی کمالات کی وجہ سے قریش میں ان کی بڑی عظمت تھی، جب وہ مکہ جاتے تھے توان کے احترام میں سارا خاندانِ قریش ان پر ٹوٹ پڑتا تھا۔(۶)

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۰ (۲) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۵۷ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۲۲۹ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۳۱۵۰ (۵) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۵۸۔ (۶) شذرات الذہب ج اول ص ۱۴۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولیدسے اختلاف: انھوں نے عبدالملک کی مطلقہ لبابہ سے شادی کرلی تھی، اس لیے ولید ان کے سخت خلاف ہوگیا تھا، اس کی سزا میں اس نے ان کو کوڑے لگوا کر بلقاء جلاوطن کردیا تھا۔(۱)

ہشام سے تعلقات: لیکن ہشام کے ساتھ ان کے تعلقات اچھے تھے اور وہ ان کا بڑا احترام کرتا تھا، ایک مرتبہ ان سے ملنے گئے تو ہشام نے اپنے ساتھ تختِ شاہی پر بٹھایا، اور تیس ہزار اشرفیاں نذر پیش کیں۔(۲)

وفات: ابن سعد کی روایت کے مطابق ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ میں وفات پائی،(۳) لیکن بعض روایات ۱۱۴ھ میں وفات کی بھی ملتی ہیں۔

حلیہ: نہایت حسین وجمیل تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ روئے زمین پر ایسا حسین وجمیل قرشی نہ تھا، قد نہایت بلند وبالا تھا۔

اولاد: علی کے بہت سے اولادیں تھیں: ۱-داؤد، ۲-عیسیٰ، ۳-محمد، ۴-احمد، ۵-بشر، ۶-مبشر، ۷-اسماعیل، ۸-عبدالصمد، ۹-عبداللہ الاکبر، ۱۰-عبداللہ الاصغر، ۱۱-عبیداللہ، ۱۲-عبدالملک، ۱۳-عثمان، ۱۴-سلیمان، ۱۵-صالح، ۱۶-عبدالرحمٰن، ۱۷-عبداللہ الاوسط، ۱۸-یحییٰ، ۱۹-اسحاق، ۲۰-فاطمہ، ۲۱-ام عیسیٰ کبریٰ، ۲۲-ام عیسیٰ صغریٰ، ۲۳-لبابہ، ۲۴-بریہہ کبریٰ، ۲۵-بریہہ صغریٰ، ۲۶-میمونہ، ۲۷-ام علی، ۲۸-عالیہ اور ۲۹-ام حبیب۔

اس کثرت کے ساتھ علی کی اولاد پھلی پھولی بھی بہت، عباسی خلفاء انہی کی نسل سے تھے۔(۴)

(۱) شذرات الذہب جلد اول ص ۱۴۸ (۲) ایضاً صفحہ ۱۴۹ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۱ (۴) ایضاً ص ۲۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۲-عمرؒ بن عبدالعزیز

نام ونسب: عمر نام، ابوحفص کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عمر بنؒ عبدالعزیز بن مروان بن حکم بن العاص بن امیہ بن عبدشمس اموی، ماں کا نام ام عاصم تھا، یہ حضرت عمرؓ کے فرزند عاصم کی صاحبزادی تھیں، اس طرح عمر بن عبدالعزیز کی رگوں میں عمر فاروقؓ کا خون بھی شامل ہو گیا تھا، اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ مروان جیسے بدنام شخص کی نسل سے عمر بنؒ عبدالعزیز جیسا مجدد ملت پیدا ہوا، جو صدق میں ابوبکرؓ، عدل میں عمرؓ، حیا میں عثمانؓ اور زہد میں علی مرتضیٰؓ کا مثیل تھا، جس نے اپنے مجددانہ کارناموں سے ملتِ اسلامیہ کی روح کو جو امویوں نے مردہ کر دی تھی دوبارہ زندہ کر دیا۔

عمر کے والد عبدالعزیز مروان کے چھوٹے لڑکے تھے، مروان نے عبدالملک کے بعد انھیں ولی عہد نامزد کیا تھا لیکن وہ عبدالملک کی زندگی ہی میں وفات پا گئے۔(۱)

عبدالعزیز اپنے خاندانی اوصاف وکمالات کے پورے حاصل تھے اور اپنے والد کی مہمات میں ان کے دستِ راست رہے، عبداللہ بن زبیرؓ کی وفات کے بعد مروان نے جب مصر پر قبضہ کرنے کے لیے فوج کشی کی تو عبدالعزیز کو ایلہ پر متعین کیا۔(۲)

مصر پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد مروان دو مہینہ یہاں مقیم رہا، دو مہینہ کے بعد عبدالعزیز کو یہاں کا گورنر بنا کر شام واپس ہوا۔(۳)

مروان کے بعد عبدالملک نے بھی عبدالعزیز کو مصر کی حکومت پر برقرار رکھا اور انھوں نے یہاں کامل اکیس سال حکومت کرنے کے بعد ۸۶ھ میں انتقال کیا، تاریخِ اسلام میں اتنی طویل مدت کم کسی والی کو نصیب ہوئی ہوگی۔

---

(۱) کتاب الولاۃ کندی ص ۵۴ و ۵۸ (۲) ایضاً ص ۲ (۳) ایضاً ص ۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالعزیز نے مصر اور حلوان میں اپنی حکومت کی بہت سے یادگاریں چھوڑیں، ایک زرنگار محل تعمیر کرایا، حلوان مین متعدد محلات اور مسجدیں بنوائیں، مصر کی جامع مسجد منہدم کرا کے اس کو از سر نو تعمیر کرایا، خلیج مصر پر پل بنوائے، انگور اور خرمے کے باغات لگوائے۔(۱)

علما اور ارباب کمال کا بڑا قدرداں تھا، قاضی عبدالرحمٰن بن حجیرہ خولانی کا ایک ہزار اشرفی سالانہ وظیفہ مقرر کیا، (۲) شعرا کے ساتھ اتنی داد دہش کرتا تھا کہ بعض شعرا نے اس کے بعد شاعری چھوڑ دی، کثیر سے کسی نے پوچھا، اب شعر کیوں نہیں کہتے جواب دیا، عبدالعزیز کے بعد صلہ کی توقع کس سے کی جائے۔(۳)

پیدائش: اس نامور شخص کے گھر میں عمر پیدا ہوئے، ان کے سنہ پیدائش کے بارے میں بیانات مختلف ہیں، بروایت صحیح یزید کے عہد میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔(۴)

تعلیم و تربیت: عمر بن عبدالعزیز کا بچپن والد کے ساتھ مصر میں گذرا، (۵) اور غالباً ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی، جب ہوش سنبھالا تو عبدالعزیز نے ان کو اعلیٰ تعلیم کے لیے مدینہ جو علم وعلما کا مرکز تھا، بھیج دیا، یہاں محدث صالح بن کیسان کی نگرانی میں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔

صالح بن کیسان اس اہتمام کے ساتھ ان کی مذہبی اور اخلاقی نگرانی کرتے تھے کہ ایک مرتبہ عمرؒ بن عبدالعزیز نے نماز میں دیر کردی، صالح نے باز پرس کی، عمر بنؒ عبدالعزیز نے جواب دیا بال سنوارنے میں دیر ہوگئی، صالح نے کہا، اب بالوں کی آرائش میں اتنا شغف ہوگیا ہے کہ اس کو نماز پر ترجیح دی جاتی ہے اور عبدالعزیز کو یہ واقعہ لکھ بھیجا، انھوں نے فوراً ایک آدمی روانہ کیا جس نے پہلے عمر کے بال مونڈے، اس کے بعد کسی سے بات چیت کی۔(۶)

اس اہتمام سے ان کی تعلیم و تربیت ہوئی، انھیں خود تحصیلِ علم کا ذوق تھا، ان کا

---

(۱) کتاب الولاۃ کندی ص ۵۵ وحسن المحاضرہ سیوطی ج ۲ ص ۲۰۴ (۲) ایضاً ج اول ص ۱۱۸ (۳) ایضاً ص ۲۴۰ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۵ (۵) ایضاً (۶) سیرت عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص ۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان ہے کہ میں مدینہ کے عام لڑکوں کی طرح ایک لڑکا تھا، پھر عربی اور شعر کا شوق پیدا ہوا،(۱) چنانچہ انھوں نے بڑے ذوق وشوق سے تحصیلِ علم کی۔

ان کی تعلیم کا یہ دور ابتدائی تھا، وہ دور جس نے ان کو امامِ وقت بنایا مدینہ کی گورنری کا عہد تھا، جس میں اکابر علما سے ان کی صحبتیں اور علمی بحث ومباحثے رہتے تھے، ان کا خود بیان ہے کہ جب میں مدینہ سے نکلا ہوں اس وقت مجھ سے بڑا عالم کوئی نہ تھا،(۲) ان کے علمی کمالات کے حالات آخر میں آئیں گے۔

شادی: ان کے والد کی وفات کے بعد ان کے چچا عبدالملک نے اپنی لڑکی فاطمہ کے ساتھ ان کی شادی کردی۔(۳)

خناصرہ کی حکومت: عمر بن عبدالعزیزؒ درحقیقت مسند درس کے لیے زیادہ موزوں تھے لیکن شاہی خاندان کی رکنیت نے ان کو ایوان حکومت میں پہنچا دیا، چنانچہ سب سے اول وہ خناصرہ کے والی مقرر ہوئے۔

مدینہ کی گورنری: عبدالملک کے بعد ولید نے ان کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا، انھیں اس کے قبول کرنے میں تامل ہوا، ولید نے حاجب سے پوچھا، عمر جاتے کیوں نہیں؟ اس نے کہا وہ کچھ شرائط کے ساتھ جانا چاہتے ہیں، ولید نے بلا کر پوچھا، انھوں نے کہا مجھے پہلے والیوں کی طرح ظلم پر مجبور نہ کیا جائے، ولید نے منظور کرلیا اور کہا تم حق پر عمل کرنا خواہ ایک درہم بھی خزانہ میں داخل نہ ہو۔(۴)

اس شرط کے ساتھ وہ مدینہ روانہ ہوئے، اس وقت کے عمر بن عبدالعزیزؒ درویش ابن عبدالعزیز نہ تھے، بلکہ شاہی خاندان کے رکن اور شان وشکوہ والے عمر بن عبدالعزیز تھے، چنانچہ تیس اونٹوں پر ان کا ذاتی سازوسامان بار تھا۔(۵)

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص۹ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۱۰۶ (۳) تاریخ الخلفا ص۲۳۰ (۴) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص۳۲و۳۳ (۵) یعقوبی ج۲ ص۳۳۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمائے مدینہ سے مشورہ: لیکن فطرت سلیم تھی، اس لیے مدینہ پہنچنے کے بعد یہاں کے دس بڑے فضلا کو بلا کر ان کے سامنے ایک مختصر تقریر کی کہ میں نے آپ کو ایک ایسے کام کے لیے بلایا ہے جس میں آپ کو ثواب ملے گا اور آپ حامی حق قرار پائیں گے، میں آپ لوگوں کے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ کرنا نہیں چاہتا، اس لیے جب آپ لوگ کسی کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں یا آپ کو میرے کسی عامل کے ظلم کی اطلاع ہو تو آپ خدا کی قسم مجھ کو ضرور اس کی خبر کیجئے، یہ تقریر سننے کے بعد فقہا ان کو دعائے خیر دیتے ہوئے واپس گئے۔(۱)

تعمیر مسجد نبویؐ: مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں عمرؒ بن عبدالعزیز نے یہاں بہت سی اصلاحیں اور مفید کام کیے، ان میں ان کا ناقابل فراموش کارنامہ مسجد نبوی کی تعمیر اور اس کی تزئین و آرائش ہے۔

ولید کے پیشتر خلفا نے وقتاً فوقتاً مسجد نبوی میں ترمیمیں کرائی تھیں لیکن ولید نے بڑے اہتمام کے ساتھ اس کو نہایت عظیم الشان پیمانہ پر تعمیر کرانے کا ارادہ کیا اور ۸۸ھ میں عمرؒ بن عبدالعزیز کو لکھا کہ مسجد نئے سرے سے تعمیر کی جائے، اس سے متصل ازواج مطہرات کے حجرے اور دوسرے جو مکانات ہیں ان کا معاوضہ دے کر ان کو مسجد میں شامل کر لیا جائے جو لوگ قیمت لینے سے انکار کریں، ان کے مکانات زبردستی گرا دیئے جائیں اور ان کی قیمت فقیروں کو خیرات کر دی جائے۔(۲)

قیصر روم کو خط لکھ کر بہت سے رومی کاریگر، مزدور، مینا کاری اور پچہ کاری کا سامان کئی ہزار مثقال سونا منگایا،(۳) اور مختلف مقامات سے مختلف قسم کے تعمیری سامان جمع کیے اور فقہائے مدینہ کی موجودگی میں مسجد کی پرانی عمارت گروا کر ان بزرگوں کے متبرک ہاتھوں سے عمارت کی بنیاد ڈالی۔(۴)

عمرؒ بن عبدالعزیز کو اس عمارت سے ذاتی دلچسپی تھی، اس لیے بڑے انہماک اور

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۲۴۶ (۲) خلاصۃ الوفاء ص ۱۳۷ (۳) ایضاً ص ۱۳۹ (۴) ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسنِ مذاق سے اس کو تعمیر کرایا، ساری عمارت نفیس پتھروں کی تھی، دیواریں اور چھتیں منقش، مطلا اور مینا کار تھیں، جھاڑ کے ایک نقش پر کاریگروں کو ۳۰ درہم انعام دیتے تھے۔(۱)

اس اہتمام سے تین سال میں عمارت بن کر تیار ہوئی ۹۱ھ میں ولید نے مدینہ جا کر اس کا معائنہ کیا اور عمرؒ بن عبدالعزیز کی کارگذاری پر خوشنودی ظاہر کی۔

اطراف مدینہ کی مساجد کی تعمیر: مسجد نبوی کے علاوہ اپنے عہد گورنری میں اطراف مدینہ میں اور بہت سی مسجدیں بنوائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف مدینہ میں جہاں جہاں نمازیں پڑھی تھیں، مسلمانوں نے یادگار کے طور پر وہاں معمولی مسجدیں بنالی تھیں، عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس قسم کی تمام مسجدوں کو منقش پتھروں سے تعمیر کرایا۔(۲)

کنووں اور راستوں کی تعمیر: رفاہ عام کے سلسلہ میں ولید کے حکم سے مدینہ میں بہت سے کنویں کھدوائے اور دشوار گزار پہاڑی راستے درست کرائے۔(۳)

معزولی: اگرچہ عمرؒ بن عبدالعزیز نے تقرر کے وقت یہ شرط کرلی تھی کہ وہ گذشتہ والیوں کی طرح ظلم نہ کریں گے لیکن بنی امیہ کا نظام کچھ ایسا تھا کہ یہ شرط قائم نہیں رہ سکتی تھی، اس لیے ایک روایت یہ ہے کہ حجاج کی شکایت پر وہ معزول کردیئے گئے،(۴) دوسرا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے خبیب کو جو بنی امیہ کے مخالفین میں تھے، ولید کے حکم سے مجبور ہوکر سزا دی جس کے صدمہ سے وہ مرگئے، اس کی ندامت میں خود مستعفی ہوگئے۔(۵)

سلیمان کے مزاج میں رسوخ: عمرؒ بن عبدالعزیز اپنے اوصاف اور حسن خلق کی بنا پر خاندان بھر میں محبوب تھے، خصوصاً سلیمان بن عبدالملک ان کو بہت مانتا تھا، انھیں اپنا وزیر ومشیر بنایا تھا اور امورِ خیر میں ان کے مشوروں پر عمل کرتا تھا(۶) اس لیے سلیمان کے عہد کی اصلاحات درحقیقت عمرؒ بن عبدالعزیز کے فیض کا نتیجہ تھیں۔

---

(۱) خلاصۃ الوفاء ص ۱۳۷ (۲) فتح الباری ج ۱ ص ۴۷۲ (۳) طبری ص ۱۱۹۶ (۴) طبری ص ۱۲۵۴ (۵) سیرۃ عمر بن عبدالعزیز میں یہ واقعہ مفصل ہے (۶) تاریخ الخلفاء ص ۳۶۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلیمان کی وفات اور خلافت: ۹۹ھ میں سلیمان مرض الموت میں مبتلا ہوا اور اپنے نابالغ لڑکے ایوب کو ولی عہد نامزد کیا، رجاء بن حیوہ نے جو سلیمان کے ندیم خاص تھے، اس سے اختلاف کیا اور کہا ''امیر المومنین خلیفہ ایسے صالح آدمی کو بنائیے جس سے آپ قبر میں محفوظ رہیں'' سلیمان نے کہا ''یہ میرا قطعی فیصلہ نہیں ہے، میں اس پر غور کروں گا اور خدا سے استخارہ کروں گا'' چنانچہ دو دن غور کرنے کے بعد وصیت نامہ چاک کر ڈالا اور رجاء بن حیوہ سے پوچھا کہ میرے لڑکے داؤد کے بارے میں کیا رائے ہے؟ رجاء نے کہا وہ اس وقت قسطنطنیہ میں ہیں اور معلوم نہیں زندہ ہیں یا نہیں، سلیمان نے کہا پھر کیا رائے دیتے ہو، رجاء نے کہا اصل رائے تو آپ کی ہے، آپ نام لیجیے میں غور کروں گا، (۱) سلیمان نے کہا عمرؓ بن عبدالعزیز کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ رجاء نے کہا میرے نزدیک وہ نہایت فاضل اور برگزیدہ مسلمان ہیں، سلیمان نے کہا خدا کی قسم وہ ایسے ہی ہیں لیکن اگر میں عبدالملک کی اولاد کو بالکل نظر انداز کر کے عمرؓ بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنا دوں تو ایک فتنہ بپا ہو جائے گا، جب تک ان کے بعد عبدالملک کی کسی اولاد کا نام نہ رکھوں گا، اس وقت تک وہ لوگ ان کو خلافت پر قائم نہ رہنے دیں گے، اس لیے میں یزید کو ان کے بعد خلیفہ بنائے دیتا ہوں، اس سے وہ لوگ ٹھنڈے ہو جائیں گے اور راضی رہیں گے، رجاء نے بھی اس سے اتفاق کیا، اس کے بعد سلیمان نے خود اپنے قلم سے یہ وصیت نامہ لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ تحریر خدا کے بندے سلیمان امیر المومنین کی جانب سے عمر بن عبدالعزیز کے لیے ہے، میں نے اپنے بعد تم کو خلیفہ بنایا اور تمہارے بعد یزید بن عبدالملک کو، مسلمانو! ان کا کہنا سنو اور ان کی اطاعت کرو، خدا سے ڈرو، اختلاف نہ پیدا کرو کہ دوسرے تم پر حرص وطمع کی نگاہ ڈالیں۔''

اور اس پر مہر کر کے اپنے خاندان والوں کو بلا کر رجاء کو حکم دیا کہ اس وصیت نامہ کو

---

(۱) ایک روایت یہ ہے کہ رجاء ہی نے عمرؓ بن عبدالعزیز کا نام پیش کیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے جا کر خاندان والوں سے کہو کہ میں نے اس میں جس کو خلیفہ بنایا ہے وہ لوگ اس کی بیعت کریں، رجاء نے اس کی تعمیل کی سب نے بالاتفاق سمعنا و اطعنا کہا، پھر ان کی خواہش پر انھیں سلیمان کو دیکھنے کی اجازت دی گئی، جب یہ لوگ اندر گئے تو سلیمان نے وصیت نامہ کی طرف جو رجاء کے ہاتھ میں تھا، اشارہ کر کے ان لوگوں سے کہا ''اس میں میں نے جس کو خلیفہ بنایا ہے اس کی بیعت کرو اور اس کے مطیع رہو'' سلیمان کے کہنے پر دوبارہ سب سے فرداً فرداً بیعت کی۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کو ظن غالب تھا کہ سلیمان نے ان کو خلافت کے لیے نامزد کیا ہے، وہ اس بار عظیم کو اٹھانا نہ چاہتے تھے، اس لیے رجاء نے جا کر کہا کہ ''میرے اوپر سلیمان کی جو شفقتیں اور مہربانیاں ہیں، ان سے مجھے اندیشہ ہے کہ انھوں نے خلافت کے لیے مجھے نہ نامزد کیا ہو، اگر ایسا ہو تو مجھے بتا دیجیے تا کہ قبل اس کے کہ میں مجبور ہو جاؤں ابھی اس سے استعفاء دے دوں لیکن رجاء نے بتانے سے انکار کیا۔

نامزدگی کے مرحلہ سے فراغت کے بعد سلیمان کا انتقال ہو گیا، رجاء نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ موت کی خبر مخفی رکھی اور شاہی خاندان کے ارکان کو جمع کر کے دوبارہ ان سے بیعت لی، بیعت کو موکد کرنے کے بعد سلیمان کی موت کا اعلان کیا ور وصیت نامہ پڑھ کر سنایا، عمرؒ بن عبدالعزیز کا نام سن کر عبدالملک کے لڑکے ہشام نے کہا۔ ہم کبھی ان کی بیعت نہیں کر سکتے، رجاء نے کہا اٹھ کر خاموشی کے ساتھ بیعت کر لو، ورنہ ابھی سر قلم کر دوں گا، اور عمرؒ بن عبدالعزیز کا ہاتھ پکڑ کے منبر پر بٹھا دیا، انھوں نے اس بار عظیم کی ذمہ داری پر اور ہشام نے اپنی محرومی قسمت پر انا للہ پڑھا، اس کے بعد سلیمان کی تجہیز و تکفین ہوئی اور عمرؒ بن عبدالعزیز نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

خلفائے راشدین کا پہلا اسوہ: تختِ خلافت پر قدم رکھتے ہی عمرؒ بن عبدالعزیز بالکل بدل گئے اور اب ناز پروردہ عمر نے ابوذر غفاریؓ اور ابو ہریرہؓ کا قالب اختیار کر لیا، سلیمان کی تجہیز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتکفین سے فراغت کے بعد حسب معمول عمرؒ بن عبدالعزیز کے سامنے شاہی سواریاں پیش کی گئیں، انھوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا، شاہی سواریاں، فرمایا، ''میرے لیے میرا خچر کافی ہے اور کل سواریاں واپس کر دیں۔(۱)

ابھی سلیمان کے اہل وعیال قصرِ خلافت میں تھے، اس لیے اپنے خیمہ میں فروکش ہوئے، (۲) گھر آئے تو اس بار عظیم کی ذمہ داری سے چہرہ پریشان تھا، لونڈی نے پوچھا، آپ شاید کچھ متفکر ین ہیں، فرمایا اس سے بڑھ کر تشویش کی بات کیا ہوگی کہ مشرق ومغرب میں امتِ محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور بغیر مطالبہ اور اطلاع کے اس کا ادا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو۔(۳)

خلافت سے دستبرداری کا اعلان اور مسلمانوں کا اصرار: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو خلافت کی ذمہ داریوں کے بار گراں کا پورا احساس تھا، اگر نامزدگی کے وقت ان کو اس کا علم ہوگیا ہوتا تو وہ اسی وقت اپنا نام واپس لے لیتے لیکن اب یہ بار پڑ چکا تھا تاہم انھوں نے ایک مرتبہ اس سے سبکدوش ہونے کی کوشش کی اور لوگوں کو جمع کر کے تقریر کی:

''لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے لیے ہوئے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کیا گیا ہے، اس لیے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردن میں ہے میں خود اس کو اتارے دیتا ہوں، تم جس کو چاہو اپنا خلیفہ منتخب کرلو۔''

یہ خطبہ سن کر مجمع سے شور اٹھا، ''ہم نے آپ کو خلیفہ منتخب کیا ہے اور آپ کی خلافت سے راضی ہیں، آپ خدا کا نام لے کر کام شروع کر دیجئے۔''

پہلا خطبہ: جب اس کا یقین ہوگیا کہ آپ کی خلافت سے کسی کو اختلاف نہیں ہے تو آپ نے ایک تقریر کی جس میں لوگوں کو تقویٰ، فکر آخرت اور ذکرِ موت کی طرف توجہ دلائی، آخر میں

---

(۱) یہ تمام واقعات ابن سعد ج۵ ص۲۴۷ تا ۲۴۹ سے ماخوذ ہیں (۲) ایضاً ص۲۴۹ (۳) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص۵۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باآواز بلند فرمایا:

''لوگو! جو شخص خدا کی اطاعت کرے اس کی اطاعت فرض ہے اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت واجب نہیں، جب تک میں خدا کی اطاعت کروں اس وقت تک تم میری اطاعت کرو اور جب میں خدا کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں ہے۔''(۱)

طبقات ابن سعد میں یہ الفاظ ہیں، ''امابعد، تمہارے نبی کے بعد دوسرا نبی اور اس پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس کے بعد کوئی دوسری کتاب نہیں ہے، خدا نے جو چیز حلال کردی وہ قیامت تک کے لیے حلال ہے اور جو حرام کردی وہ قیامت تک کے لیے حرام رہے گی، میں (اپنی جانب سے) کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ صرف (احکام الٰہی کو) نافذ کرنے والا ہوں، میں خود کوئی بات شروع کرنے والا نہیں ہوں صرف پیرو ہوں، کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے، میں تمہاری جماعت کا بہتر آدمی بھی نہیں ہوں بلکہ ایک معمولی فرد ہوں، البتہ خدا نے مجھ کو تم سے زیادہ گرانبار کردیا ہے،(۲)

عبدالعزیز بن عبدالملک کی بیعت: یہاں دمشق میں یہ سب ہو چکا تھا لیکن عبدالعزیز بن عبدالملک کو جو کہیں باہر تھا ان واقعات کی خبر نہیں ہوئی تھی، اس لیے سلیمان کی موت کی خبر سن کر اس نے اپنے ہمراہیوں سے اپنی بیعت لے لی اور دمشق کے ارادہ سے بڑھا، راستہ میں اسے سلیمان کی وصیت اور عمرؒ بن عبدالعزیز کی بیعت کا حال معلوم ہوا، یہ سن کر وہ سیدھا ان کے پاس پہنچا، ان کو اس کے بیعت لینے کی خبر ہو چکی تھی، انھوں نے اس سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنی بیعت لے کر دمشق میں داخل ہونا چاہتے تھے، عبدالعزیز نے کہا مجھے اس کا علم نہ تھا کہ سلیمان نے آپ کو خلیفہ نامزد کردیا ہے، اس لیے مجھے خوف تھا کہ لوگ خزانہ

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۳۰ و ۵۴ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۵۰ و ۲۵۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ نہ لوٹ لیں، عمرب بن عبدالعزیز نے فرمایا اگر لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لیتے اور تم بارِ خلافت کو سنبھال لیتے تو میں تم سے جھگڑا نہ کرتا اور اپنے گھر میں بیٹھ جاتا، عبدالعزیز نے کہا ''آپ کے ہوتے ہوئے میں دوسرے کا خلیفہ ہونا پسند ہی نہیں کرتا اور آپ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔''(۱)

خلافتِ راشدہ کا احیاء

ان مراحل سے فراغت کے بعد امورِ خلافت کی طرف متوجہ ہوئے، خلافت کے باب میں عمر بن عبدؒالعزیز کا نقطۂ نظر گذشتہ خلفا سے بالکل مختلف تھا، ان کے پیشِ نظر نظامِ خلافت میں عظیم الشان انقلاب برپا کرنا تھا، وہ سلطنت کی ظاہری ترقیوں یعنی فتوحات، محاصل اور عمارتوں میں اضافہ کرنا نہ چاہتے تھے بلکہ ''اموی حکومت'' کو ''خلافتِ راشدہ'' میں بدل دینا چاہتے تھے، یہ اقدام ایسا اہم اور خطرناک تھا، جس میں ہر طرف سے مخالفتوں کے طوفان کا مقابلہ تھا لیکن عمرؒ بن عبدالعزیز نے تمام خطرات سے بے پروا ہو کر نہایت جرأت سے انقلاب شروع کر دیا۔

غصب کردہ مال وجائداد کی واپسی: اسی سلسلہ میں سب سے اہم اور نازک کام رعایا کی املاک کی واپسی تھی، جس کو شاہی خاندان نے اپنی جاگیر بنالیا تھا، اس میں سارے خاندان کی مخالفت کا مقابلہ کرنا تھا لیکن عمرؒ بن عبدالعزیز نے سب سے پہلے یہی کارِ خیر کیا اور سب سے اول اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کیا جس وقت آپ نے اس کا ارادہ ظاہر فرمایا، اس وقت بعض ہوا خواہوں نے دبی زبان سے عرض کیا کہ اگر آپ جاگیریں واپس کر دیں گے تو اپنی اولاد کے لیے کیا انتظام کریں گے؟ فرمایا ان کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔(۲)

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۲۵۰ و ۲۵۱ (۲) سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص ۱۰۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عزم راسخ کے بعد خاندان والوں کو جمع کر کے فرمایا:

''بنی مروان تم کو شرف اور دولت کا بڑا حصہ ملا ہے، میرا خیال ہے کہ امتِ مسلمہ کا نصف یا دو تہائی مال تمہارے قبضہ میں ہے'' یہ لوگ یہ اشارہ سمجھ گئے اور جواب میں کہا ''خدا کی قسم جب تک ہمارے سرتن سے جدا نہ ہوں گے، اس وقت تک یہ نہیں ہو سکتا، خدا کی قسم نہ ہم اپنے آبا و اجداد کو کافر بنا سکتے ہیں (عمرؒ بن عبدالعزیز اپنے اسلاف کے افعال کو حرام کہتے تھے) اور نہ اپنی اولاد کو مفلس بنائیں گے'' عمرؒ بن عبدالعزیز نے فرمایا ''خدا کی قسم اگر اس حق میں تم میری مدد نہ کرو گے تو میں تم لوگوں کو ذلیل اور رسوا کر ڈالوں گا، تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ۔''(۱)

اس کے بعد عام مسلمانوں کو مسجد میں جمع کر کے تقریر کی:

''ان لوگوں (بنی امیہ) نے ہم کو عطایا اور جاگیریں دیں، خدا کی قسم نہ انھیں ان کو دینے کا حق تھا اور نہ ہمیں ان کے لینے کا، اب میں ان سب میں ان کے اصلی حق داروں کو واپس کرتا ہوں اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اسناد شاہی کا خریطہ منگایا، مزاحم سب کو پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے تھے اور عمرؒ بن عبدالعزیز ان کو لے لے کر قینچی سے کاٹتے جاتے تھے، صبح سے لے کر ظہر کی نماز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔(۲)

اس طرح اپنی اور اپنے پورے خاندان کی کل جاگیریں واپس کر دیں اور اپنے پاس ایک نگینہ تک باقی نہ رہنے دیا، (۳) ان کی بیوی فاطمہ کو ان کے باپ عبدالملک نے ایک قیمتی پتھر دیا تھا، عمرؒ بن عبدالعزیز نے بیوی سے کہا، یا اس کو بیت المال میں داخل کر دو یا مجھے چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ، اطاعت شعار بیوی نے وہ جوہر بیت المال میں داخل کر دیا۔(۴) سب سے اہم معاملہ فدک کا تھا، جو مدتوں سے خلفا اور اہل بیت کے درمیان

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص ۱۱۵ (۲) ایضاً ص ۲۰۸ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۲۵۲ (۴) تاریخ الخلفا ص ۲۳۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متنازعہ فیہ چلا آتا تھا اور اب عمرؒ بن عبدالعزیز کے قبضہ میں تھا اور اسی پر ان کی اور ان کے اہل وعیال کی معاش کا دارومدار تھا، اس کے متعلق انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کی تحقیقات کر کے آلِ مروان سے کہا کہ ''فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالصہ تھا جس کی آمدنی آپ اپنی اور بنی ہاشم کی ضروریات میں صرف فرماتے تھے، خود فاطمہؓ نے آپ سے اس کو مانگا تھا لیکن آپ نے دینے سے انکار فرمایا، حضرت عمرؓ کے زمانہ تک اسی پر عمل ہوتا رہا، آخر میں مروان نے اس کو اپنی جاگیر بنالیا اور اب وہ ورثۃً میرے قبضہ میں ہے لیکن جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو نہیں دی، اس پر میرا کوئی حق نہیں ہے، اس لیے میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ فدک کی جو صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی، میں اس کو اسی حالت پر لوٹاتا ہوں۔'' (۱)

اپنی اور اپنے خاندان کی جاگیروں کو واپس کرنے کے بعد عام غصب شدہ مال کی طرف متوجہ ہوئے اور امیر معاویہ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک ظالمانہ طریقوں سے جس قدر غصب کردہ مال و جائداد تھی، سب ایک ایک کر کے واپس کرادی اور معاویہ اور یزید کے وارثوں سے لے کر ان کے اصلی مالکوں کے حوالہ کی۔ (۲)

شام کے علاوہ سارے ممالکِ محروسہ کے عمال کے پاس غصب شدہ مال کی واپسی کے متعلق تاکیدی احکام بھیجے، عراق میں اس کثرت سے مال واپس کیا گیا کہ صوبہ کی حکومت کا خزانہ خالی ہوگیا اور عمرؒ بن عبدالعزیز کو وہاں کے اخراجات کے لیے دمشق سے روپیہ بھیجنا پڑا۔ (۳)

مال کی واپسی کے لیے ہر طرح کی آسانیوں کا لحاظ رکھا گیا، ملکیت کے ثبوت کے لیے کوئی بڑی شہادت کی ضرورت نہ تھی، معمولی شہادت پر مل جاتا تھا (۴) جو لوگ مر چکے تھے

(۱) ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وطبقات ابن سعد تذکرہ عمرؒ بن عبدالعزیز (۲) ابن سعد ج۵ ص۲۵۲ (۳) ایضاً (۴) ابن سعد ج۵ ص۲۵۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ورثہ کو واپس کیا گیا (۱) اور یہ سلسلہ عمرؒ بن عبدالعزیز کی وفات تک برابر قائم رہا۔(۲)

اہل خاندان کی برہمی: عمرؒ بن عبدالعزیز نے نہ صرف علاقے اور جاگیریں چھین کر بنی امیہ کو تہی دست کر دیا، بلکہ ان کے سارے امتیازات مٹا کر ان کی نخوت اور غرور کو خاک میں ملا دیا، اس لیے خاندان میں ان کے خلاف سخت برہمی پھیل گئی اور انھوں نے ان کو ہر طریقہ سے اس عادلانہ طریقے سے ہٹانے کی کوشش کی، عمرو بن ولید نے نہایت غضب آلود خط لکھا کہ ''تم نے گذشتہ خلفا پر عیب لگایا ہے، ان کی اور ان کی اولاد کی دشمنی میں ان کے خلاف روش اختیار کی، تم نے قریش کی دولت اور ان کی میراث ظلم و جور سے بیت المال میں داخل کر کے قطعِ رحم کیا، عمرؒ بن عبدالعزیز خدا سے ڈرو اور اس کا خیال کرو کہ تم نے زیادتی کی ہے، تم ابھی منبر پر اچھی طرح بیٹھے بھی نہ تھے کہ اپنے خاندان والوں کو جور و ظلم کا نشانہ بنا دیا، اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی خصوصیات کے ساتھ مختص فرمایا تم اس حکومت میں جس کو تم اپنے لیے آزمائش اور مصیبت کہتے ہو خدا سے بہت دور ہو گئے، اس لیے اپنی بعض خواہشوں کو روکو اور اس کا یقین رکھو کہ تم ایک جبار کی نگاہ کے سامنے اور اس کے قبضہ میں ہو اور اس حالت میں چھوڑے نہیں جا سکتے۔''

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے بھی اس کا نہایت سخت جواب دیا۔(۳)

آل مروان نے ہشام کو اپنا وکیل بنا کر ان کے پاس بھیجا، اس نے ان کی جانب سے کہا کہ ''آل مروان کہتے ہیں کہ ان امور میں جن کا تعلق آپ کی ذات سے ہے جو چاہے کیجیے لیکن گذشتہ خلفا جو کچھ کر گئے ہیں اس کو اسی حالت پر رہنے دیجیے''، عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس کے جواب میں پوچھا اگر ایک ہی معاملہ کے متعلق تمہارے پاس دو دستاویزیں

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ص ۲۰ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۱ (۳) یہ خط اور اس کا جواب دونوں سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۱۲ میں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں، ایک امیر معاویہ کی اور دوسری عبدالملک کی، تو تم کسے قبول کرو گے؟ ہشام نے کہا جو قدیم ہوگی، عمرؒ بن عبدالعزیز نے کہا تو میں نے کتاب اللہ کو قدیم دستاویز پایا، اس لیے میں ہر اس چیز میں جو میرے اختیار میں ہے، خواہ وہ میرے زمانہ کی ہو یا گذشتہ زمانہ سے متعلق ہو اسی کے مطابق عمل کروں گا، یہ سن کر سعید بن خالد نے کہا ''امیر المومنین جو چیز آپ کی ولایت میں ہے، اس میں آپ حق وانصاف کے ساتھ اپنی رائے سے فیصلہ کیجیے لیکن گذشتہ خلفاء اور ان کی بھلائیوں اور برائیوں کو ان کے حال پر رہنے دیجئے، اس قدر آپ کے لیے کافی ہے،'' عمرؒ بن عبدالعزیز نے کہا میں خدا کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک شخص چھوٹے بڑے لڑکوں کو چھوڑ کر مر جائے، اس کے بعد بڑے لڑکے اپنی قوت سے چھوٹے لڑکوں کے مال پر قبضہ کر کے کھا جائیں اور وہ تمہارے پاس مدد کے لیے آئیں تو تم کیا کرو گے؟ سعید نے کہا، ان کے حقوق واپس دلاؤں گا، عمرؒ بن عبدالعزیز نے کہا ''یہی تو میں بھی کر رہا ہوں، مجھ سے پہلے خلفا نے ان لوگوں کو اپنی قوت سے دبایا، ان کے ماتحتوں نے بھی ان کی تقلید کی، اب جب میں خلیفہ ہوا تو یہ کمزور لوگ میرے پاس آئے، اس لیے میرے لیے اس کے سوا چارۂ کار کیا ہے کہ طاقت ور سے کمزور کا اور اعلیٰ سے ادنیٰ کا حق دلاؤں۔''(۱)

ایک مرتبہ تمام آل مروان نے آپ کے دروازہ پر جمع ہو کر آپ کے صاحبزادے عبدالملک سے کہا کہ ''یا ہم لوگوں کو اندر جانے کی اجازت دلواؤ یا اپنے باپ کو جا کر یہ پیام پہنچا دو کہ ان سے پہلے جو خلفا تھے وہ ہم کو لیتے دیتے تھے، ہمارے مراتب کا لحاظ رکھتے تھے اور تمہارے باپ نے ہم کو بالکل محروم کر دیا، عبدالملک نے جا کر حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو یہ پیام سنایا، انھوں نے کہا، جا کر ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو عذابِ قیامت سے ڈرتا ہوں۔''(۲)

(۱) سیرت عمرؒ بن عبدالعزیز ص ۱۱۸ و ۱۱۹۔ (۲) سیرت عمرؒ بن عبدالعزیز ص ۱۱۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود آپ کے گھر والوں کو آپ سے شکایت ہوگئی۔

اوزاعی کا بیان ہے کہ جب عمرؒ بن عبدالعزیز نے اپنے گھر والوں کے گذارے بند کر دیئے تو عنبسہ بن سعد نے آپ سے شکایت کی کہ امیر المومنین آپ پر ہم لوگوں کا حق قرابت ہے، آپ نے جواب دیا، "میرے ذاتی مال میں تمہارے لیے گنجائش نہیں ہے اور اس مال (بیت المال) میں تمہارا اس سے زیادہ حق نہیں ہے، جتنا برک عماد کے آخری حدود کے رہنے والے کا، بخدا اگر ساری دنیا تم لوگوں کی رائے کی ہو جائے تو ان پر خدا کا عذاب نازل ہو۔" (۱)

اس قبیل کے اور بہت سے واقعات ہیں مگر ان میں سے کوئی شے عمرؒ بن عبدالعزیز کو قیام عدل سے نہ روک سکی۔

ظالم عہدہ داروں کا تدارک: مال مغصوبہ کی واپسی کے بعد دوسری اہم اصلاح عمال کے ظلم وجور کا تدارک تھا جس کے وہ خوگر ہو رہے تھے، اگرچہ آپ کے مشورہ سے سلیمان ہی کے زمانہ میں بڑی حد تک اس کا تدارک ہو چکا تھا، پھر بھی کچھ آثار باقی رہ گئے تھے، اموی حکومت میں سب سے زیادہ جفا کار حجاج کے خاندان والے اور اس کے ماتحت عہدہ دار تھے، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے حجاج کے پورے خاندان کو یمن کی طرف جلاوطن کر دیا اور وہاں کے عامل کو لکھا کہ میں تمہارے پاس آل عقیل کو بھیج رہا ہوں جو عرب میں بدترین خاندان ہے، اس کو اپنی حکومت میں اِدھر اُدھر منتشر کر دو، (۲) جو لوگ حجاج کے ہم قبیلہ یا اس کی ماتحتی میں کام کر چکے تھے، ان کو ہر قسم کے ملکی حقوق سے محروم کر دیا۔

مظالم کا انسداد: اموی دور میں بدگمانی اور سوئے ظن پر داروگیر اور سزا عام تھی، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اسے بالکل بند کر دیا، موصل میں چوری اور نقب زنی کی وارداتیں بکثرت ہوتی تھیں، یہاں کے والی یحییٰ غسانی نے لکھا جب تک لوگوں کو شبہہ پر پکڑا نہ جائے گا اور

(۱) سیرت عمرؒ بن عبدالعزیز ص ۱۱۴ و ۱۱۵ (۲) سیرت عمرؒ بن عبدالعزیز ص ۱۱۴ اس ۱۱۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزا نہ دی جائے گی اس وقت تک یہ وارداتیں بند نہ ہوں گی، آپ نے لکھا کہ صرف شرعی ثبوت پر مواخذہ کرو اگر حق ان کی اصلاح نہیں کرسکتا تو خدا ان کی اصلاح نہ کرے۔(۱)

اسی طرح سے جراح بن عبداللہ بن حکمی والیِ خراسان نے لکھا کہ اہلِ خراسان کی روش نہایت خراب ہے، ان کو کوڑے اور تلوار کے علاوہ اور کوئی چیز درست نہیں کرسکتی، اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو اس کی اجازت مرحمت فرمائیں، آپ نے جواب میں لکھا تھا، خط پہنچا، تمہارا یہ لکھنا کہ اہلِ خراسان کو کوڑے اور تلوار کے سوا کوئی شے درست نہیں کرسکتی بالکل غلط ہے، ان کو عدل وحق درست کرسکتا ہے، اسی کو عام کرو۔(۲)

عمال کو رعایا کا مال کم قیمت پر خریدنے کی سختی سے ممانعت کردی، عدی بن ارطاط والیِ فارس کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے عمال پھلوں کا تخمینہ کرکے عام نرخ سے کم قیمت لگا کر اس کو خریدتے ہیں اور کردوں کے قبیلے مسافروں سے عشر وصول کرتے ہیں، اگر یہ معلوم ہوگیا کہ یہ تمہارے ایما سے ہوتا ہے یا اسے تم پسند کرتے ہو تو میں تم کو مہلت نہ دوں گا، میں بشر بن صفوان، عبداللہ بن عجلان اور خالد بن سالم کو اس کی تحقیقات کے لیے بھیجتا ہوں، اگر وہ اس خبر کو صحیح پائیں گے تو پھلوں کو ان کے مالکوں کو واپس کردیں گے، اس کے علاوہ جن جن باتوں کی مجھے اطلاع ملی ہے، سب کی تحقیقات کریں گے، تم ان لوگوں سے کوئی مزاحمت نہ کرنا۔(۳)

وقتاً فوقتاً عمال کو قیامِ عدل اور انسدادِ مظالم کے احکام بھیجتے رہتے تھے، ایک مرتبہ ایک گشتی فرمان تمام امرا کے نام بھیجا کہ "لوگ برے عمال کی وجہ سے جنھوں نے برے دستور قائم کیے اور کبھی انصاف، نرمی اور احسان کا ارادہ نہیں کیا، احکام الٰہی میں سخت مصیبت، سختی اور ظلم وجور میں مبتلا ہوگئے۔"(۴)

ایک والی عبدالحمید کو پہلا خط یہ لکھا "وسوسۂ شیطانی اور حکومت کے ظلم کے بعد

---

(۱) تاریخ الخلفا ص ۲۳۸ (۲) ایضاً ص ۲۴۳ (۳) ابن سعد جلد ۵ ص ۲۰۹ و ۲۲۹ (۴) یعقوبی ج ۲ ص ۳۶۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کی بقانہیں ہوسکتی، اس لیے جب تم کو میرا خط ملے، اس وقت ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرو،''(۱) جس قدر ناجائز ٹیکس تھے، سب موقوف کردیئے،(۲) ان کے علاوہ اور تمام ظالمانہ طریقوں کو روکا۔

بیت المال کی آمدنی کی اصلاح: اموی دور میں بیت المال کے مداخل اور مخارج میں بڑی بے عنوانیاں تھیں، جائز اور ناجائز آمدنی میں کوئی تفریق نہ تھی، ہر طرح کی ناجائز آمدنیوں سے خزانہ بھرا جاتا تھا، پھر اسی بے عنوانی سے اسے خرچ کیا جاتا تھا، بیت المال جو ایک قومی امانت ہے، ذاتی خزانہ بن گیا تھا اور اس کا بڑا حصہ خلفا کے ذاتی مصارف اور ان کے تعیش میں صرف ہوتا تھا، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے دونوں بے عنوانیوں کا تدارک کیا۔

شاہی خاندان کے تمام مخصوص وظیفے بند کردیئے، خلافت کے شکوہ وتجمل کے مصارف بالکل ختم کردیئے، ان کی تخت نشینی کے بعد جب شاہی اصطبل کے داروغہ نے سواریوں کے اخراجات طلب کیے تو حکم دیا کہ انھیں بیچ کر ان کی قیمت بیت المال میں داخل کردی جائے، میرا خچر میرے لیے کافی ہے۔(۳)

بیت المال کی آمدنی بڑھانے کے لیے حجاج نومسلموں سے بھی جزیہ لیتا تھا، آپ نے حکم جاری کردیا کہ ''جو لوگ مسلمان ہوجائیں ان کا جزیہ ساقط کردیا جائے'' اس حکم پر اتنے آدمی مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی، حیان بن شریح نے شکایت لکھ بھیجی کہ ''اس کثرت کے ساتھ لوگ مسلمان ہوئے ہیں کہ مجھے قرض لے کر مسلمانوں کے وظیفے دینے پڑے،'' آپ نے ان کو نہایت سخت خط لکھا کہ ''جزیہ بہرحال موقوف کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، محصل خراج بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔''(۴)

اور اس سلسلہ میں یہ فرمانِ عام جاری کردیا کہ اگر جزیہ ترازو میں رکھا جاچکا ہو اور اس حالت میں بھی ذمی اسلام قبول کرلے یا آغازِ سال سے ایک دن پہلے (جب کہ

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۲۷۱ (۲) ایضاً ص ۲۸۳ (۳) تاریخ الخلفاء ص ۲۳۱ (۴) مقریزی ج ۲ ص ۱۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے سال کا جزیہ عائد ہو جاتا ہے) اسلام لے آئے تو بھی جزیہ نہ لیا جائے۔(۱)

خراج کی اصلاح کے متعلق عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو فرمان لکھا:

''زمین کا معائنہ کرو، بنجر زمین کا بار آباد زمین پر اور آباد زمین کا بار بنجر زمین پر نہ ڈالو، بنجر زمینوں کا معائنہ کرو، اگر اس میں صلاحیت ہو تو بقدر گنجائش خراج لو اور ان کی اصلاح کرو کہ وہ آباد ہو جائیں، جن آباد زمینوں میں پیداوار نہیں ہوتی، ان سے خراج نہ لو اور جو زمینیں قحط زدہ ہو جائیں، ان کے مالکوں سے نہایت نرمی سے خراج وصول کرو، خراج میں صرف وزن سبعہ لو جن میں سونا نہ ہو، ٹکسال اور چاندی پگھلانے والوں سے، نوروز اور مہرجان کے ہدیے، عرائض نویسی اور شادی کا ٹیکس، گھروں کا ٹیکس اور نکاحانہ نہ لو، جو ذمی مسلمان ہو جائیں ان پر خراج نہیں ہے۔'' (۲) اس طرح انھوں نے بیت المال میں ہر قسم کی ناجائز آمدنیاں بند کر دیں۔

بیت المال کی حفاظت کا انتظام: اس کی حفاظت کا نہایت سخت انتظام کیا، ایک مرتبہ یمن کے بیت المال سے ایک دینار گم ہو گیا، حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے یہاں کے افسرِ خزانہ کو لکھا کہ میں تمہاری امانت کو متہم نہیں کرتا لیکن تمہاری لاپرواہی کو جرم قرار دیتا ہوں اور مسلمانوں کی طرف سے ان کے مال کا مدعی ہوں، تم پر فرض ہے کہ تم شرعی قسم کھاؤ۔(۳)

یزید بن مہلب بن ابی صفرہ والیِ خراسان کو خیانت کے جرم میں معزول کر کے قید کر دیا۔(۴)

ابوبکر بن حزم نے سلیمان کے آخری عہد میں، کاغذ، قلم، دوات اور روشنی کے دفتری اخراجات کے اضافہ کے لیے لکھا تھا، ابھی اس کا کوئی انتظام نہ ہوا تھا کہ عمرؓ بن عبدالعزیز خلیفہ ہو گئے، انھوں نے ابوبکر کو لکھا ''وہ دن یاد کرو جب تم اندھیری رات میں

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۲۶۲ (۲) کتاب الخراج ص ۴۹ (۳) سیرۃ عمرؓ بن عبدالعزیز ص ۸۵ (۴) یعقوبی جلد ۲ ص ۳۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغیر روشنی کے کیچڑ میں اپنے گھر سے مسجد نبویؐ جاتے تھے اور آج بخدا تمہاری حالت اس سے کہیں بہتر ہے، قلم باریک کرلو اور سطریں قریب قریب لکھا کرو، اپنی ضروریات میں کفایت شعاری سے کام لو، میں مسلمانوں کے خزانہ سے ایسی رقم صرف کرنا پسند نہیں کرتا جس سے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔"(۱) دوسرے عمال کو بھی ہدایت لکھی کہ کوئی عامل بڑے کاغذ پر جلی قلم سے نہ لکھے، خود آپ کے فرامین ایک بالشت سے زیادہ نہ ہوتے تھے۔(۲)

بیت المال کی آمدنیوں اور مصارف کی علاحدہ علاحدہ مدیں قائم کیں، صدقہ کی علاحدہ، خمس کی علاحدہ، مالِ غنیمت کی علاحدہ(۳) گزشتہ خلفا خمس مقررہ مصارف کی پابندی نہیں کرتے تھے، عمرؒ بن عبدالعزیز نے خمس کو اس کے صحیح مصارف میں لگایا۔(۴)

بیت المال کے مصارف: بیت المال کو پھر مسلمانوں کی امانت بنادیا اور اس کو ان کی ضروریات کے لیے مخصوص کردیا، چنانچہ اس کی آمدنی کا بڑا حصہ خالص رعایا کے مفاد کے کاموں میں صرف کیا جانے لگا، ملک میں جتنے اپاہج تھے، سب کے نام درجِ رجسٹر تھے، ان سب کو وظیفہ ملتا تھا،(۵) جو عمال اس میں ذرا بھی غفلت یا ترمیم کرتے تھے، ان کو تنبیہ کی جاتی تھی، دمشق کے بیت المال سے ایک پاہج کے وظیفہ کے تقرر کے سلسلہ میں میمون بن مہران نے کہا "ان لوگوں کے ساتھ سلوک تو کیا جاسکتا ہے لیکن ان کو صحیح وتندرست آدمی کے برابر وظیفہ نہیں دیا جاسکتا،" حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو اس کی اطلاع ہوئی تو نہایت غضب آلود خط لکھا۔(۶)

بہتوں کو نقد کے بجائے جنس ملتی تھی اور فی کس ساڑھے چار اروب کے حساب سے غلہ دیا جاتا تھا،(۷) قرضداروں کے قرض کی ادائیگی کے لیے بھی ایک مد تھی،(۸) شیر خوار بچوں کے وظائف مقرر تھے،(۹) ایک عام لنگر خانہ تھا جس سے فقرا و مساکین کو

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۲۹۶ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ص ۲۹۵ (۴) ایضاً ص ۲۵۷ و ص ۲۸۸ (۵) اصابہ ج ۵ ص ۸۰ (۶) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۸۱ (۷) ایضاً ص ۲۵۵ (۸) ایضاً ۲۵۷ (۹) ایضاً ص ۲۵۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانا ملتا تھا۔(۱)

عام مستحقین میں صدقات وخیرات تقسیم ہوتی تھی، ایک مرتبہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو تقسیم مال کے لیے رقم بھیجا، اس نے عذر کیا کہ آپ مجھے ایسی جگہ بھیج رہے ہیں جہاں میں کسی کو نہیں پہچانتا، ان میں امیر وغریب سب ہیں، فرمایا، جو شخص تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اسے دو، (۲) اس کے علاوہ اور سیکڑوں قسم کے مفید مصارف میں صرف کرتے، اس فیاضانہ داد و دہش کا بیت المال پر بہت بار پڑتا تھا، بعض عمال نے اس کی طرف توجہ دلائی تو جواب میں لکھا کہ جب تک ہے دیتے چلے جاؤ، جب خالی ہو جائے تو کوڑا کرکٹ بھر دو۔(۳)

ذمیوں کے حقوق: کسی حکومت کے عدل وانصاف اور ظلم وجور کا ایک بڑا معیار دوسری اقوام اور دوسرے مذاہب کے ساتھ اس کا سلوک اور طرزِ عمل ہے، اس معیار سے بھی عمرؒ بن عبدالعزیز کا دور سراپا عدل تھا، انھوں نے جس طرح ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی اور ان کے ساتھ جیسی نرمی برتی اس کی مثال عہد فاروقی کے علاوہ اور کسی دور میں نہیں مل سکتی، مسلمانوں کی طرح ان کی جان اور ان کے مال کی حفاظت کی، ان کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی، جزیہ کے وصول میں نرمی اور آسانیاں پیدا کیں، اس کا اندازہ ذمیوں کے ساتھ ان کے طرز عمل اور ان احکام سے ہوگا جو عمال کو بھیجتے رہتے تھے۔

عدی بن ارطاط کو لکھا کہ ذمیوں کے ساتھ نرمی کرو، ان میں جو بوڑھا اور نادار ہو جائے اس کی کفالت کرو، اگر اس کا کوئی رشتہ دار ہو تو اسے اس کی کفالت کا حکم دو جس طرح تمہارا کوئی غلام بوڑھا ہو جائے تو اسے آزاد کرنا پڑے گا یا مرتے دم تک اس کی کفالت کرنی پڑے گی۔(۴)

---

(۱) طبقات ابن سعد ج۵ ص۲۷۹ (۲) ایضاً ص۲۷۲ (۳) زرقانی شرح موطا ج۴ ص۲۴۷ (۴) سیرۃ عمرؒ بن عبدالعزیز ص۸۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذمی کے خون کی قیمت مسلمان کے خون کے برابر قرار دی، ایک بار حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، عمرؒ بن عبدالعزیز نے وہاں کے عامل کو لکھا کہ ”قاتل کو مقتول کے ورثہ کے حوالہ کردو، وہ چاہیں قتل کریں چاہیں معاف کر دیں،“ چنانچہ قاتل حوالہ کیا گیا اور ذمیوں نے اسے قتل کر دیا۔(۱)

کوئی مسلمان ان کے مال پر دست درازی نہیں کرسکتا تھا، جو شخص ایسا کرتا تھا اسے پوری سزا ملتی تھی، ایک مرتبہ ایک مسلمان ربیعہ شعودی نے ایک سرکاری کام کے لیے ایک نبطی کا گھوڑا بے گار میں پکڑ لیا اور اس پر سواری کی، عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس کو چالیس کوڑے لگوائے۔(۲)

مالِ مغصوبہ کی واپسی کے وقت شاہی خاندان سے ذمیوں کی زمینیں بھی واپس دلائیں، اس سلسلہ میں ایک ذمی نے دعویٰ دائر کیا کہ عباس بن ولید نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے عباس سے فرمایا تم اس کا کیا جواب دیتے ہو؟ انھوں نے کہا ”ولید نے مجھے جاگیر میں دیا ہے اور میرے پاس اس کی سند موجود ہے“ ذمی نے عمرؒ بن عبدالعزیز سے کہا میں آپ سے کتاب اللہ کے موافق، اس کا فیصلہ چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا ”خدا کی کتاب ولید کی سند پر مقدم ہے“ اور ذمی کو زمین واپس دلا دی۔(۳)

ان کے مذہبی حقوق کو جو گذشتہ خلفا کے زمانہ میں ختم ہو گئے تھے، از سرِ نو قائم کیا دمشق میں ایک گرجا عرصہ سے ایک مسلمان خاندان کی جاگیر میں چلا آتا تھا، عیسائیوں نے عمرؒ بن عبدالعزیز کے پاس اس کا دعویٰ کیا، آپ نے واپس دلا دیا، ایک مسلمان نے ایک گرجے کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ اس کی جاگیر میں ہے، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے فرمایا، اگر یہ عیسائیوں کے معاہدہ میں ہے تو تم اس کو نہیں پا سکتے۔(۴)

---

(۱) نصب الرایہ ص ۳۶۰ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۷۶ (۳) سیرۃ عمرؒ بن عبدالعزیز ص ۱۰۴ (۴) فتوح البلدان ص ۱۳۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزیہ کی وصولی میں آسانیاں پیدا کیں اوراس سلسلہ میں جتنی بے عنوانیاں پیدا ہوتی تھیں، سب بند کردیں، حجاج نے ابن اشعث کی حمایت کے الزام میں عراق کے ذمیوں کے جزیہ کی مقدار بڑھادی تھی، عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس کو گھٹادیا۔(۱)

آپ کے زمانہ میں ذمیوں کے ساتھ اتنی نرمی برتی گئی کہ اس سے عام لوگوں کو نقصان اٹھانا پڑا، چنانچہ غلہ کا نرخ گراں ہوگیا، ایک شخص نے آپ سے اس کا سبب پوچھا، آپ نے فرمایا ”پہلے خلفا ذمیوں کو جزیہ کی وصولی میں ناقابلِ برداشت تکلیفیں دیتے تھے، اس لیے وہ جس نرخ پر بھی ہوسکتا تھا، غلہ فروخت کرڈالتے تھے اور میں ہر شخص کو اسی قدر تکلیف دیتا ہوں جس کا وہ متحمل ہوسکے، اس لیے ہر شخص جس طرح چاہتا ہے فروخت کرتا ہے۔“(۲)

شاہی خاندان کے ارکان اور ذمیوں میں مساوات قائم کی، ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک نے ایک عیسائی پر مقدمہ دائر کیا، عمرؒ بن عبدالعزیز نے دونوں کو برابر کھڑا کیا، ہشام نے غرور و تمکنت میں عیسائی سے سخت کلامی کی، عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان کو ڈانٹا اور سزا دینے کی دھمکی دی۔(۳)

محاصل میں اضافہ: یہ عمرؒ بن عبدالعزیز کی برکت تھی کہ ناجائز آمدنیوں کے سدِ باب اور مصارف خیر کی کثرت کے باوجود بیت المال پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا، بلکہ بعض بعض ملکوں کے محاصل میں حیرت انگیز اضافہ ہوگیا، چنانچہ عراق کی آمدنی حجاج کے ظالمانہ دور سے بھی بڑھ گئی، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ ”خدا حجاج پر لعنت کرے، اس کو نہ دین کا سلیقہ تھا، نہ دنیا کا، حجاج کے زمانہ میں باوجود ظالمانہ طریقوں کے عراق سے صرف دو کروڑ اسی لاکھ درہم وصول ہوتے تھے، اس نے کاشتکاروں کو بیس لاکھ درہم زمین کی آبادی کے لیے بطور قرض دیئے تو ایک کروڑ سات لاکھ اضافہ ہوا، اس ویرانی کے بعد

(۱) فتوح البلدان ص ۱۳۰ (۲) کتاب الخراج ص ۷۶ (۳) العیون والحدائق۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب عراق میرے قبضہ میں آیا تو میں نے بغیر کسی جبر کے بارہ کروڑ چالیس لاکھ درہم وصول کیئے اور اگر زندہ رہا تو عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ سے بھی زیادہ وصول کروں گا۔‘‘(۱)

رعایا کی خوشحالی: مظالم کے انسداد، ناجائز ٹیکسوں کی منسوخی، ذمیوں کے ساتھ مراعات اور عام داد و دہش کی وجہ سے ملک نہایت فارغ البال اور رعایا آسودہ حال تھی، ملک کے طول و عرض میں افلاس کا نشان باقی نہ رہ گیا تھا، مہاجر بن یزید کا بیان ہے کہ ہم لوگ صدقہ تقسیم کرتے تھے، ایک سال کے بعد دوسرے سال وہ لوگ جو پہلے صدقہ لیتے تھے خود دوسروں کو صدقہ دینے لگتے تھے۔(۲)

عمرؓ بن عبدالعزیز نے صرف ڈھائی سال حکومت کی، اس مختصر مدت میں یہ حالت ہوگئی تھی کہ لوگ ان کے عمال کے پاس فقرا میں تقسیم کرنے کے لیے صدقہ کا مال لے کر آتے تھے لیکن کوئی صاحبِ حاجت نہ ملتا تھا اور مال واپس لے جانا پڑتا تھا، حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے سب کو اس قدر مالا مال کر دیا تھا کہ کوئی شخص حاجت مند باقی نہ رہ گیا تھا۔(۳)

آپ کے زمانہ میں رعایا کی خوشحالی اس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ اس کے نشہ میں کبر و نخوت میں اس کے مبتلا ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ عدی بن ارطاۃ نے آپ کو لکھا کہ اہل بصرہ اس قدر خوشحال ہو گئے ہیں کہ مجھے خوف ہے کہ وہ فخر و زور نہ کرنے لگیں، آپ نے جواب دیا کہ خدا جب اہل جنت کو جنت میں داخل کرے گا تو حکم دے گا کہ وہ الحمدللہ کہیں اس لیے تم بھی لوگوں کو حکم دو کہ وہ خدا کا شکر بجالائیں۔(۴)

رفاہ عام کے کام: آپ نے جس قدر اصلاحیں کیں وہ سب درحقیقت رفاہ عام ہی کے کام ہیں لیکن ان کے علاوہ مروجہ اصطلاح میں بھی آپ نے بہت سے رفاہِ عام کے کام کیئے۔

سارے ممالکِ محروسہ میں نہایت کثرت سے سرائیں بنوائیں، خراسان کے

---

(۱) فتوح البلدان ذکر سواء (۲) ابن سعد جلد۵ ص ۲۵۶ (۳) فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۱ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۲۸۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عامل کولکھا کہ وہاں کے تمام راستوں میں سرائیں تعمیر کرائی جائیں،(۱) سمرقند کے والی سلیمان بن ابی السری کے پاس حکم بھیجا کہ وہاں کے شہروں میں سرائیں تعمیر کراؤ، جومسلمان ادھر سے گذریں ایک شبانہ یوم ان کی مہمان نوازی کرو، ان کی سواریوں کی حفاظت کرو جو مسافر مریض ہواس کودودن اور دورات مقیم رکھو، اگر کسی کے پاس گھر تک پہنچنے کا سامان نہ ہوتو وطن تک پہنچنے کا سامان کردو،(۲) ایک عام لنگر خانہ قائم کیا جس میں فقرا ومساکین کو کھانا ملتا تھا۔(۳)

مذہبی خدمات: گویہ تمام اصلاحات درحقیقت مذہب پرستی ہی کا نتیجہ تھیں، ایک حیثیت سے وہ سب مذہبی خدمات کے دائرہ میں داخل ہیں، اس کے علاوہ انھوں نے بہت سی خالص مذہبی خدمات بھی انجام دیں اور شریعتِ اسلامی میں جواموی خلفا کی غفلت شعاری سے بالکل مردہ ہوچکی تھی، دوبارہ جان ڈالی، امویوں کے زمانہ میں کوئی شے جادۂ شریعت پر نہ رہ گئی تھی، عمرؒ بن عبدالعزیز نے سب کو پھر صراطِ مستقیم پر لگایا، عمال کے نام جوفرامین جاتے تھے، ان سب میں احیائے شریعت اور استیصالِ بدعت کی تاکید ہوتی تھی۔(۴)

عدی بن ارطاۃ کوایک فرمان لکھا کہ ''ایمان چند فرائض، چند احکام اور چند سنن کا نام ہے، جس نے ان اجزا کی تکمیل کرلی اس نے ایمان کومکمل کردیا اور جس نے اس کی تکمیل نہیں کی، اس نے ایمان کومکمل نہیں کیا، اگر میں زندہ رہا توان تمام اجزا کوتمہارے سامنے واضح کردوں گا تاکہ تم لوگ اس پر عمل کرو اور اگر مرگیا تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی حرص بھی نہیں ہے۔(۵)

آپ نے جس طرح ان اجزا کا تحفظ کیا اوران کی تبلیغ واشاعت میں جیسی جدوجہد کی اس کی نظیر نہیں مل سکتی، اس کی تفصیلات نہایت طویل ہیں، مختصر یہ ہے کہ مذہبی

(۱) ابن سعد ج۵ ص۲۵۴ (۲) طبری ص۱۳۶۴ (۳) طبری ص۱۲۷۹ (۴) ابن سعد ج۵ ص۲۵۲ (۵) بخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روح آپ کے عہد کی امتیازی خصوصیت بن گئی تھی، طبری کا بیان ہے کہ:

"ولید عمارتوں کا بانی تھا، اس لیے اس کے زمانہ میں یہی عام مذاق ہوگیا تھا اور لوگ آپس میں صرف عمارتوں کا تذکرہ کرتے تھے، سلیمان کو عورتوں اور نکاح کا شوق تھا، اس لیے اس کے زمانہ میں لوگ لونڈیوں اور شادیوں کا چرچا کرتے تھے لیکن جب عمرؒ بن عبدالعزیز نے تختِ خلافت پر قدم رکھا تو لوگوں کا موضوع بدل کر مذہب وعبادت کی تفصیلات ہوگئیں۔(۱)

مذہبی تعلیم کی اشاعت: احیائے شریعت کے لیے عمرؒ بن عبدالعزیز نے مذہبی تعلیم کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا، قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ لوگوں کو چاہیے کہ عام طور پر علم (علم شریعت) کی اشاعت کریں، تعلیم کے لیے حلقۂ درس میں بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں۔"

ایک اور عامل کو لکھا کہ لوگوں کو حکم دو کہ وہ اپنی مسجدوں میں علم کی اشاعت کریں کیوں کہ سنت مردہ ہوچکی ہے۔(۲)

جو علماء اس مقدس کام میں مصروف تھے، ان کو فکرِ معاش سے مطمئن کردیا، حمص کے گورنر کو لکھا "جن لوگوں نے دنیا کو چھوڑ کر اپنے کو فقہ کی تعلیم کے لیے وقف کردیا ہے، بیت المال سے سو سو دینار کا وظیفہ مقرر کرو، تاکہ وہ اس حالت کو قائم رکھ سکیں، (۳) علما کے علاوہ طلبہ کے وظائفِ مقرر کیے۔(۴)

دور افتادہ ممالک میں تعلیم کی اشاعت کے لیے علما بھیجے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام نافع کو جو بڑے نامور عالم تھے، تعلیم حدیث کے لیے مصر بھیجا، (۵) قاری جعثل بن عاہان کو قرأت کی تعلیم دینے کے لیے مصر ومغرب بھیجا، (۶) یزید بن ابی مالک دمشقی کو

(۱) طبری ص ۱۲۷۲ و ص ۱۲۷۳ (۲) سیرت عمرؓ بن عبدالعزیز ص ۴ (۳) ایضاً ص ۹۵ (۴) جامع بیان العلم ص ۸۸ (۵) حسن المحاضرہ سیوطی ج اول ص ۱۱۹ (۶) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حارث بن یمجد الاشعری کو بدوؤں کی تعلیم کے لیے مقرر کیا،(۱) یہ صرف چند نام ہیں ورنہ جن جن مقامات پر ضرورت تھی، سب جگہ علما بھیجے۔

اشاعتِ اسلام: سلطنت میں توسیع کے بجائے اسلام کی توسیع واشاعت کو اپنا مقصد قرار دیا اور اس کے لیے ہر قسم کے مادی اور اخلاقی ذرائع اختیار کیے۔

امرائے فوج کو خاص طور سے ہدایت تھی کہ ''رومیوں کے کسی حلقہ اور ان کی کسی جماعت سے اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک اسلام کی دعوت نہ دے لو۔''(۲)

تمام عمال کو حکم دیا کہ ذمیوں کو اسلام کی دعوت دیجائے جو ذمی اسلام قبول کرلیں ان کا جزیہ معاف کردیا جائے، اس طریقہ سے اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی، تنہا جراح بن عبداللہ حکمی والیِ خراسان کے ہاتھوں پر چار ہزار ذمی مسلمان ہوئے،(۳) اسماعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر والیِ مغرب کی تبلیغ سے سارے مغرب میں اسلام پھیل گیا،(۴) اور مختلف ملکوں میں اس کثرت سے ذمی مسلمان ہوئے کہ متعدد والیوں نے خراج کی آمدنی گھٹ جانے کی شکایت کی لیکن حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے مطلق اس کی پرواہ نہ کی، بعضوں کو جواب دیا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، محصلِ خراج بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے''(۵) بعضوں کو لکھا کہ ''میں یہ پسند کرتا ہوں کہ سارے ذمی مسلمان ہوجائیں اور ہماری تمہاری حیثیت صرف ایک کاشتکار کی رہ جائے کہ اپنے ہاتھوں سے کمائیں کھائیں۔''(۶) بعض عمال نے تجویز پیش کی کہ ذمی جزیہ کے خوف سے مسلمان ہوتے ہیں، اس لیے ختنہ کرکے ان کا امتحان لیا جائے، آپ نے لکھا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی ورہنما تھے خاتن نہ تھے۔''(۷)

---

(۱) سیرت عمرؓ بن عبدالعزیز ص ۴۷ (۲) ابن سعد ترجمہ عمر بن عبدالعزیز (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۲۸۵ (۴) فتوح البلدان ص ۳۵۷ (۵) مقریزی ج اول ص ۱۲۵ (۶) سیرۃ عمرؓ عبدالعزیز ص ۹۹ (۷) ابن سعد ج ۵ ص ۲۸۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے محاسنِ اخلاق کی شہرت اور تبلیغِ اسلام سے آپ کا شغف سن کر بعض ممالک نے خود اپنے یہاں مبلغِ اسلام بھیجنے کی درخواست کی، چنانچہ تبت کے وفود کی درخواست پر آپ نے سلیط بن عبداللہ حنفی کو تبت روانہ کیا، (۱) اس طرح آپ کے زمانہ میں اسلام کی غیر معمولی اشاعت ہوئی۔

خلافت کو جمہوری بنانا چاہتے تھے: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا دلی منشا خلافت کو جمہوری شکل میں تبدیل کرنا تھا لیکن یہ مستقل تغیر ان کے بس میں نہ تھا، اس لیے کہ اب شاہی خاندان میں موروثی بادشاہت، اصولی حیثیت سے مسلم ہو چکی تھی اور عام مسلمان بھی اس کے خوگر ہو گئے تھے، عمرؒ بن عبدالعزیز نے بعض مواقع پر اپنے اس خیال کا اظہار بھی کر دیا کہ ''اگر خلافت کا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم بن عبداللہ کو خلیفہ بنا دیتا، (۲) بلکہ ایک مرتبہ آلِ مروان کو اس کی دھمکی بھی دی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے جمع ہو کر آپ سے کہا کہ گذشتہ خلفا ہمارے ساتھ جو کچھ کرتے تھے، وہ سب آپ نے ختم کر دیا اور اس پر بڑی برہمی ظاہر کی، آپ نے فرمایا ''اگر آئندہ پھر تم نے میرے سامنے اس قسم کی باتیں کیں تو میں چھوڑ کر مدینہ چلا جاؤں گا اور خلافت کو شوریٰ پر چھوڑوں گا، میں اس کے اہل (قاسم بن عبداللہ) کو پہچانتا ہوں۔'' (۳)

بادشاہت کے امتیازات کا استیصال: لیکن سلیمان آپ کے بعد یزید بن عبدالملک کو نامزد کر گیا تھا، اس لیے یہ انقلاب آپ کے اختیار میں نہ رہ گیا تھا، تاہم جہاں تک ہو سکا آپ نے شاہنشاہیت کا زور توڑنے اور اس کے مفاسد کو دور کرنے کی پوری کوشش کی اور ہر شعبہ سے ملوکیت کے اثرات کو بالکل مٹا دیا۔

خلفا کے ساتھ نقیب و علم بردار چلتے تھے، نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان پر درود و سلام بھیجا جاتا تھا، سلام میں خاص امتیاز برتا جاتا تھا، عمرؒ بن عبدالعزیز نے

(۱) یعقوبی ج ۲ ص ۳۶۲ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۵۴ (۳) ایضاً ص ۲۵۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام امتیازات کو مٹادیا، چنانچہ پہلی مرتبہ جب کوتوال نے حسب دستور نیزہ لے کر آپ کے ساتھ چلنا چاہا تو آپ نے روک دیا کہ میں مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں،(۱) سلام کے متعلق ہدایت فرمائی کہ عام طریقہ سے سلام کیا جائے،(۲) عمال کو فرمان لکھا کہ ''پیشہ ور واعظ خلفا پر درود وسلام بھیجتے ہیں انھیں روک دو اور حکم دو کہ وہ عام مسلمانوں کے لیے دعا کریں، باقی چھوڑ دیں،(۳) مخصوص میرے لیے کوئی دعا نہ کرو، بلکہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کرو، اگر میں ان میں ہوں گا تو میں بھی شامل ہو جاؤں گا۔'' (۴)

شاہی خاندان کے متعلق ابوبکر بن محمد کو لکھا کہ کسی کو صرف اس لیے ترجیح نہ دو کہ وہ خاندانِ خلافت سے تعلق رکھتا ہے، میرے نزدیک یہ لوگ عام مسلمانوں کے برابر ہیں،(۵) اور اسے عملاً کرکے دکھا دیا، ایک مرتبہ مسلمہ بن عبدالملک ایک مقدمہ میں فریق کی حیثیت سے آپ کے اجلاس میں آیا اور فرش پر بیٹھ گیا، آپ نے اس سے کہا ''اپنے فریق کی موجودگی میں تم فرش پر نہیں بیٹھ سکتے، یا عام لوگوں کے برابر بیٹھو، یا کسی دوسرے کو اپنا وکیل مقرر کردو۔'' (۶) شاہی خاندان کے وظائف عام مسلمانوں کے برابر کردیئے، غرض آپ نے ملوکیت کے کنگرے کو پست کرکے عام سطح کے برابر کردیا۔

فتوحات: حکومت اور سلطنت کے باب میں آپ کا نقطۂ نظر دوسرے خلفا سے بالکل جداگانہ تھا، آپ کا مقصد اس کی توسیع نہیں بلکہ اس کی اصلاح تھی، اس لیے آپ کے زمانہ میں جو چیز سب سے آخری درجہ پر نظر آتی ہے وہ فوجی سرگرمی ہے، چنانچہ سلطنت کے بقا وتحفظ اور قیامِ امن کی ضروریات کے علاوہ جارحانہ اقدام بہت کم ہوا، صرف اندلس کے بعض علاقوں اور سندھ کی بعض فتوحات کے علاوہ کوئی قابلِ ذکر فتوحات نہیں ہوئیں۔

خوارج کا مقابلہ: حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت سے لے کر اس وقت تک کی تاریخ

---

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۵۳ (۲) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۸۳ (۳) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۳۶ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۲۷۸ (۵) ایضاً ص ۲۵۲ (۶) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۷۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے خون سے رنگین تھی، اس لیے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس میں اتنی احتیاط برتی کہ مفسدہ پرواز اور فتنہ پرست اسلامی فرقوں کے خلاف بھی تلوار نہ اٹھائی، خوارج امویوں کے پرانے دشمن تھے، ان کی مخالفانہ روش حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد میں بھی قائم رہی، اپنے ہر ممکن طریقہ سے ان کو سمجھا بجھا کر باز رکھنے کی کوشش کی، عبدالحمید والیِ کوفہ کو جو خوارج کے مقابلہ میں تھے لکھا کہ ''جب تک یہ لوگ خون ریزی اور فساد نہ کریں ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے، ایک دور اندیش اور مستقل مزاج آدمی کو میرا یہ حکم سنا کر تھوڑی سی فوج کے ساتھ بھیج دو، اس حکم کے مطابق عبدالحمید نے محمد بن جریر بجلی کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔

اس سے بھی زیادہ احتیاط یہ فرمائی کہ خوارج کے سردار بسطام کو خط لکھ کر اصلاح و مناظرہ کی دعوت دی کہ ''آؤ ہم تم مناظرہ کرلیں، اگر ہم حق پر ہوں تو تم عام لوگوں کی طرح حلقۂ اطاعت میں داخل ہو جاؤ، اگر تم حق پر ہو تو ہم اپنے معاملہ پر غور کریں،'' اس دعوت پر بسطام نے دو شخصوں کو مناظرہ کے لیے بھیجا اور فریقین میں مناظرہ ہوا، اس کی تفصیلات کتابوں میں مذکور ہیں، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے انھیں ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان پر افہام و تفہیم کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنی مفسدانہ روش سے باز نہ آئے، اس لیے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو آخر میں مجبور ہو کر ان شرائط کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کی اجازت دینا پڑی کہ:

(۱) عورت، بچے اور قیدی قتل نہ کیے جائیں، زخمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۲) فتح کے بعد جو مالِ غنیمت ہاتھ آئے، وہ ان کے اہل و عیال کو واپس کر دیا جائے۔

(۳) قیدی اس وقت تک مقید رہیں جب تک راہ راست پر نہ آجائیں۔

ان پابندیوں کے ساتھ عبدالحمید نے ان پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی، حضرت عمرؒ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن عبدالعزیز کو اس کی اطلاع ہوئی تو مسلمہ بن عبدالملک کو روانہ کیا، انھوں نے چند دنوں میں قابو حاصل کرلیا۔(۱)

خصوصیاتِ حکومت پر اجمالی تبصرہ: اوپر کے حالات سے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی خلافت کی خصوصیات کا پورا اندازہ ہوجاتا ہے، اس لیے اس کی بنیادی خصوصیات پر اجمالی تبصرہ کیا جاتا ہے، آپ کی خلافت کی بنیاد کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور خدا کی اطاعت پر تھی، ان بنیادی اصولوں اور اپنی حیثیت کو اپنی پہلی تقریر میں ان الفاظ میں واضح فرمایا۔

اما بعد لوگو! تمہارے نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہے اور اس پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس کے بعد کوئی دوسری کتاب نہیں ہے، خدا نے جو چیز حلال کردی وہ قیامت تک حلال رہے گی اور جو چیز حرام کردی وہ قیامت تک حرام رہے گی، میں (اپنی جانب سے) کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ محض (احکام الٰہی کو) نافذ کرنے والا ہوں، میں خود کوئی بات شروع کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ محض پیرو ہوں، کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے، میں تم میں کا بہتر آدمی بھی نہیں ہوں، البتہ خدا نے مجھ کو تمہارے مقابلہ میں زیادہ گرانبار کیا ہے۔(۲)

امورِ خلافت میں خلافتِ فاروقی کو اپنے لیے نمونۂ عمل بنایا، چنانچہ حضرت عمرؓ کے پوتے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کو لکھا ''میں چاہتا ہوں کہ اگر خدا کو منظور ہو اور مجھ میں اس کی استطاعت ہو تو رعایا کے معاملہ میں عمرؓ بن الخطاب کی روش اختیار کروں، اس لیے تم میرے پاس عمر کی تحریریں اور ان کے فیصلے جو انھوں نے مسلمانوں اور ذمیوں کے بارے میں کیے بھیجو، اگر خدا کو منظور ہوگا تو میں ان کے نقشِ قدم پر چلوں گا۔''

لیکن اب زمانہ بدل چکا تھا، عہدِ رسالت پر مدت گذر چکی تھی، صحابہ اٹھ چکے تھے،

---

(۱) تاریخوں میں ان کی تفصیلات بہت طویل ہیں ہم نے مختصر خلاصہ نقل کیا ہے، طبری اور ابن اثیر وغیرہ سب میں یہ حالات ہیں (۲) ابن سعد ج ۵، ص ۲۵۰ و ۲۵۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنی امیہ کی حکومت نے اسلامی حکومت کے بارے میں عام مسلمانوں کا نقطۂ نظر بدل دیا تھا، اس لیے اس زمانہ میں عہد فاروقی کو زندہ کرنا بہت مشکل تھا، سالم نے بھی ان دشواریوں کو محسوس کیا اور آپ کو لکھا کہ ''عمرؓ نے جو کچھ کیا وہ دوسرے زمانہ میں اور دوسرے آدمیوں کے ذریعہ سے، اگر تم نے اس زمانہ میں اور ان آدمیوں کے ذریعہ سے عمرؓ بن الخطاب کی پیروی کی تو تم ان سے افضل ہو گئے۔'' (۱)

لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس تغیر حالات اور ہر طرح کے موانع ومشکلات کے باوجود ایک مرتبہ پھر فاروقی خلافت کا نمونہ دنیا کو دکھا دیا، اسی لیے بعض محدثین آپ کو پانچواں خلیفۂ راشد مانتے ہیں۔ (۲)

علالت: لیکن افسوس مسلمانوں کو ڈھائی سال سے زیادہ اس سراپا خیر وبرکت ہستی سے مستفیض ہونے کا موقع نہ ملا اور رجب ۱۰۱ھ میں مجدد خلافت نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

آپ کے سببِ وفات کے بارے میں دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ آپ کی موت طبعی تھی، دوسرا بیان یہ ہے کہ بنی امیہ نے جب یہ محسوس کیا کہ اگر آپ کی خلافت کا زمانہ زیادہ بڑھا تو اموی خاندان کی قوت ہمیشہ کے لیے توڑ دیں گے تو انھوں نے آپ کے ایک غلام کو ایک ہزار اشرفی دے کر خفیہ زہر دلوا دیا، آپ کو اس کا علم ہو گیا لیکن غلام پر کوئی سختی نہیں کی بلکہ اشرفیاں واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیں اور غلام کو آزاد کر دیا۔ (۳)

طبیب نے بھی زہر تجویز کیا مگر آپ نے علاج کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا اگر ''مجھے یہ بھی یقین ہو جاتا کہ میرے کان کی لو کے پاس میری شفا ہے تو بھی میں ہاتھ نہ بڑھاتا۔'' (۴)

یزید بن عبدالملک کو وصیت نامہ: زندگی سے مایوسی کے بعد اپنے بعد ہونے والے خلیفہ

---

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۳۱ و ۱۳۲ ملخصاً وابن سعد ج ۵ ص ۲۹۲ (۲) ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی التفضیل (۳) تاریخ الخلفا ص ۲۴۷ (۴) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یزید بن عبدالملک کو یہ وصیت نامہ لکھا:

''میں تم کو یہ وصیت نامہ اس حالت میں لکھ رہا ہوں کہ مرض سے لاغر ہوگیا ہوں، تم کو معلوم ہے کہ امورِ خلافت کے متعلق مجھ سے سوال کیا جائے گا اور خدا مجھ سے اس کا حساب لے گا اور میں اس سے اپنا کوئی کام نہ چھپا سکوں گا، خدا خود فرماتا ہے:

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ۔ — ہم ان کو علم سے قصہ سناتے ہیں اور ہم غیر حاضر نہ تھے۔

اگر خدا مجھ سے راضی ہوگیا تو میں کامیاب ہوا اور ایک طویل عذاب سے نجات پائی اور اگر مجھ سے ناراض ہوا تو افسوس ہے میرے انجام پر، میں اس خدا سے جس کے سوا کوئی خدا نہیں دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی رحمت سے دوزخ سے نجات دے اور اپنی رضامندی سے جنت عطا کرے، تم کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اور رعایا کا خیال رکھنا چاہیے کیوں کہ میرے بعد تم بھی تھوڑے ہی دن زندہ رہو گے، تم کو اس سے بچنا چاہیے کہ تم سے غفلت میں ایسی لغزش سرزد ہو جائے جس کی تلافی نہ کر سکو۔

سلیمان بن عبدالملک خدا کا ایک بندہ تھا، خدا نے اسے وفات دی اور اس نے مجھ کو خلیفہ بنایا اور میرے بعد تم کو ولی عہد مقرر کیا، میں جس حالت میں تھا اگر وہ اس لیے ہوتی کہ میں بہت سی بیویوں کا انتخاب کروں اور مال و دولت جمع کروں تو خدا نے مجھ کو اس سے بہتر سامان دیئے تھے جو کسی بندہ کو دے سکتا تھا لیکن میں سخت اور نازک سوال سے ڈرتا ہوں، بجز اس کے کہ خدا میری دست گیری فرمائے۔''(۱)

اپنی اولاد کے متعلق ارشاد: آپ کے اہل و عیال کے متعلق مسلمہ نے آپ سے کہا:

''امیر المومنین آپ نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منھ اس مال و دولت سے خشک رکھا اور ان کو ایسی حالت میں چھوڑے جاتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے، کاش آپ ان کے

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۸۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کو کچھ وصیت کرتے جاتے۔'' یہ سن کر فرمایا'' مجھے ٹیک لگا کر بٹھا دو'' پھر فرمایا'' تمہارا یہ کہنا کہ اس مال سے میں نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منھ خشک رکھا'' تو خدا کی قسم میں نے ان کا کوئی حق تلف نہیں کیا، البتہ جس میں ان کا حق نہیں تھا وہ ان کو نہیں دیا، تمہارا یہ کہنا کہ میں تم کو یا کسی اور اہلِ خاندان کو وصیت کرتا جاؤں تو اس معاملہ میں میرا وصی اور ولی صرف خدا ہے جو صلحا کا ولی ہوتا ہے، میرے لڑکے اگر خدا سے ڈریں گے تو خدا ان کے لیے کوئی سبیل نکال دے گا اور اگر وہ گناہ میں مبتلا ہوں گے تو میں ان کو گناہ کرنے کے لیے قوی نہ بناؤں گا'' اس کے بعد لڑکوں کو بلا کر ان سے باچشم پرنم فرمایا:

'' میری جان تم پر سے قربان جن کو میں نے خالی ہاتھ چھوڑا ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے تم کو اچھی حالت میں چھوڑا، میرے بچو! تم کسی ایسے عرب اور ذمی سے نہ ملو گے جس کا تم پر حق ہو، بچو! دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی، ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے، دوسرے یہ کہ تم محتاج رہو اور تمہارا باپ جنت میں داخل ہو، ان دونوں میں اس کو یہ زیادہ پسند تھا کہ تم محتاج رہو اور وہ جنت میں جائے، اچھا اب جاؤ خدا تم کو حفظ و امان میں رکھے۔'' (۱)

آخری وصیتیں اور وفات: بعض لوگوں نے عرض کیا، آپ مدینہ منتقل ہو جاتے اور روضۂ نبویؐ میں جو چوتھی جگہ خالی ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ دفن ہوتے، یہ سن کر فرمایا'' خدا کی قسم آگ کے سوا اگر خدا مجھے ہر قسم کے عذاب دے تو میں انھیں بخوشی منظور کر لوں گا لیکن یہ گوارا نہیں کہ خدا کو یہ معلوم ہو کہ میں اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کے قابل سمجھتا ہوں۔'' (۲)

اس کے بعد ایک ذمی سے قبر کے لیے زمین خریدی، اس نے قیمت لینے میں عذر کیا اور کہا یہ میرے لیے خیر و برکت کا باعث ہے کہ آپ میری مملوکہ زمین میں دفن ہوں لیکن

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۸۰ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۹۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے اسے منظور نہ کیا اور بہ اصرار قیمت حوالہ کی۔(۱)

پھر کفن اور دفن کے متعلق ضروری وصیتیں کیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن اور موئے مبارک منگا کر انھیں کفن میں رکھنے کی ہدایت کی۔(۲)

دم آخر زبان پر یہ آیت تھی:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا	یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے
لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي	بناتے ہیں جو زمین میں نہ برتری
الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ	چاہتے ہیں اور نہ فساد کرتے ہیں اور
لِلْمُتَّقِيْنَ۔	عاقبت پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

یہی آیت تلاوت کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے،(۳) یہ رجب کا مہینہ اور ۱۰۱ھ تھا، تاریخوں میں اختلاف ہے، وفات کے وقت انتالیس یا چالیس سال کی عمر تھی، دیر سمعان میں دفن کیے گئے۔

ازواج واولاد: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے چار بیویاں تھیں اور ان سب سے اولادیں ہوئیں۔ لمیس بنت علی، ان سے تین لڑکے تھے، عبداللہ، بکر اور ام عمار۔ ام عثمان بنت شعیب، ان سے ایک لڑکا ابراہیم تھا، فاطمہ بنت عبدالملک، ان سے تین لڑکے تھے، اسحاق، یعقوب اور موسیٰ۔ ام ولید سے نو اولادیں تھیں، عبدالملک، ولید، عاصم، یزید، عبداللہ، عبدالعزیز، زبانا، امنہ اور ام عبداللہ۔

حلیہ: صورۃ شکیل تھے، رنگ گورا اور چہرہ نازک تھا، خلافت سے پہلے عیش وتنعم کی زندگی کی وجہ سے جسم نہایت تروتازہ تھا، ازار بند پیٹ کے پٹوں میں غائب ہو جاتا تھا لیکن خلافت کے بعد کی زاہدانہ زندگی نے رنگ وروپ بالکل بدل دیا تھا، سوکھ کر لاغر ہو گئے تھے، پسلیاں بغیر چھوئے ہوئے گنی جا سکتی تھیں۔(۴)

---

(۱) ابن سعد ج۵ ص۲۹۹ (۲) ایضاً ص۳۰۰ (۳) ایضاً ص۳۷۱ (۴) تاریخ الخلفا ص۲۳۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضل وکمال: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو اگر سیاسی حالات تخت خلافت پر نہ بٹھا دیتے تو وہ مسندِ درس کی زینت ہوتے، علمی اعتبار سے وہ ائمہ کبار میں تھے، تمام علماو مصنفین کا ان کی جلالتِ علمی پر اتفاق ہے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان فقیھا مجتھداً عارفاً بالسنن کبیرالشان ثبتاً حجۃ حافظاً قانتاً للّٰہِ اَوّاھا منیباً۔ (۱) عمرؒ بن عبدالعزیز امام، فقیہ، مجتہد، عالم سنت، کبیرالشان، ثبت، حجت، حافظ (حدیث) خدا کے فرماں بردار، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالتِ فضیلت، وفور علم، صلاح، زہدوورع، عدل، شفقت علی المسلمین، حسنِ سیرت، خدا کی راہ میں ان تھک کوشش، سنت نبوی اور آثار نبوی کے اتباع اور خلفا راشدین کی اقتدا میں سب کا اتفاق ہے۔ (۲)

معاصر علما میں درجہ: اس عہد کے اکابر علما ان کے علمی کمالات کے مقابلے میں طفل وبستاں تھے، میمون بن مہران کہتے تھے کہ علما عمرؒ بن عبدالعزیز کے سامنے شاگرد معلوم ہوتے تھے، (۳) ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ علما کے معلم تھے، (۴) چنانچہ جو علما انھیں تعلیم دینے کے خیال سے ان کے پاس آتے تھے، وہ خود ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے، مجاہد کا جو بڑے جلیل القدر تابعی عالم تھے، بیان ہے کہ ہم لوگ ان کے پاس تعلیم دینے کے لیے گئے تھے لیکن کچھ دنوں کے بعد ہم خود ان سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ (۵)

تفسیر: تفسیر قرآن میں نہایت وسیع نظر تھی، بڑے بڑے علما قرآنی مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، ایک مرتبہ حجاز اور شام کے کچھ علما نے آپ کے صاحبزادے عبدالملک سے کہا کہ اپنے والد سے قرآن کی اس آیت:

اَنّٰی لَھُمُ التَّنَاوُش مِنْ مَکَانٍ بَعِیْدٍ۔ وہ دور سے کیوں کر پاسکتے ہیں۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۵ (۲) تہذیب الاسماج اول ص ۱۷ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۶

(۴) ابن سعد ج ۵ ص ۲۷۱ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق پوچھو کہ اس سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے پوچھا، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ اس سے مراد وہ توبہ ہے جس کی خواہش اس وقت کی جائے جس وقت انسان اس پر قادر نہ ہو۔(۱)

حدیث: حدیث کے اجلۂ حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی ان کو امام، عارف سنت، حجت اور حافظ لکھتے ہیں،(۲) امام مالک اور ابن عیینہ آپ کو امامِ وقت کہتے تھے۔(۳)

جتنی مرفوع حدیثیں ان کے حافظہ میں تھیں، اتنی کسی تابعی کے علم میں نہ تھیں، ایوب سختیانی کہتے تھے کہ میں جن جن لوگوں سے ملا ان میں سے کسی کو عمرؒ بن عبدالعزیز سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والا نہیں دیکھا۔(۴)

احادیث نبوی کا تحفظ: حدیث نبوی کی انھوں نے بڑی خدمت کی، ہر ممکن طریقہ سے اس کی اشاعت کی اور اس کو محفوظ کیا، ان کا سب سے بڑا کارنامہ احادیثِ نبوی کی تدوین اور اس کا تحفظ ہے، اگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی ہوتی تو احادیثِ نبویؐ کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا۔

آپ کے زمانہ میں مرورِ زمانہ کے ساتھ اکابر علما اور حفاظ حدیث اٹھتے جاتے تھے، جب آپ نے دیکھا کہ یہ بہار آخر ہو رہی ہے، اگر احادیث کی حفاظت نہ کی گئی تو اس کا بڑا حصہ علما کے ساتھ دفن ہو جائے گا، تو قاضی ابوبکر بن حزم گورنر مدینہ کو لکھا کہ احادیثِ نبوی کی تلاش و جستجو کر کے ان کو لکھ لو، کیوں کہ مجھے علم کے مٹنے اور علما کے فنا ہونے کا خوف ہے لیکن صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث قبول کی جائیں۔(۵)

حافظ ابن حجر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صوبوں کے گورنروں کے نام اسی مضمون کا فرمان بھیجا تھا۔(۶)

---

(۱) سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۸ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۵ (۳) تہذیب ج ۷ ص ۴۷۹ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۸ (۵) بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم (۶) فتح الباری ج اول ص ۱۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حکم کی تعمیل ہوئی اور جمع شدہ احادیث کے مجموعے تیار کرا کے تمام ممالک محروسہ میں بھیجے گئے، سعد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ہم کو عمرؒ بن عبدالعزیز نے حدیث جمع کرنے کا حکم دیا ہم نے دفتر کی دفتر حدیثیں لکھیں اور انھوں نے ایک ایک مجموعہ جہاں جہاں ان کی حکومت تھی بھیجا۔(۱)

فقہ: فقہ میں امامت واجتہاد کا درجہ رکھتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان اماما فقیها مجتهدا انھوں نے حضرت عمرؓ کے ان تمام فقہی فیصلوں کو جو انھوں نے رعایا کے متعلق کیے تھے، جمع کرایا تھا۔

شاعری: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو اگرچہ مروجہ رسمی شاعری سے ذوق نہ تھا لیکن اخلاقی اشعار پسند کرتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی اس رنگ کے اشعار کہتے تھے، ابن جوزی نے سیرت میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں، (۲) ایک راگ بھی جو مدینہ میں بہت مقبول تھا آپ کی جانب منسوب تھا، (۳) ممکن ہے، مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں جب کہ آپ کی طبیعت عیش وتنعم کی راغب تھی یہ راگ ایجاد کیا ہو۔

خطابت: اگرچہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے بحیثیت خطیب کے کوئی شہرت حاصل نہیں کی لیکن آپ کے خطبات نہایت موثر اور دل پذیر ہوتے تھے، ابن جوزی نے آپ کے متعدد خطبات لکھے ہیں، جاحظ نے ''کتاب البیان والتبیین'' میں جو بلیغ خطبات کا بہترین مجموعہ ہے، آپ کے ایک دو خطبے نمونۃً نقل کیے ہیں۔(۴)

علما کی قدردانی: گذشتہ خلفا کی بزمِ طرب کی زینت شعرا، خطبا اور ادیبوں سے تھی لیکن عمرؒ بن عبدالعزیز کا ذوق ان سے مختلف تھا، اس لیے ان کے زمانہ میں شعرا کا ہجوم چھٹ گیا اور اس کی جگہ علمائے دین نے لے لی۔

---

(۱) جامع بیان العلم ص ۳۸ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۵ (۳) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۲۵، ایضاً ص ۲۳۸ (۴) کتاب لبیان والتعبین ج اول ص ۱۹۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی تخت نشینی کے بعد حسب معمول حجاز اور عراق کے مشہور شعرا میں نصیب، جریر، فرزدق، احوص، کثیر اور اخطل، قصیدے لے لے کر پہنچے اور عرصہ تک ٹھہرے رہے لیکن کسی کو باریابی کی اجازت نہیں ملی، ان کے بجائے علما فقہا کو بلاتے تھے اور ان کی قدردانی کرتے تھے، شعرا کی یہ کس مپرسی دیکھ کر ایک دن جریر نے عون بن عبداللہ کے ذریعہ جو ایک ممتاز فقیہ تھے، یہ اشعار کہہ کر حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی خدمت میں بھیجے:

یاایھا القاری المرخی عمامة	ھذا زمانك انی قد مضی زمنی
اے وہ قاری جس کے عمامہ کا شملہ لٹک رہا ہے	یہ تیرا زمانہ ہے، میرا زمانہ گذر گیا
ابلغ خلیفتنا ان کنت لاقیه	انی لدی الباب کالمصفور فی قرن
اگر ہمارے خلیفہ سے ملاقات ہو تو میرا یہ پیغام پہنچا دے	کہ میں دروازہ پر بیڑیوں میں جکڑا ہوں

عون بن عبداللہ نے عمرؒ بن عبدالعزیز سے کہا کہ جریر سے میری آبرو بچائیے، آپ نے جریر کو باریابی کی اجازت دی، اس نے قصیدہ سنایا، جس میں اہل مدینہ کے مصائب ومشکلات کا حال تھا، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان کے لیے کپڑا، غلہ اور نقد روپیہ بھیجا اور جریر سے پوچھا بتاؤ تم کس جماعت میں سے ہو، مہاجرین میں، انصار میں، ان کے اعزہ میں، مجاہدین میں؟ اس نے کہا کسی میں نہیں، فرمایا پھر مسلمانوں کے مال میں تمہارا کیا حق ہے؟ اس نے کہا خدا نے میرا حق مقرر کیا ہے، بشرطے کہ آپ اس کو نہ روکیں، میں ابن سبیل (مسافر) ہوں، دور دراز کا سفر کر کے آپ کے آستانہ پر ٹھہرا ہوں، آپ نے فرمایا، خیر اگر تم میرے پاس آئے ہو تو میں اپنی جیب سے تم کو بیس روپیہ دیتا ہوں، اس حقیر رقم پر خواہ میری تعریف کرو یا مذمت، جریر نے اسے بھی غنیمت سمجھا اور اسے لے کر باہر آیا، دوسرے شعرا نے لپک کر پوچھا کہو ابوحرزہ کیا معاملہ رہا؟ اس نے جواب دیا اپنا اپنا رستہ لو، یہ شخص شاعروں کو نہیں بلکہ گداگروں کو دیتا ہے۔(۱)

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۶۷ تا ۱۶۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر علما، فقہا اور قرا کی بڑی قدر دانی تھی، ان کو دور دور سے بلا کر خواص میں داخل کرتے تھے۔(۱)

زمامِ خلافت ہاتھوں میں لینے کے بعد سالم بن عبداللہ بن عمر، محمد بن کعب قرظی اور رجاء بن حیوہ، رباح بن عبیدہ سے امور خلافت میں مشورہ لیتے تھے،(۲) میمون بن مہران، رجاء بن حیوہ، رباح بن عبیدہ آپ کے ندیم خاص تھے، ان کے علاوہ اور متعدد علما آپ کے ہم جلیس تھے۔(۳)

فضائل اخلاق: اگرچہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے مجددانہ کارناموں کے بعد ان کے فضائل اخلاق لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس گلستاں سے اس بہار کا پورا اندازہ ہوجاتا ہے، تاہم اس پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔

خلافت سے پہلے: آپ فطرۃً صالح اور سعید تھے، اس لیے زندگی کے کسی دور میں بھی آپ کا دامنِ اخلاق داغدار نہ تھا لیکن خلافت سے پہلے آپ کی زندگی بڑے عیش و تنعم اور شان وشکوہ کی تھی۔

ان کا خود بیان ہے کہ مجھے لباس، عیش پرستی اور عطریات کا جب شوق ہوا، تو میں نے اسے اس قدر پورا کیا کہ میرے علم میں میرے خاندان بلکہ دوسرے خاندانوں میں بھی ایسی زندگی کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی،(۴) ان کے شوق اور نفاستِ مزاج کا یہ حال تھا کہ جب ان کے کپڑوں پر ایک مرتبہ دوسروں کی نظر پڑ جاتی تھی تو پھر انھیں وہ پرانا سمجھتے تھے،(۵) ولید کے زمانہ میں ان کو چار چار سو روپیہ کی قیمت کا کپڑا سخت و کرخت معلوم ہوتا تھا لیکن پھر چودہ درہم کا کپڑا بھی نرم و ملیح معلوم ہونے لگا تھا،(۶) خوش بو کے لیے داڑھی پر عنبر چھڑکتے تھے،(۷) رجاء بن حیوہ کا بیان ہے کہ عمرؒ بن عبدالعزیز سب سے زیادہ

---

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۲۶ (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۲۹۲ (۴) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۶۶ (۵) ایضاً ص ۱۴۶ (۶) تہذیب الاسماء ج اول ص ۲۰ (۷) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش لباس، سب سے زیادہ معطر اور سب سے زیادہ تبختر کی چال چلنے والے تھے۔(۱)

لیکن تختِ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد زندگی یکسر بدل گئی، عیش و تنعم کے سارے سامان چھوٹ گئے اور عیش پرورده عمرؒ بن عبدالعزیز نے ابوذر غفاریؓ اور حسن بصری کا قالب اختیار کرلیا۔

انھوں نے جس طرح دنیا سے دامن جھاڑا، اس کے کچھ حالات اوپر گذر چکے ہیں، ساری املاک بیت المال کو واپس کردی، لونڈی، غلام، فرش فروش، لباس وعطریات عیش وتجمل کے جملہ سامانوں کو بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کردی،(۲) بیت المال سے گذارہ کے لیے چارسو دینار سالانہ لیتے تھے اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہ لیتے تھے۔(۳) لباس بقدر ستر پوشی اور غذا بقدر لا یموت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔

لباس: لباس میں عموماً صرف ایک جوڑا رہتا تھا، اسی کو دھودھو کر پہنتے تھے،(۴) مرض الموت میں ایک قمیص کے علاوہ دوسری قمیص نہ تھی، آپ کے سالے مسلمہ بن عبدالملک نے اپنی بہن فاطمہ سے کہا کہ قمیص میلی ہوگئی ہے، لوگ عیادت کے لیے آتے ہیں، اس لیے دوسری بدلوادو، وہ خاموش رہیں، مسلمہ نے دوبارہ کہا، فاطمہ نے جواب دیا، خدا کی قسم اس کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں ہے،(۵) پھر ایک جوڑا بھی سالم نہ ہوتا تھا، بلکہ اس میں پیوند لگے ہوتے تھے۔(۶)

بچے بھی اسی تنگی سے بسر کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ کی بچی کے پاس کپڑا نہ تھا، آپ نے حکم دیا کہ فرش پھاڑ کر کرتہ بنادیا جائے، آپ کی بہن کو خبر ہوئی تو انھوں نے ایک تھان بھجوادیا اور منع کردیا کہ عمر سے نہ مانگنا۔(۷)

---

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۱ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۲۱ (۳) ابن سعد ص ۲۹۶ و سیرت ص ۲۷۲ (۴) ایضاً ص ۱۹۷ (۵) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۰ (۶) ایضاً ص ۲۷۵ (۷) ایضاً ص ۱۳۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے نے کپڑے مانگے، آپ نے فرمایا میرے کپڑے خیار بن رباح کے پاس رکھے ہیں، ان سے جا کر لے لو، وہ ان کے پاس گئے، انھوں نے گاڑھے کے کپڑے نکال کر دیئے، عبید اللہ نے کہا یہ تو ہمارے پہننے کے لائق نہیں ہیں، خیار نے کہا میرے پاس تو امیر المومنین کے یہی کپڑے ہیں، عبید اللہ نے واپس جا کر حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز سے بھی وہی عذر کیا، آپ نے فرمایا میرے پاس تو یہی کپڑے ہیں، یہ جواب سن کر وہ لوٹنے لگے تو حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے واپس بلا کے کہا اگر اپنے وظیفہ سے پیشگی لینا چاہو تو لے سکتے ہو، چنانچہ سو درہم دلوا دیئے اور وظیفہ تقسیم ہونے کے وقت کاٹ لیے۔(۱)

غذا: غذا نہایت معمولی اور سادہ ہوتی تھی، روٹی اور روغن زیتون (۲) یا دال روٹی کھاتے تھے، آپ کے غلاموں کو بھی یہی ملتا تھا، ایک مرتبہ ایک غلام نے شکایت کی کہ روز روز دال روٹی ملتی ہے، آپ کی بیوی نے جواب دیا، امیر المومنین کی یہی غذا ہے، (۳) اور یہ غذا بھی پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے، آپ کے غلام کا بیان ہے کہ جب سے آپ خلیفہ ہوئے، اس وقت سے وفات تک کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔(۴)

اگر کبھی کوئی اچھی چیز کھانے کی خواہش بھی ہوتی تھی تو اس کی مقدرت نہ تھی، ایک مرتبہ انگور کھانے کو دل چاہا، بیوی سے پوچھا، تمہارے پاس ایک درہم ہے؟ میں انگور کھانا چاہتا ہوں، انھوں نے جھلا کر جواب دیا، امیر المومنین ہو کر تم کو ایک درہم کی استطاعت نہیں، فرمایا "یہ جہنم کی ہتکڑیوں سے میرے لیے زیادہ آسان ہے۔"(۵)

ان کی یہ زندگی دیکھ کر ان کی بیوی فاطمہ نے (جنھوں نے امارت کے گہوارہ میں پرورش پائی تھی) بھی اسی رنگ میں اپنے کو رنگ لیا تھا اور بناؤ سنگار بالکل ترک کر دیا تھا،

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۳ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۷۴ (۳) سیرت ص ۲۵۲ (۴) ایضاً ص ۲۵۴

(۵) تاریخ الخلفا ص ۲۳۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ ایک دولت مند گھرانے کی خاتون نے اس حالت میں دیکھ کر پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میرے شوہر کو یہی پسند ہے۔(۱)

ذمہ داری کا احساس اور خشیتِ الٰہی: حکومت اور سلطنت دلوں کو سخت اور مواخذہ سے بے خوف بنا دیتی ہے لیکن عمرؒ بن عبدالعزیز کے دل کو اس نے خشیتِ الٰہی سے لبریز کر دیا تھا، وہ خلافت کی ذمہ داریوں کے احساس سے لرزہ براندام رہتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ عشا کے بعد تنہائی میں مسجد میں بیٹھ کر رو رو کر دعائیں کرتے تھے اور اسی حالت میں آنکھ لگ جاتی تھی، آنکھ کھلتی تو پھر یہی مشغلہ جاری ہو جاتا، اسی طرح روتے دعائیں کرتے اور جاگتے سوتے ساری رات گذر جاتی تھی۔

یہ مشغلہ کبھی گھر میں بھی تنہائی میں ہوتا تھا، ایک دن بیوی نے دیکھ لیا، اس کی وجہ پوچھی، آپ نے ٹالنا چاہا مگر بیوی نے اصرار کیا اور کہا میں بھی اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہتی ہوں، اس وقت آپ نے بتایا کہ میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ وسپید جملہ امور کا ذمہ دار ہوں، اس لیے جب میں بیکس، غریب محتاج، فقیر، گم شدہ قیدی اور اس قبیل کے دوسرے آدمیوں کو یاد کرتا ہوں جو سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں جن کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور خدا ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے، اگر میں خدا کے سامنے ان کا کوئی عذر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی دلیل نہ پیش کر سکا تو مجھے خوف پیدا ہو جاتا ہے اور میرے آنسو نکل آتے ہیں اور جس قدر میں ان چیزوں پر غور کرتا ہوں اسی قدر میرا دل خوف زدہ ہوتا ہے۔(۲)

بعض لوگ آپ کے گریہ وبکا پر ملامت کرتے، آپ جواب دیتے تم لوگ مجھے رونے پر ملامت کرتے ہو، حالانکہ اگر فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی ہلاک

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۴ (۲) ایضاً ص ۱۸۸ و ۱۸۹ و تاریخ الخلفا تذکرہ عمرؒ بن عبدالعزیز۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے تو عمر اس کے بدلہ پکڑ جائے گا۔(۱)

ایک مرتبہ آپ نے ایک فوجی افسر سلیمان بن ابی کریمہ کو لکھا۔

”خدا کی تعظیم وخشیت کا سب سے زیادہ مستحق وہ بندہ ہے جس کو اس نے اس آزمائش میں ڈالا جس میں میں ہوں، خدا کے نزدیک مجھ سے زیادہ سخت حساب دینے والا اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو مجھ سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں ہے، میں اپنی حالت سے سخت دل گرفتہ ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ میرے یہ حالات مجھے ہلاک نہ کردیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جانے والے ہو تو برادر من جب تم میدانِ جہاد میں پہنچ جاؤ تو خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے شہادت عطا فرمائے اس لیے کہ میری حالت نہایت سخت اور میرا خطرہ بہت بڑا ہے۔(۲)

موت اور قیامت کا خوف: سلاطین کی بزمِ طرب میں موت اور قیامت کے ذکر اور خوف کا گذر بھی نہیں ہوتا لیکن عمرؒ بن عبدالعزیز کی مجلس بزم عزا ہوتی تھی، رات کو علما جمع ہو کر موت اور قیامت کا ذکر کرکے اس طرح روتے تھے جیسے ان کے سامنے جنازہ رکھا ہے۔(۳)

رات رات بھر جاگ کر موت پر غور وفکر کیا کرتے تھے اور قبر کی ہولناکیوں کا ذکر کرکے بے ہوش ہو جاتے تھے، ایک مرتبہ اپنے ایک ہم جلیس سے فرمایا میں رات بھر غور وفکر میں جاگتا رہا، اس نے پوچھا کس چیز کے متعلق؟ فرمایا قبر اور اہل قبر کے متعلق، اگر تم مردے کو تین دن کے بعد قبر میں دیکھو تو انس ومحبت کے باوجود اس کے پاس جاتے ہوئے خوف زدہ ہو گے، تم ایسا گھر دیکھو گے جس میں خوش لباسی اور خوشبو کے بجائے کیڑے رینگ رہے ہوں گے، پیپ بہ رہی ہوگی اور اس میں کیڑے تیر رہے ہوں گے، بدبو پھیلی ہوگی، کفن بوسیدہ ہو چکا ہوگا، یہ کہہ کر ہچکی بندھ گئی اور بیہوش ہو کر گر پڑے، ان کی بیوی پانی

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۹۱، ۲۹۲ (۲) ابن سعد جلد ۵ ص ۲۹۲ (۳) تاریخ الخلفاص ۲۳۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھڑک کر ہوش میں لائیں۔(۱)

یزید بن حوشب کا بیان ہے کہ ”میں نے حسن بصری اور عمرؒ بن عبدالعزیز سے زیادہ کسی شخص کو قیامت سے ڈرنے والا نہیں دیکھا، معلوم ہوتا تھا، گویا دوزخ ان ہی کے لیے بنائی گئی ہے۔“(۲)

آیاتِ قرآنی سے تاثر: قرآن مجید کی پر موعظت آیات پڑھ کر بے حال ہو جاتے تھے، ایک شب کو یہ آیت:

یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۔	جس دن لوگ مثل بکھرے ہوئے پروانوں کے ہوں گے اور پہاڑ مثل دھنکے ہوئے ان کے ہوں گے۔

تلاوت کرکے زور سے چیخے "واسوء صباحاہ" اور اچھل کر اس طرح گرے کہ معلوم ہوتا تھا کہ دم نکل جائے گا، پھر اس طرح ساکن ہو گئے کہ معلوم ہوتا تھا ختم ہو گئے، پھر ہوش میں آ گئے،(۳) ایک دن نماز میں یہ آیت

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ	ان کو بتادو کہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔

پڑھی تو اتنے متاثر ہوئے کہ اسی کو بار بار دہراتے رہے اور اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔(۴)

دیانت: آپ کے فضائل اخلاق میں دیانت کا وصف سب سے زیادہ نمایاں ہے، مسلمانوں کے مال کی حفاظت میں آپ نے دیانت کا جو نمونہ پیش کیا، اس کی مثال کسی قوم کی تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہے۔

بیت المال سے کبھی معمولی فائدہ اٹھانا بھی گوارہ نہ کیا، رات کو جب تک خلافت کے کام انجام دیتے تھے، اس وقت تک بیت المال کی شمع جلاتے تھے، اس کے بعد گل کر

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۸۷ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۹۴ (۳) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۹۰

(۴) ایضاً ص ۱۹۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اپنا ذاتی چراغ جلواتے تھے۔(۱)

بیت المال کی جانب سے فقرا اور مساکین کے لیے جو مہمان خانہ تھا، اس کے باورچی خانہ سے اپنے لیے پانی بھی گرم نہ کراتے تھے، ایک مرتبہ غفلت میں آپ کا ملازم ایک مہینہ تک اس مطبخ سے آپ کے وضو کا پانی گرم کرتا رہا، آپ کو معلوم ہوا تو اتنی لکڑی خرید کر باورچی خانہ میں داخل کرادی، (۲)

ایک بار غلام گوشت کا ٹکڑا بھوننے کا حکم دیا، وہ اسی مطبخ سے بھون لایا، آپ نے اسے ہاتھ نہ لگایا اور غلام سے فرمایا تم ہی کھالو، میری قسمت کا نہ تھا۔ (۳)

خلافت کے کاموں کے سلسلہ میں جو لوگ آتے تھے وہ اسی مہمان خانہ میں مہمان ہوتے تھے، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز ان کے ساتھ کھانا نہ کھاتے تھے، ایک مرتبہ چند مہمانوں نے کھانے سے انکار کردیا کہ جب تک آپ نہ کھائیں گے ہم بھی نہ کھائیں گے، اس دن سے مجبور ہو کر مہمانوں کے ساتھ کھانے لگے، مگر اس کا معاوضہ دیدیتے تھے۔ (۴)

ایک مرتبہ بہت سے سیب آئے، آپ انھیں عام مسلمانوں میں تقسیم فرمارہے تھے، آپ کا چھوٹا بچہ ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا، آپ نے اس کے منہ سے چھین لیا، وہ رونے لگا اور جا کر اپنی ماں سے شکایت کی، ماں نے بازار سے سیب منگادیئے، عمرؒ بن عبدالعزیز گھر آئے تو انھیں سیب کی خوش بو معلوم ہوئی، پوچھا فاطمہ کوئی سرکاری سیب تو تمہارے پاس نہیں آیا ہے، انھوں نے سارا واقعہ بیان کردیا، آپ نے فرمایا ''خدا کی قسم میں نے اس کے منہ سے نہیں چھینا تھا، اپنے دل سے چھینا تھا لیکن مجھے یہ پسند نہ تھا کہ میں مسلمانوں کے حصہ کے ایک سیب کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنے نفس کو برباد کروں۔'' (۵)

---

(۱) تاریخ الخلفا ص ۲۳۷ و ابن سعد ج ۵ ص ۲۹۵ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۹۵ (۳) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۶ (۴) ایضاً ص ۱۶۲ (۵) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو لبنان کا شہد بہت مرغوب تھا، ایک مرتبہ آپ نے اس کی خواہش ظاہر کی، آپ کی بیوی فاطمہ نے وہاں کے حاکم ابن معدیکرب کے پاس کہلا بھیجا، انھوں نے بہت سا شہد بھجوادیا، فاطمہ نے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے سامنے پیش کیا، آپ نے شہد دیکھ کر فرمایا معلوم ہوتا ہے، تم نے ابن معدیکرب کے پاس کہلا بھیجا تھا، ان ہی نے بھیجا ہے، چنانچہ کل شہد بکوا کر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کردی اور ابن معدیکرب کو لکھ بھیجا کہ تم نے فاطمہ کے کہلانے پر شہد بھیجا ہے، خدا کی قسم اگر آئندہ ایسا کیا تو اپنے عہدہ پر نہ رہو گے اور تمہارے چہرہ پر نظر نہ ڈالوں گا۔(۱)

ایک مرتبہ آپ کی حاملہ بیوی کے لیے تھوڑے سے دودھ کی ضرورت تھی، لونڈی مہمان خانہ سے ایک پیالہ میں دودھ لے آئی، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا بی بی کے لیے دودھ کی ضرورت تھی، اگر اس وقت دودھ نہ دیا جائے گا تو اسقاط کا اندیشہ ہے اس لیے یہ دودھ دارالضیافہ سے لے آئی ہوں، یہ سن کر لونڈی کا ہاتھ پکڑا اور چلاتے ہوئے بیوی کے پاس لائے اور کہا اگر حمل فقرا و مساکین کے کھانے کے علاوہ اور کسی چیز سے قائم نہیں رہ سکتا تو خدا اس کو قائم نہ رکھے، یہ برہمی دیکھ کر بیوی نے دودھ واپس کرادیا۔(۲)

احتیاط کا آخری نمونہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ بیت المال کا مشک آپ کے سامنے لایا گیا، آپ نے ناک بند کرلی کہ اس کی خوش بو نہ جانے پائے، لوگوں نے عرض کیا، امیر المومنین اس کی خوش بو سونگھ لینے میں کیا حرج ہے، فرمایا مشک کا انتفاع یہی ہے۔(۳)

تختِ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد ہدایا، تحائف کا سلسلہ بالکل بند کردیا تھا، ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کو سیب اور دوسرے میوے ہدیہ میں بھیجے، آپ نے واپس کردیا، بھیجنے والے نے کہا، ہدیہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرماتے تھے، آپ نے جواب دیا لیکن

(۱) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۸ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۷۹ (۳) سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۶۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے لیے اور ہمارے بعد والوں کے لیے وہ رشوت ہے۔(۱) ابن جوزی نے اس قبیل کے اور بہت سے واقعات لکھے ہیں۔

توکل: توکل اور اعتماد علی اللہ نے تمام خطرات سے بے پرواہ کر دیا تھا، جس زمانہ سے امیر معاویہ پر حملہ ہوا تھا، اس زمانہ سے خلفا کی حفاظت کا بڑا اہتمام رہتا تھا، سیکڑوں سپاہی پہرہ پر متعین رہتے تھے، عمرؒ بن عبدالعزیز نے دوسرے سامان تجمل کے ساتھ اس کو بھی ختم کر دیا تھا، ایک مرتبہ بعض ہوا خواہوں نے عرض کیا کہ گذشتہ خلفا کی طرح آپ بھی کھانا دیکھ بھال کر کھایا کریں اور حملہ کی حفاظت کے لیے نماز میں پہرہ کا انتظام رکھا کریں، طاعون میں ہٹ جایا کریں، یہ سن کر فرمایا ''اس حفاظت کے باوجود آخر وہ لوگ کیا ہوئے، جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا ''خدایا! اگر...... میں تیرے علم میں روزِ قیامت کے علاوہ اور کسی دن سے ڈروں تو تو میرے خوف کو اطمینان نہ دلانہ۔(۲)

تواضع ومساوات: ترفع، کبر، خودنمائی اور عدم مساوات وغیرہ امارت کے لوازم میں ہیں، خود حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز میں خلافت سے پہلے بڑی تمکنت تھی لیکن خلافت کے بعد سراپا عجز وانکسار اور مساوات کا نمونہ بن گئے تھے۔

اوپر گذر چکا ہے کہ خلافت کے بعد انھوں نے تمام شاہی امتیازات مٹا دیئے تھے اور فرمایا تھا کہ ''میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں'' سرکاری پہرہ داروں کو تعظیم کے لیے اٹھنے کی ممانعت کر دی اور خود ان کے ساتھ برابر بیٹھتے تھے۔(۳)

جنازہ میں شرکت کے وقت خلفا کے لیے علاحدہ چادر بچھائی جاتی تھی، چنانچہ حسب معمول جب آپ کے لیے پہلی مرتبہ بچھائی گئی تو آپ نے اس کو پیروں سے ہٹا دیا۔(۴)

لونڈی غلاموں کے ساتھ برتاؤ اتنا مساویانہ تھا کہ کبھی کبھی آپ خود بھی ملازمین کی خدمت کرتے تھے، ایک مرتبہ پنکھا جھلتے جھلتے ایک لونڈی کی آنکھ لگ گئی، آپ نے پنکھا لے

---

(۱) سیرت ص ۱۶۰ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۹۴ (۳) سیرت عمر بن عبدالعزیز (۴) ایضاً ص ۵۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کراس کو جھلنا شروع کر دیا، اس کی آنکھ کھلی تو گھبرا کر چلائی، آپ نے فرمایا آخر تم بھی میری طرح انسان ہو، تم کو بھی گرمی لگتی ہوگی، جس طرح تم مجھے پنکھا جھل رہی تھیں میں نے تم کو جھلنا مناسب سمجھا۔(۱)

ملازموں کے آرام میں خلل نہ ڈالتے تھے، اوران کے آرام کے اوقات میں خود اپنے ہاتھ سے کام کر لیتے تھے، ایک مرتبہ رجاء بن حیوہ سے گفتگو میں رات زیادہ گذر گئی اور چراغ جھلملانے لگا، پاس ہی ملازم سویا ہوا تھا، رجاء نے کہا اسے جگادوں، فرمایا سونے دو، رجاء نے خود چراغ درست کرنے کا ارادہ کیا، آپ نے روک دیا کہ مہمان سے کام لینا مروت کے خلاف ہے اور خود اٹھ کر زیتون کا تیل لیا اور چراغ ٹھیک کر کے پلٹ کر فرمایا ''جب میں اٹھا تھا تب بھی عمرؒ بن عبدالعزیز تھا، اور اب بھی عمرؒ بن عبدالعزیز ہوں۔''(۲)

اس تواضع اور مساوات کی وجہ سے ان لوگوں کو جو خلیفہ میں جاہ وجلال دیکھنے کے عادی تھے، آپ کے پہچاننے میں دقت ہوتی تھی، حکم بن عمرو الرعینی کا بیان ہے کہ عمرؒ بن عبدالعزیز ایک حلقہ سے اٹھ کر دوسرے حلقہ میں بیٹھ جاتے تھے اور وہ اجنبی جو آپ کو پہچانتے نہ تھے، انھیں جب تک اشارہ سے بتایا نہ جاتا اس وقت تک وہ پہچان نہ سکتے تھے۔(۳)

اس مختصر تذکرہ میں ان کے اخلاقی کمال کا احاطہ مشکل ہے، اس لیے صرف چند نمونے پیش کیے گئے ہیں۔

---

(۱) سیرت عمرؒ بن عبدالعزیز ص ۱۷۲ (۲) ایضاً ص ۱۷۳ (۳) ایضاً ص ۱۷۳ او ۱۷۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۳- عمرو بن مرہ

نام ونسب: عمرو نام، ابو عبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن مرہ بن عبداللہ بن طارق بن الحارث ابن سلمہ بن کعب بن وائل بن جمل بن کنانہ بن ناجیہ بن مراد جملی مرادی۔

فضل وکمال: علمی اعتبار سے کوفہ کے ممتاز علما میں تھے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان ثقة ثبتاً اماماً مسعر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں پایا۔(۱)

حدیث: حفظِ حدیث کے لیے یہ سند کافی ہے کہ حافظ ذہبی ان کو حافظ کا لقب دیتے ہیں، عبدالرحمٰن بن مہدی انھیں حفاظِ کوفہ میں شمار کرتے تھے،(۲) حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے اعمش سے عمرو بن مرہ کے علاوہ کسی کی تعریف نہیں سنی، وہ کہتے تھے کہ ابن مرہ اپنی روایات میں مامون تھے، شعبہ کہتے تھے کہ تمام راویانِ حدیث سے حدیثوں میں کچھ نہ کچھ ردوبدل ہوجاتا ہے، صرف ابن عون اور عمرو بن مرہ اس سے مستثنیٰ ہیں، مسعر کہتے تھے کہ وہ صدق کی کان ہیں،(۳) حدیث میں انھوں نے عبداللہ بن اوفیٰ، ابووائل، مرة الطیب، سعید بن مسیّب، عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن حارث نجرانی، عمرو بن میمون اودی، عبداللہ بن سلمہ، حسن بن مسلم، خیثمہ بن عبدالرحمٰن، سعد بن عبیدہ، سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی جیسے علما سے استفادہ کیا تھا، ابواسحاق سبیعی، اعمش، منصور، زید بن ابی انیسہ، مسعر، علاء بن مسیّب، اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، ثوری، شعبہ وغیرہ آپ کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔(۴)

نماز میں اخلاص: اس علم کے ساتھ وہ عمل کے زیور سے آراستہ تھے، نماز اس خضوع سے پڑھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا پڑھتے ہی مغفرت ہوجائے گی، شعبہ بیان کرتے ہیں کہ جب جب میں نے عمرو بن مرہ کو نماز پڑھتے دیکھا ہمیشہ یہی خیال ہوا کہ نماز سے لوٹنے کے قبل ہی

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۸ (۲) ایضاً (۳) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۰۲ و ۱۰۳ (۴) ایضاً ص ۱۰۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی قبولیت ہوجائے گی،(۱) ایک روایت میں ہے کہ ان کی مغفرت ہوجائے گی۔(۲)

وفات: ۱۱۶ھ میں وفات پائی، جنازہ میں عبدالملک بن میسرہ کی زبان پر یہ کلمہ تھا کہ وہ خیرالبشر تھے۔(۳)

۵۴- علقمہ بن قیس

نام ونسب: علقمہ نام، ابوشبل کنیت، مشہور محدث ابراہیم نخعی کے ماموں اور اسود بن یزید کے چچا تھے، نسب نامہ یہ ہے: علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک بن علقمہ بن سلامان بن کہیل بن بکر بن عوف بن نخع نخعی۔

پیدائش: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے۔(۴)

فضل وکمال: فضل وکمال اور زہد وورع کے لحاظ سے ممتاز تابعین میں تھے۔

انھوں نے زمانہ ایسا پایا کہ بہت سے اکابر صحابہ سے استفادہ کا موقع ملا، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ مرتضی، عبداللہ بن مسعودؓ، حذیفہ بن یمانؓ، سلمان فارسیؓ، ابی مسعود بدریؓ، ابودرداء انصاریؓ وغیرہ اکابر صحابہ موجود تھے، ان سے انھوں نے روایتیں کی ہیں لیکن فقیہ الامت عبداللہ بن مسعودؓ کے سرچشمۂ فیض سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ مستفید ہوئے تھے، انھوں نے ان کو ابتدا سے انتہا تک تعلیم دی، اسود کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ علقمہ کو جس طرح قرآن کی تعلیم دیتے تھے، اسی طرح تشہد کی تعلیم دیتے تھے۔(۵) ان کی اس توجہ اور فیض بخشی سے علقمہ، ابن مسعودؓ کا ثنی بن گئے تھے، ابن مسعودؓ خود فرمایا کرتے تھے کہ ”میں جو کچھ پڑھتا اور جانتا ہوں، وہ سب علقمہ پڑھتے اور جانتے ہیں“(۶) ان کے علمی کمالات پر تمام علماء ومحدثین کا اتفاق ہے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ اور امام بارع تھے،(۷)

---

(۱) ابن سعد ج۶ ص۲۲۰ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۱۰۸ (۳) ابن سعد ج۶ ص۲۲۰ (۴) تہذیب التہذیب ج۷ ص۲۷۶ (۵) طبقات ابن سعد جلد۶ ص۵۹ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۴۱ (۷) ایضاً ص۴۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علقمہ بلند مرتبہ، جلیل القدر اور صاحب کمال فقیہ تھے۔(۱)

قرآن: علقمہ کو قرآن، حدیث اور فقہ جملہ علوم میں یکساں کمال حاصل تھا، قرآن کی تعلیم ابن مسعودؓ سے حاصل کی تھی کان جوّاد القرآن علی ابن مسعودؓ (۲) ابن مسعودؓ کبھی کبھی اپنی قرأت کی صحت کے لیے خود علقمہ کو قرآن پڑھ کر سناتے تھے، علقمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابن مسعودؓ نے مجھ سے کہا کہ تم سورہ بقرہ میں میری گرفت کرو، چنانچہ اسے سنا کر مجھ سے پوچھا، میں نے کچھ چھوڑا تو نہیں، میں نے کہا ایک حرف چھوٹ گیا ہے، انھوں نے خود ہی کہا، فلاں حرف؟ میں نے کہا ہاں۔(۳)

نہایت خوش گلو اور شیریں آواز تھے، اس لیے ابن مسعودؓ انھیں ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنے کی ہدایت کرتے تھے، اس کا خود بیان ہے کہ خدا نے مجھے خوش آوازی عطا فرمائی تھی، عبداللہ بن مسعودؓ مجھ سے قرآن پڑھوا کر سنتے اور فرماتے، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، خوش آوازی کے ساتھ پڑھا کرو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ حسنِ صوت قرآن کی زینت ہے۔(۴)

حدیث: حدیث کے وہ نہایت ممتاز حفاظ میں تھے، حافظہ نہایت قوی تھا، جو چیز ایک دفعہ یاد کر لی وہ گویا کتاب میں محفوظ ہو گئی، ان کا بیان ہے کہ میں نے جو چیز جوانی کے زمانہ میں یاد کی اس کو اس طرح پڑھتا ہوں گویا ورق میں لکھی ہوئی تحریر کو پڑھتا ہوں، (۵) اس حافظہ کے ساتھ انھیں حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، سعدؓ، حذیفہ بن یمانؓ، ابودرداءؓ، ابومسعودؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، خباب ابن ارتؓ، خالد بن ولیدؓ، معقل بن سنانؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ جیسے اکابر اور علمائے صحابہ سے استفادہ کا موقع ملا۔(۶)

ان بزرگوں کے فیض نے انھیں حدیث کا بڑا حافظ بنا دیا، علامہ ابن سعد ان کو

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ص ۳۴۲ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۱ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۶۰ (۴) ایضاً (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۵۸ (۶) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۷۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کثیر الحدیث (۱) اور حافظ ذہبی امام بارع لکھتے ہیں، (۲) عبداللہ بن مسعودؓ کی احادیث کا بیشتر حصہ بلکہ قریب قریب کل علقمہ کے سینہ میں محفوظ تھا۔

روایت حدیث میں احتیاط: لیکن اس وسعتِ علم کے باوجود وہ محدث بننا اور اس کے ذریعہ عظمت وجاہ حاصل کرنا پسند نہ کرتے تھے، ابن مسعودؓ کے انتقال کے بعد لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ اب آپ سنت کی تعلیم کے لیے بیٹھئے، انھوں نے جواب دیا کہ تم لوگ چاہتے ہو کہ لوگ میرے پیچھے پیچھے چلیں۔ (۳)

تلامذہ: حدیث میں ان کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع تھا، عبدالرحمٰن بن یزید، ابراہیم بن سعید، امام شعبی، ابوقاد نخعی، شقیق بن سلمہ بن کہیل، قیس بن رومی، قاسم بن مخیمرہ، ابواسحاق سبیعی وغیرہ ان کے تلامذہ میں ہیں، ان میں ان کے بھانجے ابراہیم نخعی اور بھتیجے اسود بن یزید خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر ہیں۔ (۴)

فقہ: فقہ کا فن بھی انھوں نے فقیہ الامت ابن مسعودؓ سے حاصل کیا تھا، اس لیے اس میں وہ امامت واجتہاد کا درجہ رکھتے تھے کان فقیھاً اماماً بارعاً (۵) امام نووی صاحب کمال فقیہ لکھتے ہیں۔ (۶)

وسعتِ علم: وسعتِ علم کے اعتبار سے علقمہ، ابن مسعودؓ کے ممتاز اصحاب میں سے تھے، ابن مدائنی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے علم کے بڑے حاملین، علقمہ، اسود، عبیدہ اور حارث تھے۔ (۷) ان میں علقمہ سب پر فائق تھے، ابراہیم کا بیان ہے کہ ابن مسعودؓ کے چھ اصحاب لوگوں کو درس اور سنت کی تعلیم دیتے تھے، ان میں دو علقمہ اور اسود تھے، ابوالہذیل نے پوچھا ان دونوں میں کون افضل تھا؟ انھوں نے علقمہ کا نام لیا (۸) عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ سند کہ جو

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۶۲ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۱ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۶۰ (۴) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۷۷ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۱ (۶) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۳۴۲ (۷) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۷۷ (۸) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ میں پڑھتا اور جانتا ہوں وہ سب علقمہ پڑھتے اور جانتے ہیں،(۱) ان کے وسعت علم کے لیے کافی ہے۔

صحابہ کا استفادہ: ان کا علمی کمال اتنا مسلم تھا کہ صحابۂ رسول تک ان سے استفادہ کرتے تھے، جو ایک تابعی کے لیے بہت بڑا طغرائے امتیاز ہے، ابوظبیان کا بیان ہے کہ میں نے متعدد صحابۂ رسولؐ کو دیکھا ہے کہ وہ علقمہ سے مسائل پوچھتے تھے اور استفتا کرتے تھے۔(۲)

فضائل اخلاق: عادات وخصائل اور اخلاق میں علقمہ ذات نبویؐ کا نمونہ تھے، ابراہیم کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ طور طریق اور عادات وخصائل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے،(۳) اور علقمہ عبداللہ بن مسعودؓ کے مشابہ تھے، اس طرح گویا علقمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، علقمہ عادات وخصائل میں ابن مسعودؓ سے اس درجہ مشابہ تھے کہ جن لوگوں نے ان کو نہیں دیکھا تھا وہ علقمہ کے آئینۂ عمل میں ان کی تصویر دیکھ سکتے تھے۔(۴)

زہد وعبادت: یہ مشابہت محض علم اور ظاہری خصائل تک محدود نہ تھی، بلکہ عمل میں بھی وہ ابن مسعودؓ کے ساتھ کامل مشابہت رکھتے تھے، ان کا شمار علمائے ربانیین میں تھا۔(۵)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ صاحب خیر وورع تھے۔(۶)

تلاوتِ قرآن: قرآن کے ساتھ ان کو غیر معمولی شغف وانہماک تھا، معمولاً چھ دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے،(۷) کبھی کبھی ایک رات میں پورا قرآن پڑھ ڈالتے تھے، ابراہیم کا بیان ہے کہ علقمہ ایک مرتبہ مکہ گئے، شب کے وقت انھوں نے طواف شروع کیا، پہلے سات پھیروں میں انھوں نے طوال ختم کیں، دوسرے سات پھیروں میں مئین، تیسرے سات پھیروں میں مثانی اور چوتھے میں بقیہ سورتیں ختم کیں، اس طرح انھوں نے

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۱ (۲) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۷۸ (۳) ابن سعد ج ۶ ص ۵۸ (۴) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۷۷ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۶۱ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۲ (۷) ابن سعد ج ۶ ص ۶۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شب میں طواف کی حالت میں پورا قرآن تمام کردیا۔(۱)

قرآن کے ساتھ اس شیفتگی کا یہ نتیجہ تھا کہ آیاتِ قرآنی ان کی زبان پر اس قدر جاری ہوگئی تھیں کہ عموماً ہر کام آیت قرآنی کے اشارے سے شروع کرتے تھے، کھانے کے وقت قرآن کی اس آیت فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَّرِيْئًا کی طرف اشارہ کرکے بیوی سے کھانا مانگتے کہ مجھے ان لذیذ اور خوش گوار کھانوں میں سے کھلاؤ۔(۲)

رکاب پر پاؤں رکھتے ہوئے پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (۳)

جہاد فی سبیل اللہ: اس علم کے ساتھ جہاد کا بھی ولولہ رکھتے تھے، چنانچہ ۳۲ھ میں امیر معاویہؓ کے ساتھ قسطنطنیہ کی مہم میں شریک ہوئے، اس مہم کے اکثر شرکا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشن گوئی کا مصداق بننے کے لیے جذبۂ شہادت سے مخمور تھے، ایک مجاہد معضد نے ایک برج پر حملہ کرتے وقت سر پر باندھنے کے لیے علقمہ سے چادر مستعار لی تھی، وہ خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے، علقمہ کی چادر ان کے خون میں تر بتر ہوگئی، علقمہ اس چادر کو بہت متبرک سمجھتے تھے اور اس کو اوڑھ کر جمعہ میں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اس کو اس لیے اوڑھتا ہوں کہ اس میں معضد کا خون ہے۔(۴)

شہرت سے نفرت: شہرت سے بہت گھبراتے تھے، اس سے بچنے کے لیے تعلیم و تعلم کے سلسلہ میں کسی خاص مقام میں بیٹھنا پسند نہ کرتے تھے، عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے علقمہ سے درخواست کی کہ آپ مسجد میں نماز پڑھتے اور بعد نماز وہاں بیٹھتے تاکہ ہم لوگ آپ سے مسائل پوچھا کرتے، فرمایا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ اشارہ کریں کہ یہ علقمہ ہیں۔(۵)

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۵۹ (۲) ایضاً ص ۵۸ (۳) ایضاً ص ۵۹ (۴) ابن اثیر ج ۳ ص ۱۰۳ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۵۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امرائے دولت سے دامن کشی: امرا اور ارباب دول سے نہ صرف بے نیاز تھے اور ان سے دامن بچاتے تھے بلکہ ان سے میل جول اور آمد ورفت رکھنا اخلاقی نقصان تصور کرتے تھے، ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ آپ امرا کے یہاں جایا کیجئے کہ وہ آپ کی حقیقت سے آگاہ ہوں اور آپ کا مرتبہ پہچانیں، فرمایا میں ان سے جتنی باتیں دور کروں گا اور جتنی چیزیں کم کروں گا اس سے زیادہ چیزیں وہ مجھ سے گھٹا دیں گے، (۱) یعنی میں جتنی ان کی برائیاں دور کروں گا، اتنی وہ میری بھلائیاں دور کریں گے، وہ نہ صرف خود امرا سے نہیں ملتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکتے تھے، ابووائل کا بیان ہے کہ جب کوفہ اور بصرہ دونوں کی ولایت ابن زیاد سے متعلق ہوئی تو اس نے مجھ سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ چلنا، میں نے جا کر علقمہ سے پوچھا، انھوں نے کہا ان لوگوں (امرا) سے تم کو جو حاصل ہوگا، اس سے زیادہ بہتر چیز وہ تم سے لے لیں گے، (۲) وفود وغیرہ...... کے سلسلہ میں بھی وہ امرا کے دربار میں جانا پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک وفد میں جو امیر معاویہ کے پاس جانے والا تھا، ان کا نام لکھ دیا گیا، انھیں معلوم ہوا تو فوراً ابو بردہ کو لکھا کہ میرا نام کاٹ دو۔ (۳)

وفات: ٦۲ھ میں کوفہ میں وفات پائی، مرض الموت میں وصیت کی تھی کہ دم آخر کلمۂ طیبہ کی تلقین کیجائے تا کہ میری زبان سے آخری کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ نکلے، کسی کو موت کی خبر نہ دی جائے، ورنہ زمانہ جاہلیت کا اشتہار بن جائے گی، دفن کرنے میں جلدی کی جائے، بین کرنے والی عورتیں ساتھ نہ ہوں۔ (۴)

۵۵- قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ

نام ونسب: قاسم نام، ابومحمد کنیت، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکرؓ کے فرزند ہیں، ان کی ماں سودہ ام ولد تھیں، قاسم اپنے علمی اور اخلاقی کمالات کے لحاظ سے

(۱) ابن سعد ج٦ ص۵۹ (۲) ج٦ ایضاً ص۵۹ (۳) ایضاً (۴) ایضاً ص٦۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ کے ممتاز ترین بزرگوں میں تھے۔

یتیمی اور پھوپھی کی آغوش میں پرورش: حضرت عثمانؓ کی مخالفت اور شہادت کے سلسلہ میں محمد بن ابی بکرؓ کا نام تاریخ اسلام میں بڑی شہرت رکھتا ہے، وہ حضرت عثمانؓ کے شدید ترین مخالفین میں تھے، بلکہ قاتلینِ عثمان کے سلسلہ میں ان کا نام لیا جاتا ہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ ہو گئے تھے اور ان کے اور امیر معاویہ کے اختلافات میں حضرت علیؓ کے پر جوش حامیوں میں رہے، ان کے ان خدمات کے صلہ میں حضرت علیؓ نے ان کو مصر کا والی بنا دیا تھا، جب امیر معاویہؓ کی جانب سے عمروؓ بن العاص نے مصر پر فوج کشی کی، اس وقت محمد بن ابی بکر کام آ گئے، قاسم اس وقت بہت کم سن تھے، اس لیے ان کی پھوپھی ام المومنین عائشہؓ نے ان کو اپنے آغوشِ شفقت میں لے لیا اور بڑے لاڈ پیار سے پالا، قاسم اس زمانہ کے بعض واقعات جو اُن کے حافظہ میں رہ گئے تھے، بیان کیا کرتے تھے، چنانچہ کہتے تھے کہ ہماری پھوپھی عائشہؓ عرفہ کی شب کو ہم لوگوں کے سر منڈاتی تھیں اور ہمیں ٹوپی پہنا کر مسجد بھیجتی تھیں اور دوسرے دن صبح کو ہم لوگوں کی طرف سے قربانی کرتی تھیں۔(۱)

فضل وکمال: حضرت عائشہؓ وہ مخدومۂ علم تھیں جن کے ادنیٰ ترین خدام مسند علم وعمل کے وارث ہوئے، قاسم تو گویا محبوب فرزند تھے، ان کی تربیت نے ان کو علم وعمل کا مجمع البحرین بنا دیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ رفیع المنزلت وعالی مرتبت، فقیہ امام اور بڑے حافظ حدیث اور متورع تھے۔(۲) امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے جلیل القدر تابعی ہیں، ان کی جلالت، توثیق اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔(۳)

تفسیر: انھیں جملہ علوم میں پورا ادراک تھا لیکن کلام الٰہی کی تفسیر میں بڑے محتاط تھے، اس سے انھوں نے بحیثیت مفسر کے کوئی شہرت حاصل نہیں کی، وہ غایت احتیاط میں تفسیر ہی نہ

(۱) ابن سعد ج۵ ص ۱۳۹ (۲) ایضاً ۱۴۳ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ص ۵۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے تھے۔(۱)

حدیث: عائشہ صدیقہؓ کی ذات سرچشمۂ حدیث تھی، قاسم زیادہ تر اسی سرچشمہ سے سیراب ہوئے تھے، ان کے علاوہ انھوں نے دوسرے اساطین حدیث میں ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ سے بھی پورا استفادہ کیا تھا، ان کا خود بیان ہے کہ میں بحر ابن عباسؓ کے پاس بیٹھتا تھا، ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ کے پاس بیٹھتا تھا اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا، ابن عمرؓ کے پاس ایسا علم وورع تھا اور ایسے نادر معلومات تھے جو اور کہیں نہیں حاصل ہو سکتے تھے، (۲) ان بزرگوں کے علاوہ، ابن عمرو بن العاصؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، معاویہؓ، عبداللہ بن خبابؓ، رافع بنؓ خدیج، اسلم مولیٰ عمرؓ وغیرہ سے بھی سماعِ حدیث کیا تھا، (۳) ان بزرگوں کے فیض نے ان کو ممتاز حافظِ حدیث بنا دیا تھا، ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ کثیر الحدیث تھے، (۴) حافظ ذہبی انھیں حفاظِ حدیث میں امام اور قدوۃ لکھتے ہیں، (۵) ابوالزناد کہتے تھے کہ میں نے قاسم سے زیادہ سنت کا عالم نہیں دیکھا، (۶) حضرت عائشہؓ کی احادیث کے خصوصیت کے ساتھ بڑے حافظ تھے، خالد بن بزاز کا بیان ہے کہ عائشہؓ کی احادیث کے تین بڑے واقف کار تھے، قاسم، عروہ اور عمرہ۔(۷)

ان کی روایات کا درجہ: محدثین اور ارباب فن کے نزدیک حضرت عائشہؓ سے ان کی روایات طلائے خالص کا حکم رکھتی ہیں، ابن معین کا بیان ہے کہ "عبیداللہ بن عمر عن قاسم عن عائشہؓ" کا سلسلہ روایتِ طلائے خالص ہے۔(۸)

مذاکرۂ حدیث: روزانہ شب کو بعد عشا وہ اور ان کے ساتھی مل کر حدیث خوانی کرتے تھے، (۹)

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۹ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۵۵ (۳) تہذیب ج ۸ ص ۳۳۳ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۹ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۴ (۶) ایضاً ص ۸۵ (۷) تہذیب ج ۸ ص ۳۳۴ (۸) تہذیب الاسماء ج اول ص ۵۵ (۹) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت حدیث میں احتیاط: روایت حدیث کے باب میں اتنے محتاط تھے کہ روایت میں الفاظ کی پابندی ضروری سمجھتے تھے، اسی احتیاط کی بنا پر وہ حدیثوں کو قلمبند کرنا پسند نہ کرتے تھے۔(۱)

تلامذہ: حدیث میں ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے ممتاز ائمہ تھے، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، عبدالرحمٰن بن قاسم، امام شعبی، سالم بن عبداللہ بن عمر، سعید انصاری کے لڑکے یحییٰ، سعید بن ابی ملیکہ، نافع مولیٰ ابن عمر، امام زہری، عبیداللہ بن عمر، ایوب، ابن جون اور مالک بن دینار وغیرہ۔(۲)

فقہ: قاسم کا خاص فن فقہ تھا، اس میں ان کو درجۂ امامت واجتہاد حاصل تھا، ان کے فقہی کمال کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ وہ مدینہ کے سات مشہور اور ممتاز فقہا میں سے ایک تھے، (۳) فقہ بھی انھوں نے اپنی پھوپھی عائشہ صدیقہؓ، ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے حاصل کی تھی، فرماتے تھے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ کے زمانہ میں عائشہؓ مستقل فتویٰ دیتی تھیں اور میں ان کے ساتھ رہتا تھا، (۴) اس عہد کے تمام علما ان کے تفقہ کے معترف تھے، ابی الزناد کہتے تھے کہ میں نے قاسم سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا، (۵) امام مالک فرماتے تھے کہ قاسم اس امت کے فقہا میں تھے، (۶)

فتاویٰ میں احتیاط: اس فقہی کمال کے باوجود وہ حدیث کی طرح فقہ میں بھی بڑے محتاط تھے اور بغیر علم کے کوئی بات کہنا یا کسی مسئلہ کا جواب دینا نہایت برا سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ خدا کے فرض احکام جان لینے کے بعد انسان کا جاہل رہنا، اس سے بہتر ہے کہ وہ بغیر علم کے کوئی بات کہے، جو مسئلہ ان کے علم میں نہ ہوتا،، اس کے جواب میں بلا تکلف لاعلمی ظاہر کر دیتے، ایک مرتبہ ان سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا، انھوں نے جواب دیا مجھے اس کے متعلق کوئی واقفیت

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۰ (۲) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۳۳ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۵۵ (۴) ایضاً (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۵ (۶) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۳۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے، صرف عیاں اور کھلے ہوئے مسائل کا جواب دیتے تھے، جن مسائل کا اپنی رائے سے جواب دیتے، اس میں یہ صراحت کردیتے کہ یہ میری رائے ہے، یہ نہیں کہتا کہ "یہ حق ہے۔" (۱)

حلقۂ درس: مسجد نبویؐ میں قاسم کا حلقۂ درس تھا، ان کی اور سالم بن عبداللہ بن عمر کی مجلس ایک ہی تھی، ان کے بعد ان کے لڑکے عبدالرحمٰن، سالم کے بھائی عبیدؒاللہ بن عمر اس مجلس میں بیٹھے تھے، پھر ان دونوں کے بعد اس مقام پر امام مالک کی مسندِ درس بچھی، یہ جگہ روضہ نبویؐ اور منبر نبویؐ کے درمیان خوخہ عمر کے سامنے تھی، (۲) قاسم صبح سویرے درس وافتا کے لیے مسجد میں آجاتے تھے اور دو رکعتیں پڑھ کر مجلس میں بیٹھتے تھے، اس وقت لوگوں کو جو کچھ پوچھنا ہوتا پیش کرتے۔ (۳)

معاصرین کا اعتراف کمال: اس عہد کے تمام بڑے بڑے علما اور ارباب کمال قاسم کے کمالات علمی کے معترف تھے، یحییٰ بن سعید انصاری کہتے تھے کہ ہم نے مدینہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جس کو قاسم پر فضیلت دی جاسکے، ابوالزناد کہتے تھے کہ قاسم اپنے زمانہ کے سب سے بڑے جاننے والے تھے، ایوب سختیانی کہتے تھے کہ میں نے قاسم سے افضل آدمی نہیں دیکھا۔ (۴)

علمی انکسار اور معاصرین کا احترام: اس علمی علوے مرتبت کے باوجود انھیں اپنی برتری کا مطلق احساس نہ تھا، وہ اپنے سے کم پایہ معاصرین کا اتنا لحاظ رکھتے تھے کہ کسی موقع پر بھی ان کی زبان سے کوئی کلمہ ایسا نہ نکلنے پاتا جس سے ان کے کسی معاصر کی خفیف سی سبکی کا بھی احتمال ہوسکتا ہو، اس احتیاط کی وجہ سے وہ بعض مواقع پر عجب نازک صورتِ حال میں پھنس جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے ان سے سوال کیا آپ بڑے عالم ہیں یا سالم؟ اس

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۹ (۲) ابن سعد جلد ۵ ص ۱۴۰ (۳) ایضاً صفحہ ۱۴۱ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سوال کے جواب دینے میں بڑی کشمکش پیش آئی، اگر اظہار واقعہ کرتے تھے تو اپنی زبان سے اپنی تعریف ہوتی تھی اور اگر سالم کو کہتے تھے تو جھوٹ ہوتا تھا، اس لیے پہلے تو انھوں نے سبحان اللہ کہہ کر ٹالا لیکن جب اعرابی نے دوبارہ پوچھا تو آپ نے کہا سالم موجود ہیں ان سے جا کر پوچھ لو۔(۱)

فضائل اخلاق: قاسم میں جس پایہ کا علم تھا، اسی درجہ کا عمل بھی تھا، ان کی ذات جملہ فضائل اخلاق کی جامع تھی، وہ اپنے جد بزرگوار حضرت ابوبکرؓ کا مثنیٰ تھے، زبیر کہتے تھے کہ ابوبکرؓ کی اولاد میں میں نے اس نوجوان (قاسم) سے زیادہ ان سے مشابہ کسی کو نہیں پایا۔(۲)

عمرؒ بن عبدالعزیز ان کے علمی اور اخلاقی کمالات کے اتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے کاش خلافت قاسم کے لیے ہوتی، ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر خلافت کا فیصلہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم کو خلیفہ بنا دیتا،(۳) عمرؒ بن عبدالعزیز کے ساتھ ان کے تعلقات بڑے دوستانہ اور بے تکلفانہ تھے، قاسم بہت کم گو، کم سخن اور خاموش طبیعت تھے، جب عمرؒ بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اہل مدینہ نے کہا اَب کنواری (قاسم) بولے گی۔(۴)

زہد وورع: زہد وورع کے اعتبار سے بھی ممتاز ترین تابعی میں تھے، علامہ ابن سعد ان کو ورع عجلی، خیار تابعین میں اور رجل صالح لکھتے ہیں، ابن حبان ان کو سادات تابعین میں اور افضل زمانہ میں شمار کرتے ہیں۔(۵)

عالم پیری میں بھی رمی جمار کے لیے پاپیادہ جاتے تھے، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ قاسم جب زیادہ ضعیف ہوگئے تھے، اس وقت وہ اپنی اقامت گاہ سے منیٰ تک سواری پر آتے، پھر یہاں سے جمار تک پاپیادہ جاتے تھے، رمی کرنے کے بعد مسجد تک پیدل واپس آتے تھے، پھر یہاں سے سوار ہو کر گھر واپس جاتے۔(۶)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج۸ ص۳۳۴ (۲) ایضاً (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۸۵ (۴) تہذیب التہذیب ج۸ ص۳۳۵ (۵) ابن سعد ج۵ ص۱۴۱ (۶) تہذیب ج۸ ص۳۳۵ و تہذیب الاسماء ج اول ص۵۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دولت سے بے نیازی: دولت دنیا سے وہ اتنے بے نیاز تھے کہ اس کے لیے کسی عزیز کا احسان بھی لینا گوارا نہ کرتے تھے، سلیمان بن قتیبہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن عبید اللہ نے عبداللہ بن عمرؓ اور قاسم بن محمد کے پاس میرے ہاتھ ایک ہزار دینار بھیجے، ابن عمرؓ نے لے لیا اور شکریہ ادا کیا کہ عمر بن عبید نے صلہ رحم سے کام لیا، اس وقت مجھ کو اس کی ضرورت تھی لیکن قاسم نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، ان کی بیوی کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا کہ عمر بن عبیداللہ کے ساتھ ہم دونوں کا رشتہ برابر کا ہے، اگر قاسم ان کے چچیرے بھائی ہیں تو میں ان کی پھوپھیری بہن ہوں، ان کے اس کہنے پر میں نے ان کو روپیہ دیدیا۔(۱)

اعترافِ حق: حق پرست ایسے تھے کہ اپنے باپ کی غلطی کو بھی غلطی سمجھتے تھے اور ان کی مغفرت کے لیے خدا سے دعا کرتے تھے یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے والد محمد بن ابی بکرؓ حضرت عثمانؓ کے شدید ترین مخالفین میں تھے اور باغیوں کے ساتھ کاشانۂ خلافت میں گھس گئے تھے، قاسم ان کی اس غلطی کو مانتے تھے اور ان کے لیے سجدہ میں بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے تھے کہ خدایا عثمان کے معاملہ میں میرے والد کے گناہ بخشدے۔(۲)

وفات: باختلاف روایت ۱۰۷ھ یا ۱۰۸ھ میں انتقال کیا، مرض الموت میں کاتب کو بلا کر وصیت لکھنے کو کہا، اس نے بغیر بتائے ہوئے لکھ دیا کہ قاسم بن محمد وصیت کرتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں، قاسم نے سنا تو کہا کہ اگر آج کے دن سے پہلے ہم نے اس کی شہادت نہیں دی تو کتنے بدقسمت ہیں، کفن کے متعلق وصیت کی کہ میں جن کپڑوں میں نماز پڑھتا ہوں اسی میں کفنایا جاؤں، اس میں قمیص، ازار اور چادر وغیرہ کفن کے تمام کپڑے ہیں، آپ کے صاحبزادے نے کہا کیا آپ اور دو نئے کپڑے پسند نہیں کرتے؟ فرمایا، ابوبکرؓ بھی تین کپڑوں میں کفنائے گئے تھے، مُردوں کے مقابلہ میں زندوں کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے، ان وصایا کے بعد قدید میں انتقال کیا اور اس سے تین میل کے فاصلہ پر

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۱ (۲) ابن خلکان ج اول ص ۴۱۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقام مشلل میں سپرد خاک کئے گئے، انتقال کے وقت ستر یا بہتر سال کی عمر تھی۔(۱)

ترکہ: وفات کے وقت ایک لاکھ نقد چھوڑا، جس میں ناجائز آمدنی کا ایک حبہ بھی نہ تھا۔(۲)

حلیہ ولباس: آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، سر اور داڑھی میں حنا کا خضاب کرتے تھے، چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے، جس پر ان کا نام کندہ تھا، لباس نفیس اور خوش رنگ استعمال کرتے تھے، جبہ، عمامہ اور رداء وغیرہ سارے کپڑے عموماً خز کے ہوتے تھے، خز کے علاوہ اور قیمتی کپڑے بھی استعمال کرتے تھے، چادر بوٹے دار اور رنگین ہوتی تھی، عمامہ سپید ہوتا تھا، زعفرانی رنگ زیادہ پسند خاطر تھا، کبھی کبھی سبز بھی استعمال کرتے تھے۔

۵۶-قبیصہ بن ذویب

نام ونسب: قبیصہ نام، ابواسحاق کنیت، نسب نامہ یہ ہے: قبیصہ بن ذویب بن حلحلہ بن عمرو بن کلیب بن حرام بن عبداللہ بن قمیر بن حبیشہ بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی۔

پیدائش: فتح مکہ کے سال پیدا ہوئے، ایک روایت یہ بھی ہے کہ ہجرت کے سال ولادت ہوئی لیکن پہلی روایت زیادہ مشہور ہے۔(۳)

عبدالملک کا عہد: شروع میں مدینہ میں رہتے تھے، پھر شام میں سکونت اختیار کر لی تھی، عبدالملک کے زمانہ میں ان کو بڑا عروج حاصل ہوا، خاتم برداری اور برید دو وعہدے ان سے متعلق تھے، ممالک محروسہ سے جو خطوط اور خبریں موصول ہوتی تھیں ان کو پڑھ کر عبدالملک کے سامنے پیش کرتے تھے۔(۴)

فضل وکمال: قبیصہ مدتوں مدینہ میں رہے تھے، ان کے زمانہ میں وہاں صحابہ کی بڑی جماعت موجود تھی، اس کے فیض سے وہ محروم نہ رہے، ان کا شمار علمائے تابعین میں ہے،

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۳ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۸۵ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ص ۵۶ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق اور علمی جلالت پر سب کا اتفاق ہے،(۱) بڑے بڑے ہم عصر علما ان کے علمی کمالات کے معترف تھے،مکحول شامی کہتے تھے کہ میں نے قبیصہ سے بڑا جاننے والا نہیں دیکھا،(۲) ابن شہاب زہری کہتے تھے کہ وہ اس امت کے علما میں تھے۔(۳)

حدیث: حدیث میں علامہ ابن سعد ثقة مامون اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔(۴)

حدیث میں انھوں نے بلالؓ،عثمان بن عفانؓ،حذیفہ بن یمانؓ،عبدالرحمٰنؓ ابن عوف، زیدؓ بن ثابت،عبادہ بن صامتؓ،عمرو بن العاصؓ،محمد بن سلمہؓ،تمیم داریؓ،ابودرداءؓ انصاری،مغیرہ ابن شعبہؓ،ابوہریرہؓ،ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور ام سلمہؓ وغیرہ سے استفادہ کیا تھا،ان سے استفادہ کرنے والوں میں امام زہری، رجاء بن حیوہ،عبداللہ بن ابی مریم،مکحول اور ابوقلابہ جرمی وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۵)

فقہ: فقہ میں بھی درک رکھتے تھے،ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ مدینہ کے فقہا اور صالحین میں تھے،(۶) ابوالزناد انھیں فقہا میں شمار کرتے تھے(۷) زید بن ثابتؓ کے فیصلوں کے بڑے عالم تھے،شعبی کا بیان ہے کہ وہ زید بن ثابتؓ کے سب سے بڑے عالم تھے۔(۸)

وفات: ابن سعد کے بیان کے مطابق ۸۶ھ میں وفات پائی۔(۹)

---

(۱) تہذیب الاسماء ج۵ ص۱۳۱ (۲) ایضاً (۳) تہذیب التہذیب ج۸ ص۳۴۶ (۴) ابن سعد ج۵ ص۱۳۱ (۵) تہذیب ج۸ ص۳۴۶ (۶) تہذیب ج۸ ص۳۴۷ (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۵۲ (۸) ابن سعد جلد۵ ص۱۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۷-قتادہ بن دعامہ سدوسی

نام ونسب: قتادہ نام، ابوالخطاب کنیت، نسب نامہ یہ ہے: قتادہ بن دعامہ بن قتادہ بن عزیز بن عمرو بن ربیعہ بن عمرو بن حارث بن سدوس سدوسی۔

قتادہ علمی اعتبار سے اجلۂ تابعین میں تھے۔

پیدائش: ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔(۱)

ذوق علم: قتادہ کو علم کے ساتھ فطری مناسبت تھی، حصول علوم کا ذوق بچپن سے لے کر بڑھاپے تک یکساں رہا، مطر الوراق کا بیان ہے کہ قتادہ مرتے دم تک طالب العلم رہے۔

قوت حافظہ: اس ذوق وشوق کے ساتھ انھوں نے حافظہ نہایت قوی پایا تھا، ایک مرتبہ جو چیز سن لیتے تھے، وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتی تھی، ایک مرتبہ حدیث سننے کے بعد کبھی کسی محدث سے دوبارہ اس کو سننے کی خواہش نہیں کی، ایک مرتبہ جو بات کانوں میں پڑ گئی وہ ہمیشہ کے لیے قلب کے خزانہ میں محفوظ ہو گئی،(۲) ان کے حافظہ کے نہایت حیرت انگیز واقعات کتابوں میں مذکور ہیں، ان میں سے ایک واقعہ لائق ذکر ہے، عمران بن عبداللہ کا بیان ہے کہ قتادہ ایک مرتبہ سعید بن مسیب کے پاس آئے اور چند دنوں قیام کر کے ان سے دل کھول کر اچھی طرح حدیثیں پوچھتے اور بکثرت سوالات کرتے رہے، ایک دن ابن مسیب نے ان سے پوچھا کہ تم نے جو باتیں مجھ سے پوچھی ہیں کیا وہ سب تم کو یاد ہیں؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا اور پوچھے ہوئے مسائل کو دہرانا شروع کیا کہ میں نے آپ سے یہ پوچھا تھا، آپ نے یہ جواب دیا تھا، میں نے یہ سوال کیا تھا، آپ نے یہ بتایا تھا اور حسن بصری نے یہ جواب دیا تھا، اس طریقہ سے انھوں نے ان حدیثوں کا بیشتر حصہ جو ان سے سنا تھا دہرا دیا، ابن مسیّب کو اس قوتِ حافظہ پر سخت حیرت ہوئی، فرمایا میں نہیں گمان کر سکتا تھا کہ خدا نے تمہارے جیسا شخص بھی پیدا کیا ہے۔(۳)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۰ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۹ (۳) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضل وکمال: اس ذوق وشوق، تلاش وجستجو اور قوتِ حافظہ نے ان کو قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، زبان، لغت، ایام عرب اور نسب وغیرہ اس عہد کے جملہ مذہبی اور غیر مذہبی علوم کا دریا بنادیا تھا۔(۱) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت شان اور فضیلت علم پر سب کا اتفاق ہے۔

قرآن: قرآن کے حافظ تھے اور نہایت اچھا یاد تھا، بڑی بڑی سورتوں میں ایک لفظ کی غلطی نہ ہوتی تھی، معمر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ قتادہ نے سعید بن ابی عروبہ کو قرآن دے کر انھیں سورۂ بقرہ سنائی اور اس میں ایک حرف کی غلطی نہیں کی، سنانے کے بعد ان سے پوچھا کیوں میں نے ٹھیک یاد کیا ہے؟ انھوں نے کہاہاں۔(۲)

تفسیر: تفسیر قرآن کے وہ بہت بڑے عالم تھے، آیاتِ قرآنی کی تفسیر وتاویل میں ان کی نظر نہایت وسیع تھی، وہ خود کہتے تھے کہ قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں نے کچھ نہ کچھ نہ سنا ہو،(۳) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ قتادہ تفسیر کے بڑے عالم تھے،(۴) ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ قرآن کے سب سے بڑے جاننے والے تھے،(۵) ابن ناصر الدین ان کو مفسر الکتاب لکھتے ہیں۔(۶)

حدیث: قتادہ کا اصل فن حدیث تھا، اس میں وہ نہایت بلند پایہ رکھتے تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ حدیث میں وہ ثقہ، مامون اور حجت تھے،(۷) حافظ ذہبی انھیں حافظ وعلامہ کے نام سے یاد کرتے تھے،(۸) عراق کے سب سے بڑے حافظِ حدیث مانے جاتے تھے، ابن مسیّب کہتے تھے کہ ہمارے یہاں قتادہ سے بڑا عراق کا کوئی حافظ نہیں آیا، سفیان کہتے تھے کہ دنیا میں قتادہ کا مثل نہ تھا، بکر بن عبداللہ کہتے تھے کہ جو شخص سب سے بڑے حافظ اور ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو حدیث کو بعینہٖ اسی طرح جس طرح اس نے سنا ہے، روایت

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۹ وص ۱۱۰ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۹ (۴) ایضاً (۵) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۵ (۶) شذرات الذہب ج اول ص ۱۵۳ (۷) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱ (۸) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہو تو اسے قتادہ کو دیکھنا چاہیے، عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے تھے کہ قتادہ، حمید کے جیسے پچاس آدمیوں سے زیادہ بڑے حافظ ہیں، (۱) امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ قتادہ باشندگانِ بصرہ میں سب سے بڑے حافظ تھے، جو چیز بھی سنتے تھے اس کو یاد کر لیتے تھے، ایک مرتبہ ان کے سامنے جابر کا صحیفہ پڑھا گیا، ایک ہی مرتبہ سن کر اس کو یاد کر لیا، (۲) ابن حبان ان کو ان کے عہد کا سب سے بڑا حافظِ حدیث شمار کرتے ہیں، سلیمان تیمی اور ایوب سختیانی جیسے محدثین ان کی احادیث کے محتاج تھے اور ان سے پوچھا کرتے تھے۔ (۳)

شیوخ: قتادہ کے اصل شیخ حسن بصری تھے، زیادہ تر وہ ان ہی کے سرچشمۂ فیض سے سیراب ہوئے تھے، بارہ سال تک ان کی خدمت میں رہے، خود ان کا بیان ہے کہ میں بارہ برس تک حسن بصری کی خدمت میں بیٹھا اور تین برس تک نماز فجر ان کے ساتھ پڑھی، میرے جیسے شخص نے ان کے جیسے شخص سے علم حاصل کیا، (۴) حسن بصری کے سب سے ممتاز تلامذہ میں یہی تھے، ابو حاتم کہتے تھے کہ حسن کے سب سے بڑے اصحاب میں قتادہ تھے۔ (۵)

حسن بصری کے علاوہ اس عہد کے تمام ممتاز محدثین، انس بن مالکؓ، ابو سعید خدریؓ، عمران بن حصین، سعید بن مسیب، عکرمہ، ابو بردہ بن ابی موسیٰ، شعبی، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، مطرف بن عبداللہ بن شخیر وغیرہ صحابہ اور تابعین کی ایک کثیر جماعت سے سماعِ حدیث کیا تھا۔ (۶)

ان کا یہ خاص کمال تھا کہ جس محدث کے پاس پہنچ جاتے تھے، چند ہی دنوں میں اس کا سارا علم پی لیتے تھے، ایک مرتبہ سعید بن مسیب کے پاس جا کر چند دنوں کے لیے قیام کیا اور ان سے اس قدر سوالات کیے کہ انھوں نے آٹھ ہی دن کے اندر گھبرا کر ان سے کہا

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۵۷ و ص ۵۸ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۰ (۳) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۵ (۴) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱ (۵) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۵۸ (۶) تفصیل کے لیے دیکھو تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۱ و ص ۳۵۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اب جاؤ تم نے میرا سارا علم خالی کر لیا۔(۱)

تلامذہ: ان کے کمالات کی وجہ سے ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی تھی، سینکڑوں تشنگانِ علم ان کے حلقۂ درس سے سیراب ہوئے، ان کی فہرست نہایت طویل ہے، بعض قابل ذکر نام یہ ہیں، ایوب سختیانی، سلیمان تیمی، جریر بن حازم، شعبہ، مسعر، ابو بلال راسبی، مطر الوراق، ہمام بن یحییٰ، عمرو بن حارث المصری، شیبان نحوی، سلام بن ابی المطیع، سعید بن ابی عروبہ ابان ابن یزید العطار، حصین بن ذکوان، حماد بن سلمہ، اوزاعی، عمرو بن ابراہیم عبدی اور عمران القطان وغیرہ۔(۲)

فقہ: فقہ میں بھی امتیازی پایہ رکھتے تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ قرآن اور فقہ کے بڑے علما میں تھے(۳) امام احمد بن حنبل ان کے تفسیر و حدیث کے کمال کے ساتھ ان کے فقہی کمال کے بھی معترف تھے،(۴) بصرہ کی جماعتِ افتا کے ایک معزز رکن تھے۔(۵)

رائے سے احتراز: ان کمالات کے باوجود فتویٰ دینے میں بڑے محتاط تھے، جو مسئلہ نہ معلوم ہوتا نہایت صفائی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے، اپنی رائے سے کبھی جواب نہ دیتے، ابو ہلال کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ قتادہ سے ایک مسئلہ پوچھا، انھوں نے کہا میں نہیں جانتا میں نے کہا اپنی رائے بتا دیجئے جواب دیا کہ ''میں نے چالیس سال سے اپنی رائے سے کوئی جواب نہیں دیا ہے۔''(۶)

جامعیت: قتادہ کی جیسی جامعیت کم تابعین میں تھی، وہ تنہا مذہبی علوم کے عالم نہ تھے بلکہ اس عہد کے دوسرے مروجہ فنون مثلاً عربی، لغت، ایام عرب اور نسابی کے بھی بڑے ماہر تھے،(۷) ابو عمر کا بیان ہے کہ وہ بڑے نساب تھے، ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ بنی امیہ کے پاس

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲ (۲) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۲ (۳) ایضاً ص ۳۵۵ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۹ (۵) اعلام الموقعین ج اول ص ۲۷ (۶) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱ (۷) تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۰۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے روزانہ کوئی نہ کوئی آدمی قتادہ کے پاس خبر، نسب یا شعر کے متعلق کچھ نہ کچھ پوچھنے کے لیے آتا تھا، (۱) ابن ناصر الدین ان الفاظ میں ان کی جامعیت پر تبصرہ کرتے تھے

ابو الخطاب الضریر الاکمہ مفسر الکتاب آیة فی الحفظ اماماً فی النسب راساً فی العربیة واللغة وایام العرب۔ (۲)

وفات: باختلافِ روایت ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ (۳)

۵۸۔ کعب احبار

نام ونسب: کعب نام، ابواسحاق کنیت، نسباً یمن کے مشہور حمیری خاندان کی شاخ آل ذی رعین سے تھے، نسب نامہ یہ ہے: کعب بن مانع بن هیوع بن قیس بن معن بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن عوف بن جمہر بن عوف بن زہیر بن ایمن بن حمیر بن سبا حمیری۔

اسلام اور ورودِ مدینہ: کعب مشہور تابعی ہیں، قبول اسلام سے پہلے وہ یہود کے جید علما میں تھے، عہدِ رسالت میں موجود تھے لیکن بروایتِ صحیح اس زمانہ میں اسلام کی سعادت سے محروم رہے، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی عہد میں مشرف باسلام ہو گئے تھے، بروایتِ کعب، شاطبی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ جب یمن آئے تو میں نے ان کے پاس جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پوچھے، انھوں نے بتائے، میں سن کر مسکرایا، علیؓ نے مجھ سے مسکرانے کا سبب پوچھا، میں نے کہا ہمارے یہاں (نبی آخر الزماں کے) جو علامات بتائے گئے ہیں، (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) اس کی مطابقت پر مسکرایا، یہ سننے کے بعد میں مسلمان ہو گیا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے لگا لیکن قیام یمن ہی میں رہا، عمرؓ کے عہد میں ہجرت کر کے مدینہ گیا، کاش میں نے اس سے پہلے ہجرت کی ہوتی، (۴) ایک

---

(۱) شذرات الذہب ج اول ص ۱۹۳ (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲ وص ۳ (۴) اصابہ ج ۵ ص ۳۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت یہ ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے۔(۱)

لیکن دونوں روایتیں نہایت کمزور ہیں، اس باب میں صحیح ترین روایت وہ ہے جو ابن سعد میں کعب کے حلیف حضرت عباسؓ سے مروی ہے جس سے خود کعب کی زبان سے عہد فاروقی میں ان کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہے، سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ عباس نے کعب کے اسلام کے بعد ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں قبولِ اسلام سے تمہارے لیے کیا چیز مانع تھی کہ اب عمرؓ کے زمانہ میں اسلام لائے؟ انھوں نے جواب دیا میرے والد نے مجھ کو تورات سے ایک تحریر لکھ کر دی تھی اور ہدایت کر دی تھی کہ اس پر عمل کرنا اور اپنی جملہ مذہبی کتابوں پر مہر لگا کر، حق ابوت کا واسطہ دلا کر مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ مہر کو کبھی نہ توڑنا اس لیے میں نے ان کو نہیں توڑا اور والد جو تحریر دے گئے تھے اس کے مطابق عمل کرتا رہا، جب اسلام کی اشاعت اور اس کا غلبہ ہونے لگا اور کسی قسم کا خوف باقی نہیں رہ گیا، اس وقت میں نے دل میں خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے مجھ سے والد نے کچھ علم چھپایا ہے، مجھے ان کتابوں کو کھول کر دیکھنا چاہیے، چنانچہ میں نے مہر توڑ کر کتابیں پڑھیں تو ان میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کے اوصاف نظر آئے، اس وقت مجھ پر اصل حقیقت روشن ہوئی، اس لیے اب آ کر میں مسلمان ہوا،(۲) قبولِ اسلام کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے حلیف بن گئے تھے۔

فضل وکمال: کعب یہود کے بڑے ممتاز اور نامور علما میں تھے، یہودی مذہب کے متعلق ان کے معلومات نہایت وسیع تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ علم کا ظرف اور اہل کتاب کے علمائے کبار میں تھے،(۳) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کے وفور علم اور توثیق پر سب کا اتفاق ہے، وہ اپنی وسعتِ علم کی وجہ سے ''کعب الاحبار'' اور کعب الحبر'' کہے جاتے تھے، ان کے مناقب بکثرت ہیں اور ان کے اقوال وحکم بہت مشہور ہیں،(۴) اکابر صحابہ ان کی وسعتِ نظر

(۱) اصابہ ج ۵ ص ۳۲۲ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۵۶ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۵ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے معترف تھے، حضرت ابودرداء انصاریؓ جن کا حمص میں کعب کا بڑا ساتھ رہا تھا، فرماتے تھے کہ ابن حمیریہ کے پاس بڑا علم ہے۔(۱) امیر معاویہ کہتے تھے کہ ابودرداءؓ حکما میں ہیں اور کعب علما میں ان کے پاس سمندر جیسا بے تھاہ علم تھا۔(۲)

چونکہ ایک مذہب کے وہ ایک بڑے عالم تھے، اس لیے اسلامی علوم کے ساتھ بھی انھیں خاص مناسبت تھی، انھوں نے کتاب وسنت کی تعلیم صحابہ سے مدینہ میں حاصل کی تھی اور صحابہ نے ان سے اہل کتاب کے علوم سیکھے تھے۔(۳)

کتاب وسنت میں انھوں نے حضرت عمرؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت عائشہؓ سے استفادہ کیا تھا اور اسرائیلیات میں صحابہ میں ابوہریرہؓ، معاویہؓ، ابن عباسؓ اور تابعین میں مالک بن ابی عامر اصبحی، عطاء بن ابی رباح، عبداللہ بن رباح انصاری، عبداللہ بن حمزہ سلولی، ابورافع صائغ، عبدالرحمٰن بن شعیب ایک کثیر جماعت ان سے فیضیاب ہوئی تھی۔(۴)

علم وعلما اور زوالِ علم: ایک مرتبہ عبداللہ بن سلام نے ان سے پوچھا کہ کعب علما کون لوگ ہیں؟ جواب دیا جو علم جانتے ہیں، ابن سلام نے پوچھا کون سی شے علما کے دلوں سے علم زائل کردے گی؟ فرمایا، طمع، حرص اور لوگوں کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا، عبداللہ بن سلام نے کہا تم نے سچ کہا۔(۵)

شام کا قیام: کعب کا آبائی مذہب یہودی تھا، اس لیے پہلے سے ان کو ارض شام کے ساتھ ولی لگاؤ تھا، اسلام کے نزدیک بھی یہ سرزمین مقدس ومحترم ہے، اس لیے چند دنوں مدینہ میں قیام کرنے کے بعد کعب شام چلے گئے تھے اور حمص میں سکونت اختیار کر لی تھی۔(۶)

مواعظ: شام کے زمانہ قیام میں ان کا مشغلہ زیادہ تر اسرائیلی قصیص کے مواعظ تھے، ایک

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۵۶ (۲) اصابہ ج ۵ ص ۳۲۳ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۵ (۴) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۴۳۸ (۵) اصابہ ج ۵ ص ۳۲۴۔ (۶) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۵۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ عوف بن مالک نے دورانِ وعظ میں ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ امیر، مامور اور مکلّف کے علاوہ لوگوں کے سامنے اور کسی کو مواعظ و قصص نہ بیان کرنے چاہئیں، یہ سن کر کعب نے وعظ چھوڑ دیا لیکن پھر امیر کے حکم سے کہنے لگے۔(۱)

اسلامی روایات میں اسرائیلیات کا شمول: کعب کی علمی جلالت میں کوئی شک نہیں، وہ یہودی مذہب کے بڑے نامور عالم تھے لیکن خود یہودیوں کا سرمایہ علم زیادہ تر قصص وحکایات تھیں، اس لیے کعب کا سرمایۂ معلومات بھی اسی پر مشتمل تھا، اس سے ایک نقصان یہ ہوا کہ بہت سی بے سروپا اسرائیلی روایات اسلامی لٹریچر میں بھی سرایت کر گئیں، اسی بنا پر بعض ائمہ کعب کی روایات ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں۔

وفات: حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت ۳۲ھ میں شام میں وفات پائی۔(۲)

۵۹- کعب بن سور

نام ونسب: کعب نام، نسب نامہ یہ ہے: کعب بن سور بن بکر بن عبد بن ثعلبہ بن سلیم ابن ذہل بن لقیط بن حارث بن مالک بن فہیم بن غنم بن اوس بن عدنان بن عبداللہ ابن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر۔

قضاءت بصرہ: کعب سے کوئی حدیث نہیں مروی ہے، اس لیے اربابِ رجال نے ان کے حالات نہیں لکھے ہیں لیکن وہ ایک ممتاز تابعی ہیں، حضرت عمرؓ کے ہم صحبت وہم جلیس اور نہایت ذہین وطباع تھے، ان کی ذہانت اور طباع کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ان کو عہدۂ قضا پر مامور کیا تھا۔

ان کے تقرر کا واقعہ یہ ہے کہ کعب ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے

(۱) اصابہ ج ۵ ص ۳۲۳ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۵۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میں آپ کے پاس دنیا کے ایک بہترین آدمی کی شکایت لے کر آئی ہوں، کوئی آدمی عمل میں اس پر سبقت نہیں لے جاسکتا اور اس کے جیسا عمل نہیں کرسکتا، وہ قیام لیل میں صبح کر دیتا ہے، روزے میں سارادن گذار دیتا ہے، اتنا کہنے کے بعد اس عورت کو شرم دامن گیر ہوئی اور اس سے آگے وہ اس کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکی کہ امیر المومنین مجھے معاف فرمائیے، آپ نے فرمایا خدا تم کو جزائے خیر دے، تم نے اچھی تعریف کی، میں نے تم کو معاف کیا، اس کے بعد وہ عورت چلی گئی، اس کے واپس جانے کے بعد کعب نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ امیر المومنین اس عورت نے آپ کے سامنے نہایت بلیغ پیرایہ میں شکایت پیش کی ہے، فرمایا کیسی شکایت؟ کعب نے کہا اپنے شوہر کی (یعنی وہ رات دن عبادت میں مشغول رہتا ہے اور اس کی طرف ملتفت نہیں ہوتا) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عورت کو بلوا کر کعب سے کہا تم دونوں کا فیصلہ کردو، کعب نے عرض کیا آپ کی موجودگی میں میں فیصلہ کروں؟ فرمایا جس چیز کو تم نے سمجھ لیا میں نہ سمجھ سکا، اس کا فیصلہ بھی تم ہی کو کرنا چاہیے، چنانچہ کعب نے کلام پاک کی اس آیت

فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔	تم کو جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو، دو، تین اور چار تک۔

سے اس استدلال پر کہ جب قرآن میں چار بیویوں کی اجازت ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہر چار شبانہ یوم میں ایک شبانہ یوم ہر بیوی کا حق ہوا تو تنہا اک بیوی کا کم سے کم یہی حق ہوگا، اس عورت کے شوہر کو تین دن روزہ رکھنے اور ایک دن بیوی کے لیے افطار کرنے اور تین رات عبادت کرنے اور ایک رات بیوی کے پاس رہنے کا حکم دیا۔

حضرت عمرؓ یہ استدلال سن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ یہ (استدلال) میرے لیے پہلے (ذہانت) سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے، چنانچہ اسی وقت ان کو بصرہ کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔(۱)

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۶۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتنہ سے اجتناب: کعب بصرہ جانے کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ میں اختلافات رونما ہوئے اور حضرت عائشہؓ حضرت علیؓ سے مقابلہ کی تیاری کے لیے طلحہؓ اور زبیرؓ کے ساتھ بصرہ آئیں، تو کعب اس خانہ جنگی سے اپنے کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک گھر میں خلوت نشیں ہو گئے اور کھانے پینے کا سامان لینے کے لیے اس میں ایک سوراخ بنالیا، لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ اگر کعب آپ کے ساتھ ہو جائیں تو پورا قبیلہ ازد آپ کے ساتھ ہو جائے گا، یہ سن کر آپ کعب کے پاس تشریف لے گئیں اور باہر سے پکار کر کعب سے گفتگو کرنی چاہی، انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا، آخر میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کعب کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں اور تم پر میرا حق نہیں ہے، یہ سن کر کعب جواب دینے پر مجبور ہو گئے اور حضرت عائشہؓ سے گفتگو کی، انھوں نے فرمایا میں چاہتی ہوں کہ تم لوگوں کو سمجھا کر اصلاح کی کوشش کرو، اس حکم کی تعمیل میں کعب کو کیا عذر ہو سکتا تھا، چنانچہ وہ قرآن لے کر لوگوں کو سمجھانے کے لیے نکلے اور جب دونوں فوجیں بالمقابل ہوئیں تو وہ صفوں کے درمیان گھس کر قرآن کھول کر فریقین کو سمجھاتے تھے اور قرآن کی طرف بلاتے تھے۔

شہادت: لیکن یہ معاملہ افہام و تفہیم کے حدود سے بہت آگے بڑھ چکا تھا، اس لیے ان کی کوششیں بے کار ثابت ہوئیں اور جنگ شروع ہو گئی اور یہ اپنا فرض ادا کرتے ہوئے کسی شقی کے تیر سے ہلاک ہو گئے۔(۱)

فضائل و اخلاق: ان کے حالات کتابوں میں بہت کم ہیں، صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے نیک سیرت اور نیکوکار لوگوں میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ خیر اور صلاح میں مشہور تھے۔(۲)

---

(۱) ابن سعد جلد ۷ ق اول ص ۶۵ و ص ۶۶ (۲) ایضاً ص ۶۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۰- مجاہد بن جبیر

نام ونسب: مجاہد نام، ابوالحجاج کنیت، قیس بن مخزومی کے غلام تھے۔

فضل وکمال: اگرچہ مجاہد غلام تھے لیکن اقلیمِ علم کے تاجدار تھے، علمی اعتبار سے وہ امامِ وقت تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان فقیھا عالماً ثقة کثیر الحدیث۔ (۱) حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ وہ علم کا ظرف تھے، (۲) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے، (۳) ان کو تفسیر، حدیث اور فقہ جملہ علوم میں درجۂ امامت حاصل تھا۔

قرأت وتفسیر: قرأت اور تفسیر کے اس عہد کے نہایت نامور عالم تھے، تفسیر انھوں نے حبر الامت ابن عباسؓ سے حاصل کی تھی اور پورے تیس مرتبہ ان سے قرآن کا دورہ کیا تھا، (۴) اور اس محنت اور تحقیق کے ساتھ کہ ہر ایک سورہ پر رک کر اس کی شانِ نزول اور اس کے جملہ متعلقات پوچھتے جاتے تھے، (۵) اس محنت اور ابن عباسؓ جیسے مفسر قرآن کی تعلیم نے ان کو بہت بڑا مفسر بنادیا، خصیف کا بیان ہے کہ مجاہد تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے، (۶) قتادہ کہتے تھے کہ اس وقت کے باقیات صالحات میں مجاہد تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں، (۷) قرآن کے قاری بھی تھے۔ (۸)

حدیث: حدیث کے بھی وہ نہایت مشہور حافظ تھے، امام ذہبی ان کو مفسر اور حافظِ حدیث، ابن سعد کثیر الحدیث اور امام نووی امام حدیث لکھتے ہیں، (۹) حبر الامت عبداللہ بن عمرؓ ان

---

(۱) ابن سعد جلد ۷ ق اول ص ۳۴۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۰ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۸۳ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۳۴۳ (۵) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۳ (۶) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۸۳ (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۰ (۸) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۴ (۹) دیکھو کتب مذکورہ حالات مجاہد۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حفظ کے اتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے کہ کاش نافع کا حفظ بھی تمہاری طرح ہوتا۔(۱)

اکابر صحابہ میں انھوں نے حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمروؓ بن العاص، ابوسعید خدریؓ، ابو ہریرہؓ، سعد بن ابیؓ وقاص، رافعؓ بن خدیج، عائشہؓ صدیقہ، جویریہ بنت حارثؓ، ام ہانیؓ اور تابعین میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، طاؤس، عبداللہ بن سائب، عبداللہ بن سنجرہ، عبدالرحمٰن بن صفوان، عمر بن اسود، مورق العجلی، ابوعیاش الزرقی اورابوعبیدہ ابن عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔(۲)

ان کے تلامذہ کا دائرہ بھی خاصہ وسیع تھا، ایوب سختیانی، عطاء، عکرمہ بن عون، عمرو بن دینار، ابواسحاق سبیعی، ابوالزبیر مکی، قتادہ، حبیب ابن ابی ثابت، حسن بن عمرو، سلمہ بن کہیل، سلیمان الاحول، سلیمان الاعمش، مسلم البطین، طلحہ بن مصرف اور عبداللہ بن کثیر قاری وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۳)

فقہ: فقہ میں انھیں امامت واجتہاد کا درجہ حاصل تھا،(۴) حافظ ذہبی، ابن حجر اور امام نووی سب ان کے تفقہ پر متفق البیان ہیں، ان کے فقہی کمال کے لیے یہ سند کافی ہے کہ مخزنِ علوم مکہ کی جماعت افتا کے ایک معزز رکن تھے۔(۵)

اخلاص فی العلم: علم کا مقصد کسی نہ کسی دنیاوی منفعت سے کم خالی ہوتا ہے لیکن مجاہد کا دامن ان تمام آمیزشوں سے بالکل پاک تھا، مسلمہ بن کہیل کا بیان ہے کہ عطاء، طاؤس اور مجاہد کے علاوہ میں نے کسی کو نہیں پایا، جس کا مقصد علم سے خالصۃً لوجہ اللہ رہا ہو۔(۶)

زہد وورع: علم کے ساتھ ان میں زہد وورع بھی اسی درجہ کا تھا، ابن حبان لکھتے ہیں کہ مجاہد فقیہ، متورع اور عابد وزاہد تھے۔(۷)

---

(۱) شذرات الذہب ج اول ص ۱۲۵ (۲) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲ (۳) ایضاً (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲، ص ۸۳ (۵) اعلام الموقعین ج اول ص ۲۶ (۶) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۳ (۷) ایضاً ص ۴۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا سے بے تعلقی: وہ دنیا سے ہمیشہ بے تعلق اور بیگانہ رہے، اس سے ان کا دل اس قدر برداشتہ تھا کہ کسی دنیاوی چیز سے دلچسپی نہ لیتے تھے، ہمیشہ مغموم رہا کرتے، اعمش کا بیان ہے کہ مجاہد کو جب ہم دیکھتے مغموم پاتے، ان سے کسی نے اس کا سبب پوچھا، جواب دیا کہ عبداللہ بن عباسؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ عبداللہ دنیا میں اس طرح رہو کہ معلوم ہو کہ مسافر یا راہ رو ہو۔(۱)

سادگی: ظاہری زیب وزینت سے اتنے بے پرواہ تھے کہ ان میں اور ادنیٰ درجہ کے آدمیوں میں امتیاز مشکل تھا، اعمش کا بیان ہے کہ جب میں مجاہد کو دیکھتا تھا تو (ان کی ظاہری حالت سے) ان کو نہایت حقیر سمجھتا تھا، وہ اپنی ظاہری وضع سے سائیس معلوم ہوتے تھے، جس کا گدھا گم ہو گیا ہو اور وہ حالتِ پریشانی میں اس کو تلاش کر رہا ہو،(۲) لیکن اس سے ان کی علمی عظمت میں کوئی فرق نہ آتا تھا، جب وہ بولتے تھے تو منھ سے موتی ٹپکتے تھے،(۳) بڑے بڑے صحابہ ان کی عظمت ووقعت کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے بزرگ ان کی سواری کے رکاب تھام لیتے تھے۔(۴)

سیر وسیاحت: مجاہد کو سیر وسیاحت اور عجائباتِ عالم دیکھنے کا بہت شوق تھا، انھوں نے آس پاس کے تمام عجائبات دیکھے تھے۔(۵)

وفات: سنہ وفات کے بارے میں روایات مختلف ہیں، باختلاف روایت ۱۰۲ھ یا ۱۰۳ھ میں دفات پائی، عین سجدہ کی حالت میں سفرِ آخرت کیا، وفات کے وقت ستر، اسی سال کی عمر تھی۔(۶)

---

(۱) شذرات الذہب ج اول ص ۱۲۵ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۰ (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) ایضاً

(۶) ابن سعد ج ۵ ص ۳۴۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۱-محمد بن اسحاق

نام ونسب: محمد نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام اسحاق تھا، ان کے دادا یسار عین التمر کے قیدیوں میں تھے اور غالباً اسی تعلق سے ابن اسحاق بھی غلامی کے سلسلہ میں منسلک تھے، چنانچہ وہ قیس بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف کے غلام تھے۔

فضل وکمال: علمی اعتبار سے ابن اسحاق ممتاز تابعین میں تھے، خصوصاً فن مغازی اور سیرت کے امام تھے۔

حدیث میں ان کا پایہ: حدیث کے اکابر حفاظ میں تھے، اگرچہ امام مالکؒ اور بعض دوسرے علما نے ان پر جرح کی ہے لیکن ایک دو کے علاوہ اور باقی تمام ائمہ اور ارباب کمال کا ان کے حفظ پر اتفاق ہے، ابوزرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو النصریٰ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن اسحاق ایسے شخص ہیں جن سے اخذ حدیث میں تمام بڑے بڑے اہل علم سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، ابن مبارک اور ابراہیم بن سعد وغیرہ کا اتفاق ہے، اکابر میں یزید بن ابی حبیب نے ان سے روایت کی ہے، اہل حدیث نے ان کا امتحان لیا تو انھیں سچا اور خیر پایا۔(۱)

علما کا اعتراف: شعبہ ان کو ''امیر المومنین فی الحدیث'' اور ''امیر المحدثین'' کہتے تھے، لوگوں نے پوچھا کیوں؟ جواب دیا ان کے حفظ کی وجہ سے،(۲) یزید بن ہارون کہتے تھے کہ اگر میرے ہاتھوں میں حکومت ہوتی تو محمد بن اسحاق کو محدثین کا سردار بناتا،(۳) ابومعاویہ انھیں احفظ الناس اور یحییٰ بن معین انھیں ثقہ اور حسن الحدیث کہتے تھے،(۴)

---

(۱) تاریخ خطیب بغداد ج اول ص ۲۲۴ (۲) ایضاً ص ۲۲۸ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵۶ (۴) تاریخ خطیب بغدادی ج اول ص ۲۱۸ و ص ۲۴۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی بن مدائنی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مدار چھ شخصوں پر تھا، پھر ان چھ آدمیوں کا علم بارہ میں منتقل ہو گیا تھا، ان میں ایک ابن اسحاق تھے۔(۱)

امام زہری کا طرزِ عمل: خود ان کے استاد امام زہری کو ان کے علم پر اس قدر اعتماد تھا کہ فرماتے تھے، جب تک محمد بن اسحاق موجود ہیں اس وقت تک اہل مدینہ میں علم رہے گا،(۲) چنانچہ جب وہ مدینہ کے باہر جاتے تھے تو ان کو اپنا قائم مقام بنا جاتے تھے، ایک مرتبہ باہر جا رہے تھے، بعض شائقین علم نے بھی ساتھ جانا چاہا، زہری نے ان سے کہا کہ احول غلام (ابن اسحاق) کو تم میں چھوڑے جاتا ہوں،(۳) ان کی یہ جانشینی زہری کے تلامذہ میں مسلم تھی، چنانچہ ان کے بعد وہ لوگ ان کی روایات کی تصدیق کے لیے ابن اسحاق کی طرف رجوع کرتے تھے۔(۴)

زہری انھیں اس قدر مانتے تھے کہ دربانوں کو خاص ہدایت دے رکھی تھی کہ ابن اسحاق جس وقت بھی آئیں انھیں آنے دیا جائے، ایک مرتبہ ابن اسحاق نے آنے میں معمول سے دیر کی، نہ زہری نے پوچھا کہاں تھے؟ انھوں نے کہا حاجبوں اور دربانوں کی وجہ سے کوئی شخص آپ تک پہنچ بھی سکتا ہے؟ زہری نے اسی وقت دربان کو بلا کر حکم دیا کہ ابن اسحاق جس وقت بھی آئیں، انھیں روکا نہ جائے۔(۵)

مالک اور ہشام کی جرح اور اس کے اسباب: ان محامد اور کمالات کے ساتھ ابن اسحاق پر امام مالک اور ہشام کی جرح بھی ملتی ہے، خصوصاً امام مالک کی رائے ان کے بارے میں زیادہ سخت تھی اور وہ ان کے متعلق نا ملائم الفاظ تک استعمال کر جاتے تھے۔

ہشام بھی انھیں لائق اعتماد نہ سمجھتے تھے لیکن محدثین نے خود ان دونوں کی جرح کے اسباب بیان کر دیے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام مالک اتنے متشدد تھے اور ان کا

---

(۱) تاریخ خطیب بغدادی ج اول ص ۲۱۹ (۲) ایضاً (۳) ابن خلکان اول ص ۴۸۴ (۴) ایضاً ص ۴۸۴

(۵) تاریخ خطیب بغداد ج اول ص ۲۱۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معیار اتنا بلند تھا کہ اگر کسی میں ادنیٰ خامی بھی ہوتی تھی، تو وہ اس کے متعلق سخت الفاظ استعمال کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے، خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ بعض علما کا بیان ہے کہ امام مالک کے ہم عصر علما نے ان لوگوں پر جو صلاح، تقویٰ، دینداری، ثقاہت اور امامت میں مشہور تھے، امام مالک کی درشتی زبان پر نکتہ چینی کی ہے، (۱) دوسری وجہ یہ تھی کہ ابن اسحاق خود امام مالک پر طعن کیا کرتے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ مالک کی حدیثیں مجھے سنایا کرو، میں ان کے امراض کا طبیب ہوں، (۲) ایسی حالت میں اگر امام مالک نے ان کے متعلق درشت الفاظ استعمال کیے تو اس سے ابن اسحاق کی ثقاہت مجروح نہیں ہوسکتی۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ ابن اسحاق غزوات کی روایات قبول کرنے میں محتاط نہ تھے، اس لیے امام مالک ان کے مغازی پر طعن کرتے تھے، ان کی احادیث کو اس جرح سے کوئی تعلق نہ تھا، ابن حبان لکھتے ہیں کہ مالک نے صرف ایک مرتبہ محمد بن اسحاق کے بارے میں کہا تھا، پھر ان کے رتبہ کے مطابق ان سے برتاؤ کرتے تھے، مالک ان کی احادیث کی وجہ سے نہیں، بلکہ مغازی کی وجہ سے ان پر جرح کرتے تھے، کیوں کہ ابن اسحاق غزوۂ خیبر وغیرہ کے حالات یہودیوں کی نومسلم اولادوں سے سنتے تھے، جن کو وہ اپنے بزرگوں سے سن کر بیان کرتے تھے، گو ابن اسحاق ان بیانات سے حجت نہیں لاتے تھے لیکن امام مالک متقن کے علاوہ کسی دوسرے سے روایت لینا جائز ہی نہ سمجھتے تھے۔ (۳)

بعض علما کا بیان ہے کہ مالک کی جرح مغازی کی بنا پر بھی نہ تھی بلکہ بعض عقائد کی بنا پر تھی، عبدالرحمٰن بن عمرو النصری کا بیان ہے کہ میں نے رحیم کے سامنے ابن اسحاق کے بارے میں مالک کی جرح کا تذکرہ کیا تو انھوں نے کہا، یہ احادیث کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ اس لیے تھی کہ امام مالک انھیں قدر کے عقیدے سے متہم سمجھتے تھے۔ (۴)

---

(۱) تاریخ خطیب بغداد ج اول ص ۲۲۳ (۲) ابن خلکان ج اول ص ۴۸۳ (۳) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۵ (۴) تاریخ خطیب ج اول ص ۲۲۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال ان تمام روایات سے اتنا معلوم ہو گیا کہ امام مالک کی جرح کا سبب ابن اسحاق کی بے اعتباری اور ان کا ضعف نہ تھا بلکہ اس کے اسباب دوسرے تھے، اس لیے اس جرح سے ان کی مرویہ احادیث پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، اسی لیے امام مالک کے علاوہ اور ائمہ اور علما ان کی روایات قبول کرتے تھے، خود امام احمد بن حنبل جو عقیدہ کے تشدد میں امام مالک سے کم نہ تھے، ابن اسحاق کی روایات قبول کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ نے ایک شخص کے جواب میں جس نے ابن اسحاق کے بارے میں ان سے پوچھا تھا، کہا میرے والد ان کی روایات جانچ کر قبول کرتے تھے اور مسند میں لیتے تھے لیکن سنن میں ان سے احتجاج نہیں کرتے تھے۔ (۱)

امام مالک کے بعد ابن اسحاق پر جرح کرنے والوں میں دوسرا نام ابن ہشام کا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہشام ان کو محض اس لیے لائق اعتماد نہ سمجھتے تھے کہ انھوں نے ان کی بیوی فاطمہ بنت منذر سے بعض روایتیں کی ہیں، ہشام کہتے تھے کہ انھوں نے میری بیوی سے جو ایک پردہ نشین خاتون تھیں اور جن پر نو سال کی عمر سے موت تک کسی مرد کی نظر نہیں پڑی، کیسے احادیث سنیں؟ لیکن جیسا کہ بعض محدثین نے لکھا ہے کہ محض اس دلیل پر ابن اسحاق کی روایات کو غلط کہنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ وہ پردہ کی آڑ سے سن سکتے تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کے بارے میں ہشام اور مالک دو آدمیوں نے کلام کیا ہے لیکن ہشام کے قول سے کوئی انسان بھی مجروح نہیں ہو سکتا، تابعین بغیر چہرے پر نظر ڈالے ہوئے حضرت عائشہؓ سے سنا کرتے تے، اسی طریقہ سے ابن اسحاق نے فاطمہ سے سنا ہوگا، درمیان میں پردہ حائل رہا ہوگا۔ (۲)

شیوخ: ابن اسحاق خاص شاگرد تو امام زہری کے تھے لیکن ان کے علاوہ بھی انھوں نے بہت سے شیوخ سے استفادہ کیا تھا، چنانچہ ان کے شیوخ میں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمرو،

---

(۱) تاریخ خطیب ج اول ص ۲۳۰ (۲) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معید بن کعب ابن مالک، محمد بن ابراہیم تیمی، قاسم بن محمد بن ابی بکر، محمد بن جعفر بن زبیر، عاصم بن عمرو بن قتادہ، عباس بن سہل بن سعد، ابن منکدر، مکحول، ابراہیم بن عقبہ، حمید الطّویل، سالم ابی النضر، سعید مقبری، سعید بن ابی ہند، ابی الزناد، عبدالرحمٰن بن اسود نخعی، عطا بن ابی رباح، عکرمہ ابن خالد، علاء بن عبدالرحمٰن وغیرہ جیسے اکابر علما تھے۔(۱)

تلامذہ: خود ابن اسحاق سے فیض اٹھانے والوں کی فہرست نہایت طویل ہے، ان میں بعض ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں، جریر بن حازم، عبداللہ بن سعید، ابن عون، ابراہیم بن سعد، شعبہ، سفیان، زہیر بن معاویہ، ابن ادریس، ابوعوانہ، عبدالاعلیٰ، عبدہ بن سلیمان، جریر بن عبدالحمید اور زیاد البکائی وغیرہ۔(۲)

سیرت و مغازی: ابن اسحاق کا اصل فن مغازی و سیرت تھا، اس کے وہ امام تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ مغازی اور سیرت کی معرفت میں حبر تھے،(۳) امام شافعی کہتے تھے کہ جو شخص مغازی میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ابن اسحاق کا دست نگر ہے،(۴) خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس علم کی طرف توجہ کی اور اس کو اتنا بڑھایا کہ ان کے بعد پھر کوئی اس پر اضافہ نہ کر سکا اور سلاطین اور امرا کی توجہ بے نتیجہ اور لایعنی قصص و حکایات سے تاریخ کی طرف پھیر دی، اس طرح انھوں نے سب سے پہلے تاریخ کا مذاق پیدا کیا، ابن عدی کا بیان ہے کہ اگر اس فضیلت کے علاوہ ابن اسحاق میں اور کوئی فضیلت نہ ہوتی کہ انھوں نے سلاطین کا مذاق بدل کر ان کی توجہ اور مشغولیت لاحاصل کتابوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی، آپ کی سنت اور آغاز عالم کی تاریخ کی جانب پھیر دی، تو تنہا یہی کارنامہ اور اولیت کا یہ فخر ہی ان کی فضیلت کے لیے کافی تھا، ان کے بعد بہت سے لوگوں نے اس فن پر کتابیں لکھیں لیکن کوئی ان کے درجہ کو نہ پہنچ سکا،(۵)

(۱) تہذیب التہذیب ج۹ ص ۳۸ (۲) ایضاً ص ۳۹ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵۶ (۴) تاریخ خطیب ج اول ص ۲۱۹ (۵) تہذیب التہذیب ج۹ ص ۴۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود امام زہری جن سے انھوں نے اس فن کو حاصل کیا اس میں ان کی وسعت علم کے معترف تھے۔(۱)

تاریخ: اگرچہ مغازی اور سیرت تاریخ ہی کی ایک شاخ ہے لیکن اس کے علاوہ ابن اسحاق تاریخ عام کے بھی عالم تھے، خطیب لکھتے ہیں کہ وہ سیرت، مغازی، ایام ناس، آغاز خلق اور قصص انبیا کے عالم تھے۔(۲)

تصانیف: انھوں نے تاریخ اور سیرت پر متعدد مستقل تصانیف کی تھیں، ابن ندیم لکھتے ہیں،

وله من الكتب كتاب الخلفا رواه عنه الاموی كتاب السيرة و المبتداء و المغازی۔(۳)

ان کی سب سے مشہور اور قدیم ترین کتاب سیرت ابن اسحاق ہے، یہ کتاب صدیوں سے ناپید ہوگئی ہے لیکن اس لحاظ سے اس کی روایات اب تک محفوظ ہیں کہ ابن ہشام کی سیرت کا سب سے بڑا ماخذ یہی ہے، اس لیے اس کی تمام روایتیں اس میں محفوظ ہوگئی ہیں، موجودہ سیرت ابن ہشام درحقیقت ابن اسحاق کی سیرت کا مثنیٰ ہے۔

ابن اسحاق نے یہ کتاب خلیفہ مہدی عباسی کے کسی لڑکے کے لیے لکھی تھی، اس کی تالیف کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ مہدی کے دربار میں گئے، اس وقت مہدی کا لڑکا بھی موجود تھا، مہدی نے ابن اسحاق سے پوچھا اس کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا امیرالمومنین کے صاحبزادے ہیں، مہدی نے فرمائش کی کہ ان کے لیے ایک ایسی کتاب لکھو جس میں خلق آدم سے لے کر اس وقت تک کے حالات ہوں، اس حکم کے مطابق انھوں نے کتاب لکھ کر پیش کی، مہدی نے دیکھ کر کہا یہ کتاب تو بہت طویل ہے، اس کو مختصر کرو، چنانچہ انھوں نے دوبارہ اس کو مختصر کیا اور پہلی کتاب مہدی کے کتاب خانہ میں رکھ دی۔(۴)

---

(۱) تاریخ خطیب ج اول ص ۲۱۹ (۲) ایضاً ص ۲۵ (۳) فہرست ابن ندیم ص ۱۳۶ طبع مصر (۴) تاریخ خطیب ج اول ص ۲۲۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیدۂ قدر: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن اسحاق قدری تھے لیکن کچھ روایات اس کے خلاف بھی ہیں، محمد بن عبداللہ بن نمیر کا بیان ہے کہ ابن اسحاق قدر سے متہم کیے جاتے تھے، حالانکہ ان کو اس سے دور کا لگاؤ بھی نہ تھا۔(۱)

وفات: ابتدا میں وہ مدینہ میں رہتے تھے، پھر یہاں کا قیام ترک کر کے کوفہ، جزیرہ اور رزے وغیرہ مختلف مقامات میں پھرتے رہے، آخر میں بغداد چلے گئے تھے اور یہیں ۱۵۲ھ میں وفات پائی اور ہارون رشید کی ماں خیزران کے قبرستان میں دفن ہوئے۔(۲)

۶۲- محمد بن حنفیہ

نام ونسب: محمد نام، ابوالقاسم کنیت، حضرت علیؓ کے فرزند اور حضرت حسنین علیہما السلام کے سوتیلے بھائی تھے، حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ زہراؓ کے انتقال کے بعد کئی شادیاں کیں، ان بیویوں میں ایک خاتون خولہ المعروف بہ حنفیہ تھیں، خولہ کے نسب کے بارے میں مورخین کے بیانات مختلف ہیں، بعض انھیں جنگ یمامہ کے قیدیوں میں لکھتے ہیں، بعض سندھی النسل بتاتے ہیں، بعض بنی حنفیہ کی لونڈی بتاتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بنی حنفیہ کی معزز خاتون تھیں، محمد ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے، خولہ کا نسب نامہ یہ ہے: خولہ بنت جعفر بن قیس بن مسلمہ بن ثعلبہ ابن یربوع بن ثعلبہ بن الاول بن حنفیہ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل، محمد بن حنفیہ علم وتقویٰ کے اعتبار سے کبار تابعین میں تھے۔

پیدائش: عہد فاروقی کے اختتام کے دوسال پہلے پیدا ہوئے،(۳) اس لحاظ سے ان کی پیدائش ۲۱ھ کے آخر یا ۲۲ھ کے شروع میں ہوئی ہوگی۔

جنگ جمل: ان کے بچپن کے حالات پردۂ خفا میں ہیں، جنگ جمل سے ان کا پتہ چلتا ہے، شجاعت وبہادری پدر بزرگوار سے وراثتاً ملی تھی، اس لیے وہ بچپن ہی سے نہایت جری،

---

(۱) تاریخ خطیب ج اول ص ۲۲۲ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۷ (۳) ابن خلکان ج اول ص ۴۵۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہادر اور شجاع تھے، جنگ جمل میں جب کہ ان کی عمر مشکل سے پندرہ سولہ سال کی تھی، حضرت علیؓ نے ان کو فوج کا نشان مرحمت فرمایا تھا۔(۱)

جنگ کے ابتدائی انتظامات کے بعد حضرت علیؓ نے انھیں آگے بڑھنے کا حکم دیا، انھوں نے حکم کی تعمیل کی اور بے محابا علم لے کر آگے بڑھے، اہل بصرہ نیزے اور تلواریں سنبھال کر ان کی طرف لپکے، ابھی وہ بالکل کم سن تھے، اس لیے زیادہ بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی، حضرت علیؓ نے ان کے ہاتھوں سے علم لے کر خود حملہ کیا دوسرے سرفروشوں نے بھی آپ کا ساتھ دیا، اور جنگ شروع ہوگئی، آغاز جنگ کے بعد حضرت علیؓ نے پھر محمد بن حنفیہ کو علم دے دیا۔(۲)

یہ واقعہ خود محمد بن حنفیہ کی زبانی بھی منقول ہے، ان کا بیان ہے کہ جنگِ جمل میں جب ہماری فوجیں صف آرا ہوئیں تو والد نے علم مجھے مرحمت فرمایا، پھر جب دونوں فوجیں بالمقابل ہوئیں اور ایک دوسرے کی طرف بڑھیں اور والد نے مجھ میں پسپائی کے آثار دیکھے تو علم میرے ہاتھ سے لے کر جنگ شروع کردی، میں بڑھ کر ایک بصری پر حملہ کیا، جب وہ زد پر آگیا تو پکارا کہ میں ابی طالب کے مذہب پر ہوں، یہ سن کر میں رک گیا، ان لوگوں کے شکست کھانے کے بعد والد نے منادی کرادی کہ کوئی شخص زخمیوں کو پامال نہ کرے، میدان چھوڑ دینے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے، اختتام جنگ کے بعد وہ گھوڑے اور اسلحہ جو دشمنوں نے جنگ میں استعمال کئے تھے والد نے بطور مال غنیمت کے تقسیم کردیئے۔(۳)

جنگ صفین: جنگ جمل کے بعد ہی جنگ صفین کے مقدمات شروع ہو گئے تھے، محمد بن حنفیہ اس جنگ میں شروع سے آخر تک اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے، چنانچہ صفین کے ابتدائی حالات ان سے اس طرح منقول ہیں کہ میرے والد، معاویہ اور اہل شام سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے تھے اور جنگی علم تیار کرکے قسم کھاتے تھے کہ جب تک یہ میدان جنگ

(۱) اخبار الطوال ص ۱۵۶۔ (۲) اخبار الطوال ص ۱۵۸ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۶۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہو نہ آئے گا، اس وقت تک اس کو نہ کھولوں گا لیکن ان کے آدمی ان کی مخالفت کرتے تھے، ان کی رائیں مختلف ہو جاتی تھیں اور وہ جنگ سے پہلوتہی کرنے لگتے، ان کی مخالفت دیکھ کر والد علم کھول دیتے اور قسم کا کفارہ ادا کرتے، اس طریقہ سے انھوں نے چار مرتبہ علم تیار کیا اور چار مرتبہ کھولا، مجھے یہ بات پسند نہ آئی، میں نے مسور بن مخرمہ سے کہا کہ آپ والد سے کہتے نہیں کہ ان حالات میں وہ کہاں کا قصد کر رہے ہیں، خدا کی قسم مجھے ان لوگوں سے کسی فائدہ کی امید نہیں نظر آتی، مسور نے کہا انھوں نے جس کام کا ارادہ کر لیا ہے وہ یقینی اور طے شدہ ہے، میں نے ان سے گفتگو کی تھی، وہ جانے کا تہیہ کر چکے ہیں۔(۱)

بہر حال جب جنگ کسی طرح نہ ٹلی اور حضرت علیؓ امیر معاویہؓ سے لڑنے کے لیے صفین روانہ ہوئے تو محمد بھی ان کے ہمرکاب ہوئے اور حضرت علیؓ نے جنگ جمل کی طرح صفین میں بھی انھیں علم مرحمت فرمایا۔(۲)

جنگ صفین کا سلسلہ مدتوں قائم رہا تھا، ابتدا میں تو عرصہ تک متحدہ اور فیصلہ کن جنگ کے بجائے فریقین کے ایک ایک دو دو دستے میدان میں آتے تھے، ایک دن محمد بن حنفیہ ایک دستے کو لے کر نکلے، شامی فوج سے عبید اللہ بن عمران کے مقابلہ میں آئے اور محمد بن حنفیہ کو للکارا، انھوں نے کہا گھوڑے سے اترو، اس للکار پر دونوں گھوڑے سے اتر پڑے، حضرت علیؓ نے دیکھا تو گھوڑا بڑھا کر ابن حنفیہ کے پاس پہنچے اور گھوڑا انھیں دے کر، خود عبید اللہ کے مقابلہ کے لیے بڑھے، وہ انھیں دیکھ کر ہٹ گئے اور کہا میں آپ سے نہیں بلکہ آپ کے لڑکے سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا، عبید اللہ کے چلے جانے کے بعد ابن حنفیہ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ اگر آپ نے مجھے مقابلہ کرنے دیا ہوتا تو مجھے امید تھی کہ میں ان کو قتل کر دیتا، حضرت علیؓ نے فرمایا امید تو مجھے بھی یہی تھی لیکن خطرہ سے خالی نہ تھا، مجھے خوف تھا کہ تمہاری جان کو کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے، اس کے بعد فریقین کے سوار دوپہر تک لڑتے

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۶۷ (۲) ایضاً ص ۶۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے لیکن کوئی ایک دوسرے کو مغلوب نہ کرسکا۔(۱)

ایک موقع پر حضرت علیؓ نے ان کو شامیوں کے ایک دستہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ ان کے سینوں میں نیزے پیوست کرنے کے بعد ہاتھ روک لینا اور میرے دوسرے حکم کا انتظار کرنا، انھوں نے اس حکم کی تعمیل کی، حضرت علیؓ نے ایک اور دستہ ان کی مدد کے لیے بھیجا، اس نے ابن حنفیہ کی قیادت میں شامی دستے کو مار کر اس کی جگہ سے ہٹا دیا۔(۲)

جنگ صفین میں بہت سے نازک مواقع پر ابن حنفیہ اپنے والد بزرگوار کی حفاظت میں اپنے برادرانِ محترم (حسن وحسین) کے دوش بدوش سینہ سپر ہوئے، چنانچہ جب حضرت علیؓ پر ہر طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور تیر آپ کے کانوں اور شانے کے پاس سے اڑتے ہوئے گذر جاتے تھے، محمد بن حنفیہ اور حسنینؓ ان تیروں کو اپنے جسم سے روکتے تھے۔(۳)

ابن حنفیہ کے متعلق حضرت علیؓ کی آخری وصیت: جنگ صفین کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت علیؓ کی شہادت کا حادثہ پیش آگیا، دم آخر آپ نے جب حضرت حسنینؓ کو وصیتیں فرمائیں تو محمد بن حنفیہ سے ارشاد ہوا کہ میں نے تمہارے بھائیوں کو جو وصیتیں کی ہیں وہی تمہارے لیے بھی ہیں، میرے بعد تم دونوں بھائیوں کی جن کا تم پر بڑا حق ہے، پوری عظمت وتوقیر کرنا، ان کے کاموں کو سنوارنا، ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرنا، پھر حسنینؓ سے فرمایا کہ ان کے (محمد بن حنفیہ) بارے میں میری یہ وصیت ہے کہ وہ تمہارے حقیقی بھائی کے برابر اور تمہارے باپ کے لڑکے ہیں، اس کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ تمہارے باپ ان سے محبت کرتے تھے۔(۴)

حضرت حسنینؓ کی وصیت: حضرت حسنینؓ نے اس وصیت کو پورے طور پر ملحوظ رکھا اور کسی

(۱) اخبار الطوال ص ۱۸۶، ۱۸۷ (۲) ابن اثیر ج ۳ ص ۲۶۲ (۳) اخبار الطوال ص ۱۹۴ (۴) ابن اثیر ج ۳ ص ۳۲۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع پر بھی ابن حنفیہ کو نظر انداز نہ ہونے دیا، چنانچہ جب حضرت حسنؓ کا وقت آخر ہوا تو حضرت حسینؓ سے فرمایا کہ میں تم کو تمہارے بھائی محمد کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، وہ دونوں آنکھوں کے درمیانی چمڑے کی طرح عزیز ہیں، پھر محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ تم کو بھی یہ وصیت کرتا ہوں کہ ضرورت کے وقت حسینؓ کے گرد جمع ہو کر ان کی مدد کرنا۔(۱)

یزید کے مطالبۂ بیعت پر حضرت حسین کو مشورہ: حضرت حسنؓ کے بعد محمد بن حنفیہ حضرت حسینؓ کو اپنا بڑا بھائی سمجھتے رہے اور ان کی مشکلات میں ایک وفادار بھائی کی حیثیت سے ان کے مخلص وغمگسار رہے، امیر معاویہ کی وفات کے بعد جب یزید کے حکم پر ولید حاکم مدینہ نے حضرت حسینؓ سے بیعت کا مطالبہ کیا اور آپ اس کے ردوقبول کے بارے میں کشمکش میں مبتلا ہوئے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مدینہ چھوڑ دینا چاہا تو اس وقت محمد بن حنفیہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ بھائی آپ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب وعزیز ہیں، دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کا میں آپ سے زیادہ خیر خواہ ہوں، میرا مشورہ یہ ہے کہ اس موقع پر جہاں تک آپ سے ہو سکے یزید کی بیعت اور کسی خاص شہر میں جانے کے ارادے سے بالکل الگ رہیے اور اپنے دُعاۃ بھیج کر لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دیجیے، اگر وہ بیعت کرلیں تو ہمارے لیے موجب شکر ہوگا اور اگر آپ کے علاوہ کسی اور شخص پر مسلمانوں کا اتفاق ہو جائے تو اس سے آپ کے مذہب اور آپ کی عقل میں کوئی کمی نہ آئے گی اور آپ کے فضائل پر اس کا کوئی اثر نہ پڑے گا اور اگر آپ کسی متعین شہر اور متعین مقام پر جائیں گے تو مجھے ڈر ہے کہ وہاں کے لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا، ان میں ایک جماعت تو آپ کا ساتھ دے گی لیکن ایک جماعت آپ کے خلاف جائے گی، پھر یہ دونوں جماعتیں باہم لڑیں گی اور درمیان میں آپ کی ذات ان کے نیزوں کا نشانہ بنے گی، اگر یہ صورتِ حال پیدا ہوگئی تو نسب اور ذاتی اوصاف کے اعتبار سے اس امت کا معزز

(۱) اخبار الطوال ص ۲۳۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بلند ترین شخص سب سے زیادہ ذلیل اور پست ہو جائے گا اور اس کا خون سب سے زیادہ ارزاں ہوگا، یہ مشورہ سن کر حضرت حسینؓ نے فرمایا پھر کہاں جاؤں؟ ابن حنفیہ نے کہا مکہ جائیے، اگر وہاں آپ کو اطمینان سے بیٹھنے کا موقع مل جائے تو خود ہی کوئی سبیل نکل آئے گی اور اگر حالات خلاف ہوئے تو ریگستان اور پہاڑی علاقوں میں نکل جائیے گا اور جب تک ملک کوئی فیصلہ نہ کرلے، (۱) اس وقت تک برابر ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل ہوتے رہیے، اس دوران میں آپ کی کوئی نہ کوئی رائے قائم ہو جائے گی اور آپ کسی نہ کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے، کیوں کہ جب حالات کا سامنا ہو جاتا ہے اس وقت آپ کی رائے نہایت صائب اور آپ کا عمل نہایت محتاط ہو جاتا ہے، یہ باتیں سن کر حضرت حسینؓ نے فرمایا تم نے بہت محبت آمیز نصیحت کی، مجھ کو امید ہے کہ تمہاری رائے صائب ہوگی۔ (۲)

حضرت حسینؓ نے ایک حد تک ان کے مشورہ پر عمل بھی کیا، چنانچہ مدینہ سے مکہ چلے گئے، پھر کوفیوں کی پیہم دعوت پر چند دنوں کے بعد کوفہ روانہ ہو گئے لیکن تقدیر الٰہی کچھ اور ہی تھی، اس لیے آپ کی شہادت کا حادثہ عظمیٰ پیش آگیا، محمد بن حنفیہ اس حادثہ میں آپ کے ساتھ نہ تھے۔

مختار بن ابی عبید ثقفی کا خروج اور ابن حنفیہ کی سرپرستی: حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بنی امیہ کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ کیا اور اس سلسلہ میں برسوں دونوں میں جنگ جاری رہی، عین اسی زمانہ میں بنی ثقیف کا ایک نہایت معمولی اور گمنام شخص مختار بن ابی عبید جو کسی وقت اموی عمال کے ہاتھوں سزایاب ہو چکا تھا، وجاہتِ دنیاوی کی طمع میں ابن زبیرؓ کے ساتھ ہو گیا اور چند دنوں تک ان کے ساتھ رہا لیکن جب اس کو یہاں امید پوری ہوتی ہوئی نظر نہ آئی تو اس نے ان سے الگ ہو کر قسمت آزمائی کا ارادہ کیا لیکن اس کے جیسے فرومایہ شخص کے لیے بغیر کسی امداد وسہارے کے اپنے ارادہ میں

(۱) یعنی خلافت کا فیصلہ۔ (۲) ابن اثیر ج ۴ ص ۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کامیاب ہونا مشکل تھا، اس لیے اس نے حضرت حسینؓ کے خون بے گناہی کے انتقام کو آڑ بنایا، چونکہ یہ حادثہ ابھی تازہ تھا، مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اس سے متاثر تھی، اس لیے بہت سے لوگ اس کے دام میں آ گئے، اس دعوت کے ساتھ ہی اس نے حضرت امام حسینؓ کے جانشین امام زین العابدین کے پاس نذرانہ بھیج کر ان سے سرپرستی کی درخواست کی کہ آپ ہمارے امام ہیں، ہم سے بیعت لے کر ہماری سرپرستی قبول فرمایئے لیکن امام موصوف اس کی حقیقت سے آگاہ تھے، اس لیے اس کے فریب میں نہ آئے اور نہایت حقارت سے اس کی درخواست ٹھکرا دی اور مسجدِ نبویؐ میں علی الاعلان اس کے فسق و فجور کا پردہ چاک کر کے فرمایا کہ یہ شخص محض لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے اہل بیت کو آڑ بنانا چاہتا ہے، حقیقت میں اس کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مطالبۂ بیعت کے سلسلہ میں ابن زبیرؓ اور محمد بن حنفیہ میں ناخوشگواری پیدا ہو چکی تھی، مختار نے اس سے فائدہ اٹھایا اور امام زین العابدین سے مایوس ہو کر ابن حنفیہ کے پاس پہنچا، امام زین العابدین کو معلوم ہوا تو انھوں نے ان کو بھی روکا اور فرمایا کہ مختار اہل بیت کی محبت کا دعویٰ محض لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے کرتا ہے، حقیقت میں اس کو اس سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ ان کا دشمن ہے، میری طرح آپ کو بھی اس کا پردہ فاش کرنا چاہیے، محمد بن حنفیہ نے ابن عباسؓ سے اس کا تذکرہ کیا، ان کو ابن زبیرؓ کی جانب سے بڑا خطرہ تھا، اس لیے انھوں نے ابن حنفیہ سے کہا کہ اس معاملہ میں تم زین العابدین کا کہنا نہ مانو۔(۱)

محمد بن حنفیہ بھی مختار کو اچھا آدمی نہ سمجھتے تھے اور انھیں اس پر مطلق اعتماد نہ تھا لیکن محض ابن زبیرؓ کے مقابلہ میں اس کی امداد و اعانت حاصل کرنے کے لیے (ابن زبیرؓ محمد بن حنفیہ کو اپنی بیعت کے لیے مجبور کر رہے تھے) اس کی سرپرستی قبول کر لی۔

---

(۱) مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۷۹ و ص ۸۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبانِ اہل بیت کا اصل مرکز عراق تھا، اس لیے محمد بن حنفیہ کو سرپرست بنانے کے بعد مختار ان سے اجازت لے کر عراق روانہ ہو گیا لیکن چونکہ ابن حنفیہ کو اس پر اعتماد نہ تھا اور وہ اس کے متعلق اچھی رائے نہ رکھتے تھے، اس لیے انھوں نے اپنا ایک آدمی عبداللہ بن کامل ہمدانی اس کے ساتھ کر دیا اور اس کو خفیہ ہدایت کر دی کہ مختار زیادہ لائق اعتماد نہیں ہے، اس سے بچتے رہنا، اب تک ابن زبیرؓ کو اس ساز باز کا علم نہ ہوا تھا اور وہ بدستور مختار کو اپنا خیر خواہ سمجھ رہے تھے، اس نے جا کر ان سے کہا کہ میرا قیام مکہ سے زیادہ آپ کے لیے عراق میں مفید ہوگا، اس لیے میں وہاں جاتا ہوں، ابن زبیرؓ نے بخوشی اجازت دے دی اور مختار، عبداللہ بن کامل کے ساتھ عراق روانہ ہو گیا، مقام عذیب میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی، اس سے مختار نے پوچھا عراق مین لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا وہ بغیر ملاح کی کشتی کی طرح جھکولے لے رہے ہیں، مختار نے کہا میں ان کا ملاح بنوں گا۔(۱)

عراق میں ورود اور ابن حنفیہ کی دعوت: محبانِ اہل بیت کی سب سے بڑی تعداد کوفہ میں تھی، اس لیے مختار سیدھا کوفہ پہنچا اور اپنے کو محمد بن حنفیہ کا داعی ظاہر کر کے ان کے زہد و ورع کی تبلیغ اور ابن زبیرؓ کی مذمت اور ان کی تشہیر شروع کر دی کہ ابن زبیرؓ درحقیقت محمد بن حنفیہ کے کارکن تھے اور ابتدا میں وہ ان ہی کے لیے کوشش کرتے تھے لیکن پھر خود اس پر غاصبانہ قابض ہو گئے، اس لیے ابن حنفیہ نے مجھے اپنا داعی بنا کر بھیجا ہے، ان کے دست و قلم کی لکھی ہوئی سند بھی میرے پاس موجود ہے، جن لوگوں پر اسے اعتماد ہوتا تھا، انھیں یہ تحریر پڑھ کر سنا بھی دیتا تھا، غرض اس چالاکی سے بہت سے محبانِ اہل بیت اس کے فریب میں آگئے اور ایک اچھی خاصی جماعت نے اس کے ہاتھوں پر بیعت کر لی لیکن کچھ لوگوں کو شک ہوا، وہ ابن حنفیہ کے پاس مکہ پہنچے اور ان سے مختار کے بیانات کی تصدیق چاہی، یہ نہ صاف اقرار ہی کر سکتے تھے اور نہ انکار، اقرار اس لیے نہیں کر سکتے تھے کہ مختار کے بیانات بہت کچھ

(۱) ابن سعد ج۵ ص ۷۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبالغہ آمیز بلکہ جھوٹ تھے لیکن اس حد تک صحیح تھا کہ ابن حنفیہ نے اس کی سرپرستی قبول کر لی تھی لیکن ان کو اس کی صداقت پر خود اعتماد نہ تھا، اس لیے جواب دیا کہ "تم لوگ خود دیکھتے ہو کہ ہم لوگ (اہل بیت) صابر وشاکر بیٹھے ہیں، میں کسی مسلمان کا خون گرا کر دنیاوی حکومت نہیں چاہتا لیکن اسے ہم پسند کرتے ہیں کہ اللہ نے جس بندے کے ذریعہ سے چاہا ہماری مدد کی، البتہ تم لوگ کذابین سے ڈرتے رہو اور اپنی جان اور اپنے دین کی حفاظت کرو، یہ سن کر یہ لوگ عراق لوٹ گئے، کوفہ میں ابراہیم بن اشتر نخعی بڑے با اثر محبانِ اہل بیت میں تھے، مختار نے محمد بن حنفیہ کی جانب سے ان کو ایک فرضی خط دے کر انھیں اپنا حامی ومددگار بنا لیا۔(۱)

کوفہ پر قبضہ اور قاتلین حسین کا قتل: ابراہیم نخعی کی حمایت سے مختار کی قوت بہت بڑھ گئی اور وہ علانیہ میدان میں آ گیا، ابن زبیرؓ کے پولیس افسر ایاس بن نضار نے روک ٹوک شروع کی تو ابراہیم بن اشتر نے اسے قتل کر دیا، عبداللہ بن مطیع کو جو ابن زبیرؓ کی جانب سے کوفہ کے والی تھے، خبر ہوئی تو انھوں نے مختار کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے اور مختار اور ابراہیم دونوں نے اس کو نہایت فاش شکست دی، ابن مطیع نے ان سے اپنی جان بخشی کرا کے کوفہ چھوڑ دیا اور یہاں مختار کی حکومت قائم ہو گئی۔(۲)

کوفہ پر قابض ہونے کے بعد مختار کی قوت بہت بڑھ گئی، اس وقت اسے اپنی کارگذاری دکھانے کا موقع ملا، چنانچہ اس نے حضرت حسینؓ کے قاتلوں اور ان کے معاونوں کو قتل کرنا شروع کیا اور چند دنوں کے اندر ان سب کا صفایا کر دیا، ابن زیاد کا سر قلم کر کے محمد بن حنفیہ اور امام زین العابدین کی خدمت میں بھیجا، مختار کے مکر وفریب کے باوجود اس کی یہ کارگذاری ایسی تھی کہ قدرۃً یہ بزرگوار اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ان کی زبان نے بے ساختہ اس کے خدمات کا اعتراف کیا۔(۳)

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۶۷ (۲) اخبار الطوال ص ۲۵۷ تا ص ۳۰۰ ملخصاً (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۷۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حنفیہ کی قید و رہائی: ابن زبیرؓ نے ابتدا میں ابن حنفیہ پر اپنی بیعت کے لیے زیادہ زور نہ ڈالا تھا، مگر جب کوفہ وغیرہ پر مختار کا قبضہ ہوگیا اور اس کی قوت میں اضافہ کے ساتھ عراق میں ابن حنفیہ کے بیعت کرنے والوں کا دائرہ زیادہ وسیع ہوگیا تو ابن زبیرؓ کو ان کی جانب سے خطرات بڑھ گئے، اس وقت انھوں نے ابن حنفیہ اور ان کے ساتھ ابن عباسؓ پر بھی دباؤ ڈالنا شروع کیا لیکن یہ لوگ بیعت کے لیے آمادہ نہ ہوئے، آخر میں انھیں اور ان کے تمام اہل خاندان کو مکہ کی ایک گھاٹی میں نظر بند کر دیا، ایک روایت یہ ہے کہ ابن حنفیہ کو چاہ زمزم کی چار دیواری میں قید کر کے لکڑیوں کا انبار لگوا دیا اور دھمکی دی کہ اگر وہ بیعت نہ کریں گے تو انھیں پھونک دیا جائے گا، یہ نازک صورت پیدا ہونے کے بعد ابن حنفیہ نے ابن عباسؓ سے پوچھ بھیجا کہ اب کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہلا بھیجا کہ ہرگز ہرگز اطاعت نہ کرنا، اپنی بات پر قائم رہنا لیکن مکہ میں رہتے ہوئے انکار پر قائم رہنا مشکل تھا، اس لیے ابن حنفیہ نے مکہ چھوڑ کر کوفہ چلے جانے کا ارادہ کیا، مختار کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو اسے بہت گراں گذرا کہ ابن حنفیہ کے عراق پہنچ جانے کے بعد اس کی ہستی ختم ہوئی جاتی تھی، کیوں کہ وہ محض آپ کا نام استعمال کرنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے ان کو روکنے کے لیے اہل کوفہ سے کہنا شروع کیا کہ ''مہدی کی نشانی یہ ہے کہ جب وہ تمہارے یہاں آئیں گے تو ایک شخص بازار میں ان پر وار کرے گا لیکن اس سے مہدی کو کوئی صدمہ نہیں پہنچے گا، ابن حنفیہ کو اپنے متعلق اس کرامت کی خبر ہوئی تو انھوں نے کوفہ جانے کا عزم ترک کر دیا اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ کی زبانی اپنے عراقی متبعین کے پاس اپنے حالات کہلا بھیجے، عامر نے وہاں پہنچ کر تفصیلی حالات سنائے، یہ حالات سن کر مختار نے ابو عبداللہ جدلی کو چار ہزار فوج کے ساتھ محمد بن حنفیہ کو چھڑانے کے لیے بھیجا اور ہدایت کر دی کہ اگر بنی ہاشم زندہ مل جائیں تو ان کی ہر قسم کی مدد اور ان کے احکام کی تعمیل کرنا اور اگر قتل کیے جا چکے ہوں تو جس طرح بھی ممکن ہو آل زبیرؓ کا خاتمہ کر دینا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن زبیرؓ میں مختار کے فرستادہ دستہ کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لیے ایک بیان یہ ہے کہ اس کے ورودِ مکہ کے وقت وہ دارالندوہ چلے گئے اور دوسری روایت یہ ہے کہ انھوں نے خانہ کعبہ میں پناہ لی اور عراقی دستہ نے مکہ پہنچ کر ابن حنفیہ اور ابن عباسؓ کو لکڑیوں کے انبار سے نکالا، اس دوران میں ابن زبیرؓ کے آدمی پہنچ گئے لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی، عراقیوں نے ابن عباسؓ سے کہا اگر اجازت ملے تو ہم ابن زبیرؓ کا خاتمہ کر کے لوگوں کو ان کی مصیبت سے نجات دلا دیں لیکن ابن عباسؓ نے کہا نہیں اس شہر کو خدا نے حرمت دی ہے، صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر چند ساعتوں کے لیے اس کی حرمت اٹھ گئی تھی، ورنہ نہ اس سے پہلے کسی کے لیے اٹھی تھی نہ اس کے بعد اٹھے گی، بس اتنا کافی ہے کہ ہمیں بچا کر نکال لے چلو، چنانچہ عراقی ان لوگوں کو قید سے نکال کر منیٰ لے آئے، چند دنوں یہاں ٹھہرنے کے بعد یہ لوگ ابن زبیرؓ کے جبر سے بچنے کے لیے طائف چلے گئے۔(۱)

امارتِ حج: یہ طوائف الملوکی کا دور تھا، متعدد اشخاص خلافت کے مدعی تھے، چنانچہ اس سال کا حج چار امرا کے زیر امارت ہوا۔ ۱- محمد بن حنفیہ اہل طائف کے ساتھ۔ ۲- ابن زبیرؓ اپنے متبعین کے ساتھ۔ ۳- نجدہ بن عامر حروری خوارج کے ساتھ۔ ۴- اور بنی امیہ اہلِ شام کے ساتھ حج کے لیے آئے، ایک ساتھ ان چاروں کا اجتماع خطرہ سے خالی نہ تھا اور ارض حرم میں خوں ریزی کا اندیشہ تھا، اس لیے محمد بن جبیرؒ نے چاروں جتھوں کے امرا کے پاس جا کر انھیں سمجھایا، سب سے پہلے ابن حنفیہ کے پاس گئے اور ان سے کہا ''ابوالقاسم خدا کا خوف کرو، ہم لوگ مشعر حرام اور بلد حرام میں ہیں، حجاج خانہ کعبہ میں خدا کے وفود اور اس کے مہمان ہیں، اس لیے ان کا حج نہ خراب کرو۔'' انھوں نے کہا ''خدا کی قسم میں خود یہ نہیں چاہتا اور میں کسی مسلمان کو بیت اللہ سے نہ روکوں گا اور نہ میری جماعت کا کوئی حاجی جائے گا میں تو اپنی مدافعت کرتا ہوں اور صرف اس صورت میں خلافت کا خواہاں ہوں جب دو آدمیوں کو

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۷۳ تا ۷۵ ملخصاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی میری خلافت سے اختلاف نہ ہو، میری طرف سے پورا اطمینان رکھئے، میرے بجائے ابن زبیرؓ اور نجدہ حروری سے جا کر گفتگو کیجئے'' ان کا جواب سننے کے بعد ابن جبیرؒ ابن زبیرؓ کے پاس گئے اور ان سے بھی وہی کہا جو ابن حنفیہ سے کہہ چکے تھے، انھوں نے جواب دیا ''میری خلافت پر مسلمانوں کا اجماع ہو گیا ہے، سب نے میری بیعت کر لی ہے، صرف یہ لوگ (بنی ہاشم) میری مخالفت کر رہے ہیں'' ابن جبیرؒ نے کہا جو کچھ بھی ہو ہر حال میں اس وقت آپ کے لیے ہاتھ روکے رکھنا مناسب ہے، انھوں نے کہا بہتر ہے، میں اس پر عمل کروں گا، ان کے بعد وہ نجدہ حروری کے پاس پہنچے، اس نے کہا میں اپنی جانب سے ابتدا نہ کروں گا لیکن جو شخص ہم لوگوں سے لڑے گا ہم بھی اس کا مقابلہ کریں گے، اس کے بعد ابن جبیر بنی امیہ کے پاس گئے، انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم تو اپنے علم کے پاس ہیں، جب تک خود کوئی ہم سے نہ لڑے گا اس وقت تک ہم ابتدا نہ کریں گے، ابن جبیرؒ کا بیان ہے کہ ان چاروں جماعتوں کے پرچموں میں سب سے زیادہ پرامن وسکون پرچم ابن حنفیہ کا تھا۔(۱) اس طرح ابن جبیرؒ کی کوششوں سے ایک بڑا خطرہ ٹل گیا۔

مختار کا خاتمہ اور ابن حنفیہ کے پاس ابن زبیرؓ کا پیام: اسی سنہ یعنی ۶۸ھ میں ابن زبیرؓ کے بھائی مصعب نے بڑی بڑی معرکہ آرائیوں کے بعد مختار کا خاتمہ کر دیا، ان تمام معرکوں میں ابن حنفیہ نے عملاً کوئی حصہ نہیں لیا اور نہ ان کو اس سے کسی قسم کا تعلق تھا، اس لیے ان کی تفصیلات کی ضرورت نہیں۔

مختار کے خاتمہ کے بعد ابن حنفیہ کا کوئی سہارا باقی نہ رہ گیا اور وہ بے یار و مددگار ہو گئے، اس لیے ابن زبیرؓ نے پھر ان سے بیعت کا مطالبہ شروع کیا اور اپنے بھائی عروہ کو ان کے پاس بھیجا، انھوں نے جا کر ان کی جانب سے ابن حنفیہ کو یہ پیام دیا کہ ''میں تم کو بغیر بیعت لیے ہوئے چھوڑنے والا نہیں ہوں، اگر بیعت نہ کرو گے تو پھر قید کر دوں گا، جس

(۱) ابن سعد ج۵ ص۷۵ و ۷۶ ملخصاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کذاب کی امداد واعانت کا تم کو سہارا تھا اس کو خدا نے قتل کر دیا اور اب عرب وعراق کا میری خلافت پر اتفاق ہو گیا ہے، اس لیے تم بھی میری بیعت کرلو، ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' ابن حنفیہ نے اس تہدیدی پیام کا یہ جواب دیا کہ تمہارے بھائی (ابن زبیرؓ) قطع رحم اور استخفافِ حق میں کتنے تیز اور خدا کی عقوبت سے کتنے غافل ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ انھیں دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے، ابھی تھوڑے دنوں پیشتر (جب تک مختار ان کا حامی تھا) وہ مختار اور اس کی روش کے مجھ سے زیادہ مداح ومعترف تھے، خدا کی قسم نہ مختار کو میں نے اپنا داعی بنایا تھا اور نہ مددگار، ابھی کچھ ہی دنوں کا ذکر ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ خود ان کی طرف مائل تھا اور ان کے ساتھ تھا، اس لیے اگر وہ کذاب تھا تو انھوں نے مدتوں اس کذاب کو اپنے ساتھ رکھا اور اگر وہ کذاب نہیں تھا، تو ابن زبیرؓ مجھ سے زیادہ اس سے واقف ہیں، میں ان کا (ابن زبیرؓ) کا مخالف نہیں ہوں، اگر مخالف ہوتا تو ان کے قریب نہ رہتا اور جو لوگ مجھے بلاتے ہیں ان کے یہاں چلا جاتا لیکن میں نے کسی کی دعوت قبول نہیں کی، تمہارے بھائی کا ایک اور حریف عبدالملک ہے جو تمہارے بھائی ہی کی طرح دنیا کا طالب ہے، اس نے اپنی قوتوں سے تمہارے بھائی کی گردن پکڑ لی ہے، میرے نزدیک عبدالملک کا جوار تمہارے بھائی کے جوار سے میرے لیے زیادہ بہتر ہے، عبدالملک نے مجھے خط لکھ کر اپنے یہاں آنے کی دعوت دی ہے، یہ سن کر عروہ نے کہا پھر اس کے پاس جانے سے کون امر مانع ہے؟ ابن حنفیہ نے جواب دیا میں اس بارے میں عنقریب خدا سے استخارہ کروں گا، یہ صورت (یعنی میرا یہاں سے چلا جانا) تمہارے بھائی کے لیے زیادہ پسندیدہ اور خوش آئند ہوگا، عروہ نے کہا میں بھائی سے اس کا تذکرہ کروں گا، اس گفتگو کے بعد عروہ لوٹ گئے، ابن حنفیہ کے بعض آدمی عروہ کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن انھوں نے ان کو روک دیا تھا، عروہ کے واپس جانے کے بعد ان لوگوں کو بڑا افسوس ہوا، انھوں نے ابن حنفیہ سے کہا اگر آپ نے ہمارا کہنا مانا ہوتا تو ہم ان کی گردن اڑا دیئے ہوتے، ابن حنفیہ نے کہا ''آخر کس قصور میں، وہ تو محض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے بھائی کے قاصد بن کر آئے تھے او ہمارے جوار میں تھے، ہمارے اور ان کے درمیان میں گفتگو ہوئی، گفتگو کے بعد ہم نے ان کو ان کے بھائی کے پاس واپس کر دیا، تم لوگ جو کچھ کہتے ہو وہ فریب ہے اور فریب میں کوئی بھلائی نہیں ہے، اگر میں تمہارے کہنے پر عمل کرتا تو مکہ میں خوں ریزی ہوتی اور اس بارے میں تم لوگ میرے خیالات سے واقف ہو، اگر سارے مسلمان میری خلافت پر متفق ہو جائیں اور صرف ایک شخص کو اختلاف باقی رہے تو بھی میں اس ایک شخص سے لڑنا پسند نہ کروں گا۔"

عروہ نے واپس جا کر اپنے بھائی کو ابن حنفیہ کا جواب سنایا اور انھیں مشورہ دیا کہ میری رائے میں آپ ان سے کوئی تعرض نہ کیجئے، ان کو آزاد کر دیجئے تا کہ وہ ہمارے یہاں سے نکل جائیں اور ہم سے دور ہو جائیں، عبدالملک بغیر ان سے بیعت لیے ہوئے کبھی انھیں شام میں ٹکنے نہ دے گا اور وہ جب تک عبدالملک پر اجماع نہ ہو جائے کبھی اس کی بیعت نہ کریں گے، ایسی صورت میں عبدالملک یا انھیں قتل کر دے گا یا قید کر لے گا، اس طرح آپ کا کام اس کے ہاتھوں انجام پا جائے گا اور آپ کا دامن بالکل محفوظ رہے گا، ابن زبیرؓ نے عروہ کا یہ مشورہ قبول کر لیا اور پھر محمد بن حنفیہ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔(۱)

عبدالملک کی دعوت اور ابن حنفیہ کا سفر شام اور واپسی: عبدالملک ابن زبیرؓ کے مقابلہ میں ابن حنفیہ کی حمایت حاصل کرنے کے لیے عرصہ سے ان کو اپنے یہاں شام چلے آنے کی دعوت دے رہا تھا، محمد بن حنفیہ کے یہاں سے عروہ کی واپسی کے بعد پھر ابن حنفیہ کے پاس عبدالملک کا بلاوے خط پہنچا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن زبیرؓ بیعت لینے کے لیے آپ کو تنگ اور پاس عزیز داری کو چھوڑ کر آپ کے حقوق پامال کر رہے ہیں، آپ نے جو کچھ کیا وہ اپنی جان اور اپنے مذہب کو ملحوظ رکھ کر کیا ہے، شام کا ملک آپ کے لیے موجود ہے، یہاں آپ جس جگہ چاہیں قیام فرمائیں، ہم لوگ آپ کی بزرگ داشت اور عزیز داری کا پورا لحاظ

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۷۷ و ص ۷۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھیں گے اور آپ کے حقوق ادا کریں گے۔" یہ خط پا کر ابن حنفیہ شام روانہ ہو گئے اور شب سے پہلے ایلہ میں اترے، یہاں کے باشندوں نے ان کا اور ان کے ہمراہیوں کا بڑے جوش سے استقبال کیا اور ابن حنفیہ کے ساتھ بڑی عقیدت ظاہر کی، وہ نہایت نہایت عزت وتوقیر کے ساتھ یہاں ٹھہر گئے اور وہیں چار دن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ وشاعت شروع کر دی کہ "ان کے لواحقین پر اور ان کی نگاہوں کے سامنے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔" عبدالملک کو محمد بن حنفیہ کی پذیرائی اور مقبولیت کی خبر ہوئی تو اس پر سخت گراں گذرا اور اس نے اپنے اہل الرائے مشیر کار قبیصہ بن ذویب اور روح بن زنباع جذامی سے اس کا تذکرہ کیا، ان دونوں نے کہا کہ بغیر بیعت لیے ہوئے انھیں اتنے قریب اس طرح آزاد نہ چھوڑنا چاہیے یا تو وہ بیعت کریں ورنہ حجاز واپس کر دیجیے، اس مشورہ کے بعد عبدالملک نے ابن حنفیہ کو پھر خط لکھا کہ آپ ہمارے ملک میں آکر ٹھہرے ہیں، ہم میں اور ابن زبیرؓ میں جنگ چھڑی ہوئی ہے آپ کا ایک خاص مرتبہ اور اعزاز ہے، اس لیے میرے ملک میں بغیر میری بیعت کے آپ کا قیام میرے مصالح کے خلاف ہے، اگر آپ بیعت کے لیے آمادہ ہیں تو آپ کی خدمت میں سو کشتیاں مع ساز وسامان کے جو ابھی بحر قلزم سے آئی ہیں اور بیس لاکھ درہم نذر کیے جاتے ہیں، ان میں سے پانچ لاکھ فوراً پیش کر دیے جائیں گے اور پندرہ لاکھ بعد میں بھجوا دیے جائیں گے، اس نذرانہ کے علاوہ آپ جس قدر فرمائیں گے آپ کی اولاد، آپ کے اعزہ اور آپ کے موالی اور آپ کے ساتھیوں کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا اور اگر بیعت نہیں کرتے تو فوراً میرا ملک چھوڑ دیجیے اور میرے حدودِ حکومت سے نکل جائیے۔

ابن حنفیہ نے اس تحریر کا یہ جواب دیا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد بن علی کی جانب سے عبدالملک کو سلام پہنچے، میں اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں حمد کرتا ہوں، اما بعد! تم کو خلافت کے بارے میں میرے خیالات معلوم ہیں، اس معاملہ میں کسی کو بیوقوف بنا کر دھوکہ نہیں دیتا، خدا کی قسم اگر ساری امتِ اسلامیہ میری خلافت پر متفق ہو جائے اور صرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل زرقاء باقی رہ جائیں تو بھی میں ان سے جنگ نہ کروں گا اور نہ انھیں چھوڑ کر علاحدہ ہوں گا تا آنکہ وہ سب متفق ہو جائیں، مدینہ کے پر آشوب حالات کی وجہ سے مکہ چلا آیا تھا اور ابن زبیرؓ کے جوار میں ٹھہرا تھا لیکن انھوں نے میرے ساتھ بدسلوکی کی، مجھے بیعت لینی چاہی، میں نے انکار کیا کہ جب تک تمہارے اوران کے اختلافات میں عام مسلمانوں کا کوئی متفقہ فیصلہ نہ ہو جائے اس وقت تک میں بیعت نہ کروں گا، وہ جو فیصلہ کریں گے میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا، ان حالات اوراس کشمکش میں تم نے مجھے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی، میں نے قبول کرلی اورتمہارے ملک کے ایک گوشہ میں آ کر اترا خدا کی قسم مجھ میں مخالفت کا کوئی جذبہ نہیں ہے، میرے تمام آدمی میرے ساتھ تھے، میں نے دیکھا کہ یہ مقام ارزاں زندگی کا ہے، اس لیے خیال کیا کہ اچھا ہے، تمہارے جوار میں قیام کرکے تمہارے تعلقات سے فائدہ اٹھاؤں لیکن اب تم وہ لکھتے ہو جو تم کو نہ لکھنا چاہیے، اس لیے ہم انشاءاللہ لوٹ جائیں گے۔(۱)

یہ جواب بھیج کر محمد بن حنفیہ نے اپنے سات ہزار ساتھیوں کے سامنے یہ تقریر

''خدا جملہ امور کا والی اور حاکم ہے، وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا، جو باتیں ہونے والی ہیں اس کا وقوع قریب ہے، تم لوگوں نے امر (خلافت) میں اس کے پیش آنے سے قبل جلدی کی، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ہم لوگوں کی پشت میں وہ جاں نثار پنہاں ہیں جو آل محمد کی حمایت میں لڑیں گے، آل محمد کا حق اہل شرک پر مخفی نہ رہے گا، دیر میں سہی مگر پورا ہوگا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے جس طرح یہ امر (خلافت) شروع میں تم میں تھا، ایک دن پھر تم میں لوٹ کر آئے گا، اس خدا کا شکر ہے جس نے تمہارے خون کو بچایا اورتمہارے دین کی حفاظت کی، تم میں سے جو شخص امن وحفاظت کے ساتھ اپنے شہر اور اپنے مقام پر واپس جانا چاہتا ہو، وہ جاسکتا ہے،

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۷۸ و ۷۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اجازت پر ابن حنفیہ کے بیشتر ساتھی چلے گئے، سات ہزار میں سے صرف نوسو باقی رہ گئے، ان کو لے کر وہ مکہ واپس ہوئے۔(۱)

ایلہ سے واپسی کے بعد ابن حنفیہ کے حالات کے متعلق دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ حج کا زمانہ تھا، اس لیے ابن حنفیہ عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر اور قربانی کے جانوروں کو لے کر سیدھے مکہ پہنچے لیکن جب حرم میں داخل ہونا چاہا تو ابن زبیرؓ کے سواروں نے روکا، ابن حنفیہ نے ابن زبیرؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ مکہ سے جاتے وقت بھی میں لڑنے کے ارادہ سے نہیں نکلا تھا اور اب واپسی کے بعد بھی اس کا کوئی خیال نہیں ہے، اس لیے ہمارا راستہ چھوڑ دو کہ ہم بیت اللہ جا کر مناسک حج ادا کرلیں، انھیں پورا کرنے کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے لیکن ابن زبیرؓ نے بیت اللہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور ابن حنفیہ سواری کے جانوروں کو یوں ہی لیے ہوئے مدینہ چلے گئے۔(۲)

دوسری روایت یہ ہے کہ وہ مکہ پہنچ کر منیٰ کی گھاٹی میں ٹھہرے، دو ہی دن کے بعد ابن زبیرؓ نے کہلا بھیجا کہ یہاں سے ہٹ جاؤ، ہمارے قریب نہ ٹھہرو، یہ پیام سن کر ابن حنفیہ نے کہا جب تک خدا ہمارے لیے کوئی راہ نہ پیدا کردے، اس وقت تک ہم چار و نا چار صبر کرتے ہیں، خدا کی قسم میں نے اب تک تلوار اٹھانے کا ارادہ نہیں کیا، اگر میں تلوار اٹھا لیتا تو خواہ تنہا ہی کیوں ہوتا اور ان کے ساتھ پوری جماعت کیوں نہ ہوتی وہ میرے ساتھ اس طرح نہیں کھل سکتے تھے لیکن میں تلوار اٹھانا نہیں چاہتا، ابن زبیرؓ ہمسایہ آزاری سے باز آنے والے نہیں، یہ کہہ کر وہ طائف چلے گئے، ان کو یہاں آنے کے چند مہینوں کے بعد حجاج نے ۷۲ھ میں ابن زبیرؓ کا خاتمہ کردیا۔(۳)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابن زبیرؓ کے حصار کے زمانہ میں ابن حنفیہ مکہ ہی میں تھے، چنانچہ حجاج نے ان کے پاس عبدالملک کی بیعت کے لیے کہلا بھیجا، انھوں نے جواب

(۱) ابن سعد ج۵ ص۱۸۰۔ (۲) ابن سعد ج۵ ص۸۰ (۳) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا کہ تم کو میرے مکہ کے قیام، طائف اور شام کے سفر کے حالات معلوم ہیں، تمام زحمتیں میں نے صرف اس لیے اٹھائی تھیں کہ میں اس وقت تک کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا نہیں چاہتا تھا، جب تک ان میں سے کسی ایک پر سب کا اتفاق نہ ہوجائے، مجھ میں مخالفت کا کوئی جذبہ نہیں ہے، لیکن جب میں نے دیکھا کہ خلافت کے بارے میں لوگوں کی رائیں مختلف ہیں تو میں نے اس وقت تک ان معاملات سے الگ رہنے کے لیے جب تک کسی پر اجماع نہ ہوجائے خدا کے اس شہر میں جس کی حرمت سب سے بڑی اور سب سے زیادہ ہے اور جس میں طیور تک کے لیے امان حاصل ہے، پناہ لی ہے، ابن زبیرؓ نے میرے ساتھ بدسلوکی کی، اس لیے میں شام چلا گیا لیکن وہاں عبدالملک نے بھی میرا قرب پسند نہ کیا، اس لیے میں پھر حرم چلا آیا، اب اگر ابن زبیرؓ قتل ہوجائیں گے اور عبدالملک پر مسلمانوں کا اتفاق ہوجائے گا تو میں تمہارے ہاتھوں پر بیعت کرلوں گا لیکن حجاج نے ذرا توقف بھی گوارا نہ کیا اور بیعت کے لیے برابر مصر رہا لیکن محمد بن حنفیہ کسی نہ کسی طرح ٹالتے رہے، تا آنکہ ابن زبیرؓ قتل ہوگئے۔(۱)

عبدالملک کی بیعت اور دورِ سکون: ابن زبیرؓ کے قتل ہوجانے کے بعد عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ محمد بن حنفیہ میں مخالفت کا کوئی جذبہ نہیں ہے، امید ہے کہ اب وہ تمہارے پاس آکر بیعت کرلیں گے، ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا، محمد بن حنفیہ خود بھی شروع سے یہی کہتے چلے آرہے تھے کہ جب کسی ایک شخص پر مسلمانوں کا اتفاق ہوجائے گا تو میں بھی اس کو تسلیم کرلوں گا، چنانچہ عبدالملک پر اتفاقِ عام کے بعد جب عبداللہ بن عمرؓ نے اس کی بیعت کرلی تو محمد بن حنفیہ سے بھی کہا کہ اب کوئی اختلافی مسئلہ باقی نہیں رہا اس لیے تم بھی بیعت کرلو، ان کا پہلے سے یہی خیال تھا اس لیے آمادہ ہوگئے اور حجاج کے ہاتھ پر بیعت کرکے عبدالملک کو حسب ذیل خط لکھا:

(۱) ابن سعد ج۵ ص۸۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد بن علی کی جانب سے خدا کے بندے عبدالملک کو اما بعد اس وقت جب تک امت میں خلیفہ کے بارے اختلاف تھا میں لوگوں سے کنارہ کش رہا، اب جب کہ خلافت تم کو مل گئی ہے اور مسلمانوں نے تمہاری بیعت کرلی ہے تو میں بھی اس جماعت میں شامل ہوں اور اس بھلائی میں جس میں وہ سب داخل ہوئے میں بھی داخل ہوتا ہوں، میں نے حجاج کے ہاتھوں پر تمہاری بیعت کرلی ہے اور اب یہ تحریری بیعت تم کو بھیجتا ہوں، کیوں کہ تم پر مسلمانوں کا اجماع ہوگیا ہے، اب میں یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کو امان اور ایفائے عہد کا یقین دلاؤ، فریب میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور اگر اب بھی تم کو اس میں تامل یا اس سے انکار ہے تو خدا کی زمین وسیع ہے۔''

عبدالملک کو یہ خط ملا تو اس نے اپنے مشیروں قبیصہ بن ذویب اور روع بن ذنباع جذامی سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا ''ابن حنفیہ پر آج بھی آپ کو کوئی قابو نہیں حاصل ہے، وہ جس وقت چاہیں جنگ و فساد برپا کرسکتے ہیں، ایسی حالت میں جب کہ انھوں نے آپ کی خلافت تسلیم کرکے بیعت کرلی ہے، میری رائے میں آپ فوراً ان کو جان بخشی و امان کا عہد و پیمان لکھ دیجئے اور ان کے ساتھیوں کے لیے بھی وعدہ کرلیجئے'' ان کے اس مشورہ پر عبدالملک نے یہ جواب لکھا ''آپ میرے نزدیک لائق ستائش مجھ کو زیادہ محبوب اور ابن زبیرؓ سے زیادہ میرے قریب عزیز ہیں، اس لیے میں خدا اور رسول کو حاضر و ناظر جان کر وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو کسی ایسے طرزِ عمل سے جسے آپ ناپسند کرتے ہیں پریشان نہ کیا جائے گا، آپ اپنے شہر واپس جائیے اور جہاں دل چاہے اطمینان کے ساتھ رہیے، میں جب تک زندہ رہوں گا عزیزداری کا پورا لحاظ رکھوں گا اور آپ کی مدد سے کبھی دستکش نہ ہوں گا۔''

اس خط کے ساتھ ہی حجاج کے نام علاحدہ ان کے ساتھ حسنِ جوار اور ان کے اعزاز واحترام ملحوظ رکھنے کا حکم بھیجا، اس خوش آئند مصالحت کے بعد ابن حنفیہ مدینہ واپس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے اور اطمینان وسکون کے ساتھ ان کو رہنے کا موقع ملا۔(۱)

شام کا سفر اور عبدالملک کا حسن سلوک: چند برسوں کے بعد ابن حنفیہ نے عبدالملک کو خط لکھ کر اس کے پاس جانے کی اجازت چاہی، اس نے نہایت خوشی سے منظور کیا، چنانچہ انھوں نے ۷۸ھ میں شام کا سفر کیا، عبدالملک نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا اور ان کے شایانِ شان ان کی پذیرائی اور بزرگ داشت کی، اپنے محل کے قریب ہی ٹھہرایا، ان کے اور ان کے جملہ ہمراہیوں کی میزبانی کے لیے شاہی خزانہ کھول دیا، ایک مہینہ سے کچھ زیادہ ابن حنفیہ دمشق میں رہے، اس دوران میں وہ وقتاً فوقتاً عبدالملک سے ملتے رہے، دربار کے داخلہ میں شاہی خاندان والوں کے بعد ان کا نمبر تھا، ایک دن انھوں نے تنہائی میں عبدالملک کے سامنے اپنے قرض کا تذکرہ کیا، عبدالملک نے اسے ادا کرنے کا وعدہ کیا اور ان سے ان کی اور ضروریات پوچھیں، انھوں نے قرض کی ادائیگی اور بعض اور ضروریات کے ساتھ اپنی اولاد اپنے خواص اور اپنے غلاموں کے وظائف مقرر کیے جانے کی خواہش کی، عبدالملک نے غلاموں کے وظائف کے علاوہ ان کی جملہ ضرورتیں اور خواہشیں پوری کر دیں، پھر ان کے اصرار پر غلاموں کے وظائف بھی مقرر کر دیے لیکن ان کی مقدار کم رکھی لیکن پھر ابن حنفیہ کا اصرار اتنا بڑھا کہ عبدالملک کو ان وظائف کی مقدار بھی پوری کرنی پڑی، ان ضروریات کے پورے ہونے کے بعد ابن حنفیہ مدینہ واپس ہوئے (۲) اور تادمِ آخر ان کے اور عبدالملک کے تعلقات نہایت خوش گوار رہے۔

وفات: محمد بن حنفیہ کے سنہ وفات اور جائے وفات کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں لیکن صحیح تر روایت یہ ہے کہ ۸۱ھ میں انھوں نے مدینہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔(۳)

گذشتہ حالات پر تبصرہ: اوپر جو حالات لکھے گئے ہیں ان کی حیثیت محض سوانح کی ہے جن

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۸۲ (۲) ایضاً ص ۸۲ و ۸۳ (۳) ایضاً ص ۸۵ و ۸۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں واقعات کوصرف واقعات کی حیثیت سے لکھ دیا گیا ہے اوران پر کوئی نقد وتبصرہ نہیں کیا گیا لیکن ان میں بہت سے واقعات ومسائل نقد ونظر کے محتاج ہیں، ورنہ محض اوپر کے واقعات کے آئینہ میں ابن حنفیہ کی تصویر حیات داغدار نظر آتی ہے، اس لیے آئندہ سطور میں مذکورۂ بالا واقعات پر تنقیدی نظر ڈالی جاتی ہے۔

حضرت امام حسینؓ کے حقیقی وارث اور جانشین امام زین العابدین تھے لیکن اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد وہ دنیا سے ایسے برداشتہ خاطر ہوگئے تھے کہ خلافت اور امامت کے جھگڑوں سے کنارہ کش ہوکر گوشۂ عزلت کی زندگی اختیار کرلی تھی، شیعیان (۱) علیؓ نے انھیں بہت میدان میں لانا چاہا لیکن وہ ایسے دل شکستہ تھے کہ گھر سے باہر قدم نہ نکالا، ان سے مایوس ہونے کے بعد شیعیان علیؓ نے ابن حنفیہ کواس بارِ امانت کا حامل بنادیا، اس لیے خلافت وامامت اوراہل بیت وغیر اہل بیت کے سوالات اوراس سے متفرع عقائد وخیالات اور مسائل کا تعلق ابن حنفیہ کی ذات سے ہوگیا اوراس سلسلہ میں بعض افعال ابن حنفیہ سے ایسے سرزد ہوگئے اور بہت سے ایسے عقائد وخیالات ان کی جانب غلط منسوب ہوگئے جو بظاہران کی ذات سے فروتر ہیں، انہی واقعات پر تنقید مقصود ہے۔

شیعی تحریک اوراہل بیت وغیر اہل بیت وغیرہ مسائل کی بنیاد تمام تر پروپگنڈے پر ہے، اس جماعت نے اپنی تحریک اوراپنے مقاصد کو کامیاب بنانے کے لیے بہت سے ایسے عقائد وخیالات بزرگان اہل بیت کی جانب منسوب کردیئے ہیں جن کی وجہ سے وہ حرص خلافت کا مجسم پیکر معلوم ہوتے ہیں، ان میں سے بعض خیالات تو ایسے گمراہ کن ہیں

(۱) یہاں شیعیت سے مراد اثنا عشری شیعیت نہیں ہے کیوں کہ اس دور میں اس کا وجود ہی نہ تھا، پھران کا سلسلہ امامت امام زین العابدین سے چلتا ہے، امام حسینؓ کے بعد زین العابدین ان کے بعدان کے فرزند امام باقر اور جعفر صادق وغیرہ، اثنا عشری جماعت کے ائمہ زین العابدین کی نسل سے پورے ہوتے ہیں بلکہ اس عہد کی وہ سیاسی جماعت مراد ہے جو غیر فاطمی خلفاء کے مقابلہ میں ان کی پشت وپناہ تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اگر وہ ان بزرگوں کے زمانہ میں ظاہر کیے جاتے یا ان کو معلوم ہو جاتے تو وہ ان کے اختراع کرنے والوں کو اپنے اتباع کی جماعت سے خارج کر دیتے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ''خلافتِ اسلامیہ'' نے جب دنیاوی حکومت کا قالب اختیار کرلیا، اس وقت اہل بیت کرام میں حصول خلافت کا جذبہ ضرور ہو گیا تھا جو بڑی حد تک درست تھا، اس لیے کہ ''اسلامی حکومت'' اسی وقت تک نیابت الٰہی اور خلافتِ نبویؐ ہے، جب تک وہ جمہوری ہے،اور اسی وقت وہ جمہوری ہے جب تک وہ خلافت ہے، شخصی حکومت کا قالب اختیار کر لینے کے بعد اس کی حیثیت مذہبی باقی نہیں رہتی، اس وقت اگر اس حکومت کے بانی کے ورثہ کے دلوں میں اس کے حصول کا جذبہ پیدا ہو یا کوئی جماعت ان کی حمایت کے لیے کھڑی ہو جائے تو یہ دونوں امور قابلِ اعتراض نہیں کہے جاسکتے لیکن اس سلسلہ میں مدعیانِ محبتِ اہلِ بیت نے عجیب گمراہ کن عقائد اختراع کر کے ان بزرگوں کی جانب منسوب کر دیئے ہیں جس سے ان کا دامن بالکل پاک ہے۔

محمد بن حنفیہ اس موحد اعظم کی نسل میں تھے، جس نے اپنے متعلق غلط عقیدہ رکھنے والوں کو زندہ جلا دیا تھا، اس لیے ان کا دامن فاسد عقائد سے آلودہ ہو ہی نہیں سکتا تھا، ان کے کانوں میں جب اس قبیل کے خیالات پڑتے تھے تو وہ اس کی پوری تردید کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کو معلوم ہوا کہ مختار کے متبعین کہتے ہیں کہ ان کے (ابن حنفیہ) پاس قرآن کے علاوہ علم (سینہ) کا کچھ حصہ ہے، یہ روایت سن کر انھوں نے مخصوص تقریر کی کہ ''خدا کی قسم اس کتاب کے علاوہ جو دو لوحوں کے درمیان ہے (قرآن پاک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثت میں ہم کو اور کوئی علم نہیں ملا۔'' (۱)

ان کے بہت سے عقیدت مند انھیں مہدی کہہ کر سلام کرتے تھے کہ ''سلام علیک یا مہدی یہ جواب دیتے میں اس معنیٰ میں بیشک مہدی ہوں کہ میں لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۷۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایت کرتا ہوں لیکن میرا نام نبی اللہ کے نام پر اور میری کنیت نبی اللہ کی کنیت پر ہے، اس لیے جب تم لوگ سلام کیا کرو تو مہدی کے بجائے السلام علیک یا محمد اور السلام علیک یا ابا القاسم کہا کرو۔(۱) عام لوگوں نے قریش کے دو خانوادوں بنی امیہ اور بنی ہاشم کا رتبہ ایک کا دنیاوی وجاہت کی بنا پر اور دوسرے کا مذہبی سیادت کی بنا پر پرستش کی حد تک پہنچا دیا تھا، ابن حنفیہ اس کو سخت ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے قریش کے دو گھرانوں کو خدا کے علاوہ اس کا ایک اور مثیل ٹھہرالیا گیا ہے، ہم کو (اہل بیت) اور بنی امیہ کو۔(۲)

بعض فرقے حضرت علیؓ کو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں لیکن ابن حنفیہ انھیں بندگی ہی کے درجہ میں رکھتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی انسان کی نجات اور اس کے جنتی ہونے کی یقینی شہادت نہیں دے سکتا حتی کہ اپنے باپ علیؓ کے متعلق بھی جنھوں نے مجھے پیدا کیا ہے، یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔(۳)

مختار ثقفی کی سرپرستی کے اسباب: غرض ان کا کوئی عقیدہ صحیح عقائد اسلامی کے خلاف نہ تھا مختار ثقفی کے دامِ تزویر میں پھنس جانا ضرور بظاہر نظر کھٹکتا ہے لیکن یہ فطرت انسانی کا تقاضا تھا۔

امیر معاویہ نے زندگی بھر اہل بیت کے حقوق اور ان کے مراتب کا خیال رکھا، ان کے بعد یزید سے لے کر عبدالملک کے زمانہ تک ان بزرگوں کے ساتھ اموی خلفا کا جو طرز عمل رہا وہ بالکل عیاں ہے، امام حسین علیہ السلام اور نبوت کے سارے کنبہ کو جس بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا وہ اموی حکومت کے دامن کا ایسا داغ ہے جو کبھی نہیں مٹ سکتا، ان حالات میں نہ صرف ابن حنفیہ بلکہ سارے بنی ہاشم کے دل امویوں کی طرف سے پھرے ہوئے تھے، اس کے علاوہ ابن زبیرؓ کا خطرہ علاحدہ ان کے سروں پر مسلط تھا، ان حالات میں مختار خونِ حسینؓ کے انتقام کی دعوت لے کر اٹھا اور قاتلین حسینؓ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا اور بنی امیہ اور ابن زبیرؓ دونوں کے مقابلہ میں ابن حنفیہ کا پشت پناہ بنا، ایسی حالت

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۶۸ و ص ۶۹ (۲) ایضاً ص ۶۸ (۳) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اگر ابن حنفیہ فطرت انسانی کے مطابق یا کسی مصلحت کی بنا پر اس سے متاثر ہو گئے تو ایک حد تک معذور تھے، پھر بھی انھوں نے کبھی اس پر اعتماد نہیں کیا اور اس کو آلۂ کار سے زیادہ حیثیت نہیں دی، اوپر گذر چکا ہے کہ جب مختار نے ابن حنفیہ سے عراق جانے کی اجازت چاہی تھی تو انھوں نے اجازت تو دیدی لیکن چوں کہ اس پر اعتماد نہ تھا، اس لیے اپنے ایک آدمی عبداللہ ابن کامل ہمدانی کو اس کے ساتھ کر دیا اور اس کو ہدایت کر دی کہ یہ شخص لائق اعتماد نہیں ہے، اس سے بچتے رہنا (۱) یا جب عروہ بن زبیرؓ کی جانب سے ابن حنفیہ کے پاس پیام لے کر آگئے تو انھوں نے ان سے کہا کہ میں نے نہ اس کو اپنا داعی بنایا تھا نہ مددگار (۲) یا جب بعض اہل عراق کو مختار کے بیانات پر شبہ ہوا اور وہ ابن حنفیہ کے پاس اس کی تصدیق کے لیے گئے تو انھوں نے کہا کہ ''اسے ہم پسند کرتے ہیں کہ اللہ نے جس بندے کے ذریعہ سے چاہا ہماری مدد کی، البتہ تم لوگ کذابین سے ڈرتے ہو اور ان سے اپنی جان اور اپنے دین کی حفاظت کرو'' (۳)

لیکن ابن حنفیہ میں خاندانی عصبیت اور حصولِ خلافت کی فطری خواہش ضرور تھی اور اس کا باعث بھی بنی امیہ کی غیر محتاط روش اور ان کا جابرانہ طرز عمل تھا، ابن زبیرؓ اور عبدالملک کے اختلافات اور ابن حنفیہ پر ابن زبیرؓ کے جبر نے اس جذبہ کو اور زیادہ قوی کر دیا تھا لیکن اس کے لیے بھی انھوں نے کوئی عملی کوشش نہیں کی، بلکہ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ میں خلافت ضرور چاہتا ہوں مگر اس عورت میں کہ کسی ایک مسلمان کو بھی اس سے اختلاف نہ ہو، یہ جذبہ بنی امیہ کے مقابلہ میں کسی طرح ناروا نہیں کہا جا سکتا۔

ابن حنفیہ کی پیرو ایک جماعت: اگر چہ ابن حنفیہ فرقہ اثنا عشری کے امام نہیں ہیں، ان کے تمام ائمہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہیں لیکن شیعیوں کی ایک جماعت حضرت حسینؓ کے بعد انہی کو امام تسلیم کرتی ہے، اس جماعت کا نام کیسانیہ ہے، اس کا عقیدہ ہے کہ ابن حنفیہ نے

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۷۱ (۲) ایضاً ص ۷۸ (۳) ایضاً ص ۷۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات نہیں پائی بلکہ اپنے چالیس اصحاب کے ساتھ کوہ رضوی میں چلے گئے تھے اور اب تک وہاں موجود ہیں، ایک شیر اور ایک چیتا ان کی پاسبانی کرتا ہے اور ان کی سیرابی کے لیے ایک شہد اور ایک پانی کا چشمہ رواں ہے، خدا انھیں اس گوشہ میں روزی پہنچاتا رہتا ہے، ایک دن وہ اس دنیا میں آئیں گے اور اس کو عدل وانصاف سے معمور کردیں گے، ابن حنفیہ کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ ان کے جانشین ہوئے تھے۔(۱)

فضل وکمال: ابن حنفیہ علی مرتضیٰؓ جیسے مجمع العلم باپ کے فرزند تھے، اس لیے علم کی دولت ان کو ورثہ میں ملی تھی، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ بڑے صاحب علم تھے،(۲) ابن حبان ان کو ان کے خاندان کے فاضل ترین افراد میں شمار کرتے ہیں،(۳) لیکن اس کی تفصیلات کتابوں میں مذکور نہیں۔

حدیث: حدیث میں انھوں نے اپنے والد بزرگوار اور حضرت عثمانؓ، عمار بن یاسرؓ، معاویہ بن ابی سفیان، ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے فیض اٹھایا تھا، بعض محدثین کے نزدیک حضرت علیؓ کی مستند ترین روایات ان ہی سے مروی ہیں۔(۴)

ان کے تلامذہ کا دائرہ بھی خاصہ وسیع تھا، آپ کے چار صاحبزادے، ابراہیم، حسن، عبداللہ اور عون، بھتیجے محمد بن عمر بن علی، بھائی کے پوتے محمد بن علی بن حسن، بھانجے عبداللہ بن محمد بن عقیل اور بیرونی اشخاص میں عطاء بن ابی رباح، منہال بن عمرو، محمد بن قیس بن مخرمہ، منذر بن یعلی، محمد بن بشیر ہمدانی، سالم بن ابی الجعد اور عمرو بن دینار آپ کے فیض یافتگان میں تھے۔(۵)

کلمات طیبات: آپ کے مختصر کلمات طیبات نہایت پر حقیقت اور سبق آموز ہیں، فرماتے تھے جس کا نفس اس کی نگاہ میں معزز ہوا، اس کی نگاہ میں دنیا کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی، جو

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۴۵ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۶۷ (۳) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۵۵ (۴) ایضاً ص ۳۵۴ (۵) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۷۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص ان لوگوں کے ساتھ جن کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے نہیں نباہ سکتا وہ عقلمند نہیں ہے، خدا نے جنت کو تمہارے نفس کی قیمت قرار دیا ہے اس لیے اس کو دوسری چیز کے بدلے میں فروخت نہ کرو۔'' جو چیز لوجہ اللہ نہیں کی جاتی وہ فنا ہو جاتی ہے۔(۱)

عبادت وریاضت: علم کے ساتھ وہ بڑے عابد وزاہد تھے، ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ وہ علم اور عبادت دونوں میں انتہائی درجہ پر تھے۔(۲)

ماں کی خدمت: ماں کے بڑے خدمت گذار تھے، اپنے ہاتھوں سے ان کے بالوں میں خضاب لگاتے تھے، کنگھی کرتے تھے، چوٹی گوندھتے تے، ایک مرتبہ گھر سے نکلے، ہاتھوں میں مہدی کا اثر تھا، کسی نے پوچھا یہ کیا، فرمایا ماں کے بالوں میں خضاب لگا رہا تھا۔(۳)

قوت وشجاعت: اسد اللہ الغالب کے خلف الصدق تھے، اس لیے علم کے ساتھ قوت وشجاعت بھی ورثہ میں ملی تھی، اتنے قوی اور طاقت ور تھے کہ زرہ کو دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر چیر ڈالتے تھے، حضرت علیؓ کی ایک زرہ آپ کے جسم سے زیادہ لمبی تھی، آپ نے بقدر زیادتی نشان لگا کر ان کو دیا کہ اس کو نشان سے کم کر دو، انھوں نے ایک ہاتھ سے زرہ کا دامن پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے بڑھا ہوا حصہ کھینچ کر دو ٹکڑے کر دیئے، ابن زبیرؓ جسمانی طاقت میں ان کے حریف تھے، ان کے سامنے جب اس واقعہ کا تذکرہ کیا جاتا تھا تو وہ غصہ سے کانپنے لگتے۔

ایک مرتبہ قیصر روم نے اپنے یہاں کے دو پہلوان امیر معاویہؓ کے پاس قوت آزمائی کے لیے بھیجے، ان میں سے ایک کو قیس نے زیر کیا، دوسرے کے مقابلہ کے لیے امیر معاویہ نے ابن حنفیہ کو بلایا، انھوں نے مقابلہ کی یہ صورت پیش کی کہ رومی پہلوان بیٹھ کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے، دونوں زور کریں، یا وہ کھینچ کر انھیں بٹھا دے، یا یہ بیٹھ کر زور کریں، رومی پہلوان نے پہلی صورت پسند کی، چنانچہ دونوں میں مقابلہ ہوا، رومی نے ہر چند زور لگایا لیکن ان کو نہ بٹھا سکا اور انھوں نے کھینچ کر اس کو کھڑا کر دیا، اس کے بعد یہ خود بیٹھے،

---

(۱) مختصر صفوۃ الصفوہ ص ۱۳۲ (۲) شذرات الذہب ج اول ص ۸۹ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۸۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رومی نے کھڑا کرنے کی ہر چند کوشش کی مگر ناکام رہا، مگر انھوں نے اس کو کھینچ کر بٹھا دیا۔(۱)

اس طاقت کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کے دست راست اور پشت وپناہ رہے، ہر میدان میں ان کے دوش بدوش دادِ شجاعت دیتے تھے، جمل اور صفین کے معرکوں میں علوی علم ان ہی کے ہاتھ میں تھا، ایک مرتبہ کسی نے ان سے سوال کیا کیا بات ہے کہ تمہارے والد خطرات کے موقع پر تم ہی کو آگے بڑھاتے تھے اور حسن و حسینؓ کو علاحدہ رکھتے تھے، جواب دیا وہ دونوں ان کی آنکھ کے بجائے تھے اور میں ان کا دست وبازہ تھا، اس لیے وہ ہاتھ سے آنکھوں کی حفاظت کرتے تھے۔(۲)

حلیہ ولباس: میانہ قد تھا، آخر عمر میں بال سپید ہو گئے تھے، بالوں میں مہندی کا خضاب کرتے تھے، خز کا لباس پہنتے تھے،...

.........................سیاہ عمامہ باندھتے تھے، ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔(۳)

اولاد وازواج: آپ نے متعدد شادیاں کیں اور ان سے بہت سی اولادیں ہوئیں، ان کی تفصیل یہ ہے: ابوہاشم، عبداللہ، حمزہ، علی، جعفر اکبر یہ چاروں ایک ام ولد کے بطن سے تھے، حسن جنھوں نے سب سے پہلے رجاء کا عقیدہ ایجاد کیا، یہ عبدالملک کی پوتی جمال کے بطن سے تھے، ابراہیم یہ مسرعہ بنت عباد کے بطن سے تھے، قاسم، عبدالرحمٰن یہ دونوں برہ بنت عبدالرحمٰن بن حارث مطلبی کے بطن سے تھے، جعفر اصغر، عون، عبداللہ الاصغر یہ تینوں جعفر بن ابی طالب کی پوتی ام کلثوم کے بطن سے تھے، عبداللہ اور فیہ یہ دونوں ام ولد سے تھے۔(۴)

---

(۱) یہ تمام واقعات ابن خلکان ج اول ص ۴۴۹ سے ماخوذ ہیں (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۸۴ وص ۸۵ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۶۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۳-محمد بن سیرین

نام ونسب: محمد نام، ابوبکر کنیت، والد کا نام سیرین تھا، سیرین جرجرایا (عراق) کے باشندے تھے اور ٹھٹھیرے کا کام کرتے تھے، عین التمر میں ان کی دوکان تھی، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں عین التمر کے معرکہ میں اور عجمیوں کے ساتھ سیرین بھی گرفتار ہوئے اور کسی مجاہد کے حصہ میں پڑے، بعد میں وہ انس بن مالکؓ کی غلامی میں تھے، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید وہ ان ہی کے حصہ میں پڑے ہوں گے، یا انھوں نے کسی مجاہد سے خریدا ہوگا، بہر حال وہ انس ابن مالکؓ کی غلامی میں تھے، سیرین بڑے صناع تھے کافی کماتے تھے، اس لیے انسؓ نے بیس یا چالیس ہزار لے کر انھیں کچھ عرصہ کے بعد آزاد کردیا۔(۱)

ان کی بیوی صفیہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی لونڈی تھیں اور ایسی لونڈی تھیں جن کی ذات آزاد عورتوں کے لیے قابل رشک ہے، ان کے نکاح میں تین امہات المومنین نے ان کو سنوارا تھا اور اٹھارہ بدری صحابہ شریکِ نکاح تھے اور ان کے لیے دعائے خیر کی تھی۔(۲)

پیدائش: ان دونوں کی شخصیت سے مل کر محمد بن سیرین کی ذات وجود میں آئی، وہ ۳۳ھ میں تولد ہوئے۔(۳)

فضل وکمال: حضرت انس بن مالکؓ کی ذات وہ تھی جن کے معمولی تربیت یافتہ علم وعمل کے وارث ہوئے، ابن سیرین نے ان ہی کے دامنِ علم میں تربیت پائی تھی اور مدتوں ان کے ساتھ رہے تھے(۴) انس بن مالکؓ کے علاوہ اکابر صحابہ میں انھوں نے ابوہریرہؓ کی زیادہ صحبت اٹھائی تھی اور ان کے اصحاب میں ان کا شمار تھا،(۵) تابعین میں وہ مدتوں سرتاجِ تابعین حضرت حسن بصری کی صحبت میں رہے۔(۶)

---

(۱) ابن خلکان ج ا ص ۴۵۳ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۰ (۳) ایضاً (۴) تہذیب وتذکرۃ الحفاظ وابن سعد وغیرہ (۵) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۱۵ (۶) ابن خلکان ج اول ص ۴۵۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان بزرگوں کے فیض صحبت نے ابن سیرین کو پیکر علم وعمل بنادیا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة مامونا عالیاً رفیعاً فقیهاً اماماً کثیرا العلم ورعا (۱) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان فقیهاً امام غزیرا العلم، ثقة ثبتاً علامة التفسیر راسا فی الورع۔(۲)

تفسیر: انھیں جملہ علوم میں یکساں کمال حاصل تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ تفسیر، حدیث، فقہ اور تعبیر رؤیا وغیرہ فنون میں امام تھے۔(۳)

حدیث: ابن سیرین حضرت انسؓ کے تربیت یافتہ، ابوہریرہؓ کے شاگرد اور حسن بصری کے ہم جلیس تھے جن میں سے ہر ایک حدیث کا رکن اعظم تھا، ان تینوں بزرگوں کے علاوہ انھوں نے اس فن شریف میں صحابہ میں زید بن ثابتؓ، حذیفہ بن یمانؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، حسن بن علیؓ، جندب بن عبداللہ بجلیؓ، رافع بن خدیجؓ، سلیمان بن عامرؓ، سمرہ بن جندبؓ، عثمان بن ابی العاصؓ، عمران بن حصینؓ، کعب بن عجرہؓ، معاویہؓ، ابو درداءؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوقتادہ انصاریؓ، ابوبکر ثقفیؓ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور غیر صحابہ علما میں عکرمہ، شریح، حمید بن عبدالرحمٰن حمیری، عبداللہ ابن شقیق، عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ، قیس بن عباد، مسلم بن یسار، یونس بن جبیر، عمرو بن وہب، یحیٰ بن ابی اسحاق حضرمی، خالد الحذاء وغیرہ ایک بڑی جماعت سے روایتیں کی ہیں۔(۴)

ان بزرگوں کے فیض نے ان کو علم حدیث کا دریا بنادیا تھا، ابن سعد، حافظ ذہبی، امام نووی، ابن حجر انھیں امام الحدیث لکھتے ہیں:

احتیاط: اس وسعتِ علم کے باوجود وہ بڑے محتاط تھے اور سماع اور روایت دونوں میں انتہائی احتیاط برتتے تھے، معمولی درجہ کے اشخاص سے تحصیل علم اور اخذ حدیث خلافِ احتیاط سمجھتے

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۰ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۷ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۸۲ (۴) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ علم دین ہے، اس لیے اس کو حاصل کرنے سے پہلے اس شخص کو خوب اچھی طرح سے پرکھ لو، جس سے اس کو حاصل کرنا ہے۔(۱)

روایت میں اتنے محتاط تھے کہ احادیث کو بالفاظہا روایت کرتے تھے، تنہا معنی بیان کرنا کافی نہ سمجھتے تھے،(۲) حدیث اس احتیاط سے بیان کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز صاف کر رہے ہیں، یا کسی چیز کا خوف ہے،(۳) انتہائی احتیاط کی بنا پر حدیثوں کا قلم بند کرنا پسند نہ تھا، فرماتے تھے کہ کتاب سے بچو، تمہارے اگلے لوگ کتابوں ہی سے سرگرداں اور گمراہ ہوئے، اگر میں کسی چیز کو کتاب بناتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کو بناتا،(۴) لیکن حدیثوں کو حفظ کرنے کے لیے اس شرط پر ان کا قلم بند کرنا جائز سمجھتے تھے کہ حفظ کرنے کے بعد وہ مٹا دی جائیں،(۵) روایت اور کتابتِ حدیث کے سلسلہ میں ایک باریک نکتہ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر کسی بات کرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی باتیں موخذہ کے لیے قلم بند کی جاتی ہیں تو وہ گفتگو کم کر دے،(۶) اس کا مقصد یہ ہے کہ جب معمولی باتوں میں باتیں کرنے والے مواخذہ کے خوف سے احتیاط کرنے لگتے ہیں تو حدیثوں کی کتابت میں تو بدرجۂ اولیٰ احتیاط کرنی چاہیے کہ اس کی بھول چوک میں زیادہ مواخذہ ہے اور کتابت کی بھول چوک کو دوام حاصل ہو جاتا ہے۔

ان کی مرویات کا پایہ: اس احتیاط کی بناء پر ارباب فن کے نزدیک وہ بڑے صادق القول اور ان کی روایات نہایت معتبر مانی جاتی تھیں، ہشام بن حسان کہتے تھے کہ میں نے انسانوں میں سب سے زیادہ سچا ابن سیرین کو پایا،(۷) بڑے بڑے ائمہ حدیث شائقینِ علم کو ان کا دامن پکڑنے کی ہدایت کرتے تھے، شعیب بن حجاب کا بیان ہے کہ شعبی ہم لوگوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ ابن سیرین کا دامن پکڑو۔ (تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۸)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۱ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ص ۱۴۰ (۴) ایضاً ص ۱۴۱ (۵) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۱ (۶) ایضاً ص ۱۴۳ (۷) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلامذہ: حدیث میں ان کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، بعضوں کے نام یہ ہیں، امام شعبی، ثابت، خالد الحذاء، داؤد بن ابی ہند، ابن عون، جریر بن حازم، ایوب، عاصم الاحول، قتادہ، سلیمان التیمی، مالک بن دینار، امام اوزاعی، قرہ بن خالد، ہشام بن حسان اور ابو ہلال راسبی وغیرہ۔(۱)

فقہ: فقہ میں بھی ان کا پایہ نہایت بلند تھا، وہ بالاتفاق اپنے عہد کے اکابر فقہا میں تھے، ابن سعد، حافظ ذہبی، امام نووی اور ابن حجر وغیرہ تمام ائمہ فقہ میں ان کی امامت کے معترف ہیں، (۲) ابن حبان کہتے ہیں کہ ابن سیرین فقیہ، فاضل، حافظ اور متقن تھے۔ (۳)

مہارت قضا اور اس سے گریز: فقہی کمال کی بنا پر انھیں قضا میں بڑی مہارت تھی، عثمان البتی کا بیان ہے کہ اس علاقہ میں ابن سیرین سے زیادہ قضا کا عالم نہ تھا، (۴) ان کی مہارت قضا کی وجہ سے ان کے سامنے عہدۂ قضا پیش کیا گیا، یہ اس کے خوف سے شام بھاگ گئے، پھر عرصہ کے بعد وہاں سے مدینہ واپس آئے۔ (۵)

فتاویٰ میں احتیاط: مسائل اور فتاویٰ کے جواب میں وہ اتنے محتاط تھے کہ جواب دیتے وقت شدتِ احتیاط یا خوف سے گھبرا جاتے اور ان کی حالت بدل جاتی تھی، اشعث کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب ابن سیرین کے پاس بیٹھتے تھے تو وہ باتیں بھی کرتے تھے، ہنستے بھی تھے، حالات بھی پوچھتے تھے لیکن جہاں ان سے فقہ کا کوئی مسئلہ یا حرام وحلال کے متعلق پوچھا جاتا تو اُن کا رنگ متغیر ہو جاتا اور یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ تھوڑی دیر پہلے وہ ہنس بول رہے تھے، (۶) ابن عون کا بیان ہے کہ میں نے ایک مسئلہ میں ابن سیرین کی طرف رجوع کیا، انھوں نے جواب میں کہا میں یہ نہیں کہتا کہ ''اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔'' (۷)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۱۵ (۲) دیکھو کتب مذکورہ حالات ابن سیرین (۳) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۱۶ (۴) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۳ (۵) شذرات الذہب ج اول ص ۱۳۹ (۶) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۲ (۷) ایضاً ص ۱۴۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاصر علما کا اعتراف: اس عہد کے بڑے بڑے علما اور ارباب کمال انھیں ان کے زمانہ کا ممتاز فاضل سمجھتے تھے، ابن عون کہتے تھے کہ ساری دنیا میں تین آدمیوں کا مثل نہیں مل سکتا، عراق میں ابن سیرین کا، حجاز مین قاسم بن محمد کا اور شام میں رجاء بن حیوہ کا اور پھر ابن سیرین ان تینوں میں فائق تھے۔(۱) ابن حبان لکھتے ہیں کہ محمد بن سیرین بصرہ کے سب سے بڑے متورع، فقیہ، فاضل، حافظ، متقن اور معبر خواب تھے۔(۲)

زہد وورع: ان کی ذات جامع العلم والعمل تھی، ان میں جس درجہ کا علم تھا، اسی درجہ کا عمل بھی تھا، وہ اپنے عہد کے بڑے عابد و متورع بزرگ تھے، ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ کثیر العلم اور متورع تھے،(۳) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ راس المتورعین تھے،(۴) خطیب کا بیان ہے کہ وہ متورع فقہا میں تھے(۵) عجلی کا بیان ہے کہ میں نے کسی کو ورع میں ان سے بڑا فقیہ اور فقہ میں ان سے زیادہ متورع نہیں دیکھا(۶) فرماتے تھے کہ ''ورع نہایت آسان شے ہے'' کسی نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا جس چیز میں شک معلوم ہو اس کو چھوڑ دو۔(۷)

خشیت الٰہی اور رقتِ قلب: طبعاً نہایت خندہ جبیں اور خوش مزاج تھے لیکن ان کا دل خشیت الٰہی سے لبریز تھا، یونس کا بیان ہے کہ ابن سیرین ہنس مکھ اور پر مذاق آدمی تھے،(۸) لیکن گداز قلب اور خشیت الٰہی کا یہ حال تھا کہ جلوت میں ان کے لب ہنستے تھے لیکن خلوت میں ان کی آنکھیں اشکبار رہتی تھیں، ہشام بن حسان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ابن سیرین کے ساتھ مقیم تھے، دن میں انھیں ہنستا دیکھتے تھے اور رات کی تاریکی میں ان کے گریہ کی آواز سنتے تھے،(۹) اور موت کے ذکر سے ان پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی، زہیر الاقطع کا بیان ہے کہ ابن سیرین جب موت کا ذکر کرتے تھے تو ان کا ہر عضو بدن

(۱) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۱۶ (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۰ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۷ (۵) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۸۳ (۶) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۲ (۷) شذرات الذہب ج اول ص ۱۳۹ (۸) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۸ (۹) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۸۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے مرجاتا تھا۔(۱)

صحت عقیدہ: عقائد میں وہ سلف صالحین کے سادہ اور بے آمیز عقیدہ کے پابند تھے، اس میں عقلی موشگافیوں اور جدتوں کو سخت ناپسند کرتے تھے، قدر کا مسئلہ ان کے زمانہ میں چھڑ چکا تھا، ابن سیرین کو اس سے سخت نفرت تھی، اس کو وہ سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے، ابن عون کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص ابن سیرین کے پاس آیا اور ان سے قدر کے متعلق کچھ باتیں کیں، انھوں نے اس کے جواب میں یہ آیت تلاوت کی:

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔	اللہ تعالیٰ عدل ، احسان اور قرابت مندوں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ناشائستہ باتوں اور زیادتی کرنے سے منع کرتا ہے، تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہے کہ اس کو یادرکھو۔

یہ آیت سنا کر انھوں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور باتیں کرنے والے شخص سے کہا تم میرے پاس سے چلے جاؤ، یا میں خود اٹھا جاتا ہوں، یہ نفرت دیکھ کر وہ شخص چلا گیا، اس کے جانے کے بعد ابن سیرین نے کہا کہ میرا دل میرے اختیار میں نہیں ہے مجھے ڈر تھا کہ وہ میرے دل میں ایسا خیال نہ پھونک دے، جس کے دور کرنے پر مجھ کو قدرت نہ ہو، اس لیے میرے لیے یہی مناسب تھا کہ میں اس کی باتیں ہی نہ سنوں۔(۲)

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک اعرابی آیا اور مذہب کے متعلق کچھ باتیں پوچھنے لگا، آپ اس کے جوابات دیتے رہے، کسی نے اس شخص سے کہا ذرا قدر کے متعلق دریافت کرو، دیکھو کیا کہتے ہیں، اس نے پوچھا، ابوبکر قدر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا تم سے یہ کن لوگوں نے کہا ہے، پھر چند ساعت خاموش رہ کر

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۷ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا، کسی کے اوپر شیطان کا بس نہیں ہے، جو شخص .... خود اس کی اطاعت کر لیتا ہے، اس کو وہ ہلاک کر دیتا ہے۔(۱)

عبادت: ان کا سب سے محبوب مشغلہ عبادت تھا اور وہ بڑی سخت عبادتیں کرتے تھے، ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ وہ علم اور عبادت دونوں میں انتہائی کمال پر تھے۔(۲)

روزانہ شب کو سات ورد پڑھتے تھے، اگر ان میں سے کوئی باقی رہ جاتا تھا، تو اسے دن میں پورا کرتے تھے، تنہائی میں تسبیح کا شغل رہتا تھا،(۳) سوتے وقت نفس کو (ذکر الٰہی) کی طرف متوجہ کر لیتے تھے،(۴) اس طرح گویا ساری رات عبادت میں بسر ہوتی تھی، ابن سیرین کے گھر کے احاطہ میں ایک مسجد تھی جس میں بچہ کو بھی جانے کی اجازت نہ تھی(۵) ایک دن درمیان دے کر ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور اس میں اس قدر سختی برتتے تھے کہ اگر روزہ کا دن یوم شک میں پڑتا یعنی شعبان اور رمضان کا فیصلہ نہ ہو سکتا تو شک سے روزہ نہ چھوڑتے،(۶) معمولی عبادتوں میں بھی مبالغہ سے کام لیتے تھے، وضو میں پنڈلیوں تک پاؤں دھوتے تھے،(۷) زکوٰۃ کے باب مین اتنا اہتمام تھا کہ بغیر اس کو نکالے ہوئے عید کی نماز کے لیے گھر سے نہ نکلتے تھے، ابن عون کا بیان ہے کہ ہم کو کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ عید کے دن ہم ابن سیرین کے پاس گئے ہوں اور انھوں نے ہم کو خبیص (ایک قسم کا کھانا) یا فالودہ نہ کھلایا ہو، وہ بغیر زکوٰۃ ادا کیے ہوئے عید کے لیے گھر سے نہ نکلتے تھے، پہلے زکوٰۃ نکال کر جامع مسجد بھجوا دیتے تھے، اس کے بعد عید کی نماز کے لیے نکلتے تھے۔(۸)

احترام شعائر اللہ: شعائر اللہ کا بڑا احترام کرتے تھے، چنانچہ تلاوتِ قرآن کے درمیان باتیں کرنا پسند نہ کرتے تھے،(۹) مسجد کو اپنے کپڑے سے صاف کرتے تھے۔(۱۰)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۳ (۲) شذرات الذہب ج اول ص ۱۳۹ (۳) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۵ (۴) ایضاً ص ۱۴۶ (۵) ایضاً ص ۱۴۸ (۶) ایضاً (۷) ایضاً ص ۳۷ (۸) ایضاً ص ۱۴۶ (۹) ایضاً (۱۰) ایضاً ص ۱۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محرمات سے اجتناب: یہ ایک پہلو یعنی اوامر کی پابندی کا حال تھا، نواہی میں وہ اس سے بھی زیادہ متشدد تھے، مشتبہات تک سے اس قدر بچتے تھے کہ اس کے لیے بڑے سے بڑا نقصان گوارا کر لیتے تھے، بکار ابن محمد اپنے باپ کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے جرجرایا کے پرگنہ میں ایک قطعہ زمین خریدا اور اس کی مال گزاری وصول کی، اس میں انگوروں کی کافی مقدار تھی، کچھ لوگوں نے افشردہ نکالنے کا ارادہ کیا، ابن سیرین نے منع کیا اور کہا انھیں یوں ہی بیچو، لوگوں نے کہا، اس طرح ان کی نکاسی نہیں ہو سکتی، فرمایا تو انھیں خشک کر کے منقیٰ بنالو، لوگوں نے کہا ان انگوروں سے منقیٰ نہیں بن سکتے، جب نکاسی کی کوئی صورت بھی نہ نکلی تو اس کا افشردہ نکالنے کے مقابلہ میں ان کو ضائع کر دینا بہتر سمجھا اور تمام انگور پانی میں پھینک دیئے۔(۱)

شدت احتیاط میں مالی نقصان: تجارت ایک ایسا شغل ہے، جس میں زیادہ احتیاط برتنا خسارہ میں پڑتا ہے، ابن سیرین کا شغل تجارت تھا، وہ احتیاط کے سلسلہ میں خندہ پیشانی کے ساتھ نقصان اٹھاتے تھے لیکن مشتبہ اشیاء کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے، ایک مرتبہ انھوں نے بیع کے طور پر غلہ خریدا، اس میں انھیں اسّی ہزار کا فائدہ ہوا لیکن ان کے دل میں شک پیدا ہو گیا کہ اس منافع میں سود کا شائبہ ہے، اس لیے پوری رقم چھوڑ دی، حالاں کہ اس میں مطلق ربوٰ نہ تھا۔(۲)

بعض مرتبہ اس احتیاط کی وجہ سے انھیں قید تک کی سزا اٹھانی پڑی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے چالیس ہزار کا غلہ خریدا، بعد میں انھیں اس کے متعلق کچھ ایسی باتیں معلوم ہوئی، جنھیں وہ مکروہ سمجھتے تھے، اس لیے غلہ چھوڑ دیا یا خیرات کر دیا اور اس کی قیمت باقی رہ گئی، جس کے بدلہ میں انھیں قید ہونا پڑا۔(۳)

اس واقعہ کے سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ چالیس ہزار کا

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۱ ص ۱۴۴ (۲) ایضاً ق اول ص ۱۴۵ (۳) ایضاً ص ۱۴۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روغن زیتون خریدا تھا، اس کے پیپوں میں چوہا نکلا، معلوم ہوا کہ یہ چوہا کولہو میں پڑ گیا تھا، یہ معلوم کر کے انھوں نے کل تیل پھینکوا دیا لیکن اتنی بڑی رقم نہ ادا کر سکے اور اس کی سزا میں قید کی مشقت اٹھانی پڑی۔(۱)

ایک روایت یہ ہے کہ عبداللہ بن عثمان بن ابی العاص ثقفی کی لڑکی ام محمد کے ہاتھ ایک لونڈی بیچی تھی، اس نے شکایت کی کہ ام محمد اس کو تکلیف پہنچاتی ہے، اس لیے لونڈی کو واپس کر لیا لیکن قیمت خرچ ہو چکی تھی، اس لیے سزا کاٹنی پڑی۔(۲)

جو سودا بیچتے تھے اسے گاہک کو اچھی طرح دکھا کر خریداری پر لوگوں کو گواہ بناتے تھے، میمون بن مہران کا بیان ہے کہ میں کچھ کپڑے خریدنے کے لیے کوفہ گیا، اور محمد بن سیرین کی دوکان پر پہنچا جب میں بھاؤ کر کے کوئی کپڑا خریدتا تھا تو وہ مجھ سے تین مرتبہ پوچھتے تھے کہ تم اس کی خریداری پر راضی ہو، اس کے بعد بھی تشفی نہ ہوتی تھی اور دو آدمیوں کو بلا کر گواہ بناتے تھے، ان مراحل کے بعد کہتے اب سامان لے جاؤ، حجاجی درہم سے سودا نہیں بیچتے تھے، یہ احتیاط دیکھ کر میں اپنی ضرورت کا کل سامان ان ہی کے یہاں سے خریدتا تھا یہاں تک کہ کپڑا لپیٹنے کا سامان بھی انھیں کے یہاں سے لیتا تھا۔(۳)

اس زمانہ میں چوں کہ وزن کرنے کے پیمانوں کی مقدار گھٹتی بڑھتی رہتی تھی، اس لیے جب کسی سے مال قرض لیتے تھے تو رائج پیمانوں اور اوزان کے علاوہ کسی اور چیز سے تول کر مال لیتے تھے اور جس چیز سے تولتے تھے اس کو مہر کر کے محفوظ کر دیتے تھے، پھر جب مال واپس کرنے لگتے تو اسی مہر کردہ شے سے تول کر واپس کرتے اور فرماتے کہ وزن گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔(۴)

تجارت کے سلسلہ میں اکثر ان کے پاس کھوٹے سکے آجاتے، یہ احتیاط کی بنا پر سب کو بے کار کر دیتے، ابن عون کا بیان ہے کہ جب ابن سیرین کے پاس کوئی کھوٹا سکہ

(۱) تہذیب الاسماء اول ق اول ص ۸۴ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۴ (۳) ایضاً ص ۱۴۶ (۴) ایضاً ص ۱۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آجاتا تو وہ اس سے کوئی چیز نہ خریدتے، چنانچہ ان کی وفات کے وقت اس قسم کے بیکار سکے پانسو کی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔(۱)

کسب حلال کی تلقین: دوسروں کو بھی کسب حلال کی تلقین کرتے تھے، لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی جانب سے حلال روزی تمہارے لیے مقدر ہو چکی ہے، اسی کو تلاش کیا کرو، اگر تم حرام کے ذریعہ سے اس کو حاصل کرو گے تو بھی اس سے زیادہ نہ ملے گی جو تمہارے لیے مقدر ہو چکی ہے،(۲) دوسروں کو حرام مال سے بچانے کے لیے یہاں تک کرتے کہ اگر آپ سے کوئی ناجائز مال حاصل کرنا چاہتا تو محض اس شخص کو مال حرام سے بچانے تک قسم کھالیتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ پر دو درہم کا دعویٰ کیا، آپ نے انکار کیا، مدعی نے کہا قسم کھاؤ، ابن سیرین تیار ہو گئے، لوگوں نے کہا دو درہم کے لیے قسم کھاتے ہیں، جواب دیا میں جان بوجھ کر اس شخص کو حرام نہیں کھلا سکتا۔(۳)

امراء و سلاطین کے ہدایا سے احتراز: غالباً اسی احتیاط کی بنا پر وہ امراء و سلاطین کے ہدایا نہ قبول کرتے تھے، ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے بزرگ نے ان کے اور حسن بصری کے پاس کچھ بھیجا، حسن بصری نے قبول کر لیا لیکن انھوں نے قبول نہ کیا۔(۴)

خیانت سے احتراز: خیانت سے اس قدر بچتے تھے کہ ان جائز فوائد کو بھی جن میں خیانت کا کوئی خفیف پہلو بھی تصور کیا جا سکتا تھا، محض احتیاط کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے، ان کے قید کے زمانہ میں اتفاق سے جیل کا محافظ ان کا مرتبہ شناس تھا، اس نے ان سے کہا کہ آپ رات کو گھر چلے جایا کیجئے اور صبح ہوتے ہوئے پھر چلے آیا کیجئے، فرمایا میں سلطانی خیانت میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔(۵)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۷ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۶ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۸۴ (۴) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۷ (۵) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۸۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہرت سے نفرت: شہرت سے بہت گھبراتے تھے اور اس سے بچنے کے لیے وہ عام مجلسوں میں نہیں شریک ہوتے تھے، فرماتے کہ ”میں صرف شہرت کے خوف سے تمہاری مجلسوں میں نہیں آتا“(۱) وہ ہر ایسے امتیاز سے جس سے لوگوں کی توجہ ان کی طرف منعطف ہوتی بچتے تھے، اکثر نماز میں اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو امامت کے لیے بڑھا دیتے، ابن عون کا بیان ہے کہ ابن ہبیرہ کے خروج کے زمانہ میں بھی ابن سیرین کے ساتھ نکلا، نماز کا وقت آیا تو انھوں نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا، میں نے اس کی تعمیل تو کی لیکن نماز پڑھانے کے بعد میں نے ان سے کہا کہ آپ تو فرمایا کرتے تھے کہ نماز اسی شخص کو پڑھانا چاہیے جس کو قرآن زیادہ یاد ہو، فرمایا مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھوں اور لوگ یہ کہیں کہ محمد لوگوں کی امامت کرتے ہیں۔(۲)

ماں کی اطاعت: ماں کے بڑے مطیع اور خدمت گذار تھے، ان کی بہن کا بیان ہے کہ ان کی ماں حجازی تھیں، اس لیے ان کو رنگین اور نفیس کپڑوں کا بڑا شوق تھا، ابن سیرین اس شوق کا اتنا لحاظ رکھتے تھے کہ جب ان کے لیے کپڑا خریدتے تھے تو محض کپڑے کی لطافت اور نرمی کو دیکھتے، اس کی مضبوطی کا مطلق خیال نہ کرتے تھے، عید کے لیے خود اپنے ہاتھوں سے ماں کے کپڑے رنگتے، میں نے کبھی ان کی ماں کے مقابلہ میں آواز بلند کرتے نہیں سنا، جب ماں سے باتیں کرتے تو اس آہستگی کے ساتھ جیسے کوئی راز کی بات کہہ رہے ہیں، ابن عون کا بیان ہے کہ ابن سیرین جس وقت اپنی ماں کے سامنے ہوتے تھے تو ان کی آواز اتنی پست ہوتی تھی کہ ناواقف آدمی انھیں بیمار سمجھتا تھا۔(۳)

عجز اور فروتنی: اپنے کو نہایت حقیر سمجھتے تھے، اپنی ذات کے لیے کسی قسم کا امتیاز پسند نہ کرتے تھے، چنانچہ کسی کو اپنے ساتھ چلنے نہ دیتے تھے، اگر کوئی شخص ساتھ چلنا چاہتا تو فرماتے اگر تم بلا ضرورت چل رہے ہو تو لوٹ جاؤ، فرماتے تھے کہ اگر گناہوں میں بو ہوتی تو کوئی شخص بو کی

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۵ (۲) ایضاً ص ۱۴۸ (۳) ایضاً ص ۱۴۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدت سے میرے قریب نہیں آسکتا تھا۔(۱)

بے باکی اور بے خوفی: لیکن اس فروتنی اور تواضع کے ساتھ بڑے بے باک اور بے خوف تھے، بڑے سے بڑے خطرہ کو وہ دھیان میں نہ لاتے تھے، ابوقلابہ کہا کرتے تھے کہ محمد کی برابر کون طاقت رکھتا ہے، وہ نیزے کی نوک پر چڑھا جاتے تھے۔(۲)

صاف دلی: بڑے صاف دل تھے، کبھی کسی پر رشک وحسد نہ کرتے تھے، خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بھلے برے کسی پر حسد نہیں کیا۔(۳)

اجمالی رائے: غرض وہ اخلاقی اور مذہبی محاسن کا ایک مکمل ترین نمونہ تھے، ابوعوانہ کا بیان ہے کہ ابن سیرین کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔(۴)

صحابہ اور تابعین پر ابن سیرین کا اثر: ان کے ان محاسن کا بڑے بڑے صحابہ اور تابعین پر اتنا اثر تھا کہ وہ ان سے جنازہ کی نماز پڑھانا باعث برکت سمجھتے تھے، انس بن مالکؓ نے مرض الموت میں وصیت کی تھی کہ ابن سیرین انھیں غسل میت دیں اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھائیں، اتفاق سے انس بن مالکؓ کی وفات کے زمانہ میں وہ قید میں تھے، اس لیے حاکم شہر سے حصولِ اجازت کے بعد وہ لائے گئے اور غسل، تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ کے بعد پھر قید خانہ واپس کیے گئے،(۵) ابن عون کا بیان ہے کہ حسن بصری کی روپوشی کے زمانہ میں ان کی ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا، میں نے جا کر ان کو اطلاع دی، مجھے خیال تھا کہ وہ مجھ ہی کو نماز جنازہ پڑھانے کا حکم دیں گے لیکن انھوں نے ضروری ہدایات دینے کے بعد ابن سیرین سے نماز پڑھوانے کا حکم دیا۔(۶)

وصیت ووفات: ۱۱۰ھ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے، آخر عمر میں چالیس ہزار کے مقروض ہو گئے تھے، اس کی بڑی فکر تھی، آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے ادائیگی کی ذمہ

---

(۱) مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ۱۵۰ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۴ (۳) ایضاً ص ۱۴۳ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۸ (۵) ابن خلکان ج اول ص ۴۵۳ (۶) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۴۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داری اپنے اوپر لی، اس سعادت مندی پر ان کے لیے دعائے خیر کی، پھر وصیت فرمائی کہ تم لوگ خدا کا خوف کرتے رہنا، آپس میں صلح ومسالمت سے رہنا، اگر مومن ہونے کا دعویٰ ہے تو خدا اور رسول کی اطاعت کرنا، خدا نے تمہارے لیے ایک دین منتخب کیا ہے، اسی پر مرنا، اس کا دعویٰ نہ کرنا کہ تم دین میں انصار کے بھائی اور موالی ہو، صدق اور عفاف، زنا اور جھوٹ سے زیادہ بہتر اور پائیدار ہیں، ان وصایا کے بعد جمعہ کے دن انتقال فرمایا اس وقت اسّی سے اوپر عمر تھی۔(۱)

حلیہ اور لباس: بالوں میں کتم اور حنا کا خضاب کرتے تھے، موچھیں بہت ہلکی کترواتے تھے، لباس اچھا پہنتے تھے

اولاد: آپ کے تیس اولادیں ہوئی لیکن عبداللہ کے علاوہ کوئی زندہ نہ رہی۔

۶۴-محمد بن عجلان

نام ونسب: محمد نام، ابوعبداللہ کنیت، باپ کا نام عجلان تھا، فاطمہ بنت ولید بن ربیعہ قرشی کے غلام تھے۔

فضل وکمال: علم اور تقویٰ کے اعتبار سے ممتاز تابعی تھے، امام نووی لکھتے ہیں، کان اماماً فقیھاً عابداً (۲) ان کی ہر ادا علم میں ڈوبی ہوئی تھی، ابن مبارک کہتے تھے کہ ابن عجلان سے زیادہ کوئی شخص اہل علم سے مشابہ نہ تھا، میں ان کو علما میں یاقوت سے تشبیہ دیتا تھا، (۳) حدیث کے وہ ممتاز حافظ تھے، حافظ ذہبی انھیں امام اور قدوہ لکھتے ہیں۔(۴)

صحابہ میں انس بن مالکؓ اور ابوالطفیلؓ سے اور تابعین میں عکرمہ، نافع، سعید مقبری، سلیمان ابن ابی حازم اشجعی، ابراہیم بن عبداللہ، رجاء بن حیوہ، عامر بن عبداللہ بن

---

(۱) ابن سعد جلد ۷ ق اول ص ۱۴۹، ۱۵۰ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۸۷ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۴۹ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۴۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبیرؒ، اعرج، ابی الزناد، زید بن اسلم، عبیداللہ بن مقسم، بکیر بن الاشج، علی بن یحییٰ، محمد بن یحییٰ بن حبان اور ابو اسحاق سبیعی وغیرہ سے استفادۂ حدیث کیا تھا۔(۱)

عبیداللہ بن عمر، منصور بن معتمر، مالک بن انس، لیث، سفیان ثوری، ابن عیینہ، حیوہ، ابن شریح، شعبہ، قطان اور عبداللہ بن ادریس وغیرہ جیسے اکابر آپ کے خوشہ چینوں میں تھے،(۲)

فقہ وفتاویٰ: فقہ وفتاویٰ میں پوری دستگاہ رکھتے تھے، حافظ ذہبی ان کو مفتی اور فقیہ لکھتے ہیں، (۳) مسجد نبوی میں افتا کی خدمت انجام دیتے تھے۔(۴)

حلقۂ درس: اسی میں ان کا حلقۂ درس تھا، جس میں بڑے بڑے تابعین شریک ہوتے تھے،(۵)

زہد وورع: زہد وورع ان کا مخصوص طغرائے کمال تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ عالم، عامل ربانی اور کبیر القدر تھے،(۶) ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ عابد مرتاض تھے۔(۷) اپنے مذہبی کمالات کی وجہ سے مدینہ کے حسن بصری شمار کئے جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک معاملہ میں جعفر بن سلیمان نے ان کو کوڑے لگوانے کا ارادہ کیا، اہل مدینہ نے اس سے کہا اگر حسن بصری سے اس قسم کا فعل سرزد ہو جاتا تو کیا تم ان کو مارتے، جعفر نے کہا نہیں، لوگوں نے کہا تو وہ مدینہ کے حسن بصری ہیں۔(۸)

وفات: ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔(۹)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج۹ ص ۳۴۱ (۲) ایضاً (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۴۸ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۸۷ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۴۹ (۶) ایضاً ص ۱۴۸ (۷) تہذیب التہذیب ج۹ ص ۳۴۱ بحوالہ ابن سعد (۸) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۴۹ (۹) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۵-محمد بن علی بن حسین الملقب بہ باقر

نام ونسب: محمد نام، ابو جعفر کنیت، باقر لقب، حضرت امام زین العابدین کے فرزندار جمند تھے، ان کی ماں ام محمد حضرت امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں، اس لیے آپ کی ذات گویا ریاضِ نبوی کے پھولوں کا دو آتشہ عطر تھی۔

پیدائش: صفر ۵۷ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے، اس حساب سے ان کے جد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت ان کی عمر تین سال کی تھی۔(۱)

فضل وکمال: باقر اس معدن کے گوہر شب چراغ تھے، جس کے فیض سے ساری دنیا میں علم وعمل کی روشنی پھیلی، پھر حضرت امام زین العابدین جیسے مجمع البحرین باپ کے آغوش میں پرورش پائی تھی، ان موروثی اثرات کے علاوہ خود آپ میں فطرۃً تحصیل علم کا ذوق تھا، ان اسباب نے مل کر آپ کو اس عہد کا ممتاز ترین عالم بنا دیا تھا، وہ اپنے وفور علم کی وجہ سے باقر کے لقب سے ملقب ہو گئے تھے، ''بقر'' کے معنی عربی میں پھاڑنے کے ہیں، اسی سے ابقر العلم ہے، یعنی وہ علم کو پھاڑ کر اس طرح جڑ اور اندرونی اسرار سے واقف ہو گئے تھے، (۲) بعض علما ان کا علم ان کے والد بزرگوار سے بھی زیادہ وسیع سمجھتے تھے، محمد بن منکدر کا بیان ہے کہ میری نظر میں کوئی ایسا صاحب علم نہ تھا، جسے علی بن حسین پر ترجیح دی جاسکتی، یہاں تک کہ ان کے صاحبزادے محمد کو دیکھا (۳) وہ اپنے عہد اپنے خاندان بھر کے سردار تھے، علامہ ذہبی لکھتے ہیں کان سید بنی ھاشم فی زمانہٖ (۴) امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ جلیل القدر تابعی اور امام بارع تھے، ان کی جلالت پر سب کا اتفاق ہے، ان کا شمار

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۴۵۰ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۱ وتہذیب الاسماء نووی ج اول ق اول ص ۸۷ (۳) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۵۰ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ کے فقہا اور ائمہ میں تھا۔(۱)

حدیث: حدیث ان کے گھر کی دولت تھی، اس لیے وہ اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة كثير العلم والحديث۔(۲)

اس گنج گراں مایہ کو انھوں نے اپنے والد محترم امام زین العابدین، اپنے نانا حضرت امام حسنؓ، اپنے دادا حضرت علیؓ، اپنے چچیرے دادا محمد بن حنفیہ اور اپنے جد امجد کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباسؓ، اپنی دادی حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ وغیرہ کے مخزن سے بالواسطہ حاصل کیا تھا، یعنی ان بزرگوں سے ان کی روایات مرسل ہیں، اپنے گھر کے باہر انس بن مالکؓ، سعید بن مسیّب، عبداللہ بن ابی رافع، حرملہ، عطاء بن یسار، یزید بن ہرمز اور ابومرہ وغیرہ سے مستفید ہوئے تھے۔(۳)

تلامذہ: اس عہد کے بڑے ائمہ امام اوزاعی، اعمش، ابن جریج، امام زہری، عمرو بن دینار اور ابواسحاق سبیعی وغیرہ اکابر تابعین اور تبع تابعین کی بڑی جماعت آپ کے خرمنِ کمال کی خوشہ چیں تھی۔(۴)

فقہ: فقہ میں آپ کو خاص دستگاہ حاصل تھی، ابن برقی آپ کو فقیہ و فاضل کہتے ہیں، امام نسائی فقہائے تابعین میں (۵) اور امام نووی مدینہ کے فقہا اور ائمہ میں شمار کرتے ہیں۔(۶)

زہد و عبادت: آپ نے ان بزرگوں کے دامن میں پرورش پائی تھی جن کا مشغلہ ہی عبادت تھا، اور ایسے ماحول میں آپ کی نشو ونما ہوئی تھی جو ہر وقت خدا کے ذکر اور اس کی تسبیح و تحمید سے گونجا کرتا تھا، اس لیے عبادت کی وہی روح آپ کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی، عبادت و ریاضت آپ کا محبوب مشغلہ تھا، شبانہ یوم میں ڈیڑھ سو رکعتیں نماز پڑھتے (۷)، سجدوں کی کثرت سے پیشانی پر نشان سجدہ تاباں تھا لیکن زیادہ گہرا نہ تھا۔(۸)

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۸۷ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۸ (۳) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۵۰ (۴) ایضاً (۵) ایضاً (۶) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۸۷ (۷) تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۱۱ (۸) ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخین کے ساتھ عقیدت: اپنے اسلاف کرام اور بزرگان عظام کی طرح شیخین کے ساتھ قلبی عقیدت رکھتے تھے، جابر کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ محمد بن علی سے پوچھا کہ آپ کے اہل بیت میں کوئی ابوبکرؓ وعمرؓ کو گالیاں بھی دیتا تھا، فرمایا نہیں میں انھیں دوست رکھتا ہوں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔(۱)

سالم بن ابی حفصہ کا بیان ہے کہ میں نے امام باقر اور ان کے صاحبزادے جعفر صادق سے ابوبکرؓ وعمرؓ کے بارہ میں پوچھا، انھوں نے فرمایا سالم میں انھیں دوست رکھتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے تبری کرتا ہوں، یہ دونوں امام ہدی تھے، میں نے اپنے اہل بیت میں سے ہر شخص کو ان کے ساتھ تولا ہی کرتے پایا۔(۲)

صحت عقیدہ: بعض جماعتوں نے بہت سے ایسے غلط عقائد ان بزرگوں کی طرف منسوب کردیئے ہیں جن سے ان کا دامن بالکل پاک تھا، وہ امور دین میں خالص اور بے آمیز اسلامی عقائد کے علاوہ کوئی جدید عقیدہ نہ رکھتے تھے، جابر روایت کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی سے پوچھا کیا اہل بیت کرام میں سے کسی کا یہ خیال تھا کہ کوئی گناہ شرک ہے؟ فرمایا نہیں، میں نے دوسرا سوال کیا، ان میں کوئی رجعت کا قائل تھا؟ فرمایا نہیں۔(۳)

وفات: مقام حمیمہ میں انتقال فرمایا، لاش مدینہ لاکر جنت البقیع میں دفن کی گئی،(۴) سنہ وفات کے بارے میں بیانات مختلف ہیں، بعض ۱۱۴ھ، بعض ۱۱۷ھ اور بعض ۱۱۸ھ بتاتے ہیں،(۵) عمر کے بارے میں بھی دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ اٹھاون سال کے تھے، دوسرے یہ کہ ۷۳ سال کے تھے لیکن دوسری روایت قطعاً غلط ہے، پہلی اقرب الی الصحۃ ہے، اس لیے کہ ان کی پیدائش بالاتفاق ۵۷ھ میں ہوئی، اس حساب سے آپ کی عمر پہلے سنہ وفات کے مطابق اکسٹھ سال سے زیادہ ہوگی۔

---

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۶ (۲) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۵۱ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۶ (۴) ابن خلکان ج اول ص ۴۵۰ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاد: امام باقر کے کئی اولادیں تھیں، جعفر، عبداللہ، یہ دونوں حضرات ابوبکر صدیقؓ کی پوتی ام فردہ کے بطن سے تھے، ابراہیم یہ ام حکیم بنت اسید کے بطن سے تھے، علی اور زینب یہ دونوں ام ولد سے تھے، ام سلمہ یہ بھی ام والد سے تھیں، ان میں جعفر الملقب بہ صادق سب میں نامور اور باپ کے جانشیں تھے۔(۱)

لباس: امام باقر نہایت خوش لباس تھے، خز جو ایک بیش قیمت کپڑا ہے اور سادہ اور رنگین دونوں طرح کا لباس استعمال کرتے تھے، ابریشم کے بوٹے دار کپڑے بھی پہنتے تھے اور دسمہ اور کتم کا خضاب لگاتے تھے۔(۲)

۶۶۔ محمد بن کعب

نام ونسب: محمد نام، ابوحمزہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے: محمد بن کعب بن حبان بن سلیم بن اسد قرظی، ان کے والد کعب بنی قریظہ کے یہودی اور انصار کے قبیلہ اوس کے حلیف تھے، غزوہ قریظہ میں گرفتار ہوئے لیکن بہت کم سن تھے، اس لیے چھوڑ دیئے گئے۔

فضل وکمال: محمد بن کعب بڑے فاضل اور بلند تابعی تھے، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ علم وفقہ میں مدینہ کے فاضل ترین علما میں تھے،(۳) امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے اور ائمہ تابعین میں تھے۔(۴)

قرآن: ان کو قرآن اور حدیث دونوں میں یکساں کمال حاصل تھا، عجلی ان کو ثقہ، رجل صالح اور عالمِ قرآن لکھتے ہیں،(۵) عون بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے تاویلِ قرآن کا ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا،(۶) حافظ ذہبی مفسر قرآن لکھتے ہیں۔(۷)

---

(۱) ابن سعد ج۵ ص۲۳۵ (۲) ایضاً ص۲۳۶ (۳) تہذیب التہذیب ج۹ ص۴۲۱ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص۹۰ (۵) تہذیب التہذیب ج۹ ص۴۲۱ (۶) ایضاً (۷) دول الاسلام ذہبی ج اول ص۵۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث: حدیث کے ممتاز حافظ تھے، علامہ ابن سعد ثقہ، عالم اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں، (۱)

حدیث میں انھوں نے مغیرہ بنؓ شعبہ، معاویہؓ بن کعب بن عجرہ، ابو ہریرہؓ، زید بن ارقم، ابن عباسؓ، ابن عمرو بنؓ العاص، عبداللہ بنؓ یزید خطمی، عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب، براء بن عازب، جابرؓ اور انس بن مالکؓ سے استفادہ کیا تھا۔

ان کے فیض اٹھانے والوں میں ان کے بھائی عثمان، حکم بن عیینہ، یزید بن ابی زیاد، ابن عجلان، موسیٰ بن عبیدہ، ابو معشر، ابو جعفر خطمی، یزید بن الہاد، ولید بن کثیر، محمد بن المنکدر، عاصم ابن کلیب، ایوب بن موسیٰ، ابن ابی الموال، ابی المقداد اور ہشام بن زیاد وغیرہ لائق ذکر ہیں (۲)

فقہ: فقہ میں مدینہ کے ممتاز فقہاء میں شمار تھا، کان من افاضل اھل المدینۃ علما وفقھا۔ (۳)

زہد وورع: زہد وورع کی دولت سے بھی بہرہ مند تھے، ابن سعد ان کو علما متورعین میں (۴) حافظ ذہبی زاہد (۵) اور ابن عماد حنبلی علم صلاح اور ورع سے متصف لکھتے ہیں۔ (۶)

وفات: ۱۸۸ھ میں وفات پائی۔ (۷)

۷۹۔ محمد بن مسلم المعروف بہ ابن شہاب زہری

نام ونسب: محمد نام، ابو بکر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ قرشی، زہری کے والد کا نام مسلم تھا لیکن وہ

(۱) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۱ بحوالہ ابن سعد (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) دول الاسلام ج اول ص ۵۶ (۶) شذرات الذہب ج اول ص ۱۳۶ (۷) ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے دادا شہاب بن حارث کی نسبت سے ابن شہاب مشہور ہوئے، ان کے پردادا عبداللہ بن شہاب آغازِ اسلام میں دوسرے عمائد قریش کی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے، اور بدر واحد کے مشہور معرکوں میں مشرکین کے ساتھ اسلام کے استیصال کے لیے نکلے تھے اور شرکاء احد کے ان پر جوش مشرکین میں تھے جنھوں نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینے یا خود لڑ کر مرجانے کا عہد کیا تھا۔(۱)

اسی دشمن اسلام کی نسل میں محمد بن مسلم پیدا ہوئے، جن کے دینی خدمات کو اسلامی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی، وہ ان چند ائمہ اسلام میں سے ایک ہیں جن کی ذات سے اسلام کے مذہبی علوم مین زندگی پیدا ہوئی اور اس کی روشنی سے ساری دنیائے اسلام منور ہوئی۔

حصول علم کی استعداد: علمی کمالات کے اعتبار سے ابن شہاب کا کوئی معاصر ان کا ہم پایہ نہ تھا، حصول علم کی استعداد ان میں فطری تھی، ذہانت، ذکاوت اور قوت حافظہ بے نظیر پائی تھی، ذہین ایسے تھے کہ کسی مسئلہ کو دوبارہ سمجھنے کی ضرورت نہ پیش آتی تھی، حافظہ اتنا قوی تھا کہ ایک مرتبہ جو بات سن لی وہ ہمیشہ کے لیے لوح دل پر نقش ہوگئی اور دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑی،(۲) ان کی قوت حافظہ کی یہ ادنیٰ مثال ہے کہ اسّی دن میں پورا کلام اللہ حفظ کر لیا تھا(۳) ساری عمر میں صرف ایک مرتبہ ایک حدیث میں کچھ شبہ پیدا ہوا تھا لیکن پوچھنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس طریقہ سے ان کو یاد تھی ویسی ہی تھی۔(۴)

ذوق وطلب: اس ذہن اور حافظہ کے ساتھ ان کے ذوق اور طلب وجستجو کا بھی یہی حال تھا، علم وفن کا کوئی خرمن ایسا نہ تھا جس سے انھوں نے خوشہ چینی نہ کی ہو، آٹھ سال تک امام مدینہ سعید بن میسّب کی خدمت میں رہے تھے، اس عہد کا مدینہ وہ تھا جس کی گلی گلی علم وفن کا مرکز تھی، یہاں کے تمام زن ومرد اور بوڑھے بچے ایک علمی درسگاہ تھے، ابن شہاب گھر گھر

(۱) ابن خلکان ج اول ص ۴۵۱ (۲) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۴۸ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۷

(۴) ایضاً ص ۹۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آکر سب سے استفادہ کرتے تھے، ابوالزناد کا بیان ہے کہ ہم لوگ زہری کے ساتھ علما کے گھروں کا چکر لگاتے تھے، زہری کے ساتھ تختیاں اور بیاضیں ہوتی تھیں، وہ جو کچھ سنتے جاتے تھے، اس کو قلمبند کرتے جاتے تھے۔ (۱)

علمی مجلسوں میں وہ سب سے پہلے جاتے تھے اور بلا امتیاز بوڑھوں اور بچوں سب سے استفادہ کرتے تھے، ان مجلسوں سے نکلنے کے بعد وہ مدینہ کی گلیوں کا طواف کرتے اور تمام بچوں، بوڑھوں اور عورتوں تک سے استفادہ کرتے، سعد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ زہری علم میں آپ لوگوں پر کیسے فائق ہو گئے؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ علمی مجالس میں سب سے پہلے آتے تھے، یہاں سے اٹھ کر وہ انصار کے گھروں پر جاتے اور کوئی جوان نوخیز، ادھیڑ مرد اور بوڑھی عورت باقی نہ رہتی جس سے وہ فائدہ نہ حاصل کرتے ہوں، یہاں تک کہ پردہ نشیں عورتوں تک کے پاس جاتے تھے۔ (۲)

جہاں کسی فاضلہ خاتون کا پتہ چلتا فوراً اس کے پاس پہنچتے، ان کا خود بیان ہے کہ ایک مرتبہ قاسم بن محمد نے مجھ سے کہا کہ تم میں علم کی بڑی حرص ہے، اس لیے میں تم کو علم کے ظرف کا پتہ بتاتا ہوں، انھوں نے کہا ضرور بتایئے، قاسم نے کہا عبدالرحمٰن کی لڑکی کے پاس جاؤ، انھوں نے ام المومنین عائشہؓ کے آغوشِ تربیت میں پرورش پائی ہے، چنانچہ میں ان کے پاس گیا، واقعی وہ علم کا بحرِ بے کراں تھیں۔ (۳)

ہمہ گیری: ان کا ذوق ہمہ گیر تھا، کسی خاص علم وفن کی تخصیص نہ تھی، بلکہ وہ ہر علم یکساں ذوق سے حاصل کرتے تھے اور جو کچھ سنتے تھے سب کچھ لکھ لیتے تھے، ابوالزناد کا بیان ہے کہ ہم لوگ صرف حلال وحرام کے مسائل قلم بند کرتے تھے اور زہری جو کچھ سنتے تھے سب کچھ لکھ لیتے تھے، جب آگے چل کر ضرورت پڑی تو معلوم ہوا کہ وہ سب سے بڑے عالم ہیں۔ (۴)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۶ (۲) تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۴۹ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۹ (۴) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۴۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعیت: ان کے ذوق کی اس ہمہ گیری کی وجہ سے انھیں جملہ علوم وفنون میں یکساں دستگاہ حاصل تھی، جس فن پر وہ گفتگو کرتے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ یہی ان کا خاص فن ہے، لیث کا بیان ہے کہ میں نے زہری سے زیادہ جامع شخصیت نہیں دیکھی، جب وہ ترغیب پر گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ اسی کے بڑے عالم ہیں، جب عرب اور انسابِ عرب پر روشنی ڈالتے تو معلوم ہوتا کہ یہی ان کا خاص موضوع ہے اور جب قرآن وسنت پر بولتے تو معلوم ہوتا کہ یہی ان کا خاص فن ہے۔(۱) معمر کا بیان ہے کہ جن جن فنون میں ان کو درک تھا ان میں وہ اپنا مثل نہ رکھتے تھے۔(۲)

قرآن: قرآن کے وہ بڑے حافظ تھے اور اس کے متعلقات پر ان کی نظر اتنی وسیع تھی کہ کلام اللہ ان کا خاص موضوع معلوم ہوتا تھا، نافع نے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے حبر الامت کے تربیت یافتہ تھے، ان سے قرآن کا دورہ کیا تھا۔(۳)

حدیث: اگرچہ ان کو جملہ فنون میں یکساں کمال حاصل تھا لیکن ان کا خاص فن حدیث وسنت تھا، اس کا انھیں جتنا ذوق تھا اور جس مشقت سے انھوں نے صدہا خرمنوں سے ایک ایک دانہ چن کر علم کا انبار لگایا تھا، اس کے حالات اوپر گذر چکے ہیں، انھوں نے اس عہد کے تمام ائمہ اور اکابر علما کا علم اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا، ابن مدینی کا بیان ہے کہ حجاز میں ثقات کا سارا علم زہری اور عمرو بن دینار کے درمیان تقسیم تھا،(۴) ان کی احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو تک پہنچی ہے۔(۵)

سنن رسول اور سنن صحابہ: انھیں سنن رسول اور سنن صحابہ کے ساتھ بڑا ذوق تھا اور مدینہ کے جملہ سنن انھوں نے قلم بند کر لیے تھے، صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ وہ تحصیل علم میں زہری کے ساتھ تھے، انھوں نے مجھ سے کہا کہ ہم کو سنن لکھ لینا چاہئے، چنانچہ ہم لوگوں نے

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۶ (۲) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۴۹ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۹ (۴) ایضاً ص ۹۹ (۵) تہذیب ج ۹ ص ۴۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سنن لکھ لیے، سنن رسول کو قلم بند کرنے کے بعد انھوں نے کہا، اب صحابہ کے سنن کو لکھنا چاہیے لیکن سنن صحابہ ہم لوگوں نے نہیں لکھے اور انھوں نے لکھ لیے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامیاب رہے اور میں نے موقع ضائع کر دیا۔(۱)

مدینہ کے سنن رسول اور سنن صحابہ ان ہی کی ذات سے محفوظ رہے تھے، امام شافعی فرماتے تھے کہ اگر زہری نہ ہوتے تو مدینہ کے سنن ضائع ہو جاتے،(۲) وہ بالاتفاق اپنے زمانہ کے سنن کے سب سے بڑے عالم تھے، عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ اب ابن شہاب سے زیادہ سنتِ ماضیہ کا جاننے والا کوئی نہیں رہا۔(۳)

علم حاضر: انھوں نے حافظہ ایسا پایا تھا کہ جو کچھ حاصل کیا تھا وہ سب محفوظ تھا، وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنے سینہ میں جو علم ودیعت کیا وہ نہیں بھولا،(۴) پھر حفظ کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ سیکڑوں حدیثیں سنا جاتے تھے اور جب پھر انھیں دہرانے کی ضرورت ہوتی تھی تو ایک حرف کا بھی تغیر و تبدل نہ ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے کسی لڑکے کے واسطے ان سے حدیثیں لکھنے کی درخواست کی، انھوں نے چار سو حدیثیں قلم بند کرا دیں، ایک مہینہ کے بعد ہشام نے امتحاناً کہا کہ وہ مجموعہ گم ہو گیا، انھوں نے پھر لکھوا دیا، بعد میں دونوں مجموعوں میں مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا،(۵) علاوہ ان احادیث سنن کے جو ان کے سینہ ہی میں رہ گئیں ان کی مرویات کی تعداد دو ہزار سے اوپر ہے،(۶) غرض حدیث میں ان کا پایہ نہایت بلند تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کے مناقب اور ثناء و صفت اور ان کے حفظ کے کمالات شمار سے باہر ہیں۔(۷)

---

(۱) تہذیب ج ۹ ص ۴۴۸ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۹۱ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۷ (۴) تہذیب ج ۹ ص ۴۴۸ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۷ (۶) ایضاً ص ۹۶ (۷) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۱۹۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرویات کا پایہ: حفظ حدیث میں روایات کی کثرت سے زیادہ ان کی کیفیت اورنوعیت معیارِ کمال ہے، اس اعتبار سے زہری کی روایات کا جو پایہ تھا اس کا اندازہ ان راویوں سے ہوگا، عمرو بن دینار جو خود بہت بڑے محدث تھے، فرماتے تھے کہ میں نے زہری سے زیادہ حدیث میں کسی کو انص نہیں دیکھا، (۱) امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کی رائے ہے کہ زہری کی وہ روایات اصح الاسانید ہیں جو انھوں نے سالم سے اور سالم نے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہیں۔(۲)

شیوخ: چوں کہ زہری نے ہر خرمن سے خوشہ چینی کی تھی، اس لیے ان کے شیوخ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، جن میں بہت سی فاضلہ خواتین بھی ہیں، ان کے عہد کے صحابہ اور اکابر تابعین میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جس سے انھوں نے استفادہ نہ کیا ہو، صحابہ میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن جعفر، ربیعہ بن عبادؓ، مسور بن مخرمہؓ، انس بن مالکؓ، سہل بن سعدؓ، سائب بن یزیدؓ، شبیبؓ، ابو جمیلہؓ عبدالرحمٰن بن ازہرؓ، محمود بن ربیعؓ، عبداللہ بن ثعلبہؓ، عبداللہ بن عامرؓ بن ربیعہؓ، ابوامامہؓ، سعد بن سہلؓ اور ابوالطفیلؓ وغیرہ اکابرین تابعین میں سعید بن مسیّب، مدینہ کے ساتوں مشہور فقہا ان کے علاوہ تابعین کی ایک بڑی جماعت سے فیض اٹھایا تھا جن کی فہرست بہت طویل ہے۔(۳)

تلامذہ: ابن شہاب کی ذات مرجع انام تھی، اس لیے ان کے تلامذہ کی تعداد بھی بے شمار ہے، ان میں سے بعض ممتاز تلامذۂ حدیث کے نام یہ ہیں: عطاء بن ابی رباح، عمرؓ بن عبدالعزیز، عمرو بن دینار، صالح بن کیسان، یحییٰ بن سعید انصاری، ایوب سختیانی، عبداللہ بن مسلم زہری، امام اوزاعی، ابن جریج، محمد بن علی بن حسین، محمد بن منکدر، منصور بن معتمر، موسیٰ بن عقبہ، ہشام بن عروہ، امام مالک، معمر الزبیدی، ابن ابی ذیب لیث، اسحاق بن یحیٰی کلبی

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۴۸ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۹۱ (۳) تفصیل کے لیے دیکھو تہذیب ج ۹ ص ۴۴۶ و تہذیب الاسماء ص ۹۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بکر بن وائل وغیرہ۔(۱)

فقہ: فقہ میں بھی بہت بلند پایہ رکھتے تھے، مدینہ کے ساتوں مشہور فقہا کا علم ان کے سینہ میں محفوظ تھا،(۲) ان کے علاوہ اس عہد کے تمام اکابر فقہا کے علم وہ وارث تھے، جعفر بن ربیعہ کا بیان ہے، کہ میں نے عراک بن مالک سے پوچھا کہ مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ انھوں نے کہا سعید بن مسیّب، عروہ اور عبداللہ بن عبداللہ، یہ نام گنانے کے بعد کہا کہ میرے نزدیک زہری ان سب سے بڑے عالم تھے، اس لیے کہ انھوں نے ان سب کا علم اپنے علم میں شامل کرلیا تھا۔(۳)

فتاویٰ: اس فقہی کمال کی وجہ سے وہ مدینہ کی مجلس افتا کے مسند نشیں تھے، ان کے فتاویٰ کے تعداد اتنی زیادہ تھی کہ محمد بن نوح نے فقہی ترتیب سے، ان کو تین ضخیم جلدوں میں جمع کیا تھا۔(۴)

مغازی: مغازی کے وہ امام تھے، ان سے پہلے کسی نے مغازی کی طرف توجہ نہ کی تھی، تاریخِ اسلام میں وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے مغازی پر مستقل کتاب لکھی، امام سہیلی کے بیان کے مطابق یہ اس فن کی سب سے پہلی کتاب تھی، ان کی ذات سے مغازی اور سیرت کا عام مذاق پیدا ہوگیا، ان کے تلامذہ میں یعقوب بن ابراہیم، محمد بن صالح، عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز، موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق نے اس فن میں بڑا کمال پیدا کیا، خصوصاً آخر الذکر دونوں تلامذہ نے بڑی شہرت اور ناموری حاصل کی۔

علما میں ابن شہاب کا درجہ: زہری کا علمی مرتبہ اس عہد کے تمام علما اور اربابِ کمال میں مسلم تھا، ایوب سختیانی کہتے تھے کہ میں نے زہری سے بڑا عالم نہیں دیکھا، کسی نے پوچھا حسن بصری کو بھی نہیں، انھوں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں نے زہری سے بڑا کسی کو بھی

---

(۱) دیکھو تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۴۶ و تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۹۱ (۲) ابن خلکان ج اول ص ۴۵۱ (۳) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۴۸ (۴) اعلان الموقعین ج اول ص ۲۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں پایا،(۱) مکحول سے جنھوں نے تحصیل علم کے سلسلہ میں ساری دنیا چھان ماری تھی اور دنیائے اسلام کے تمام بڑے بڑے علما سے ملے تھے، کسی نے پوچھا تم سب سے بڑے کس عالم سے ملے؟ انھوں نے جواب دیا، ابن شہاب سے، امام مالک فرماتے تھے کہ دنیا میں زہری کا کوئی مثل نہ تھا(۲) سعد بن ابراہیم یہاں تک مبالغہ کرتے تھے کہ میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زہری کے اتنا علم کسی میں نہ تھا۔(۳)

اشاعتِ علم: خدا نے زہری کو جس فیاضی کے ساتھ علم کی دولت عطا کی تھی اسی فیاضی کے ساتھ انھوں نے اس کو تقسیم کیا اور اس کی اشاعت میں سعی بلیغ کی، فرمایا کرتے تھے، نہ کسی نے تحصیل علم میں میری جیسی مشقت اٹھائی اور نہ اس کی اشاعت میں (۴) ان کے تلامذہ کی فہرست سے ان کے علمی خدمات کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے۔

علمی انہماک: اُن کی پوری زندگی علم میں ڈوبی ہوئی تھی، اس کے سوا ان کا کوئی مشغلہ نہ تھا، علمی انہماک میں وہ دنیا و مافیہا حتی کہ بیوی تک سے بے خبر ہو جاتے تھے جب گھر آتے تھے تو کتابوں کے ڈھیر میں گم ہو جاتے تھے، ان کی بیوی نے ایک دن تنگ آکر کہا ”خدا کی قسم یہ کتابیں میرے لیے تین سوتوں سے زیادہ تکلیف دہ ہیں۔(۵)

عہدۂ قضا اور خلفا سے تعلقات: عبدالملک، عمرؒ بن عبدالعزیز اور ہشام وغیرہ جو چھ خلفا زہری کے زمانہ میں تھے، ان سب سے ان کے گہرے تعلقات تھے، اس کا آغاز عبدالملک سے ہوا، عبدالملک خود بڑا اصاحبِ علم اور جوہر شناس تھا، اگر وہ خلیفہ ہو کر برباد نہ ہو گیا ہوتا تو عہد تابعین کا نہایت جلیل القدر عالم ہوتا، امام شعبی اس کے علمی کمالات کے اتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے، ”میں جن لوگوں سے ملا عبدالملک کے سوا اپنے کو سب سے افضل پایا، عبدالملک کے سامنے جب میں کوئی حدیث بیان کرتا یا شعر پڑھتا تو وہ اس میں اور اضافہ کر دیتا۔“(۶)

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۹۱ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۷ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۹۲ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۷ (۵) ابن خلکان ج اول ص ۴۵۱ (۶) تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۱۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زہری سب سے اول ۸۰ھ میں عبدالملک کے پاس دمشق گئے، وہ ان کے علمی کمالات سے بہت متاثر ہوا، زہری مقروض تھے، ان کا کل قرض ادا کیا،(۱) قرض کی ادائیگی کے علاوہ اور بھی سلوک کئے اور انھیں دمشق کے عہدۂ قضا پر ممتاز کیا،(۲) اس تعلق سے زہری کا دمشق میں مستقل قیام ہو گیا تھا اور وہ عبدالملک ہی کے ساتھ رہتے تھے، اموی خلفا میں عبدالملک کے بعد عمرؒ بن عبدالعزیز بڑے صاحب علم اور جوہر شناس تھے، وہ زہری کو بہت مانتے تھے، بلکہ ان کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے، اوپر زہری کے بارے میں ان کے بعض اقوال گذر چکے ہیں، انھوں نے تمام ممالک محروسہ میں اعلان کروایا تھا کہ سب لوگ ابن شہاب کی اقتدا کیا کریں کہ ان سے زیادہ سنت ماضیہ کا جاننے والا کوئی نہیں مل سکتا۔(۳)

عبدالملک کی وفات کے بعد زہری اس کے لڑکے ہشام کے ساتھ رہنے لگے تھے،(۴) پھر ہشام کے لڑکے کے اتالیق ہو گئے تھے، ہشام پر بھی ان کا بڑا اثر تھا اور وہ انھیں بہت مانتا تھا، اس نے ہزاروں روپیہ کا ان کا قرض ادا کیا،(۵) ہشام کے ساتھ ان کی درباری گفتگو اور حاضر جوابی کے بعض دلچسپ واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں، ایک دن یہ اور ابوالزناد ہشام کے دربار میں تھے، ہشام نے ان سے سوال کیا کہ اہل مدینہ کے وظیفے کس مہینہ میں تقسیم ہوا کرتے تھے؟ زہری نے لاعلمی ظاہر کی، اس نے ابوالزناد سے پوچھا، انھوں نے بتایا محرم میں، یہ جواب سن کر ہشام نے زہری سے کہا، ابوبکر! یہ علم تم کو آج حاصل ہوا، زہیری نے برجستہ جواب دیا، امیر المومنین کی مجلس ایسی ہی ہے کہ اس سے علمی استفادہ کیا جائے۔(۶)

فیاضی: فیاضی اور سیر چشمی زہری کا نمایاں وصف تھا، وہ دولت کی کوئی حقیقت نہ سمجھتے تھے، عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ ''میں نے درہم و دینار کو زہری کی نگاہ سے زیادہ کسی کی نگاہ میں

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۷ (۲) ابن خلکان ج اول ص ۴۵۲ (۳) ابن خلکان ج اول ص ۴۵۱ (۴) ایضاً ص ۴۵۱ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۷ (۶) ابن خلکان ج اول ص ۴۵۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے وقعت نہیں دیکھا، وہ اس کو اونٹ کی مینگنی سے زیادہ نہ سمجھتے تھے" اسی کا نتیجہ تھا کہ بے دریغ روپیہ لٹاتے تھے اور بار بار مقروض ہو جاتے تھے، عبدالملک اور ہشام نے بارہا ان کا قرض ادا کیا لیکن ان کی غلط بخشیوں نے ان کو ہمیشہ مقروض رکھا، ولید بن محمد موقری کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ زہری سے کہا کہ ابوبکر تم میں صرف ایک عیب قرض لینے کا ہے، جواب دیا مجھ پر قرض ہی کیا ہے، کل چالیس ہزار دینار کا قرض ہے اور میرے پاس چار غلام ہیں جن میں سے ہر ایک چالیس ہزار سے زیادہ بہتر ہے اور صرف ایک پوتا میرا وارث ہے، میری تو تمنا یہ ہے کہ کسی کو میری وراثت نہ ملتی۔(۱)

وفات: ۱۲۴ھ میں یہ آفتاب علم وعمل دنیا سے روپوش ہوا۔

حلیہ: قد پستہ تھا، سر پر کاکلیں تھیں۔

۶۸- محمد بن منکدر

نام ونسب: محمد نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے: محمد بن منکدر بن عبداللہ بن ہدیر بن عبدالعزیٰ ابن عامر بن حارث بن حارثہ بن سعد بن تیم بن مرہ تیمی قرشی مدنی۔

فضل وکمال: محمد بن منکدر فضل وکمال اور زہد وتقویٰ میں نہایت بلند پایہ رکھتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ان کی ثقاہت اور علمی وعملی برتری پر سب کا اتفاق ہے اور ان کے نام کے ساتھ امام اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں(۲) حافظ ابن حجر ائمہ اعلام میں لکھتے ہیں۔(۳)

قرأت: قرآن کے ممتاز قاری تھے، امام مالک انھیں سید القراء کہتے تھے۔(۴)

حدیث: حدیث کے بڑے نامور حافظ تھے، حافظ ذہبی امام وقت کے لقب سے یاد کرتے ہیں، حدیث میں انھوں نے صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے فیض اٹھایا تھا،

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۹ (۲) تہذیب ج ۹ ص ۴۷۳ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۳ (۴) تہذیب ج ۹ ص ۴۷۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابۂ کرام میں ابوایوب انصاریؓ، انس بن مالکؓ، جابرؓ، ابوامامہ بن سہلؓ، ربیعہ بن عبدؓاللہ، عبداللہ ابن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابوقتادہؓ، سفینہؓ اور عائشہ صدیقہؓ اور تابعین میں سعید بن مسیب، عبیداللہ بن ابی رافع، عروہ بن زبیر، معاذ بن عبدالرحمٰن تیمی، سعید بن عبدالرحمٰن بن یربوع اور ابوبکر بن سلیمان سے روایتیں کی ہیں۔(۱)

صحابہ میں بعض بزرگوں سے ان کی روایت مرسل ہیں لیکن علما کے نزدیک ان کی مرسلات دوسروں کی مرفوع روایت سے زیادہ لائق اعتماد ہیں، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ وہ صدق کی کان تھے، صلحا ان کے پاس جمع ہوتے تھے، میں نے ان کے سوا کسی کو اس کا اہل نہیں دیکھا کہ وہ قال رسول اللہ کہے اور بے چون وچرا مان لیا جائے۔(۲) ابراہیم کہتے تھے کہ وہ حفظ، اتقان اور زہد کے انتہائی درجہ پر تھے اور حجت تھے۔(۳)

تلامذہ: جن لوگوں نے ان سے سماعِ حدیث کیا تھا ان میں ان کے صاحبزادے یوسف اور منکدر اور بھتیجے ابراہیم اور عبدالرحمٰن اور عام مستفیدین میں عمرو بن دینار، امام زہری، ایوب، انس بن عبید، سلمہ بن دینار، جعفر بن محمد صادق، محمد بن واسع، سعد بن ابراہیم، سہیل بن ابی صالح، ابن جریج، علی بن زید، موسیٰ بن عقبہ، ہشام بن عروہ اور یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۴)

فقہ: فقہ وفتویٰ میں بھی پورا درک تھا، مدینۃ الرسول کے صاحبِ افتا تابعین میں ان کا شمار تھا۔(۵)

زہد وورع: زہد وتقویٰ کا رنگ بہت گہرا تھا، اپنے نفس کی اصلاح کے لیے وہ بڑی سخت ریاضتیں کرتے تھے، مسلسل چالیس سال تک نفس پر ہر طرح کی سختیاں جھیلیں،(۶) امام مالکؒ فرماتے تھے کہ وہ عابد وزاہد ترین لوگوں میں تھے، ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ ان کا گھر صلحا اور عباد کا ماویٰ اور مخزن تھا۔(۷)

---

(۱) تہذیب ج۹ص ۴۷۳ (۲) تہذیب التہذیب ج۱۰ص ۴۷۴ (۳) ایضاً ص ۴۷۵ (۴) ایضاً ص ۴۷۴

(۵) اعلام الموقعین ج اول ص۲۶ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۴ (۷) شذرات الذہب ج اول ص ۱۷۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رقت قلب واثر پذیری: ان کے دل میں اتنا گداز تھا کہ کلام اللہ کی موثر آیات پڑھ کر بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، ایک شب کو تہجد میں بہت روئے، صبح کو ان کے بھائیوں نے سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس آیت پر گریہ طاری ہوا تھا:

بَدَالَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَالَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ۔	ان لوگوں کے لیے خدا کی جانب سے ایسی چیز ظاہر ہوگی جس کا وہ وہم وگمان بھی نہ کرتے تھے۔

حدیثوں سے تاثر کا بھی یہی حال تھا، امام مالکؒ کا بیان ہے کہ جب ان سے کوئی حدیث پوچھی جاتی تھی تو وہ رونے لگتے تھے۔(۱)

حج کا ذوق: حج کا اتنا ذوق وشوق تھا کہ مقروض ہونے کی حالت میں بھی حج کرتے تھے کسی نے اعتراض کیا کہ آپ قرض کا بار ہوتے ہوئے حج کرتے ہیں؟ فرمایا حج خود ہی قرض کی ادائیگی میں سب سے بڑا معین ومددگار ہے، جب حج کو جاتے تھے تو تنہا نہ جاتے بلکہ عورتوں اور بچوں سب کو ساتھ لے جاتے، کسی نے اس کے بارے میں کہا، فرمایا ان کو خدا کے سامنے پیش کرتا ہوں۔(۲)

ان کی زندگی کا اثر دوسروں پر: ان کے دیکھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی تھی، امام مالک کا بیان ہے کہ جب میں اپنے قلب میں قساوت محسوس کرتا تھا تو جا کر ابن منکدر کو دیکھتا تھا، اس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ چند دنوں تک نفس میری نگاہ میں مبغوض ہو جاتا تھا۔(۳)

بہترین عمل اور بہترین دنیا: کسی نے ان سے پوچھا، آپ کے نزدیک سب سے افضل کون شے ہے؟ فرمایا مسلمانوں کو خوش کرنا، پوچھا سب سے پسندیدہ دنیا کون ہے؟ جواب دیا دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا۔(۴)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۴ (۲) شذرات الذہب ج اول ص ۱۷۸ (۳) شذرات الذہب ج اول ص ۱۷۸ (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات: ۱۳۰ھ میں وفات پائی،(۱) عالم احتضار میں سخت رقت طاری ہوئی، فرمایا مجھے اس آیت بَدَا لَهُم مِنَ اللّٰهِ مَالَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ سے خوف ہے کہ مبادا میرے لیے بھی خدا کی جانب سے ایسی شے ظاہر ہو جو میرے وہم وگمان میں نہ ہو۔(۲)

۶۹۔مسروق بن اجدع

نام ونسب: مسروق نام، ابوعائشہ کنیت، ان کے والد کا خاندانی نام اجدع اور اسلامی نام عبدالرحمٰن تھا، وہ یمن کے مشہور خاندان ہمدان کے سردار اور عرب کے نامور شہسوار معدیکرب کے عزیز تھے، نسب نامہ یہ ہے مسروق بن اجدع (عبدالرحمٰن) بن مالک بن امیہ بن عبداللہ بن مر بن سلیمان بن معمر بن حارث بن سعد بن عبداللہ بن وداعہ بن عمرو بن عامر بن ناشح ہمدانی۔

اسلام: مسروق نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پایا، عہد رسالت میں موجود تھے، ان کے گھرانے کے اور افراد اسی عہد میں مسلمان ہوگئے تھے، خود ان کے عزیز عمرو بن معدیکرب نے مدینہ جا کر آنحضرت کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا(۳) لیکن مسروق اس عہد میں اس شرف سے محروم رہے، ان کے زمانۂ اسلام کا صریح تذکرہ نہیں ملتا، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عہد صدیقی میں مسلمان ہو چکے تھے، ابن سعد میں خود ان کی زبانی یہ روایت ملتی ہے کہ میں نے ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔(۴)

عہد فاروقی: عہد فاروقی میں مسرق نمایاں نظر آتے ہیں، فاروقی عہد میں ایک مرتبہ وہ یمن کے وفد میں مدینہ آئے، حضرت عمرؓ نے ان سے نام ونشان پوچھا، انھوں نے بتایا

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۴ (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۳۸۴ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۳۸۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسروق ابن اجدع، حضرت عمرؓ نے فرمایا اجدع شیطان ہے، تم مسروق بن عبدالرحمٰن ہو، اس وقت سے ان کے والد کا نام بدل گیا، ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان سے نہیں بلکہ ان کے والد ہی سے نام پوچھ کر اجدع کے بجائے عبدالرحمٰن نام تجویز کیا تھا،(۱) بہر حال ان دونوں روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہد فاروقی میں باپ بیٹے دونوں مدینہ آئے تھے۔

مسروق یمن کے نامور شہسواروں میں تھے، عہد فاروقی میں اپنے تین بھائی عبداللہ، ابوبکر اور منتشر کے ساتھ قادسیہ کے مشہور معرکہ میں شریک ہوئے، تینوں بھائی شہید ہوئے، مسروق کا لڑتے لڑتے ہاتھ شل ہوگیا اور سر میں گہرا زخم آیا، جس کا نشان ہمیشہ باقی رہا، اس نشان کو وہ بہت محبوب رکھتے تھے کہ شجاعت و جانبازی کی سند تھا اور اس کا مٹ جانا ناپسند کرتے تھے۔(۲)

حضرت عثمانؓ کی حمایت: لیکن ان کی یہ شجاعت و شہامت اسلام کی خدمت کے لیے اور غیروں کے مقابلہ میں تھی، مسلمانوں کی خانہ جنگی میں ان کی تلوار نیام میں رہی، عثمانی عہد کے ہنگاموں میں انھوں نے کسی جانب سے حصہ نہیں لیا لیکن بحیثیت خیر خواہِ اسلام کے وہ اپنے شہر (کوفہ) والوں کو اہل مدینہ کی اعانت اور حمایت پر آمادہ کرتے تھے۔(۳)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب جنگ جمل کی تیاریاں شروع ہوئیں اور حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ کو حصولِ مدد کے لیے کوفہ بھیجا تو سب سے پہلے مسروق ان سے ملے اور عمار بن یاسرؓ سے پوچھا، ابوالیقظان تم لوگوں نے عثمان کو کس بات پر شہید کردیا؟ انھوں نے جواب دیا، اپنی آبروریزی اور مار پر، مسروق نے کہا ''خدا کی قسم! تم لوگوں نے جتنی سزا پائی تھی، اس سے زیادہ انتقام لیا، اگر تم لوگوں نے صبر کیا ہوتا تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر تھا۔''(۴)

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۵۰ (۲) ایضاً ص ۵۲ (۳) ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۷ (۴) ایضاً ص ۱۸۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خانہ جنگی سے احتراز: جنگِ جمل سے خانہ جنگی کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، وہ جنگ صفین تک جاری رہا، مسروق نے ان میں سے کسی میں حصہ نہیں لیا، کوفہ حضرت علیؓ کے حامیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا، یہاں رہ کر مسروق کے لیے بچنا مشکل تھا، اس لیے وہ اپنے کو بچانے کے لیے کوفہ چھوڑ کر قزوین چلے گئے تھے۔(۱)

شعبی کا بیان ہے کہ مسروق کسی جنگ میں بھی حضرت علیؓ کے ساتھ نہ تھے، جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم نے علیؓ کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟ تو کہتے ہیں تم لوگوں کو خدا کا واسطہ دلا کر پوچھتا ہوں کہ فرض کرو کہ جب ہم لوگ ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوں اور فریقین اسلحہ نکال کر ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں، اس وقت تمہاری آنکھوں کے سامنے آسمان میں کوئی دروازہ کھل جائے اور اس سے فرشتے اتر کر دونوں صفوں کے درمیان آ کر کہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا	اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو تم ایک
اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ	دوسرے کا مال باطل طریقہ پر نہ کھاؤ،
تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ	مگر یہ کہ تمہاری رضامندی سے تجارت
مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ	سے حاصل ہو اور اپنے نفسوں کو ہلاک
اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔	نہ کرو، اللہ تمہارے حال پر رحیم ہے۔

تو ان کا یہ کہنا فریقین کے لیے جنگ سے مانع ہوگا یا نہیں، لوگ جواب دیتے، ضرور ہوگا، اس وقت مسروق کہتے "خدا کی قسم تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ خدا آسمان کا دروازہ کھول چکا ہے اور اس کے راستہ سے ایک فرشتہ اتر کر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ حکم سنا چکا ہے، جو صحائف میں موجود ہے اور اس کو کسی شے نے منسوخ نہیں کیا ہے۔(۲)

ایک دوسری روایت میں عامر بیان کرتے ہیں کہ مسروق نے مجھ سے کہا کہ جب

(۱) ابن اثیر ج۳ ص۲۳۰ (۲) ابن سعد ج۶ ص۵۱ و۵۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مومنین کی دو جماعتیں آپ میں لڑنے کے لیے صف بستہ ہوں اور اس وقت آسمان سے کوئی فرشتہ نمودار ہو کر ندا دے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ الخ — اے ایمان والوں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔

تو تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا لوگ جنگ کریں گے یا رک جائیں گے، میں نے کہا اگر وہ بے حس اور جامد پتھر نہیں ہیں تو ضرور رک جائیں گے، یہ جواب سن کر انھوں نے کہا تو خدا کا ایک سماوی صفی اس حکم کے ساتھ ایک ارضی صفی پر نازل ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود لوگ نہ رکے، حالانکہ ایمان بالغیب عینی مشاہدہ کے بعد کے ایمان سے بہتر ہے، ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف خود کنارہ کش رہے بلکہ عام مسلمانوں کو روکنے کے لیے صفین کے میدان تک گئے اور دونوں صفوں کے درمیان میں کھڑے ہو کر یہ وعظ سنا کر لوگوں کو جنگ سے روکتے تھے،(۱) لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ وہ خود نہیں شریک ہوئے اور کسی حیثیت سے بھی صفین میں نہیں گئے۔

قضاءت: اموی دور میں کچھ دنوں قاضی رہے۔(۲)

وفات: ۶۳ھ میں وسط میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے، زندگی ہمیشہ سے متوکلانہ تھی، دولت دنیا سے کبھی دامن آلودہ نہ ہوا تھا، قضاءت کے زمانہ میں بھی کوئی معاوضہ نہ لیتے تھے، (۳) اس لیے کفن تک کی کوڑی نہ تھی، شعبی کا بیان ہے کہ مسروق نے مرتے وقت کفن تک کی قیمت نہ چھوڑی اور اس کے لیے قرض کی وصیت کی مگر یہ ہدایت کر دی کہ زراعت پیشہ اور چرواہے سے نہ لیا جائے، بلکہ مویشی رکھنے والے یا تجارت پیشہ سے لیا جائے، دمِ آخر بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا "خدایا میں رسول اللہ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی سنت کے خلاف طریقہ پر نہیں مر رہا ہوں، خدا کی قسم میں نے اپنی تلوار کے علاوہ کسی انسان کے پاس کوئی سونا اور

(۱) ابن سعد ج۶ ص۵۲ (۲) ایضاً ص۵۵ (۳) ایضاً ص۵۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاندی نہیں چھوڑا ہے، اسی کے ذریعہ مجھے کفنانا (غالباً اس سے تلوار بیچ کر روپیہ حاصل کرنے کی طرف اشارہ تھا۔"

ان وصایا کے بعد سلسلہ وسط میں وفات پائی اور یہیں سپردِ خاک کیے گئے، ان کی وفات کے بعد بھی ان کا روحانی فیض جاری رہا، خشک سالی کے کے مواقع پر خلق اللہ ان کے مزار پُرانوار پر جمع ہوکر پانی کے لیے دعا کرتی تھی اور اس کی برکت سے پانی برستا تھا۔(۱)

فضل وکمال: علمی اعتبار سے علمائے تابعین میں تھے، انھیں آغاز عمر ہی سے طلبِ علم کا ذوق تھا، شعبی کا بیان ہے کہ ان سے زیادہ علم کا طلب کرنے والا کوئی نہ تھا،(۲) خوش قسمتی سے انھیں عائشہ صدیقہؓ جیسی شفیق اور فاضلہ ماں مل گئی تھیں جو انھیں لڑکے کی جگہ سمجھتی تھیں، مسروق کے ساتھ ان کو مادرانہ محبت تھی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ان کو متبنیٰ بنالیا تھا،(۳) مگر یہ صحیح نہیں ہے اس میں شبہہ نہیں کہ مسروق پر وہ غیر معمولی شفقت فرماتی تھیں اور انھیں بیٹا کہہ کر پکارتی تھیں، جب وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو شہد سے ان کی تواضع کرتی تھیں، ایک مرتبہ مسروق چند آدمیوں کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے حکم دیا کہ میرے لڑکے کے لیے شہد گھولو(۴) حضرت عائشہؓ کے بعد مسروق نے ابن مسعودؓ کے خرمنِ کمال سے خصوصیت کے ساتھ خوشہ چینی کی تھی اور ان کے نہایت ممتاز اصحاب میں تھے، ابن مدائنی کا بیان ہے کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب میں مسروق پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔(۵)

مسروق کے ذاتی شوق وجستجو اور ان دونوں بزرگوں کے فیض صحبت نے مسروق کو علمائے اعلام میں بنادیا، حافظ ذہبی ان کو فقیہ اور علمائے اعلام میں لکھتے ہیں،(۶) علامہ نووی

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۵۶ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۸۸ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۲ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۵۲ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۲ (۶) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت ،توثیق ،فضیلت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے،(۱) مرہ کہا کرتے تھے کہ کوئی ہمدانی عورت مسروق جیسا فرزند پیدا نہ کرسکی۔(۲)

حدیث وسنت: حدیث وسنت میں مسروق کا علم خاصہ وسیع تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کانت لہ احادیث صالحة (۳) اس فن میں انھوں نے حضرت عائشہؓ اور ابن مسعودؓ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعب، زید بن ثابتؓ، خباب بن ارتؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابن عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہ جیسے اکابر صحابہ سے فیض پایا تھا، حدیث کے ساتھ وہ سنت کی تعلیم بھی دیتے تھے۔(۴)

فقہ وفتاویٰ: مسروق کا خاص فن فقہ تھا، اس میں وہ امامت واجتہاد کا درجہ رکھتے تھے، وہ عبداللہ بن مسعودؓ کے ان اصحاب میں تھے جن کا شغل ہی درس وافتا تھا،(۵) افتا میں قاضی شریح ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، شعبی کا بیان ہے کہ مسروق افتا میں شریح سے فائق تھے، وہ ان سے مشورہ لیا کرتے تھے،(۶) اور خود مسروق ان کے مشورہ سے بالکل بے نیاز تھے،(۷)

قضاءت: اس فقہی کمال کی بنا پر انھیں قضاءت میں خاص ملکہ تھا اور یہ مشغلہ ان کے پسند خاطر بھی تھا، قاضی شریح کا فیصلوں میں ان سے مشورہ لینا اس کی سب سے بڑی سند ہے، اوپر گذر چکا ہے وہ اموی دور میں کچھ دنوں قاضی بھی رہے، انھیں قضاء سے اس قدر ذوق تھا کہ کہا کرتے تھے کہ مجھے کسی قضیہ میں صحیح اور حق کے موافق فیصلہ کرنا ایک سال کے جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پسند ہے۔(۸)

فضائل اخلاق: علم کے ساتھ مسروق عمل اور فضائل اخلاق کے زیور سے ابھی آراستہ تھے،

خشیت الٰہی: تمام محاسنِ اخلاق کا سرچشمہ خشیتِ الٰہی ہے، مسروق اصل علم خوف خدا کو سمجھتے

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ق۲ص ۸۸ (۲) ابن سعد ج۶ ص ۵۲ (۳) ایضاً (۴) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۱۰ (۵) ایضاً ص ۱۱۱ (۶) ابن سعد ج۶ ص ۵۵ (۷) تذکرة الحفاظ ج اول ص ۴۳ (۸) ابن سعد ج۶ ص ۵۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور اس کے مقابلہ میں غرورِ عمل کو جہل تصور کرتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ "انسان کے لیے یہ علم کافی ہے کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے اور جہل یہ ہے کہ اپنے علم پر غرور کرے۔(۱)

عبادت وریاضت: عابد مرتاض تھے، بڑی ریاضت کرتے تھے، نمازوں کی کثرت سے دونوں پاؤں ورم کر آتے تھے، خاص خاص زمانوں میں ان کی عبادت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی، طاعون کی وبا کے زمانہ میں وہ عبادت کے لیے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیتے تھے، بعض لوگوں کو یہ شبہہ ہوتا تھا کہ طاعون کی وجہ سے ہٹ گئے ہیں حالانکہ اس کی غرض محض عبادت ہوتی تھی، انس ابن سیرین کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ مسروق طاعون سے بھاگتے تھے لیکن محمد کو اس کا یقین نہ آیا، انھوں نے کہا ان کی بیوی سے چل کر پوچھنا چاہیے، چنانچہ ہم لوگوں نے جاکر ان سے پوچھا، انھوں نے کہا خدا کی قسم ایسا نہیں ہے، وہ کبھی بھی طاعون سے نہیں بھاگتے تھے، البتہ جس زمانہ میں طاعون کی وبا پھیلتی تو وہ کہتے کہ یہ شغل وذکر کے ایام ہیں، میں چاہتا ہوں کہ تنہائی میں عبادت کروں، چنانچہ وہ عبادت کرنے کے لیے گوشۂ خلوت اختیار کر لیتے تھے اور اپنے نفس کے اوپر ایسی سختیاں کرتے تھے کہ بسا اوقات میں ان کی حالت دیکھ کر ان کے پیچھے بیٹھ کر روتی تھی،(۲) حج کے زمانہ میں جب تک مکہ میں رہتے، اس وقت سجدہ ہی میں سوتے تھے۔(۳)

توبہ واستغفار: وہ اپنے نفس کا محاسبہ اور گناہوں کو یاد کر کے ان کے لیے استغفار کرنا ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ "انسان کے لیے ایسی مجالس ہونی چاہئیں جن میں بیٹھ کر وہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے خدا سے استغفار کرے۔"(۴)

دنیا کی حقیقت: ان کی نگاہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہ تھی، وہ اس کو ایک مزبلہ سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے، ایک مرتبہ اپنے بھتیجے کا ہاتھ پکڑ ایک مزبلہ پر لے گئے اور فرمایا میں تم کو دنیا دکھاؤں، دیکھو یہ دنیا ہے کہ اس کو کھا کر دفنا دیا، پہن کر پرانا اور بوسیدہ کر دیا، سوار ہو کر

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۵۴ (۲) ایضاً (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۳ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۵۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاغر کر دیا، اس کے لیے خون بہایا، محارم اللہ کو حلال اور رحم کو قطع کیا۔(۱)

دنیا سے بے تعلقی: اسی لیے دنیا کی جانب ان کا دل کبھی مائل نہ ہوا اور کسی دنیاوی شے میں ان کے لیے کوئی کشش نہ تھی، حضرت سعید بن جبیرؒ ان کے ہم مذاق و ہم مشرب تھے، ان میں اور مسروق میں راز و نیاز کی باتیں ہوا کرتی تھیں، ابن جبیر کا بیان ہے کہ مسروق نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا، سعید اب کوئی ایسی شے نہیں جس کی جانب میلان خاطر باقی ہو، بجز اس کے کہ اپنے چہروں کو اس مٹی میں آلودہ کریں۔(۲)

دولت دنیا سے بے نیازی: اس دل شکستگی کی وجہ سے وہ دولتِ دنیا سے ہمیشہ بے نیاز رہے، لوگ ان کی خدمت کرنا چاہتے تھے لیکن وہ قبول نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ خالد بن اسید نے ان کے پاس تیس ہزار کی رقم بھیجی، انھوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، ان کے اعزہ نے بہت سمجھایا کہ لے لیجیے اس سے صدقہ کیجئے گا، عزیزوں کے ساتھ سلوک کیجئے گا اور اس قبیل کے دوسرے کاموں میں لائیے گا، مگر انھوں نے کسی طرح قبول نہ کیا۔(۳)

توکل وقناعت: اس بے نیازی کی وجہ سے کبھی کبھی فاقہ کی نوبت آجاتی تھی لیکن توکل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا، ایک مرتبہ گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ تھا، بیوی نے کہا، عائشہ کے باپ آج تمہارے بال بچوں کے کھانے کو کچھ نہیں ہے، یہ سن کر مسروق مسکرائے اور کہا خدا کی قسم وہ ضرور ان کے لیے رزق کا انتظام کرے گا۔(۴)

انفاق فی سبیل اللہ: اس قناعت اور توکل کے باوجود بڑے فیاض اور سیر چشم تھے، جب انھیں کوئی رقم ہاتھ آجاتی تھی تو اس کو خدا کی رواہ میں صرف کر دیتے تھے، اپنی لڑکی کی شادی سائب بن اقرع کے ساتھ کی اور ان سے مہر کے علاوہ دس ہزار اپنے لیے حاصل کیے، یہ کل رقم مجاہدین فی سبیل اللہ، مساکین اور مکاتب غلاموں کی آزادی کے لیے مخصوص کر دی تھی۔(۵)

---

(۱) ابن سعد ج۶ ص ۵۵ (۲) ایضاً ص ۵۳ و ص ۵۴ (۳) ایضاً ص ۵۳ (۴) ایضا (۵) ایضاً ص ۵۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتیاط: اتنے محتاط تھے کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں احتیاط ملحوظ رکھتے تھے، جب کشتی پر سوار ہونے لگتے تو طہارت کے خیال سے ایک اینٹ ساتھ لے لیتے، جس پر سجدہ کرتے، (۱) جس کا کوئی کام ان سے نکلتا تھا اس سے ہدیہ تک قبول نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی معاملہ میں ایک شخص کی شفارس کی، اس نے شکریہ میں ایک لونڈی لاکر پیش کی، یہ اسے دیکھ کر سخت برہم ہوئے اور کہا اگر مجھے پہلے تمہارے اس خیال کا علم ہوتا تو میں کبھی تمہاری سفارش نہ کرتا، جتنی سفارش کر چکا وہ کر چکا، اب جتنی ضرورت اور باقی رہ گئی ہے، اس کے بارے میں کچھ نہ کہوں گا، میں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے سنا ہے کہ جو شخص کسی کا حق دلانے یا ظلم کے انسداد کے لیے کسی کی شفارش کرے اور اس کے معاوضہ میں اس کو ہدیہ دیا جائے اور شفارس کرنے والا قبول کرلے تو وہ ہدیہ اس پر حرام ہے۔ (۲)

۷۰۔ مسعر بن کدام

نام ونسب: مسعر نام، ابوسلمہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے: مسعر بن کدام بن ظہیر بن عبیداللہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبدمناف بن ہلال بن عامر بن صعصہ قرشی عامری۔

فضل وکمال: مسعر علمی اور مذہبی دونوں کمالات کے اعتبار سے ممتاز ترین تابعین میں تھے، یعلی بن مرہ کا بیان ہے کہ مسعر کی ذات علم اور ورع دونوں کی جامع تھی، (۳) عراق میں ان کے پایہ کے علما کم تھے، ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ عراقیوں میں مسعر اور ایوب سے افضل ہمارے یہاں کوئی نہیں آیا، (۴) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۵)

حدیث: حدیث کے وہ اکابر حفاظ میں تھے، امام ذہبی انھیں حافظ اور علمائے اعلام میں لکھتے ہیں۔ (۶) ان کے حافظہ میں ایک ہزار حدیثیں محفوظ تھیں۔ (۷)

---

(۱) ابن سعد ج۶ ص ۵۳ (۲) ایضاً ص ۵۴ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۷۰ (۴) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۱۴ (۵) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۸۹ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۶۹ (۷) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں انھوں نے عمرو بن سعید نخعی، ابواسحاق سبیعی، عطاء، سعید بن ابراہیم، ثابت ابن عبید اللہ انصاری، عبدالملک بن نمیر، ہلال بن جناب، حبیب بن ابی ثابت، علقمہ بن مرثد، قتادہ، معن بن عبدالرحمٰن، مقدام بن شریح اور اعمش وغیرہ ایک کثیر جماعت سے استفادہ کیا تھا۔(۱)

ان کی مرویات کا پایہ: ان کی روایات کی صحت کے لیے کافی ہے کہ شعبہ کے پایہ کے محدث انھیں مصحف کہتے تھے،(۲) ان کی ذات ہی احادیث کی جانچ کے لیے معیار تھی، چنانچہ میزان ان کا لقب ہوگیا تھا۔(۳)

کم ایسے محدثین نکلیں گے جن کی مرویات پر کسی نہ کسی حیثیت سے تنقید نہ کی گئی ہو لیکن مسعر کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی۔(۴)

ائمۂ حدیث شک اور اختلاف کے موقع پر ان کی طرف رجوع کرتے تھے، سفیان ثوری کا بیان ہے کہ جب ہم لوگوں میں (حدیث کی) کسی چیز کے بارے میں اختلاف ہوتا تھا تو مسعر سے پوچھتے تھے،(۵) ابراہیم بن سعد کہتے تھے کہ جب سفیان اور شعبہ میں کسی کے بارے میں اختلاف ہوتا تھا تو ''میزان مسعر'' کے پاس جاتے تھے۔(۶)

احتیاط: اس محدثانہ کمال کے باوجود وہ روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے، اس ذمہ داری سے وہ اس قدر گھبراتے تھے کہ فرماتے تھے کہ ''کاش حدیثیں میرے سر پر شیشوں کا بار ہوتیں کہ گر کر چور چور ہو جاتیں،(۷) ان کی احتیاط شک کے درجہ تک پہنچ گئی تھی، ابونعیم کا بیان ہے کہ مسعر اپنی احادیث میں بڑے شکی تھے لیکن وہ کوئی غلطی نہ کرتے تھے، اعمش کہا کرتے تھے کہ مسعر کا شیطان ان کو کمزور کر کے شک دلاتا رہتا ہے۔(۸)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۱۳ وتہذیب الاسماء (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۷۰ (۳) تہذیب ج اص ۱۱۴ (۴) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۱۴ (۵) تہذیب الاسماء ج اول ص ۸۹ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۷۰ (۷) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۱۴ ۔ (۸) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۶۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے اس شک نے ان کی احادیث کا درجہ اتنا بلند کر دیا تھا کہ محدثین ان کے شک کو یقین کا درجہ دیتے تھے، اعمش سے بعض لوگوں نے کہا کہ مسعر اپنی حدیثوں میں شک کرتے ہیں، انھوں نے کہا ان کا شک اوروں کے یقین کے برابر ہے۔(۱)

فقہ: فقہ میں اگرچہ کوئی قابلِ ذکر شخصیت نہ تھی، تاہم کوفہ کی صاحبِ افتا جماعت میں تھے۔

حلقۂ درس: مسجد میں حلقۂ درس تھا، عبادت کے معمولات کے بعد روزانہ مسجد میں بیٹھ جاتے تھے اور شائقینِ حدیث ارد گرد حلقہ باندھ کر استفادہ کرتے تھے۔(۲)

زہد وعبادت: ان کی ماں بڑی عابدہ تھیں، ان کے فیضِ تربیت کا مسعر پر بڑا گہرا اثر پڑا تھا، ان کی ماں بھی مسجد میں نماز پڑھتی تھیں، اکثر دونوں ماں بیٹے ایک ساتھ مسجد جاتے، مسعر نمدہ لیے ہوتے تھے، مسجد پہنچ کر ماں کے لیے نمدہ بچھا دیتے، جس پر کھڑی ہوکر وہ نماز پڑھتیں، مسعر علاحدہ مسجد کے اگلے حصہ میں نماز میں مشغول ہوجاتے، نماز تمام کرنے کے بعد ایک مقام پر بیٹھ جاتے اور شائقین حدیث آکر جمع ہوجاتے، مسعر انھیں حدیثیں سناتے، اس درمیان میں ان کی ماں عبادت سے فارغ ہوجاتیں، مسعر درس ختم کرنے کے بعد ماں کا نمدہ اٹھاتے اور ان کے ساتھ گھر واپس آتے،(۳) ان کے صرف دو ٹھکانے تھے، گھر یا مسجد،(۴) کثرت عبادت سے پیشانی پر اونٹ کے گھٹے کی طرح نہایت موٹا گھٹا پڑ گیا تھا۔(۵)

روزانہ نصف قرآن کی تلاوت کرتے تھے، ان کے صاحب زادے محمد کا بیان ہے کہ والد آدھا قرآن ختم کیے بغیر نہ سوتے تھے،(۶) وہ کسی درجہ پر پہنچ کر رکے نہیں اور ان کے روحانی مدارج ہمیشہ ترقی پذیر رہے، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ میں نے مسعر کو خیر میں ہر روز ترقی کرتے دیکھا،(۷) معن کا بیان ہے کہ ہم نے ان کو ہر دن پہلے دن سے افضل

---

(۱) اعلام الموقعین ص ۲۸ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۲۵۳ (۳) ایضاً (۴) ایضاً ص ۲۵۴ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۷۰ (۶) ایضاً ص ۱۷۰ (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۷۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پایا، وہ عبادت وریاضت اور فضائل اخلاق کے اس درجہ پر پہنچ گئے کہ لوگ ان کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہ کرتے تھے، حسن بن عمارہ کہا کرتے تھے کہ اگر مسعر کے جیسے آدمی بھی جنت میں داخل نہ ہوں گے تب تو جنتیوں کی تعداد بہت ہی کم ہوگی۔(۱)

ابن مبارک یا کسی اور اسی درجہ کے کسی بزرگ نے ان کے فضائل سے متاثر ہو کر ان کی شان میں یہ اشعار کہے تھے:(۲)

من کان ملتمسا جلیسا صالحا — فلیات حلقة مسعر بن کدام
جس شخص کو اچھے جلیس کی تلاش ہو — اسکو مسعر بن کدام کے حلقہ میں آجانا چاہیے

فیھا السکینة والوقار واھلھا — اھل العفاف وعُلّیه الاقوام
اس میں سکینہ ہے اور وقار ہے اور اسکے ارکان — پاکباز اور اونچے درجے کے ہیں

دولتِ دنیا سے بے نیازی: دنیا اور اس کے شان وشکوہ سے بالکل بے نیاز تھے، چنانچہ حکومت کے عہدوں کو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے، ابوجعفر عباسی آپ کا عزیز تھا، اس نے ان کو کسی مقام کا والی بنانا چاہا، انھوں نے کہا میرے گھر والے تو مجھے دو درہم سودا لانے کے لائق بھی نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں ہم تمہارا دو درہم کا سودا کرنا بھی نہیں پسند کرتے اور تم مجھے والی بنانا چاہتے ہو، خدا تم کو صلاحیت دے، ہماری قرابت داری ہے، اس لیے ہمارا حق ہے (کہ ہم بھی کچھ کہہ سکیں) ان کے اس عذر پر ابوجعفر نے ان کو اس خدمت سے معاف کر دیا۔(۳)

خوش اخلاقی: نہایت خوش اخلاق تھے، دوسروں کے جذبات کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، جب کبھی انھیں کوئی ایسی حدیث سناتا جس سے وہ خود اس شخص سے زیادہ واقف ہوتے تو وہ محض اس کی دل شکنی اور احترامِ حدیث کے خیال سے انجان بن کر نہایت خاموشی سے سنتے تھے،(۴)

وفات: باختلاف روایت ۱۵۲ھ یا ۱۵۵ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔(۵)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۶۹ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۷۱ (۳) ایضاً ص ۱۷۰ (۴) ابن سعد ج ۶ ص ۲۵۳ (۵) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۱- مسلم بن یسار

نام ونسب: مسلم نام، ابوعبداللہ کنیت، مشہور صحابی حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ تیمی کے غلام تھے،

فضل وکمال: حضرت طلحہؓ عشرہؓ مبشرہ میں ہیں، ان کی ذات علم وعمل کا مجمع البحرین تھی، ان کی غلامی کے فیض اور مدینۃ الرسول کے قیام سے مسلم کا دامن علم وعمل کی دولت سے معمور ہو گیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان مسلم ثقة فاضلا عابداورعاً (۱) مسلم ثقہ، فاضل، عبادت گذار اور ورع تھے، ابن عون کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں مسلم پر کسی کو فضیلت نہیں دی جاتی تھی (۲)

حدیث: مدینہ کے قیام کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابن عمرؓ جیسے اکابرامت اور ابی الاشعث صنعانی، حمران بن ابان وغیرہ سے حدیث میں استفادہ کا موقع ملا تھا۔ (۳)

ثابت البنانی، یحییٰ بن حکیم، محمد بن سیرین، ایوب سختیانی، ابونضرہ بن قتادہ، صالح، ابوالخلیل محمد بن واسع، عمرو بن دینار اور آبان بن ابی عیاش جیسے علما ان کے زمرۂ تلامذہ میں تھے۔ (۴)

فقہ: فقہ میں ان کا پایہ نہایت بلند تھا، ان کا شمار بصرہ کے ان پانچ فقہا میں تھا جو اپنے زمانہ کے امام سمجھے جاتے تھے۔ (۵)

فضائل اخلاق: ان کے علم سے زیادہ ان کا عمل تھا، ابن سعد ان کو عابد اور متورع لکھتے ہیں، (۶) ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ بصرہ کے عبادت گذار بزرگوں میں تھے۔ (۷)

شرط ایمان: آپ کے نزدیک ایمان باللہ کے لیے یہ ضروری تھا کہ اس کی تمام ناپسندیدہ

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۷ (۲) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۴۰ (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۹۳ (۶) ابن سعد ج ۷ ق اول س ۱۳۷ (۷) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۴۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیزوں کو ترک کر دیا جائے، چنانچہ فرماتے تھے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بندہ کا ایمان کس کام آسکتا ہے، اگر وہ خدا کی ناپسندیدہ باتوں کو نہیں چھوڑتا۔(۱)

نماز میں ذوق واستغراق: ان کی نماز بڑے کیف اور استغراق کی ہوتی تھی، جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو بے جان لکڑی معلوم ہوتے تھے، بدن اور کپڑے میں ذرا حرکت نہ ہوتی تھی، نماز کی حالت میں کیسے ہی خطرہ کی اور گھبرا دینے والی صورت پیش آجاتی ان پر اس کا مطلق اثر نہ ہوتا تھا، ایک مرتبہ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے پہلو ہی میں آگ لگی اور لگ کر بجھ بھی گئی لیکن ان کو مطلق خبر نہ ہوئی۔(۲)

مرض کے علاوہ جب کہ انسان بالکل مجبور ہو جاتا ہے اور کسی حالت میں خدا کے حضور میں بیٹھ کر تضرع پسند نہ تھا، ایک مرتبہ کسی نے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا، فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا کہ خدا مجھے مرض کے علاوہ اپنی نماز میں بیٹھا ہوا دیکھے، (۳) دعوت الی الصلوٰۃ کا تنا لحاظ تھا کہ اگر دور سے کانوں میں اذان کی آواز آجاتی تو اسی مسجد میں جا کر نماز پڑھتے، ایک مرتبہ کسی مسجد سے واپس جا رہے تھے کہ کچھ دور جا کر اذان کی آواز سنی اسے سن کر پھر مسجد لوٹ گئے، موذن نے پوچھا آپ لوٹ کیوں، فرمایا تم نے لوٹا دیا۔(۴)

مسجد کی خدمت ان کا خاص مشغلہ تھا، مسجدوں میں چراغ جلایا کرتے، اس مشغلہ کی وجہ سے مسلم الصبح یعنی چراغ جلانے والے مسلم، ان کا لقب ہو گیا تھا۔(۵)

پابندی سنت میں اہتمام: سنت کی پابندی میں بڑا اہتمام تھا، معمولی معمولی سنتیں بھی نہ چھوٹنے پاتی تھیں، محض سنت کے خیال سے جوتا پہن کر نماز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جوتا اتارنا میرے لیے آسان ہے لیکن محض پابندی سنت کے خیال سے جوتوں میں نماز

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۶ (۲) ایضاً ص ۱۳۵ (۳) ایضاً ص ۱۳۶ (۴) ایضاً ص ۱۳۶ (۵) تہذیب ج ۶ ص ۱۴۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھتا ہوں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خرمے سے روزہ افطار کرتے تھے، اس لیے ان کا افطار بھی خرمے ہی سے ہوتا تھا۔(۱)

کتاب اللہ کا احترام: کتاب اللہ کا اتنا احترام ملحوظ رہتا تھا کہ جس ہاتھ سے قرآن پکڑتے تھے اس کو محلِ نجاست سے مس نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں داہنے ہاتھ سے شرم گاہ کو مس کرنا برا سمجھتا ہوں، کیوں کہ اس سے قرآن پکڑنا پڑتا ہے۔(۲)

ریا، جہل اور شیطان کا آلہ ہے: ریا اور دکھاوے کو جہالت اور شیطان کا آلہ سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ تم لوگ نمائش سے بچو، کیوں کہ وہ عالم کی جہالت کی ساعت ہے، اسی کے ذریعہ سے شیطان لغزش پیدا کرتا ہے۔(۳)

حلم و متانت: نہایت متین اور حلیم الطبع تھے، اشتعال کے موقع پر بھی زبان سے کوئی ناروا کلمہ نہ نکلتا تھا، کبھی کسی کو گالی نہیں دی، غیظ و غضب کے موقع پر جو سب سے زیادہ لغت لفظ ان کی زبان سے نکلتا تھا، وہ یہ تھا کہ ''اب مجھ سے قطع تعلق کرلو'' جب وہ یہ الفاظ کہہ دیتے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ اس کے بعد غصہ کا کوئی درجہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔(۴)

فتنہ اشعث کے ابتلا پر تاسف: اس متانت طبع کا نتیجہ یہ تھا کہ شور و شر اور جنگ و جدال کو سخت ناپسند کرتے تھے لیکن محمد بن اشعث کی شورش میں جس میں متعدد اکابر تابعی مبتلا ہو گئے تھے، ان کا دامن بھی محفوظ نہ رہ سکا اور اس میں وہ شریک ہو گئے تھے، گو اس میں بھی انھوں نے تلوار نہیں اٹھائی لیکن محض شرکت پر سخت متاسف تھے، ابوقلابہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مکہ کے سفر میں میرا اور مسلم کا ساتھ ہوا، انھوں نے اشعث کے فتنہ کا ذکر کر کے کہا الحمدللہ میں نے اس فتنہ میں نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ مارا اور نہ تلوار چلائی، میں نے کہا لیکن یہ بتائیے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوگا جنھوں نے آپ کو صف میں کھڑا دیکھ کر کہا کہ مسلم بن یسار اس جنگ میں ہیں اور وہ ناحق کسی معاملہ میں شریک نہیں ہو سکتے، یہ خیال کر کے وہ لڑے

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۶ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مارے گئے، یہ سن کر وہ بے تحاشا رونے لگے، ان کی یہ حالت دیکھ کر مجھے ندامت ہوئی کہ میں نے ایسا کیوں کہا۔(۱)

وفات: عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت ۱۰۰ھ یا ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔(۲)

۷۲-مطرف بن عبداللہ

نام ونسب: مطرف نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے: مطرف بن عبداللہ بن الشخیر بن عوف بن کعب بن وفدان بن الحریش بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ۔

پیدائش: مطرف عہد نبوی میں پیدا ہو گئے تھے،(۳) لیکن صغر سنی یا بُعدِ مسافت کی وجہ سے شرف زیارت سے محروم رہے۔

ذوق علم: مطرف کو تحصیلِ علم وکمال کا بڑا ذوق وشوق تھا، اس کے فضل کو وہ عبادت کے فضل سے زیادہ پسند کرتے تھے۔(۴)

فضل وکمال: اس ذوق نے ان کو علمی کمالات، زہد وورع اور تہذیب اخلاق جملہ فضائل وکمالات کا پیکر بنا دیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ ان کی ذات میں فضل وورع، روایۃ اور عقل وادب سب جمع تھے،(۵) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ علم وعمل میں سرخیل تھے، اسلام میں ان کی خاص جلالتِ شان اور لوگوں کے دلوں میں ان کی خاص وقعت تھی۔(۶)

حدیث: ان کے زمانہ میں صحابہ کی بڑی تعداد موجود تھی انھوں نے ان کے فیوض وبرکات سے پورا استفادہ کیا، چنانچہ حضرت عثمانؓ، علیؓ، ابوذرؓ، عمار بن یاسرؓ، عبداللہؓ بن مغفلؓ، عثمان بن ابی العاصؓ، عمران بن حصینؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ اور حضرت عائشہؓ سے حدیثیں روایت کی ہیں، ان سے فیض پانے والوں میں ان کے بھائی ابوالعلاء یزید، بھتیجے عبداللہ بن ہانی

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۷ (۲) ایضاً ج ۶ ص ۱۳۷ (۳) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۷۴ (۴) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۳ (۵) ایضاً ۱۰۳ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حسن بصری، حمید بن ہلال، ابونضرہ، غیلان بن جریر، سعید بن ابی ہند، محمد بن واسع، ابوالتیاح، ثابت البنانی، عبدالکریم بن رشید، سعید الحریری اور ابوسلمہ، سعید بن یزید وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۱)

فقہ: فقہ میں پورا درک حاصل تھا، بصرہ کے مفتیوں میں تھے۔(۲)

زہد وورع: ان کے علم کے مقابلہ میں ان کے عمل اور زہد وورع کا پلہ بھاری تھا، علامہ ابن سعد انھیں متورعین میں لکھتے ہیں،(۳) عجلی لکھتے ہیں کہ وہ کبار تابعین میں اور رجل صالح تھے، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ بصرہ کے عابد وزاہد تابعین میں تھے۔(۴)

شور وفتن سے اجتناب: اس زہد وورع کی وجہ سے وہ شور وشر اور انقلاب وہنگامہ آرائی سے بہت گھبراتے تھے اور اس کو ابتلا سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ فتنہ رہبری اور رہنمائی کے لیے نہیں بلکہ مومن کو اس کے نفس سے لڑادینے کے لیے اٹھتا ہے، ان کے زمانہ میں بڑے بڑے انقلابات وحوادث ہوئے لیکن انھوں نے اپنا دامن ان سے بچائے رکھا، عموماً فتنہ کے زمانہ میں وہ کسی طرف نکل جاتے تھے اور اگر نہ نکل سکتے تھے تو چھپ کر کسی گوشہ میں بیٹھ جاتے تھے اور جمعہ وجماعت تک کے لیے نہ نکلتے تھے، عقبہ کا بیان ہے کہ میں نے مطرف کے بھائی یزید بن عبداللہ سے پوچھا کہ جب فتنہ موجزن ہوتا تھا تو مطرف کیا کرتے تھے، انھوں نے بتایا کہ گھر کے اندرونی حصہ میں گوشہ گیر ہوجاتے تھے اور جب تک فتنہ کے شعلے ٹھنڈے نہ ہوجاتے اس وقت تک وہ ان لوگوں کے ساتھ جمعہ اور جماعت میں بھی شریک نہ ہوتے تھے۔(۵)

دوسروں کو بھی فتنہ میں پڑنے سے روکتے تھے، قتادہ کا بیان ہے کہ جب فتنہ کا زمانہ ہوتا تو مطرف لوگوں کو اس میں مبتلا ہونے سے روکتے اور خود کہیں بھاگ جاتے، حسن بصری بھی لوگوں کو روکتے تھے لیکن کہیں ہٹتے نہ تھے، اس لیے مطرف ان کے متعلق کہا کرتے

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۷۲ (۲) اعلام الموقعین ج اول ص ۲۷ (۳) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۳ (۴) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۷۳ (۵) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے کہ حسن بصری اس شخص کی طرح ہیں جو دوسروں کو سیلاب سے ڈراتا ہے لیکن خود اس کے دھارے پر کھڑا رہتا ہے۔(۱)

انتہائی احتیاط کی بنا پر وہ ان ہنگاموں کے حالات تک نہ پوچھتے، ابن زبیر اور بنی امیہ کا ہنگامہ ان ہی کے زمانہ میں ہوا، یہ لوگوں سے اس کے حالات بھی نہ پوچھتے تھے اور چوں کہ لوگ ان کے خیالات سے واقف تھے، اس لیے وہ بھی ان کے سامنے تذکرہ نہ کرتے تھے۔(۲)

عبدالرحمٰن بن اشعث کے انقلابات میں جو حجاج اور عبدالملک کے خلاف اٹھا تھا، بڑے بڑے تابعین شریک ہوگئے تھے، لوگوں نے مطرف پر بھی شرکت کے لیے زور ڈالا، انھوں نے ان سے سوال کیا کہ "تم لوگ جس چیز میں شرکت کی دعوت دیتے ہو کیا وہ جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ بڑھ جائے گا، انھوں نے جواب دیا نہیں، فرمایا تو میں ہلاکت میں پڑنے اور فضیلت حاصل کرنے کے درمیان جوا نہیں کھیلتا،(۳) یعنی مشتبہ جنگ میں نہیں پڑسکتا، انھیں امن و عافیت کی زندگی طبعاً پسند تھی، فرماتے تھے کہ مجھے عافیت کی زندگی پر شکر ادا کرنا ابتلا و آزمائش پر صبر کرنے سے زیادہ پسند ہے۔(۴)

نفس ایک ہے: عقائد میں نہایت سخت تھے اور اس کے تحفظ میں بڑا اہتمام تھا، ایک مرتبہ چند حروری (خارجی) آپ کے پاس آئے اور اپنے عقائد کو قبول کرنے کی دعوت دی، آپ نے جواب دیا کہ اگر میرے دو نفس ہوتے تو ایک نفس سے تمہارے عقائد مان لیتا اور دوسرے کو محفوظ رکھتا، جو کچھ تم کہتے ہو اگر وہی ہدایت ہوتا تو دوسرے نفس سے بھی تمہاری پیروی کرلیتا اور اگر ضلالت ہوتا تو اگر ایک نفس ہلاک ہوجاتا تو کم از کم دوسرا تو محفوظ رہتا لیکن نفس ایک ہی ہے، اس لیے اس کو میں دھوکے کی جگہ نہیں لگا سکتا۔(۵)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۳ (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۴ (۴) ایضاً (۵) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا عالم اسباب ہے: اگرچہ آپ بڑے زاہد و متورع تھے لیکن اندھے اعتماد اور توکل کے قائل نہ تھے بلکہ دنیا کو عالم اسباب مانتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ ”یہ جائز نہیں ہے کہ ایک شخص ایک بلند مقام سے اپنے کو نیچے گرادے اور کہے خدا نے میری قسمت مقدر کردی ہے، بلکہ انسان کو چاہیے کہ وہ بچتا رہے اور کوشش کرے، اگر اس احتیاط اور کوشش کے باوجود اسے نقصان پہنچ جائے یا مصیبت پیش آجائے تو پھر اسے تقدیر الٰہی سمجھنا چاہیے، تقدیر خداوندی کے علاوہ کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی، (۱) اسی لیے وہ طاعون کے زمانہ میں وبازدہ حلقہ سے ہٹ جاتے تھے۔(۲)

عقل بہترین عطیۂ قدرت ہے: آپ کے بعض اقوال نہایت حکیمانہ ہیں، فرماتے تھے کہ انسان کو قدرت کی جانب سے عقل سے بہتر کوئی شے نہیں عطا کی گئی، لوگوں کی عقلیں ان کے زمانہ کے مطابق ہوتی ہیں، (۳) اپنا کھانا اس شخص کو نہ کھلاؤ جسے اس کی خواہش نہیں ہے، (۴) یعنی بے محل کسی شے کو ضائع نہ کرو۔

دنیاوی شان وشکوہ: وہ دنیاوی نعمتوں سے متمتع ہونے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے، خدا نے ان کو دولتِ دنیا سے وافر حصہ دیا تھا اور وہ بڑی شان اور وقار کی زندگی بسر کرتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ مطرف سردار اور بلند مرتبہ تھے، بہترین کپڑے پہنتے تھے، سلاطین کے درباروں میں آمدورفت رکھتے تھے (۵) لیکن اس ظاہری شان وشوکت سے ان کی اخلاقی حیثیت پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا، غیلان بن جریر کا بیان ہے کہ مطرف برانس (ایک قسم کی ٹوپی) اور مطارف (ایک قیمتی چادر) پہنتے تھے، گھوڑے پر سوار ہوتے تھے، سلاطین کے پاس آتے جاتے تھے لیکن اس زندگی کے باوجود جب تم ان کے پاس جاتے تو آنکھوں کی ٹھنڈک کے پاس جاتے، (۶)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۵ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۵ (۳) ایضاً ص ۱۰۴ (۴) ایضاً ص ۱۰۵ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۶ (۶) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات: باختلافِ روایت ۸۷ھ یا ۹۵ھ میں احتباس بول کے مرض میں مبتلا ہوئے اور بیمار ہوتے ہی حالت بگڑ گئی، اپنے صاحب زادے کو بلا کر آیاتِ وصیت پڑھ کر سنائیں، صاحبزادے جا کر طبیب کو لے آئے، طبیب کو دیکھ کر پوچھا یہ کیا؟ صاحبزادے نے کہا طبیب، طبیب سے مخاطب ہو کر فرمایا، میں سختی سے منع کرتا ہوں کہ مجھے جھاڑ پھونک نہ کرنا اور نہ گنڈا تعویذ لٹکانا اور اپنے صاحبزادوں کو قبر کی تیاری کا حکم دیا، انھوں نے حکم کی تعمیل کی، قبر تیار ہونے کے بعد فرمایا مجھے قبر کے پاس لے چلو، چنانچہ اپنے آخری آرام گاہ کے پاس جا کر اس میں دعا کی، دعا کے بعد گھر واپس آ کر انتقال کیا۔(۱)

۷۳۔ مکحول الدمشقی

نام ونسب: مکحول نام، ابوعبداللہ یا ابوایوب کنیت ہے، ان کے نسب اور وطن کے بارے میں روایات مختلف ہیں، ابن سعد کابلی لکھتے ہیں،(۲) ابن حجر نے کئی روایتیں نقل کی ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عجمی النسل تھے اور ان کے والد کا نام سہراب تھا، بعض سے ثابت ہوتا ہے کہ مصری تھے اور بعض سے نتیجہ نکلتا تھا کہ ہذلی یعنی عرب تھے۔(۳)

لیکن آخری دو روایتیں اس معنیٰ میں قطعاً غلط ہیں کہ وہ نسلاً ہذلی یا مصری تھے، نسلاً وہ بلاشک وشبہہ عجمی تھے، ہذلی اور مصری اس لیے مشہور ہیں کہ وہ کچھ دنوں ایک ہذلی کی غلامی میں رہے تھے اور ایک عرصہ تک مصر میں قیام رہا تھا۔

اس باب میں امام نووی کا بیان زیادہ قرینِ قیاس اور صحیح ہے، انھوں نے ان کو عجمی النسل اور کابلی الموطن لکھا ہے، چنانچہ ان کی روایت کے مطابق ان کا نسب نامہ یہ ہے، مکحول بن زید یا ابن ابی مسلم بن شاذل بن سند بن شروان بن یرِدک بن یغوث بن کسریٰ

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۶ وتذکرۃ الحفاظ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۶۱ (۳) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۹۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کابلی دمشقی،(۱) اس بیان سے مختلف روایتوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے کہ وہ نسلاً عجمی، وطناً کابلی اور اقامۃً دمشقی تھے۔

ان کی ابتدائی تاریخ یہ ہے کہ وہ شروع میں عمرو بن سعید بن العاص کے غلام تھے، پھر انھوں نے ان کو ایک ہذلی شخص کو دیدیا تھا، اس دوسری غلامی کی وجہ سے ان کی غلامی کے انتساب میں دو بیانات ہو گئے ہیں، ایک یہ کہ وہ عمرو بن سعید کے غلام تھے اور دوسرا یہ کہ ہذلی کے غلام تھے اور دونوں صحیح ہیں، ان کی غلامی کی ابتدا عمرو بن سعید سے ہوئی، جیسا کہ خود ان کا بیان ہے کہ میں عمرو بن سعید بن العاص کا غلام تھا، پھر انھوں نے مجھے ایک ہذلی کو دیدیا،(۲) عقلی قیاس بھی یہی ہے، کیوں کہ عمرو کے والد سعید نے عہد عثمانی میں کابل کے بعد سرحدی علاقوں کو فتح کیا تھا،(۳) قیاس یہ ہے کہ انہی معرکوں میں وہ سعید کے قبضہ میں آئے ہوں گے، اس کی تائید مکحول کے ایک بیان سے بھی ہوتی ہے کہ وہ ایک زمانہ میں سعید کے غلام تھے،(۴) پھر وراثۃً ان کے لڑکے کو ملے ہوں گے۔

تحصیل علم کے لیے دنیائے اسلام کا سفر: مسلمانوں کی غلام نوازی اور ان کے فیضِ تربیت سے ان کے غلام، غلامی کی پستی سے نکل کر کمال کے جن مدارج پر پہنچے مکحول اس کی ایک روشن مثال تھے، ان کا آغاز غلامی سے ہوا اور آخر میں وہ شام کی مسندِ علم پر فائز ہوئے، ان کو تحصیلِ علم کا فطری ذوق تھا، چنانچہ وہ غلامی ہی کے زمانہ سے تحصیل علم میں مشغول ہوئے، پھر غلامی سے آزادی کے بعد انھوں نے ساری دنیائے اسلام کے تمام علمی مرکزوں کا سفر کرکے تحصیل علم کی، ان کا بیان ہے کہ جب میں آزاد ہوا، اس وقت مصر کا سارا علم میں نے سمیٹ لیا،(۵) اور اس وقت تک میں نے وہاں سے باہر قدم نہیں نکالا، جب تک اپنے خیال کے مطابق وہاں کا سارا علم سن نہ لیا۔(۶)

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۱۱۳ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۶۱ (۳) فتوح البلدان بلاذری ص ۳۴۲ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۵ (۵) ایضاً (۶) ابن سعد ج ۶ ق ۲ ص ۱۶۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر کے علمی مخزن کو کھنگالنے کے بعد مدینہ آئے، پھر یہاں سے عراق آ گئے، ان دونوں مقاموں کے تمام علمی سرچشموں سے سیراب ہونے کے بعد شام کا سفر کیا اور یہاں کے علما اور ارباب کمال سے استفادہ کیا، غرض انھوں نے علم کی تلاش و جستجو میں دنیائے اسلام کا چپہ چپہ چھان مارا وہ خود بیان کرتے تھے کہ میں نے علم کی تلاش میں تمام روئے زمین کا چکر لگایا۔(۱)

فضل و کمال: ان کے اس ذوق وشوق، اس تلاش و جستجو اور اس مشقت نے انھیں علم کے اس ذروۂ کمال تک پہنچا دیا تھا جہاں ان کے کم معاصر پہنچ سکے تھے، امام زہری کہتے تھے کہ علما صرف تین ہیں، ان تین میں ایک نام مکحول کا لیتے تھے(۲) ابن یونس کا بیان ہے کہ وہ فقیہ اور عالم تھے، ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے،(۳) ابن عمار کہتے تھے کہ وہ اہل شام کے امام تھے،(۴) انھیں حدیث اور فقہ دونوں میں درجۂ امامت حاصل تھا۔

حدیث: انھوں نے حجاز، عراق، مصر اور شام تمام علمی مرکزوں میں جا کر سماعِ حدیث کیا تھا، پھر حافظہ اتنا قوی تھا کہ جو کچھ بھی حاصل کیا سب سینہ میں محفوظ تھا،(۵) اس لیے وہ اپنے عہد کے بہت بڑے حافظ حدیث تھے، حافظ ذہبی انھیں تابعین کے تیسرے طبقہ کے کبار حفاظ میں لکھتے ہیں(۶)

شیوخ: انھوں نے ہر خرمن سے خوشہ چینی کی تھی، اس لیے ان کے شیوخ کی فہرست نہایت طویل ہے، کوئی ملک ان سے خالی نہیں تھا، ان میں صحابہ کی بھی خاص تعداد ہے، صحابہ میں انھوں نے انس بن مالکؓ، ابو ہند داریؓ، واثلہ بن اسقعؓ، ابو امامہؓ، عبدالرحمٰن بن غنمؓ، ابو جندل بن سہیلؓ وغیرہ سے براہ راست سماع کیا تھا،(۷) اور ابی بن کعبؓ، ثابانؓ، عبادہ

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۵ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۵ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۱۱۴ (۴) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۹۱ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۵ (۶) ایضاً (۷) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۱۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن ثابتؓ، ابوہریرہؓ، ابوثعلبہ خشنیؓ اور عائشہ صدیقہؓ سے مرسل روایات کی ہیں،(۱) ممتاز تابعین میں سعید بن میسّب مسروق، جبیر بن نضیر، کریب، ابومسلم، ابوادریس خولانی، عروہ بن زبیر، عبداللہ بن محیریز، عنبسہ بن ابی سفیان، دراوکاتب، مغیرہ، کثیر بن مرہ اورام الدرداء وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔(۲)

تلامذہ: ان کے تلامذہ کا دائرہ بھی نہایت وسیع تھا، ان میں سے بعض ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں: امام زہری، حمید الطویل، محمد بن عجلان، محمد بن اسحاق، عبداللہ بن علاء، سالم بن عبداللہ محاربی، موسیٰ بن یسار، امام اوزاعی، سعید بن عبدالعزیز، علاء بن حارث، ثور بن یزید، ایوب بن موسیٰ محمد بن راشد مکحولی، محمد بن ولید زبیدی، برد بن سنان، عبداللہ بن عوف، یحییٰ بن سعید انصاری، اسامہ بن زید لیثی، نخیر بن سعد، صفوان بن عمرو اور ثابت بن ثوبان وغیرہ۔(۳)

فقہ وفتاویٰ: حفظ حدیث کے ساتھ وہ فقہ کے بھی امام ومجتہد تھے، ابوحاتم کہتے تھے کہ میں نے شام میں مکحول سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا،(۴) سعید بن عبدالعزیز انھیں امام زہری سے بڑا فقیہ مانتے تھے،(۵) انھیں افتاء میں خاص مہارت اور بصیرت حاصل تھی، سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ افتا میں بصیرت کسی کو حاصل نہ تھی۔(۶)

احتیاط: لیکن وہ فتویٰ دینے میں بڑے محتاط تھے، اگر اپنی رائے سے وہ کسی مسئلہ کا جواب دیتے تھے تو صاف کہہ دیتے تھے، یہ میری رائے ہے جو صحیح بھی ہوسکتی ہے اور غلط بھی۔(۷)

تصانیف: ان کے فقہی کمال کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ تالیف وتصنیف کا آغاز بھی نہ ہوا تھا، انھوں نے فقہ میں دو مستقل کتابیں تالیف کی تھیں۔ ۱- کتاب السنن اور ۲- کتاب المسائل۔(۸)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۹۰ (۲) تہذیب الاسماء ج ۱ ق ۲ ص ۱۱۳ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۱۱۴ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۵ (۵) ایضاً ص ۹۶ (۶) تہذیب ج ۱۰ ص ۲۹۱ (۷) شذرات الذہب ج اول ص ۱۴۶ (۸) فہرست ابن ندیم ص ۳۱۸ طبع مصر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انفاق فی سبیل اللہ: علمی کمالات کے ساتھ وہ اخلاقی فضائل سے بھی آراستہ تھے، انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ ان کا نمایاں وصف تھا، انھیں جو کچھ ملتا تھا سب خدا کی راہ میں صرف کر دیتے تھے، سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ مکحول کا وظیفہ مقرر تھا، اس کو دشمنانِ خدا کے لیے جہاد میں صرف کرتے تھے، (۱) ایک مرتبہ ان کو دس ہزار اشرفیوں کی خطیر رقم ملی، اس کو بھی انھوں نے اسی راہ میں صرف کیا اور ایک مجاہد کو ایک گھوڑے کی قیمت پچاس اشرفیاں دیتے تھے۔ (۲)

ایک شبہہ کا ازالہ: مکحول کے متعلق عام شہرت تھی کہ وہ قدری تھے اور اس کی تائید میں بعض روایات بھی ملتی ہیں لیکن یہ روایات صحیح ان کا دامن اس عقیدۂ فاسد سے پاک تھا، امام اوزاعی کا جو ان کے تلامذہ میں تھے بیان ہے کہ جہاں تک سنا گیا ہے، تابعین میں دو شخص حسن بصری اور مکحول کے خیالات قدری تھے لیکن میں نے ان کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ یہ شہرت غلط ہے (۳) ان کے دوسرے تلمیذ سعید بن عبدالعزیز بھی اس عقیدہ سے ان کی برأت کی شہادت دیتے تھے۔ (۴)

وفات: ابن سعد کی روایات کے مطابق ۱۱۲ھ ۱۱۳ھ ۱۱۸ھ میں وفات ہوئی۔ (۵)

۴۷۔ منصور بن زاذان واسطی

نام و نسب: منصور نام، ابوالمغیرہ کنیت، قبیلہ ثقیف کی غلامی میں تھے، اس نسبت سے ثقفی کہلاتے تھے۔ (۶)

فضل و کمال: حضرت حسن بصری کے خاص ساتھیوں میں تھے، ان کے فیضِ صحبت نے منصور کو علم و عمل کا جامع بنا دیا تھا اور وہ واسط کے ممتاز علما میں شمار ہوتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۶۱ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۶ (۳) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۹۱

(۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۹۶ (۵) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۶۱ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ وہ علما اعلام میں تھے، ثقہ، حجت، صالح، عبادت گذار اور کبیر الشان تھے۔

حدیث: حدیث میں انھوں نے انس بن مالک، ابوالعالیہ، رفیع، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، محمد بن سیرین، میمون بن ابی شبیب، معاویہ بن قرہ، حمید بن ہلال، قتادہ، عمرو بن دینار، حکم بن عتیبہ، عبدالرحمٰن بن قاسم اور محمد بن ولید بن مسلم عنبری سے فیض اٹھایا تھا، مسلم بن سعید وسطی، حبیب بن شہید، جریر بن حازم، خلف بن خلفہ، ہشیم اور ابوحمزہ سکری ان کے تلامذہ میں تھے۔(۱)

عبادت وریاضت: زہد وعبادت ان کے صحیفۂ کمال کے زیادہ روشن ابواب ہیں، وہ بڑے عابد وزاہد تابعی تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ متقشفین اور متجردین میں تھے،(۲) ابن عماد حنبلی ان کو بصرہ کا زاہد اور شیخ لکھتے ہیں۔(۳)

ان کا سارا وقت عبادت وریاضت مین گذرتا تھا، طلوع آفتاب سے لے کر عصر تک نماز اور عصر سے مغرب تک تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے تھے۔(۴)

قرآن کی تلاوت سے خاص شغف تھا، بہت تیز قرآن پڑھتے تھے، صبح سے دوپہر تک ایک قرآن ختم کردیتے تھے(۵) نوافل میں قرآن کا بڑا حصہ پڑھ ڈالتے تھے، ہشام بن حسان کا بیان ہے کہ میں نے مغرب اور عشا کے درمیان منصور کے پہلو میں نماز پڑھی، دوسری رکعت میں وہ سورۂ نحل تک پڑھ گئے۔(۶)

رمضان میں عبادت زیادہ بڑھ جاتی تھی، روزانہ قرآن ختم کرتے تھے، نماز میں اس شدت کا گریہ طاری ہوتا کہ آنسو پوچھتے پوچھتے عمامہ تر ہوجاتا، بارگاہ ایزدی میں جبین سائی سے بڑا ذوق تھا، فرض نماز سے پہلے گیارہ سجدے کرتے تھے، عمر بھر میں دوراتوں کے سوا ایک مرتبہ ماں کے اور دوسری مرتبہ لڑکے کے انتقال کے موقع پر کبھی آرام سے رات بھر

---

(۱) تہذیب التہذیب ج۱۰ ص۳۰۶ (۲) ایضاً ص۳۰۷ (۳) شذرات الذہب ج اول ص۱۸۱ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۱۲۶ (۵) ابن سعد ج۷ ق۲ ص۹۰ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۱۲۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بستر استراحت پر نہ سوئے۔(۱)

انھوں نے عبادت وریاضت کو آخری حد تک پہنچا دیا تھا، ہشیم کا بیان ہے کہ وہ اپنی عبادت کرتے تھے کرتے تھے کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ موت کا فرشتہ دروازہ پر آ گیا ہے تو جتنی عبادت وہ کرتے تھے، اس میں زیادتی ممکن نہ تھی۔(۲)

ایک زریں مقولہ: فرماتے تھے کہ رنج وغم بھلائیوں میں اضافہ کرتے ہیں اور اترانا اور فخر کرنا برائیوں میں۔(۳)

وفات: ۱۳۱ھ میں طاعون کی وبا میں وفات پائی۔(۴)

مقبولیت: اپنے محاسنِ اخلاق کی وجہ سے وہ ہر مذہب وملت کے آدمیوں میں اتنے مقبول تھے کہ آپ کے جنازہ میں ہر مذہب کے آدمی شریک تھے، یہود اور نصاریٰ دونوں علاحدہ علاحدہ جنازہ میں ساتھ تھے اور خلق اللہ کا ہجوم تھا۔(۵)

۷۵- میمون بن مہران

نام ونسب: میمون نام، ابوایوب کنیت، والد کا نام مہران تھا، مہران بنی نصر بن معاویہ کے مکاتب غلام تھے۔

پیدائش: ۴۰ھ میں پیدا ہوئے، کوفہ کی ایک ازدی عورت کے غلام تھے، اس لیے ان کی ابتدائی زندگی غلامی میں بسر ہوئی تھی، آخر میں اس نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔

جزیرہ کا قیام: آزادی کے بعد عرصہ تک کوفہ ہی میں رہے لیکن ۸۰ھ میں جب عبدالرحمٰن بن اشعث کے ہنگامہ کی وجہ سے کوفہ میں شورش بپا ہوئی تو میمون کوفہ چھوڑ کر جزیرہ چلے گئے، پھر یہیں بود وباش اختیار کر لی۔

---

(۱) حلیۃ الاولیا ابونعیم ج ۳ ص ۵۸ وص ۵۹ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۶ (۳) ایضاً ص ۱۲۷ (۴) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۶۰ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیت المال کی نگرانی کا منصب: محمد بن مروان کی ولایتِ خراسان کے زمانہ میں بیت المال کی نگرانی کا منصب سپرد ہوا۔

عہدۂ خراج: بیت المال کی نگرانی کے سلسلہ میں انھیں مالیات کا کافی تجربہ ہوگیا تھا، اس لیے عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو جزیرہ کے خراج کا عامل بنادیا اوران کے لڑکے عمر کو دفتر کا محافظ مقرر کیا، میمون طبعاً حکومت کے عہدوں اور خصوصاً مالیات کی ذمہ داریوں کو پسند نہ کرتے تھے لیکن اس وقت انکار نہ کر سکے، مگر چند ہی دنوں کے بعد برداشتہ خاطر ہوکر استعفیٰ پیش کردیا، عمرؒ بن عبدالعزیز نے قبول نہ کیا اور کہا اس عہدے میں سوائے اس کے اور کیا ہے کہ جائز طریقہ سے روپیہ وصول کیا جائے اور جائز مصرف میں صرف کیا جائے، اس میں استعفیٰ کی کیا وجہ ہے؟ عمرؒ بن عبدالعزیز کے لکھنے پر استعفیٰ واپس لے لیا اوران کی زندگی بھر اس عہدے پر رہے۔

عمرؒ بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن ملک کے زمانہ میں بھی چند دنوں تک یہ خدمت انجام دیتے رہے، لیکن یہ کام طبعاً پسند نہ تھا، عمرؒ بن عبدالعزیز کے اصرار سے اس بنا پر گوارا کرلیا تھا کہ ان کے زمانے کی ملکی خدمت عین خدمت اسلام تھی لیکن عمرؒ بن عبدالعزیز کے بعد جب خلافت کے تمام شعبے پھر دنیاوی حکومت کے رنگ پر آگئے تو میمون بددل ہوکر مستعفی ہوگئے اور گذشتہ زمانہ پر بہت متاسف تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ گوارا تھا کہ میں اندھا ہوگیا ہوتا لیکن عمرؒ بن عبدالعزیز وغیرہ کا دیا ہوا عہدہ قبول نہ کیا ہوتا۔(۱)

فضل وکمال: فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز تابعین اور جزیرہ کے بڑے علما میں تھے، حافظ ذہبی انھیں امام قدوہ اور عالم جزیرہ لکھتے ہیں،(۲) ان کے دور کے علما میں ان کا علمی مرتبہ مسلم تھا، ابوالملیح کہتے تھے کہ میں نے میمون سے افضل کسی کو نہیں پایا،(۳) سلیمان بن موسیٰ

(۱) یہ تمام حالات ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۷۷ و ص ۱۷۸ سے ماخوذ ہیں (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۶

(۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا بیان ہے کہ اس عہد کے چار اشخاص بڑے عالم مانے جاتے تھے، ان میں ایک میمون بن مہران تھے۔(۱)

حدیث: حدیث کے حافظ تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، کان ثقة كثير الحديث (۲) صحابہ میں انھوں نے ابو ہریرہؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ سعید بن جبیرؓ، عائشہ صدیقہؓ اور ام الدرداءؓ سے اور تابعین میں نافع مولیٰ بن عمر، مقسم مولیٰ بن عباس، یزید بن عاصم اور سعید بن جبیر وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔(۳)

تلامذہ: حمید الطّویل، ایوب، جعفر بن برقان، جعفر بن ابی وحشیہ، حبیب بن شہید، علی بن حکم النبانی، حکم بن عتیبہ، ابوفردہ، یزید بن سنان، حجاج بن تمیم، سالم بن ابی المہاجر اور ابوالملیح وغیرہ ان کے خوشہ چینوں میں تھے۔(۴)

فقہ: فقہ میں وہ تمام علمائے جزیرہ میں ممتاز تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ فقہ وفتاویٰ میں تمام اہل جزیرہ پر فائق تھے،(۵) ان کے تفقہ کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز جیسے صاحب نظر نے عہدہ خراج کے زمانہ میں جزیرہ کے قضا کی خدمت بھی ان کے سپرد کی تھی۔(۶)

فضائل اخلاق: اس علم کے ساتھ فضائلِ اخلاق سے بھی آراستہ تھے۔

منہیات سے اجتناب: نواہی سے بچنے میں زیادہ اہتمام تھا، ان کے لڑکے کا بیان ہے کہ والد (اعتدال سے) زیادہ روزہ نماز نہیں کرتے تھے لیکن خدا کی معصیت میں مبتلا ہونا بہت ناپسند کرتے تھے۔(۷)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۹۱ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۷۷ (۳) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۹۰ (۴) ایضاً (۵) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۷۸ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۶ (۷) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۹۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت: اگرچہ معمولاً وہ فرائض وسنن کے علاوہ زیادہ عبادت نہ کرتے تھے لیکن کبھی کبھی ہزار ہزار رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے، ایک مرتبہ سترہ دن میں سترہ ہزار رکعتیں پڑھیں۔(۱)

انکسار وتواضع: اتنے خاکسار اور متواضع تھے کہ کسی بڑائی اور امتیاز کا انتساب اپنی جانب پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے ان سے کہا، ابوایوب جب تک خدا آپ کو زندہ رکھے گا اس وقت تک لوگ بھلائی میں رہیں گے، انھوں نے جواب دیا "ایسی باتوں کا تذکرہ نہ کرو، لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے۔"(۲)

حضرت علیؓ پر حضرت عثمانؓ کی فضیلت ایک دل نشیں استدلال: پہلے وہ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کی فضیلت کے قائل تھے لیکن حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے ایک استدلال پر حضرت عثمانؓ کی فضیلت کے قائل ہوگئے تھے، ایک مرتبہ عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان سے پوچھا تم دو آدمیوں میں سے کس کو زیادہ پسند کرتے ہو، اس شخص کو جس نے صرف مال میں عجلت کی یا اس شخص کو جس نے خونریزی میں عجلت کی، اس دلیل کے بعد انھوں نے اپنے سابق خیال سے رجوع کرلیا۔(۳) حضرت عثمانؓ پر سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں بیت المال میں بیجا تصرفات ہوئے اور حضرت علیؓ کے دور سے خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔

وفات: ۱۷ھ میں وفات پائی۔(۴)

۷۶- نافع بن جبیر

نام ونسب: نافع نام، ابومحمد کنیت، قریش کے مشہور سردار مطعم بن عدی کے (جنھوں نے تبلیغ اسلام کے ابتدائی دور میں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرف سے مشرکین کا نرغہ تھا، بڑی حمایت کی تھی) پوتے تھے، نسب نامہ یہ ہے: نافع بن جبیر بن مطعم بن عدی بن

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۷ (۲) ایضاً (۳) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۹۱ (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوفل بن عبد مناف بن قصی، ماں کا نام ام قتال تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، ام قتال بنت نافع بن ضریب بن نوفل۔

فضل وکمال: علمی اعتبار سے نافع اکابر تابعین میں تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ امام اور فاضل تھے، ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے، (۱) ابن خراش کہتے ہیں کہ وہ ثقہ، مشہور اور ائمہ میں سے تھے (۲)

حدیث: اگرچہ حدیث میں ان کا کوئی بلند پایہ نہ تھا لیکن انھوں نے زمانہ ایسا پایا تھا جب مدینہ کی گلی گلی سمعت، حدثنا کے ترانوں سے گونج رہی تھی اور علم کے ساتھ ادنیٰ ذوق رکھنے والے بھی اس سے محروم نہ تھے، اس لیے نافع بن جبیر کا دامن بھی اس دولت سے خالی نہ رہا، چنانچہ انھوں نے اپنے والد جبیر بن مطعمؓ، حضرت عباسؓ بن مطلب، زبیرؓ بن عوام، علیؓ بن ابی طالب، عثمانؓ بن ابی العاص، مغیرہ بن شعبہؓ، رافع بن خدیج، عبداللہ بن عباسؓ، ابوہریرہؓ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور ام سلمہؓ وغیرہ جیسے اکابر ملت سے فیض اٹھایا تھا، (۳) ان کے فیض سے نافع کا دامن علم اتنا وسیع ہو گیا تھا کہ شائقین حدیث ان کے کمالاتِ علمی سے استفادہ کرتے تھے۔

ان سے روایت کرنے والوں میں عروہ بن زبیر، سعید بن ابراہیم، امام زہری، حبیب بن ابی ثابت، صالح بن کیسان، صفوان بن سلیم، عبداللہ بن فضل ہاشمی، موسیٰ بن عقبہ، عمرو بن دینار اور عتیبہ بن مسلم وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (۴)

فقہ: فقہ میں بھی انھیں درک تھا، وہ مدینہ کے صاحب افتا علما میں تھے اور ان کے فتاویٰ معتبر سمجھے جاتے تھے۔ (۵)

فصاحت وبلاغت: قریش کی فصاحت وبلاغت مشہور ہے، یہ خاندانی وصف ان کے حصہ

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۱۲۲ (۲) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۰۵ (۳) ایضاً ص ۴۰۴ وص ۴۰۵ (۴) ایضاً (۵) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وافر آیا تھا، وہ بڑے فصیح و بلیغ تھے اور بڑی کڑک دار آواز سے بولتے تھے۔(۱)

فضائل واخلاق: فضائل اخلاق و عمل کی دولت سے بھی بہرور تھے، ابن حبان ان کو خیار ناس میں لکھتے ہیں۔(۲)

پاپیادہ حج: آرام کے وسائل رکھتے ہوئے راہِ خدا میں تکلیف اٹھانا بڑی عبادت ہے، نافع محض حصولِ اجر کے لیے پاپیادہ حج کیا کرتے تھے، عمران بن موسیٰ کا بیان ہے کہ نافع پاپیادہ حج کرتے تھے اور ان کی سواری ان کے پیچھے ہوتی تھی۔(۳)

دبدبہ وشکوہ: ان کے خاندان میں پشتہا پشت سے سرداری چلی آتی تھی، اس لیے ان کے مزاج میں اس کی بو باقی تھی، نہایت بھاری اور بلند لہجہ میں باتیں کرتے تھے، بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں خود پرستی و تمکنت تھی لیکن ان کی ظاہری شوکت سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے، وہ خود اس کی تردید کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے ان سے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ میں تکبر ہے، انھوں نے جواب دیا خدا کی قسم میں گدھے پر سوار ہوا ہوں، شملہ پہنا ہے، بکریوں کا دودھ دوہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے یہ کام کیے اس میں تکبر کا شائبہ بھی نہیں ہوسکتا (پھر میں متکبر کیسے ہوسکتا ہوں؟)(۴)

اصلاحِ نفس: ان کے واقعاتِ زندگی سے بھی اس کی تردید ہوتی ہے وہ عمداً ایسے کام کیا کرتے تھے جو پندار کے خلاف ہوتے تھے، جعفر بن نجیح کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نافع بن جبیر علاء بن حرقی کے حلقہ درس میں جو حرقہ کے غلام تھے، شریک ہوئے، علاء کے درس تمام کرنے کے بعد نافع نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا، آپ لوگ جانتے ہیں آپ لوگوں کے پاس کیوں آکر بیٹھا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا درس سننے کے لیے، نافع نے کہا نہیں، بلکہ اس لیے کہ آپ کے پاس بیٹھنے سے خدا کے پاس تواضع کا اظہار ہو، اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک بہت معمولی شخص کو امامت کے لیے بڑھایا، نماز ختم ہونے کے بعد اس سے پوچھا

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۰۵ (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۲ (۴) ایضاً ص ۱۵۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے ہو، میں نے تم کو کیوں آگے بڑھایا تھا؟ اس نے کہا نماز پڑھانے کے لیے، کہا نہیں بلکہ اس لیے کہ تمہارے پیچھے نماز پڑھنے سے خدا کے حضور میں تواضع ظاہر ہو۔(۱)

وفات: سلیمان بن عبدالملک کے آخر عہدِ خلافت ۹۴ھ میں وفات پائی۔(۲)

اولاد: وفات کے بعد محمد، عمر، ابوبکر اور علی کئی لڑکے یادگار چھوڑے۔

حلیہ ولباس: بالوں میں سیاہ خضاب کرتے تھے، دانتوں میں سونے کے تار کسے ہوئے تھے، لباس عموماً سپید اور قیمتی پہنتے تھے، خز جو ایک بیش قیمت کپڑا ہے زیادہ استعمال کرتے تھے۔(۳)

۷۷۔ نافع بن کاؤس

نام ونسب: نافع نام، ابوعبداللہ کنیت والد کا نام کاؤس یا ہرمز تھا جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ عجمی النسل تھے لیکن بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب تھے جو صحیح نہیں ہے، ان کے عجمی ہونے پر قریب قریب سب کا اتفاق ہے، وطن بعض خراسان، بعض ویلم، بعض جبال طالقان اور بعض کابل بتاتے ہیں، اس کا صحیح پتہ نہیں چلتا کہ نافع کس طرح ابن عمرؓ کے پاس پہنچے، قیاس یہ ہے کہ کسی جنگ میں گرفتار ہو کر ان کے حصہ میں پڑے ہوں گے یا ابن عمرؓ نے ان کو خریدا ہوگا۔

مسلمانوں کی غلام نوازی کے طفیل میں ان کے غلام کمالات کے جن مدارج پر پہنچے نافع بھی اس کی روشن ترین مثال تھے، مسلمانوں کے موالی کی علمی تاریخ میں نافع نہایت ممتاز درجہ رکھتے ہیں، اس دور میں کوئی غلام ان کے رتبہ کا نہ تھا، ابن عباسؓ کے غلام عکرمہ بھی بڑے صاحب علم تھے لیکن ان کو بھی اہل مدینہ میں یہ درجہ حاصل نہ تھا، نافع ان سے زیادہ بلند مرتبت سمجھے جاتے تھے(۴) اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں غلاموں کی حقیقی

---

(۱) ابن سعد ج۵ ص۱۵۴ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ص۱۵۲ (۴) تہذیب التہذیب ج۱۰ ص۴۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی تاریخ نافع ہی سے شروع ہوتی ہے۔

تعلیم: خوش قسمتی سے نافع کو آغازِ عمر ہی سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے صاحبِ کمال بزرگ کی تربیت میسر آ گئی تھی، ان ہی کے دامن میں ان کی نشو و نما ہوئی، نافع نے کامل تیس سال تک ابن عمرؓ کی خدمت کی۔(۱)

ان میں تحصیل علم کی فطری صلاحیت واستعداد تھی، شفیق آقا کی صحبت اور تربیت نے ان کے جوہر کو چمکا کر اقلیم علم کا تاج دار بنا دیا، ان کی علمی جلالت پر تمام علما اور اربابِ سیر کا اتفاق ہے، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ جلیل القدر تابعی تھے، ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔(۲) خلیلی کا بیان ہے کہ نافع مدینہ کے ائمہ تابعین میں اور امام فی العلم تھے،(۳) خود ابن عمرؓ کو اپنے اس نامور غلام کی ذات پر فخر تھا، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے نافع کے ذریعہ سے ہم پر احسان کیا ہے،(۴)

حدیث: عبداللہ بن عمرؓ حدیث کا بحرِ بے کراں تھے، نافع اسی بحر سے سیراب ہوتے تھے، انھوں نے ان کی احادیث کا بڑا حصہ محفوظ کر لیا تھا،(۵) حافظ حدیث بنانے کے لیے تنہا ابن عمرؓ کی روایات کافی ہیں، نافع کی علمی تشنگی نے اس بحرِ بے کراں کے علاوہ دوسرے سرچشموں سے بھی اپنی پیاس بجھائی تھی، چنانچہ ابن عمرؓ کے علاوہ صحابہ میں ابو ہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، ابولبابہ بنؓ منذر، رافع ابن خدیج، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ، ام سلمہؓ، اور ربیع بنت مسعودؓ سے اور تابعین میں اپنے آقا زادوں عبداللہ، عبیداللہ، سالم اور زید اور قاسم بن محمد بن ابی بکر، منبہ بن وہب عدی، عبداللہ بن محمد بن ابی بکر، عبدالرحمٰن بن حسین اور سعید بن ابی ہند وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔(۶)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۸ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۲۴ (۳) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۱۴ (۴) ایضاً ص ۴۱۳ (۵) ابن خلکان ج ۲ ص ۱۵۱۔ (۶) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان بزرگوں کے فیض نے ان کو جماعتِ تابعین میں نہایت ممتاز حافظ حدیث بنادیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے،(۱) حافظ ذہبی ان کو امام العلم لکھتے ہیں اور ان کا شمار حفاظ کے طبقۂ اول میں کرتے ہیں۔(۲)

کیفیت کے اعتبار سے نافع کی روایات طلائے خالص کا حکم رکھتی ہیں، خلیلی کا بیان ہے کہ نافع پر تمام ارباب فن کا اتفاق ہے، وہ صحیح الروایہ ہیں، بعض لوگ انھیں سالم پر بھی جن سے انھوں نے سماع حدیث کیا تھا، ترجیح دیتے تھے، بعض ان کے ہم پایہ سمجھتے تھے، ان کی تمام روایات غلطیوں سے پاک ہیں۔(۳)

خصوصاً ابن عمرؓ سے ان کی روایات میں کسی شک وشبہہ کا احتمال ہی نہیں تھا، امام مالک فرماتے تھے کہ جب میں ابن عمرؓ کی حدیث نافع کی زبان سے سن لیتا ہوں تو پھر اس کی پروانہیں کرتا کہ دوسرے کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں،(۴) محدثین کے نزدیک مالک عن نافع عن ابن عمر کا سلسلۂ روایت سلسلۃ الذہب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(۵)

تلامذہ: حدیث میں نافع کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، جس میں بڑے بڑے تابعی اور تبع تابعی ائمہ تھے، بعض ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں، ابواسحاق سبیعی، حکیم بن عیینہ، محمد بن عجلان، بکیر بن عبداللہ بن اشج، یحییٰ انصاری، امام زہری، صالح بن کیسان، ایوب سختیانی، عبیداللہ بن عمر، حمید الطّویل، میمون بن مہران، موسیٰ بن عقبہ، ابن عون، اعمش، ابن جریج، اوزاعی، لیث، یونس ابن عبید، ابن ابی ذیب، ابن ابی لیلیٰ، ضحاک بن عثمان اور امام مالک وغیرہ۔(۶)

امام مالک ان کے خاص تلامذہ میں تھے، انھوں نے زیادہ فیض ان ہی سے پایا تھا بچپن سے نافع کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ان کا خود بیان ہے کہ میں بچپن میں جب

(۱) طبقات ابن سعد تذکرہ نافع (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۷ (۳) تہذیب ج ۱۰ ص ۴۱۴ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۱۲۴ (۵) ابن خلکان ج ۲ ص ۱۵۱ (۶) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۱۲ و ۴۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت کم سن تھا نافع کی خدمت میں جاتا تھا، میرے ساتھ ایک غلام ہوتا تھا، نافع اتر کر مجھ سے حدیثیں بیان کرتے تھے،(۱) نافع کی زندگی بھرامام مالک کے استفادہ کا سلسلہ قائم رہا، جب تک نافع زندہ رہے، امام مالک برابران کے حلقۂ درس میں جاتے تھے، ان سے پوچھتے تھے کہ ان مسائل میں ابن عمرؓ نے کیا فرمایا ہے۔(۲)

فقہ: اپنے آقائے نامدار کے فیض سے فقہ میں بھی کامل تھے، حافظ ابن حجران کو نافع الفقیہ لکھتے ہیں،(۳) صحابہ کے بعد مدینہ کی صاحب علم وافتا جماعت کے رکن رکین تھے،(۴) لیکن اپنے آقازادہ سالم بن عبداللہ کی زندگی بھر جو مدینہ کے فقہائے سبعہ میں تھے اور نافع کے استاذ تھے پاس ادب سے فتویٰ نہیں دیا۔(۵)

عمرؒ بن عبدالعزیز اور نافع: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز ان کے علم کے اتنے قائل تھے کہ انھیں مصر کے مسلمانوں کو سنت کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا۔(۶)

حضرت ابن عمرؓ کی محبت: ان کے کمالات کی وجہ سے عبداللہ بن عمرؓ ان کو بہت محبوب رکھتے تھے بعض شائقین نے نافع کی غلامی کے زمانہ میں ان کی بڑی قیمت پیش کی لیکن ابن عمرؓ علاحدہ کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، عبداللہ بن جعفر نے بارہ ہزار کی خطیر رقم پیش کی، ابن عامر نے تیس ہزار قیمت لگائی لیکن ابن عمرؓ نے سب کو نامنظور کر دیا اور اسی وقت یہ کہہ کر کہ مجھے خوف ہے کہ ابن عامر کے روپئے مجھے فریفتہ کرلیں گے نافع کو آزاد کر دیا۔(۷)

وفات: ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔(۸)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۸ (۲) ابن سعد ج ۶ ترجمہ امام مالک (۳) تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۱۱ (۴) اعلام الموقعین ج اول ص ۲۵ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۸ (۶) شذرات الذہب ج اول ص ۱۵۴ (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۸ (۸) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۸۔ وہب بن منبّہ

نام ونسب: وہب نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے: وہب بن منبہ بن کامل بن شیخ اس ذی کناز یمنی صنعانی، ایک روایت یہ ہے کہ وہب عجمی النسل تھے، ان کے والد منبہ، کسریٰ کے زمانہ میں جب اس نے سیف بن ذی یزن حمیری کی قیادت میں حبشہ پر مہم بھیجی تھی، یمن آئے تھے اور پھر یہیں آباد ہو گئے اور عہد نبوی میں مشرف باسلام ہوئے۔

پیدائش: ۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔(۱)

فضل وکمال: اسلامی علوم میں وہب کا کوئی خاص درجہ نہ تھا لیکن دوسرے مذاہب کے صحیفوں کے عالم تھے، تاہم ان سے وہ بے گانہ بھی نہ تھے اور تابعین میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ جلیل القدر تابعی ہیں، ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے۔(۲)

حدیث: حدیث میں متعدد صحابہ سے فیضیاب ہوئے تھے، حضرت ابوہریرہؓ، جابرؓ بن عبداللہ حضرت ابوہریرہؓ ، جابرؓ بن عبداللہ عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمروؓ بن العاص، ابوسعید خدریؓ، انس بن مالکؓ اور نعمان بن بشیرؓ سے ان کی روایات ملتی ہیں۔(۳)

ان کے صاحبزادے عبداللہ وعبدالرحمٰن اور بھتیجے عبدالصمد اور عقیل اور عام لوگوں میں عمروؒ بن دینار، سماک بن فضل اور اسرائیل وغیرہ نے ان سے سماعِ حدیث کیا تھا۔(۴)

فقہ: ان کے تفقہ کے سلسلہ میں صرف اس قدر معلوم ہے کہ عمرؓ بن عبدالعزیز کے زمانہ میں صنعاء کے عہدۂ قضا پر تھے۔(۵)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۸ (۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۴۹ (۳) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۶۷ (۴) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۶۷ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۸۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مذاہب کے صحیفوں کا علم: وہب دوسرے مذہب کے صحیفوں کے بڑے نامور عالم تھے اور اس میں ان کی جماعت میں ان کا کوئی مقابل نہ تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ گذشتہ کتابوں کے علم و معرفت میں مشہور ہیں۔(۱) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے وسیع العلم تھے، اور اپنے زمانہ میں کعب احبار کی نظیر مانے جاتے تھے۔(۲)

مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بانوے الہامی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا، جن میں سے بعض ایسی تھیں جن کے متعلق لوگوں کو کم واقفیت ہے، داؤد بن قیس صنعانی کا بیان ہے کہ میں نے وہب سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے بانوے آسمانی کتابیں پڑھیں جن میں سے بہتر کنیسوں میں اور لوگوں کے پاس موجود ہیں اور بائیس کتابوں کا علم بہت کم لوگوں کو ہے، ان تمام کتابوں میں یہ مضمون مشترک ہے کہ جو انسان مشیت کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے وہ کافر ہے، بعض روایتوں سے معلوہوتا ہے کہ تیس کتابیں ایسی پڑھی تھیں جو تیس نبیوں پر اتری تھیں،(۳) ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، بلکہ دونوں صحیح ہیں، تیس کتابیں ایسی نہ رہی ہوں گی جن کی حیثیت مستقل مصاحف کی ہوگی اور بقیہ مستقل کتابیں رہی ہوں گی۔

اس قدر مسلم ہے کہ وہ کتبِ ماضیہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور قدیم صحیفوں کے مشہور اور نامور علما و کعب احبار اور عبداللہ بن سلام دونوں کا مجموعی علم ان کی تنہا ذات میں جمع تھا۔(۴)

تاریخ: وہب مورخ بھی تھے اور سلاطینِ حمیر کے حالات میں انھوں نے ایک کتاب لکھی تھی۔(۵)

فضائل اخلاق: فطرۃً نہایت صالح تھے، ان کتابوں کے مطالعہ نے ان کو اور زیادہ حلیم اور

---

(۱) تہذیب الاسماج اول ص ۱۴۹ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۹ (۳) ابن سعد ج ۵ ص ۳۹۶ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۹ (۵) شذرات الذہب ج اول ص ۱۵۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت گذار بنادیا تھا، وہ عابد شب زندہ دار تھے، ساری ساری رات عبادت کرتے تھے، کامل بیس سال تک انھوں نے عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی،(۱) طبیعت میں نرمی اس قدر تھی کہ کسی ذی روح کے لیے ان کی زبان سے گالی یا درشت کلمہ نہ نکلا۔(۲)

غیر معتبر روایات: لیکن کعب احبار کی طرح ان کے ذریعہ بھی مسلمانوں میں غیر معتبر اسرائیلیات کی اشاعت ہوئی۔

وفات: ہشام بن عبدالملک کے عہد ۱۱۰ھ میں صنعاء میں وفات پائی۔(۳)

۷۹- ہرم بن حیان عبدی

نام ونسب: ہرم نام، والد کا نام حیان تھا، عبدی کی نسبت غیر معلوم ہے لیکن ان کے حالات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ''عبدیت'' کا حقیقی مظہر تھے، چوں کہ طبقات ورجال کی کتابیں زیادہ تر علمی اغراض کے لیے لکھی گئی ہیں اور ان کے لکھنے والے محدثین ہیں، اس لیے ان میں عموماً ان ہی لوگوں کے حالات ملتے ہیں جن کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے علم سے تھا اور ان بزرگوں کے حالات جو اس مکتب کے تربیت یافتہ نہ تھے یا جن کی روحانیت کے نور نے ان کی علمی روشنی کو مدہم کر دیا تھا، بہت کم ملتے ہیں، ابن حیان بھی اسی مقدس زمرہ میں تھے، اس لیے ان کے حالات ابن سعد کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملتے۔

علمی حیثیت: اگرچہ ابن حیان ظاہری علوم سے بے گانہ تھے لیکن ان کا شمار صاحب فضل تابعین میں ہے، ان کے ہم مشرب حضرت خواجہ حسن بصری نے ان سے روایت کی ہے لیکن وہ کسی اور ہی مکتب کے تربیت یافتہ تھے، اس لیے انھوں نے علم کی قبا نہیں پہنی اور نہ اس زمرہ میں ان کا شمار ہوا۔

روحانی کمالات: ان کا اصل رنگ زہد وعبادت اور فنا فی اللہ تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں،

(۱) ابن سعد ج۵ ص۳۹۶ (۲) ایضاً (۳) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كان له فضل و عبادة۔

ایک سبق آموز مثال: ان کے رنگ طبع کے اعتبار سے ان کو دنیاوی امور سے کوئی مناسبت نہ تھی لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؒ نے اپنے زمانہ میں کوئی عہدہ یا کوئی خدمت ان کے متعلق تھی لیکن اس سے ان کو کیا نسبت ہوسکتی تھی، دنیاوی عہدوں کے اوصاف ولوازم میں سے ان کے پاس اگر کوئی چیز ہوسکتی تھی تو دیانت تھی، جس کا ثبوت انھوں نے ایک سبق آموز شکل میں دیا، عہدہ ملنے کے بعد انھوں نے اپنے اعزہ واحباب کی یورش کے خیال سے غالباً گذرگاہ پر یا کسی اور شکل سے اس طرح آگ جلوادی کہ وہ ان کے اور باہر سے آنے والوں کے درمیان حائل ہوجائے، چنانچہ کچھ لوگ آئے اور دور سے سلام کر کے کھڑے ہوگئے، ہرم نے ان کے ساتھ ظاہری اخلاق صرف کیا اور خوش آمدید کہہ کر بلایا، انھوں نے کہا آئیں کس طرح، ہمارے اور آپ کے درمیان تو آگ حائل ہے، آپ نے یہ سبق آموز جواب دیا کہ تم لوگ خود تو اتنی آگ کو عبور نہیں کر سکتے اور مجھ کو اس سے زیادہ آتشِ سوزاں میں جھونکنا چاہتے ہو، یہ جواب سن کر وہ لوگ لوٹ گئے۔

عمل کی اہمیت: علم کو زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے، اصل شے عمل کو سمجھتے تھے، اور بے عمل علما سے سخت نفرت کرتے تھے اور انھیں فاسق کہتے تھے، ایک مرتبہ لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ فاسق علما سے بچتے رہو، حضرت عمرؒ کو اس کی اطلاع ہوئی تو سخت متعجب ہوئے کہ عالم فاسق کیسے ہوسکتا ہے؟ انھوں نے ابن حیان سے پوچھ بھیجا، انھوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم امیر المومنین اس میں میری نیت نیک تھی، بسا اوقات امام کہتا تو علمی باتیں ہے لیکن عمل فسق کا کرتا ہے، اس لیے لوگ شبہہ میں پڑ کر گمراہ ہوجاتے ہیں۔

خواجہ اویس قرنی کی ملاقاتیں: حضرت اویس قرنی ان کے ہم مشرب وہم مذاق تھے، اس لیے ان دونوں کی ملاقاتیں نہایت پر کیف ہوتی تھیں، ابن حیان ان کی ایک ملاقات کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ سے آرہا تھا کہ فرات کے کنارے اویس سے ملاقات ہوئی،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے پوچھا میرے بھائی کیا حال ہے؟ کیسا مزاج ہے؟ اویس کیسا حال ہے؟ کیسا مزاج ہے؟ انھوں نے کہا میرے بھائی تم کیسے ہو؟ اس ابتدائی آدابِ ملاقات کے بعد میں نے ان سے فرمائش کی کہ کوئی حدیث سنایئے، جواب دیا میں اپنے اوپر یہ دروازہ کھول کر محدث، قصہ گو اور مفتی بننا پسند نہیں کرتا، یہ کہہ کر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر رو ئے، میں نے کہا کچھ قرآن ہی سنایئے، آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں:

حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ	حم یہ کتاب جو واضح ہے، ہم نے اس کو مبارک رات میں اتارا کہ لوگوں کو ڈرانے والے تھے۔

هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ تک سنا کر بیہوش ہو گئے، ہوش آنے کے بعد فرمایا مجھے عزلت اور تنہائی زیادہ پسند ہے۔

وصیت ووفات: اس رنگ کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہمیشہ آمادہ رہتے تھے اور آپ کے سامان میں زرہ اور گھوڑا رہتا تھا، اسی سلسلہ میں کسی مہم کے لیے نکلے اور انتقال کر گئے، غالباً دوران علالت میں یا کسی اور موقع پر کسی نے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرمایئے، فرمایا کیا وصیت کروں بس صرف یہ وصیت ہے کہ میری زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کرنا، اگر زرہ کافی نہ ہو تو گھوڑی بھی بیچ دینا، اگر یہ بھی کافی نہ ہو تو غلام بھی فروخت کر دینا، سورہ نحل کی ان آخری آیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ الآية	خدا کے راستہ پر حکمت اور موعظتِ حسنہ کے ساتھ لوگوں کو بلاؤ۔

تجہیز و تکفین کے بعد آسمان نے قبر پر ابر رحمت کے موتی برسائے۔(۱)

---

(۱) یہ تمام حالات ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۹ تا ص ۹۷ سے ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۰- ہشام بن عروہ

نام ونسب: ہشام، ابوعبداللہ کنیت، مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوامؓ کے پوتے تھے، ان کے والد عروہ بھی بڑے جلیل القدر تابعی اور مدینہ کے سات مشہور فقہا میں سے ایک تھے، ان کے حالات اوپر گذر چکے ہیں۔

اکابر صحابہ میں انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا تھا، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے اور میرے بھائی محمد کو ابن عمرؓ کے پاس بھیجا گیا، انھوں نے گود میں بیٹھا کر ہمارا بوسہ لیا (۱) غالباً اسی یا کسی دوسری ملاقات میں ابن عمرؓ نے ان کے سر پر دستِ شفقت پھیر کر انھیں دعا دی۔ (۲)

فضل وکمال: ہشام ایک جلیل القدر تابعی کے لڑکے اور ایک جلیل القدر صحابی کے پوتے تھے، اس لیے علم وعمل کی دولت گویا انھیں وراثۃً ملی تھی، ان کا شمار ان کے عہد کے علمائے تابعین میں تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق، جلالت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۳)

حدیث: حدیث کے ممتاز حافظ تھے، علامہ ابن سعد ان کو ثقۃ ثبت کثیر الحدیث اور حجت (۴) اور حافظ ذہبی، امام، حافظ اور حجت لکھتے ہیں، (۵) ائمہ فن ان کی وسعتِ علم کے اتنے معترف تھے کہ ابوحاتم رازی ان کو امام حدیث اور وہیب، حسن بصری اور ابن سیرین کا درجہ دیتے تھے۔ (۶)

شیوخ: صحابہ میں انھوں نے صرف اپنے چچا عبداللہ بن زبیرؓ اور دوسرے علما میں عبداللہ بن عروہ، عباد بن عبداللہ، عمرو بن خزیمہ، عوف بن حارث بن طفیل، ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن، ابن

---

(۱) تاریخ خطیب ج ۱۴ص ۳۸ (۲) تہذیب التہذیب ج ۱۱ص ۴۸ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۱۳۸ (۴) ابن سعد ج ۷ ق ۲ص ۶۷ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۹ (۶) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منکدر، وہب بن کیسان، صالح بن ابی الصالح السمان، عبداللہ بن ابی بکر، عبدالرحمٰن بن سعد اور محمد بن ابراہیم وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔(۱)

تلامذہ: ان کے تلامذہ میں یحییٰ بن سعید انصاری، ایوب سختیانی، مالک بن انس، عبیداللہ بن عمر، ابن جریج، سفیان ثوری، لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید بن القطان اور وکیع ابن جراح لائق ذکر ہیں۔(۲)

فقہ: ان کے والد عروہ مدینہ کے سات مشہور فقہا میں سے تھے، ان کے تفقہ سے ان کو وافر حصہ ملا تھا، حافظ ذہبی ان کو فقیہ لکھتے ہیں۔(۳)

زہد وورع: علم کے ساتھ عمل واخلاق سے بھی آراستہ تھے، ابن حبان ان کو فاضل اور ورع لکھتے ہیں۔(۴)

تہذیب لسان: نہایت مہذب اور شائستہ تھے، ان کی زبان سے کبھی کوئی بیجا کلمہ نہ نکلتا تھا، منذر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے ہشام کی زبان سے ایک مرتبہ کے سوا کبھی کوئی برا کلمہ نہیں سنا۔(۵)

فیاضی: نہایت فیاض اور سیر چشم تھے، ان کی فیاضی اعتدال سے اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایک لاکھ کے مقروض ہوگئے تھے۔

بغداد کا سفر: اس کی ادائیگی کی فکر میں وہ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی کے پاس بغداد گئے، اس نے بڑا خیر مقدم کیا، انھوں نے اپنی غرض پیش کی، اس نے پوچھا کتنا قرض ہے؟ فرمایا ایک لاکھ، منصور نے کہا آپ اس فضل وکمال کے باوجود اتنا بڑا قرض لے لیتے ہیں جس کی ادائیگی آپ کے امکان میں نہیں ہے، انھوں نے کہا خاندان کے بہت سے لڑکے جوان ہوگئے تھے، مجھے خوف تھا کہ اگر ان کی شادی نہ کردی گئی تو وہ بے خانماں ہوجائیں گے، اس

---

(۱) تہذیب ج ۱۱ ص ۴۸ (۲) ایضاً (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۹ (۴) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۹۱ (۵) تاریخ خطیب ج ۱۴ ص ۱۳۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے میں نے خدا اور امیر المومنین کے اعتماد پر ان کا گھر بسا کر ان کا ٹھکانا کر دیا اور ان کی جانب سے ولیمہ کیا، یہ سارا قرض اسی کا ہے، ابوجعفر منصور نے حیرت کے لہجہ میں دو مرتبہ ایک لاکھ! ایک لاکھ! کہا اور دس ہزار روپیہ انھیں دینے کا حکم دیا، انھوں نے کہا امیر المومنین جو کچھ دے رہے ہیں وہ خوش دلی سے دے رہے ہیں (یا جبر سے) میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص خوش دلی سے عطیہ دیتا ہے تو اس میں دینے والے اور لینے والے دونوں کو برکت ہوتی ہے، منصور نے کہا میں نے خوش دلی سے دیا ہے۔(۱)

وفات: بغداد ہی میں ۱۴۶ھ میں وفات پائی، اتفاق سے اسی دن عباسیوں کے ایک بڑے جلیل القدر اور نامور غلام کا بھی انتقال ہو گیا تھا، اس لیے دونوں کے جنازے ایک ساتھ اٹھائے گئے۔

لیکن منصور نے ہشام کے رتبہ کی وجہ سے ان کے جنازہ کی نماز پہلے پڑھائی، ہارون کی ماں خیزران کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔(۲)

۸۱- یحییٰ بن سعید

نام ونسب: یحییٰ نام، ابوسعید کنیت، نسب نامہ یہ ہے: یحییٰ بن سعید بن قیس بن عمرو بن سہل ابن ثعلبہ بن حارث بن زید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجا انصاری مدنی۔

فضل وکمال: یحییٰ علمی اعتبار سے اپنے دور کے ممتاز ترین تابعین میں تھے، ان کی علمی جلالت پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق، جلالت اور امامت پر سب کا اجماع ہے۔(۳) حافظ ذہبی ان کو امام اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔(۴)

حدیث: اگرچہ یحییٰ بن سعید اس دور کے بزرگ ہیں جب کہ عہدِ صحابہ کی بہار آخر ہو چکی

(۱) تاریخ خطیب ج ۱۴ ص ۳۹ (۲) ایضاً ص ۴۱ و ابن سعد ج ۵ ق ۲ ص ۱۶۷ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۵۴ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی، پھر بھی جو باقیات صالحیات رہ گئے تھے، یحییٰ نے ان سے پورا فائدہ اٹھایا تھا، چنانچہ صحابہ اور کبار تابعین میں انھوں نے انس بن مالکؓ، سائب بن یزید، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، ابوامامہ ابن سہل بن حنیف، سعید بن مسیب، قاسم بن محمد بن عمرو بن سلمہ بن عبدالرحمٰن، عروہ بن زبیر، سلیمان ابن یسار وغیرہ سے انھوں نے سماع حدیث کیا تھا۔(۱)

ان بزرگوں کے فیض نے یحییٰ کو بڑا حافظ حدیث بنا دیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، کان ثقة کثیر الحدیث حجة ثبتاً (۲) ابن مبارک انھیں اکابر حفاظِ حدیث میں شمار کرتے تھے، ابی حاتم انھیں امام زہری کے برابر سمجھتے تھے، مدینہ کے دو شخص ایسے تھے جن کی ذات سے مدینۃ الرسول کا علم محفوظ رہا، ایک زہری دوسرے یحییٰ بن سعید اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو بہت سے سنن ضائع ہو جاتے، کبار تابعین کے بعد مدینہ میں چار حاملین علم تھے، ان میں ایک یحییٰ بن سعید ہیں سفیان ثوری کا بیان ہے کہ اہل مدینہ انھیں زہری سے بھی زیادہ بلند مرتبہ سمجھتے تھے، (۳) یحییٰ القطان کہتے تھے کہ یحییٰ بن سعید کو اس حیثیت سے زہری پر تفوق حاصل ہے کہ زہری کے بارے میں لوگوں کا اختلاف موجود ہے لیکن ان کے بارے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا، (۴) ابن مدینی کے بیان کے مطابق ان کے مرویات کی تعداد تین سو ہے، (۵) اور یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ انھوں نے ان کی تین ہزار حدیثیں حفظ کی تھیں۔(۶)

تلامذہ: ان کے خوشہ چینوں کا دائرہ نہایت وسیع تھا، ان میں سے بعض نامور تلامذہ یہ ہیں، ہشام بن عروہ، حمید الطویل، یزید بن عبداللہ بن اسامہ، ابن جریج اوزاعی، مالک بن انس دونوں سفیان، حماد، لیث، ابن مبارک، شعبہ، یحییٰ بن سعید القطان اور یحییٰ بن سعید اموی وغیرہ۔(۷)

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۵۳ (۲) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۲۲ بحوالہ ابن سعد (۳) بحوالہ ابن سعد (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۳ (۵) ایضاً (۶) ایضاً ص ۱۲۵ (۷) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ: فقہ میں بھی وہ امتیازی پایہ رکھتے تھے، ایوب سختیانی کہتے تھے کہ میں نے یحییٰ سے بڑا فقیہ مدینہ میں نہیں چھوڑا، (۱) ان کے تفقہ کی ایک سند یہ بھی ہے کہ وہ مدینۃ الرسول کے جو مخزن فقہا تھا، قاضی تھے، (۲) مروان کے زمانہ میں حج کے موقع پر منادی کی جاتی تھی کہ حجاج کو یحییٰ بن سعید کے علاوہ کوئی دوسرا فتویٰ نہ دے۔ (۳)

عہدۂ قضا: ابتدا میں مدینہ کے قاضی تھے، پھر دولت عباسیہ کے قیام کے بعد ابوجعفر منصور عباسی نے انھیں بلا کر قاضی القضاۃ کے جلیل القدر منصب پر ممتاز کیا، (۴) ایک روایت ہے کہ وہ ہاشمیہ میں اس عہدہ پر ممتاز ہوئے تھے، دوسری یہ کہ بغداد میں (۵) مدینہ کے قیام کے زمانہ میں ان کی مالی حالت نہایت خراب ہوگئی تھی، بڑی عسرت سے زندگی بسر کرتے تھے، بہت مقروض ہوگئے تھے، عین اسی زمانہ میں منصور نے عہدۂ قضا کے لیے طلب کیا، اس عہدہ پر تقرر کے دو مہینے کے اندر ان کی حالت درست ہوگئی اور کل قرض ادا ہوگیا۔ (۶)

بعض زریں اصول: یحییٰ بن سعید بعض نہایت زریں اصول ارشاد فرماتے تھے، جو آج بھی مذہبی مسائل میں ادنیٰ اختلاف پر ایک دوسرے کو ہدف ملامت بنانے والوں کے لیے سبق کا کام دے سکتے ہیں، فرماتے تھے ''اہل علم اہل وسعت ہیں، مفتیوں میں مسائل میں ہمیشہ سے باہم اختلاف ہوتا چلا آیا ہے، ایک شخص ایک شے کو حرام کہتا ہے اور دوسرا حلال لیکن اس اختلاف سے کوئی ایک دوسرے پر عیب نہیں لگاتا۔ (۷)

وفات: ۱۴۳ھ میں ہاشمیہ میں وفات پائی۔ (۸)

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۲۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۲ (۳) ایضاً ص ۱۲۴ (۴) ایضاً ص ۱۲۲

(۵) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۵۳ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۳ (۷) ایضاً ص ۱۲۴ (۸) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۲- یحییٰ بن یعمر

نام ونسب: یحییٰ نام، ابوسلیمان کنیت، نسبی تعلق قبیلۂ لیث سے تھا۔

فضل وکمال: قرآن، حدیث، فقہ، زبان اورادب جملہ علوم کے جامع تھے۔

قرآن: قرآن کے ممتاز عالم تھے، علامہ ابن سعد انھیں علمائے قرآن میں لکھتے ہیں۔(۱)

حدیث: حافظ حدیث بھی تھے، حافظ ذہبی نے حفاظ تابعین کے دوسرے طبقہ میں ان کے حالات لکھے ہیں، صحابہ میں انھوں نے حضرت عثمانؓ، علیؓ، عمار بن یاسرؓ، ابوذر غفاریؓ، ابوہریرہؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابوسعید خدریؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، سلیمان بن صردؓ اور عائشہ صدیقہؓ جیسے اکابر سے روایتیں کی ہیں۔(۲)

یحییٰ بن عقیل، سلیمان تیمی، عبداللہ بن بریدہ، قتادہ، عکرمہ، عطاء خراسانی، رکین بن ربیع، عبداللہ بن کلب سدوسی، ازرق بن قیس اور اسحاق بن نوید وغیرہ ان کے زمرۂ تلامذہ میں تھے۔(۳)

فقہ: فقہ میں بھی انھیں پورا ادرک تھا، حافظ ذہبی انھیں فقیہ علما میں لکھتے ہیں،(۴) ان کے تفقہ کی ایک سند یہ ہے کہ وہ مرو کے قاضی تھے۔(۵)

زبان وادب: ان مذہبی علوم کے علاوہ زبان وادب میں بھی انھیں مہارت تھی نحواور عربی زبان کے فاضل تھے،(۶) نحو انھوں نے اس کے موجد اول ابوالاسود دئلی سے حاصل کی تھی۔(۷)

فصاحت وبلاغت: زبان پر عبور کے ساتھ وہ بڑے فصیح وبلیغ تھے، ان کا شمار ممتاز فصحا میں تھا(۸)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۰۱ (۲) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۲۵ (۳) ایضاً (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۵ (۵) ابن سعد ج ۵ ق ۲ ص ۱۰۱ (۶) ایضاً (۷) تہذیب ج ۱۱ ص ۲۰۵ (۸) شذرات الذہب ج اول ص ۱۷۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قضاءت میں سہولت: یحییٰ خراسان کے پایہ تخت مرو کے قاضی تھے، مرو میں باقاعدہ دارالقضا تھا لیکن حاجتمندوں کی آسانی کے لیے وہ چلتے پھرتے، راستے گلی میں تنازعوں کا فیصلہ کردیتے تھے، یحییٰ بن موسیٰ بن یسار کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن یعمر کو بازاروں اور گلیوں میں فیصلہ کرتے ہوئے دیکھا ہے بسا اوقات وہ سواری پر راستہ چلتے ہوتے، اس حالت میں اگر دو فریق آجاتے تو سواری روک کر کھڑے کھڑے فیصلہ دیدیتے۔(۱)

ایک اہم کارنامہ: ان کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ جو ابدالآباد تک قائم رہے گا، قرآن کو منقوط کرنا ہے، ابتدا میں قرآنِ پاک نقطوں سے خالی تھا، سب سے اول یحییٰ نے پڑھنے والوں کی آسانی کے لیے نقطے لگائے۔(۲)

اہل بیت نبوی سے عقیدت: اہل بیت نبوی کے ساتھ ان کو نہایت گہری عقیدت تھی اور وہ ان کو بلاتفریق سب پر فضیلت دیتے تھے لیکن کسی کی تنقیص نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ حجاج نے ان سے کہا تمہارا خیال ہے کہ حسنؓ وحسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں تھے؟ یا تو تم اس خیال سے باز آؤ یا اس کا ثبوت پیش کرو، انھوں نے قرآن کی یہ آیت پیش کرکے وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ.......... وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى، کہا عیسیٰؑ اور ابراہیم کے درمیان اس سے کہیں کم تعلق ہے جتنا حسنؓ وحسینؓ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہے، اس جواب میں یہ نکتہ ہے کہ جب عیسیٰ بعد زمانی کے باوجود صرف مادری تعلق سے ابراہیم کی ذریت میں ہوسکتے ہیں تو حسن وحسینؓ کے جو خاص نواسے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں ہونے میں کیا شبہہ ہے، یہ جواب سن کر حجاج مطمئن ہوگیا۔(۳)

وفات: باختلاف روایت ۱۱۹ھ یا ۱۲۰ھ میں انتقال کیا۔

---

(۱) ابن سعد ج اول ق۲ ص ۱۰۱ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۵ (۳) شذرات الذہب ج اول ص ۱۷۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۳- یزید بن ابی حبیب

نام ونسب: یزید نام، ابورجاء کنیت، قریش کی شاخ بنی عامر بن لوئی کے غلام تھے، ان کے والد ابوحبیب (اسود) نوبی تھے، ان کا وطن ونقلہ تھا۔

پیدائش: یزید ۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور مصر میں ان کی نشوونما ہوئی۔ (۱)

فضل وکمال: فضل وکمال کے لحاظ سے مصر کے ائمہ تابعین میں تھے، حافظ ذہبی انھیں امام الکبیر لکھتے ہیں، مصر میں ان ہی کی ذات سے دینی علوم کا صحیح ذوق پیدا ہوا، ابن یونس کا بیان ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جن کی ذات سے مصر میں علم ظاہر ہوا اور حلال وحرام کے مسائل کا آغاز ہوا، ان سے پہلے اہل مصر کا علم محض ترغیب اور ملاحم وفتن تک محدود تھا۔ (۲)

حدیث: وہ مصر کے ممتاز حفاظِ حدیث میں تھے، علامہ ابن سعد ثقہ اور کثیر الحدیث (۳) اور حافظ ذہبی حجۃ اور حافظِ حدیث لکھتے ہیں۔ (۴)

حدیث میں انھوں نے عبداللہ بن حارث بن جزوز بیدی، ابوالطفیل، اسلم بن یزید، ابی عمران، ابراہیم بن عبداللہ بن حنین، خیر بن نعیم حضری، سوید بن قیس، عبدالرحمٰن بن شماسہ مہری، عبدالعزیز ابن ابی الصعبہ، عطاء بن ابی رباح، عراک بن مالک اور امام زہری وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔

ان سے فیض یاب ہونے والوں میں سلیمان التیمی، محمد بن اسحاق، زید بن ابی انیسہ، عمرو بن الحارث، عبدالحمید بن جعفر، ابن لہیعہ اور لیث بن سعد لائق ذکر ہیں۔ (۵)

فقہ: فقہ میں انھیں بڑی دستگاہ حاصل تھی، حافظ ذہبی ان کو فقیہ لکھتے ہیں، (۶) عمرؒ بن عبدالعزیز نے مصر میں تین آدمیوں کو افتا کے منصب پر ممتاز کیا تھا، ان میں سے ایک یزید بھی تھے، (۷)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۶ (۲) ایضاً (۳) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۰۲۔ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۶ (۵) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۱۸ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۵ (۷) ایضاً ص ۱۱۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان ہی کی وجہ سے مصر میں فقہ کا مذاق پیدا ہوا۔

علمائے معاصرین کی رائے: ان کے کمالات کے متعلق ان کے عہد کے علما کی یہ رائے تھی، لیث بن سعد کہتے تھے کہ یزید ہمارے عالم اور ہمارے سردار ہیں،(۱) ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لیث ان کے اور عبیداللہ بن جعفر کے متعلق کہتے تھے کہ یہ دونوں ملک کے جوہر ہیں، عمرو بن حارث سے کسی نے سوال کیا یزید افضل ہیں یا عبداللہ بن جعفر؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر وہ دونوں ترازو میں تولے جائیں تو کسی کا پلہ بھاری نہ ہوگا۔(۲)

احتیاط: محتاط تابعین کی طرح وہ بھی اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ جب ان کے پاس سائلین کی کثرت ہوگئی تو انھوں نے خانہ نشینی اختیار کر لی۔(۳)

علم کی عظمت: علم کا بڑا وقار قائم رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں کسی امیر کے آستانہ پر جانا گوارا نہیں تھا جس کو ضرورت ہوتی اس کو خود اپنے یہاں بلاتے تھے، ایک مرتبہ ریان بن عبدالعزیز نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ میرے پاس آیئے میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں، آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم خود میرے پاس آؤ، میرے پاس تمھارا آنا تمھارے لیے زینت اور میرا تمھارے پاس جانا تمھارے لیے عیب ہے۔(۴)

صاف گوئی: امرا کو مطلق خاطر میں نہ لاتے، ان کے منہ پر ان کی برائیاں بیان کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ بیمار پڑے، حوثرہ بن سہیل امیر مصر آپ کی عیادت کے لیے آیا اور پوچھا جس کپڑے مچھر کا خون لگا ہو، اس میں نماز پڑھنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ سوال سن کر آپ نے اس کی طرف سے منھ پھیر لیا اور اس سے گفتگو بند کر دی یہ دیکھ کر حوثرہ اٹھ گیا، آپ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ روزانہ خلق اللہ کا خون کرتے ہو اور مجھ سے مچھر کے خون کے متعلق پوچھتے ہو۔(۵)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۵ و ۱۱۶ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۵ و ۱۱۶ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۵ و ۱۱۶ (۴) ایضاً ص ۱۱۵۔ (۵) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات: مروان کے عہدِ حکومت ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ (۱)

بعض خاص اوصاف: عقل ودانش اور حلم اور تحمل کے زیور سے آراستہ تھے، کان حلیماً عاقلاً۔ (۲)

۸۴- یونس بن عبید

نام ونسب: یونس نام، ابوعبیداللہ کنیت، بنی عبدقیس کے غلام تھے۔

فضل وکمال: یونس اگرچہ غلام تھے لیکن حسن بصری کے خاص اصحاب میں تھے، ان کے فیضِ صحبت وہم نشینی نے ان کو دولتِ علم وعمل سے مالا مال کردیا تھا، حافظ ذہبی ان کو امام حجۃ اور قدوۃ لکھتے ہیں، (۳) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے اور وہ جلیل القدر تابعی تھے، (۴) ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ علم وفضل، حفظ واتقان، پابندی سنت اور اہلِ بدعت سے بغض، تقشّف، تفقہ فی الدین اور کثرتِ حفظ میں اپنے زمانہ کے سادات میں تھے۔ (۵)

حدیث: حدیث میں اپنے عہد کے ممتاز حفاظ میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں ہیں کان ثقۃ کثیر الحدیث۔ (۶)

صحابہ میں انھوں نے انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا لیکن ان سے فیض یاب نہ ہوسکے، انھوں نے زیادہ تر حضرت حسن بصریؒ سے استفادہ کیا ان کے بعد محمد بن سیرین، ثابت البنانی، عبدالرحمٰن ابن ابی بکرہ، حکیم بن عرج، نافع مولیٰ ابن عمر، حمید بن بلال، عطاء بن ابی رباح وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا۔ (۷)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۰۲ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۱۵ (۳) تذکرۃ الحفاظ اول ص ۱۳۰ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ص ۱۶۸ (۵) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۴۵ (۶) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۳ (۷) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۴۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں اپنے اکثر معاصرین پر فائق تھے، سعید بن عامر کا بیان ہے کہ میں نے یونس ابن عبید سے افضل کسی کو نہیں پایا، تمام اہل بصرہ کی یہی رائے ہے، ابو حاتم کہتے تھے کہ وہ سلیمان تیمی سے بھی بلند مرتبہ تھے، تیمی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ (۱)

اس کمال کے ساتھ وہ حدیث میں بڑے محتاط تھے، حدیث بیان کرنے کے بعد ہمیشہ تین مرتبہ استغفر اللہ کہتے تھے، (۲) محض احتیاط کی بنا پر حدیثوں کو قلم بند نہیں کرتے تھے۔

تلامذہ: قابلِ ذکر تلامذہ کے نام یہ ہیں، ان کے صاحبزادے عبداللہ، شعبہ، ثوری، وہیب، حماد، عبداللہ بن عیسیٰ، خزاز اور خارجہ بن مصعب وغیرہ۔ (۳)

اخلاص فی العلم: ان کی علمی طلب شہرت اور ناموری کے لیے نہیں بلکہ خالصۃً للہ تھی، ہشام بن حسام کا بیان ہے کہ میں نے یونس بن عبید کے سوا کسی کو ایسا نہیں پایا جس کی غرض علم سے محض وجہ اللہ ہو۔ (۴)

فضائل اخلاق: وفورِ علم کے ساتھ عمل بھی یہی درجہ کا تھا، عقائد میں بڑے متشدد اور مذہب میں بڑے متقشف تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ بڑے عاملِ سنت، بدعت سے نفرت کرنے والے اور متقشف تھے، عقائد کے باب میں اتنے متشدد تھے کہ جدید عقائد و خیالات کو گناہ کبیرہ سے بھی بڑھ کر سمجھتے تھے، اپنے صاحبزادے سے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں تم کو سود، چوری اور شراب نوشی سے منع کرتا ہوں لیکن تمہارا ان چیزوں میں مبتلا ہو کر خدا سے ملنا، ان کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتا ہوں، کہ عمرو بن عبید اور اس کے ساتھیوں کے ہم خیال ہو کر اس سے ملو۔ (۵)

مبتدعین کی عیادت کرنا بھی کارِ ثواب نہ سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۰ (۲) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۳ (۳) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۴۲

(۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۰ (۵) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۴۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پوچھا کہ میرا ایک معتزلی پڑوسی بیمار ہے میں اس کی عیادت کروں؟ فرمایا ثواب کی نیت سے نہیں۔(۱)

فرائض کے علاوہ زیادہ روزہ نماز نہ کرتے تھے لیکن خدا کے حقوق وفرائض کی ادائیگی کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے، سلام بن مطیع کا بیان ہے کہ یونس بہت زیادہ نماز روزہ نہیں کرتے تھے لیکن خدا کی قسم جب خدا کے حقوق کا وقت آتا تو وہ اس کی ادائیگی کے لیے بالکل تیار رہتے تھے،(۲) جہاد کو افضل العبادات سمجھتے تھے، اس کے چھوٹ جانے کا انتہائی قلق ہوتا تھا، ان کو کسی سبب سے جہاد کا موقع نہ ملا تھا، اس کا تادم آخر قلق رہا، اسحاق بن ابراہیم کا بیان ہے کہ یونس مرض الموت میں اپنے پیروں کی طرف دیکھ کر روتے تھے، لوگوں نے سبب پوچھا؟ فرمایا کہ وہ خدا کی راہ میں غبار آلود نہیں ہوئے،(۳) زبان پر اکثر کلمۂ استغفار جاری رہتا تھا، عبدالملک ابن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ استغفار کرنے والا نہیں دیکھا۔(۴)

دیانت: ان کا ذریعۂ معاش تجارت تھا، ریشمی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے اور تجارتی دیانت میں اس قدر مبالغہ کرتے تھے کہ اس مبالغہ کے ساتھ تجارت کرنا مشکل ہے، ان کی تجارتی دیانت کے بہت سے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔

ایک مرتبہ ایک خاص مقام پر ریشم کا نرخ بہت چڑھ گیا تھا، انھیں معلوم ہوا تو انھوں نے ایک دوسرے مقام کے ریشم فروش سے تیس ہزار کا ریشم خریدا، بعد کو انھیں خیال آیا تو اس بیچنے والے سے پوچھا تم کو فلاں مقام پر مال کے نرخ چڑھنے کی خبر تھی، اس نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اپنا مال کیوں فروخت کرتا؟ یہ جواب سن کر روپیہ لے کر مال واپس کردیا۔(۵)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۴۴ (۲) ایضاً ص ۴۴۳ (۳) ایضاً ص ۴۴۴ (۴) ایضاً (۵) ایضاً ص ۴۴۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ ایک عورت ان کے پاس خز کی چادر فروخت کرنے کے لیے لائی، انھوں نے اسے دیکھ کر قیمت پوچھی، اس نے کہا ساٹھ درہم، انھوں نے اپنے ایک ہمسایہ تاجر کو چادر دکھا کر پوچھا تمھاری نظر میں اس کی کیا قیمت ہے؟ اس نے کہا، ایک سو بیس تک ہوسکتی ہے، قیمت لگوانے کے بعد عورت سے کہا، اپنے گھر والوں سے پوچھ لو کہ وہ ایک سو پچیس تک بیچنے کی اجازت دیتے ہیں۔(۱)

ایک مرتبہ ایک عورت ریشم کا ایک جبہ بیچنے کے لیے لائی، انھوں نے قیمت دریافت کی، اس نے پانسو بتائی، ان کی نگاہ میں وہ اس سے بہت زیادہ قیمت کا تھا، اس لیے انھوں نے دو ہزار تک اس کی قیمت لگادی۔(۲)

اس احتیاط کے باوجود انھیں اس بارے میں پورا اطمینان نہ ہوتا تھا، ابن شوذب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ یونس اور ابن عون حلال وحرام پر باتیں کر رہے تھے، دونوں نے کہا کہ ''ہمارے مال میں ایک درہم بھی حلال کا نہیں ہے۔''(۳)

وفات: ۱۳۹ھ میں وفات پائی، عبداللہ بن عباسؓ کے پوتے سلیمان اور عبداللہ بن علی اور پروتے جعفر اور محمد نے جنازہ اٹھایا اور ان کی زبان پر تھا کہ ''خدا کی قسم یہ عزت وشرف ہے۔''(۴)

۸۵- ابوادریس خولانی

نام ونسب: عائذ نام، ابوادریس کنیت، کنیت ہی سے زیادہ مشہور ہیں، نسب نامہ یہ ہے: عائذ ابن عبداللہ بن عمرو، بعض روایات میں نام عبداللہ اور نسب نامہ اس طرح ہے، عبداللہ بن ادریس بن عائذ بن عبداللہ بن غیلان خولانی۔

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۴۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۳۰ (۳) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۴۴ (۴) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۲۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدائش: غزوۂ حنین کے سال ۸ھ میں عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔(۱)

فضل وکمال: صاحب علم وعمل تابعین میں تھے،شام کے ممتاز علما میں شمار تھا،حافظ ذہبی لکھتے ہیں ابوادریس خولانی عالم اهل الشام .... الفقيه احد من جمع بين العلم والعمل، مشہور صحابی حضرت ابودرداءؓ کے بعد جو شام میں مقیم تھے،ابوادریس ہی ان کے جانشیں ہوئے تھے۔(۲)

حدیث: حدیث میں انھوں نے حضرت عمرؓ،ابودرداءؓ،معاذ بن جبلؓ،ابوذر غفاریؓ،بلالؓ، ثوبانؓ،حذیفہ بن یمانؓ،عبادہ بن صامتؓ،عوف بن مالکؓ،مغیرہ بن شعبہؓ،معاویہؓ بن ابی سفیان،ابوہریرہؓ،ابوسعید خدریؓ وغیرہ سے روایتیں کی ہیں،حافظ ذہبی نے اکابر حفاظ کے زمرہ میں ان کے حالات لکھتے ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں امام زہری، ربیعہ بن یزید، بسر بن عبیداللہ، عبداللہ بن ربیعہ ابن یزید، قاسم بن محمد، ولید بن عبدالرحمٰن، یونس بن میسرہ، ابوعون انصاری، یونس بن سیف مکحول،شہر بن حوشب اور سلمہ بن دینار وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۳)

فقہ: شام کے مشہور فقہا میں تھے،امام زہری ان کو شام کے فقیہ علما میں شمار کرتے تھے،(۴) طبری نے ان کا ذکر شام کے ان علما کے ساتھ کیا ہے جو فقیہ اور حلال وحرام کے احکام کے عالم تھے۔(۵)

وعظ گوئی اور قضاءت: ان کے فقہی کمال کی سند یہ ہے کہ عبدالملک کے زمانہ میں وہ دارالخلافہ دمشق کے قاضی تھے اور قضاءت کے ساتھ وعظ وپند کی خدمت بھی انجام دیتے تھے، پھر عبدالملک نے وعظ کی خدمت ان سے الگ کرلی،ان کو قضاءت کے مقابلہ میں وعظ گوئی کا شغل زیادہ مرغوب تھا،اس لیے اس سے علاحدگی کے بعد کہتے تھے''میری مرغوب چیز سے

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۵۸ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۸ (۳) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۸۵

(۴) تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۴۹ (۵) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۸۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے معزول کر دیا گیا اور جس چیز سے میں ڈرتا ہوں اسے رہنے دیا گیا۔"(۱)

علما کا اعتراف: ان کے ہمعصران کے کمالات کے اتنے معترف تھے کہ مکحول جو شام کے سب سے بڑے عالم تھے، کہتے تھے کہ میں نے ادریس سے بڑا عالم نہیں دیکھا، ابوزرعہ دمشقی ان کو جبیر بن نفیر عالمِ شام پر ترجیح دیتے تھے۔(۲)

وفات: ۸۰ھ میں وفات پائی۔(۳)

۸۶-ابواسحٰق سبیعی

نام ونسب: عمرو نام، ابواسحٰق کنیت، کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، نسب نامہ یہ ہے: عمرو بن عبداللہ بن علی بن احمد بن ذی یحمد بن سبیع بن صعب بن معاویہ بن کثیر بن مالک بن جشم بن حاشد بن جشم بن خیران بن نوف بن ہمدان ہمدانی کوفی۔

ہمدان میں ان کا ممتاز اور مشہور خاندان تھا، اسلامی عہد میں یہ خاندان کوفہ میں آباد ہو گیا تھا، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ابواسحٰق کے دادا مدینہ آئے تھے، حضرت عثمانؓ نے ان کے خاندانی اعزاز کا لحاظ کر کے پندرہ ہزار پانسوان کا اور سوسوان کے اہل وعیال کا وظیفہ مقرر کیا۔(۴)

پیدائش: ابواسحٰق غالباً کوفہ ہی میں عثمانی عہد کے آخر میں جب کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں تین سال باقی تھے، پیدا ہوئے۔(۵)

اموی دور: اموی دور میں بھی ابواسحٰق کا خاندانی اعزاز قائم رہا، امیر معاویہؓ کے زمانہ میں یہ اور ان کے والد تین سو وظیفہ پاتے تھے۔(۶)

فضل وکمال: مرکز علم کوفہ میں ابواسحٰق کی نشو ونما ہوئی تھی، ان میں تحصیل علم کی فطری استعداد

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۹ (۲) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۸۵ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۹
(۴) ابن سعد ج ۶ ص ۲۱۹ (۵) ایضاً (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصلاحیت تھی اس لیے علمائے کوفہ کے فیض سے پورا فائدہ اٹھایا، اوران کا شمار علما کے اکابر علما میں ہوگیا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق، جلالت اور ثنا پر سب کا اتفاق ہے۔(۱) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ علم کا ظرف تھے، ان کے مناقب بہت ہیں،(۲) ابن ناصر الدین ان کو ائمہ اسلام اور بڑے حفاظِ حدیث میں لکھتے ہیں۔(۳)

قرآن: قرآن کے وہ نہایت مشہور قاری تھے، عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب ان کو عمر دارالقاری کہتے تھے، اس فن کی تعلیم انھوں نے اس فن کے مشہور علما ابوعبدالرحمٰن سلمی اور اسود بن یزید سے حاصل کی تھی۔(۴)

حدیث: حدیث کے اکابر حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی ان کو علم کا ظرف اور علمائے اعلام میں لکھتے ہیں۔(۵) صحابہ میں انھوں نے ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، معاویہؓ، عمرو بن یزید الخطمیؓ، نعمان ابن بشیرؓ، عمرو بن الحارثؓ، عمرو بن الحریثؓ، زید بن ارقمؓ، براء بن عازبؓ، سلیمان بن صردؓ، حارثہ ابن وہبؓ، عدی بن حاتمؓ، جابر بن سمرہؓ، رافع بنؓ خدیج، عروہ بارقیؓ، ابوجحیفہؓ، خالد بن عرفطہؓ، جریر بن عبداللہؓ بجلی، اشعث بن قیسؓ، مسورؓ بن مخرمہ اور تابعین میں ایک کثیر جماعت سے سماعِ حدیث کیا تھا،(۶) ابن مدینی نے ان کے شیوخ کی تعداد باختلاف روایت تین یا چار سو لکھی ہے، ان میں اڑتیس صحابہ تھے۔(۷)

ابوحاتم روایات کی کثرت اور رجال کے علم میں ان کو امام زہری کا ہم پایہ سمجھتے تھے،(۸) ابوداؤد طیالسی کا بیان ہے کہ ہم نے چار آدمیوں کے پاس حدیث کا ذخیرہ پایا، ان چار میں ایک ابواسحٰق ہیں، حضرت علیؓ کی احادیث اور ابن مسعودؓ کی روایات ان کے پاس زیادہ تھیں، ان کی جملہ احادیث کی تعداد دو ہزار تک بیان کی جاتی ہے۔(۹)

---

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۱۷۲ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۲ (۳) شذرات الذہب ج اول ص ۱۷۴ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۱ (۵) ایضاً (۶) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۱۶ (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۳ (۸) تہذیب ج ۸ ص ۶۵ (۹) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلامذہ: شیوخ کے تناسب سے ان کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا اور اس میں بڑے بڑے تابعین اور تبع تابعین تھے، بعض قابل ذکر نام یہ ہیں، سلیمان التیمی، اعمش، قتادہ، اسماعیل بن ابی خالد، شریک بن عبداللہ، عمارہ بن زریق، منصور بن معتمر، سفیان ثوری، مسعر، مالک بن مغول، سفیان بن عیینہ، زہیر بن معاویہ، زائدہ، حسن بن صالح اور ابوبکر بن عباس وغیرہ۔(۱)

زہد وعبادت: اس علم کے ساتھ عمل بھی اسی درجہ کا تھا، بڑے عابد وزاہد تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان صواماً قواماً متبتلاً، تین دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے،(۲) روزے بھی بکثرت رکھتے تھے۔

آخر عمر میں جب قویٰ ضعیف اور عبادتِ شاقہ کے متحمل نہ رہ گئے تھے اس وقت ان معمولات میں فرق آ گیا تھا لیکن پھر بھی مہینہ میں تین دن اور ہر جمعہ دوشنبہ کو اور اشہر حرم میں پابندی سے روزہ رکھتے تھے اور ایک رکعت میں پوری سورۂ بقرہ ختم کرتے تھے۔(۳)

جہاد فی سبیل اللہ: جہاد فی سبیل اللہ کا بھی ولولہ تھا، امیر معاویہؓ کے زمانہ میں روم کی فوج کشی میں شریک ہوئے تھے۔(۴)

وفات: ۱۲۷ھ یا ۱۲۸ھ میں وفات پائی، وفات کے وقت کم وبیش سو سال کے قریب عمر تھی۔(۵)

۸۷-ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری

نام ونسب: عامر نام، ابوبردہ کنیت، کنیت سے وہ زیادہ مشہور ہیں، مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے صاحبزادے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عامر بن عبداللہ بن موسیٰ بن قیس

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۱۷۱ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۲ (۳) ایضاً (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۱ (۵) ایضاً ص ۱۰۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن جماہر اشعری۔

تعلیم: ان کے والد حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بڑے پایہ کے صحابی تھے، انھوں نے ان کو حصول تعلیم کے لیے مشہور صحابی عبداللہ بن سلامؓ کے پاس جو مدینہ میں اہل کتاب کے بہت بڑے عالم تھے، بھیج دیا تھا، اس واقعہ کو ابوبردہ خود بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ کو تحصیل علم کے لیے عبداللہ بن سلامؓ کے پاس بھیجا، جب میں ان کے پاس گیا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا بھتیجے تم لوگ ایک تجارتی مقام پر رہتے ہو، اس لیے اس کا لحاظ رکھنا کہ جب کسی پر تمہارا کچھ مال واجب ہو تو وہ اگر تم کو گھانس کا ایک گٹھا بھی دے تو اس کو قبول نہ کرنا کہ وہ ربا ہوگا۔(۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب میں مدینہ گیا اور عبداللہ بن سلام سے ملا تو انھوں نے کہا چلو جس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل ہو کر نماز پڑھی ہے تم بھی اس میں چل کر نماز پڑھو، تم کو کھجور اور ستو کھلاؤں گا، پھر فرمایا بھتیجے تم ایسے مقام پر رہتے ہو جہاں سود عام ہے، تم میں ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ کسی کو قرض دیتے ہیں اور اس کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو مقروض خورد ونوش کے سامان کی ایک گٹھری اور چارہ کا ایک گٹھا اپنے ساتھ لاتا ہے، یہ ربا ہے۔(۲)

فضل وکمال: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور عبداللہ بن سلامؓ کی تعلیم وتربیت اور دوسرے بزرگوں کے فیضِ صحبت نے ابوبردہ کا دامنِ علم نہایت وسیع کر دیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں، ابوبردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الفقیہ احد الائمۃ الاثبات (۳) امام نووی لکھتے ہیں ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔(۴)

حدیث: حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، کان ثقۃ کثیر الحدیث (۵) اس فن میں انھوں نے ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت علیؓ، حذیفہؓ بن یمان،

---

(۱) ابن سعد ج۵ ص۱۸۷ (۲) ایضاً (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص۸۳ (۴) تہذیب الاسماء جلد اول ق۲ ص۱۷۹ (۵) ایضاً بحوالہ ابن سعد۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن سلام، اعز المزنی، مغیرہ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، اسود بن یزید النخعی اور عروہ بن زبیرؓ وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔(۱)

تلامذہ: ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے لڑکے سعید اور بلال، پوتے یزید اور عام لوگوں میں امام شعبی، ثابت البنانی، حمید بن ہلال، عبدالملک بن نمیر، قتادہ، ابواسحاق سبیعی وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۲)

فقہ: فقہ میں بھی وہ امتیازی پایہ رکھتے تھے، حافظ ذہبی ان کو فقیہ اور امام لکھتے ہیں۔(۳)

عہدۂ قضا: اس تفقہ کی بنا پر وہ قاضی شریح کے بعد کوفہ کی مسندِ قضا پر بیٹھتے تھے،(۴) ان کے بعد ان کے لڑکے بلال ان کے جانشین ہوئے۔(۵)

فضائل اخلاق: فضائلِ اخلاق کا مجسم پیکر تھے، ان کی ذات میں تمام اخلاقی محاسن جمع تھے، یزید بن مہلب جس زمانہ میں خراسان کا والی ہوا اس وقت اس کو ایک جامع اوصاف شخص کی ضرورت ہوئی، اس نے لوگوں سے کہا مجھے کوئی ایسا آدمی بتاؤ جو خصائل حسنہ میں پورا ہو، لوگوں نے ابو بردہ کا نام لیا، یزید انھیں بلا کر ان سے ملا، تجربہ سے انھیں بہترین شخص پایا، ان کی باتوں سے بہت زیادہ متاثر ہوا، انھیں پرکھنے کے بعد ان سے کہا میں تم کو فلاں فلاں عہدہ پر مامور کرتا ہوں، انھوں نے اس کے قبول کرنے سے معذرت چاہی، یزید نہ مانا، اس وقت انھوں نے معذرت میں یہ مذہبی دلیل پیش کی کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس شخص نے کوئی ایسا عہدہ قبول کر لیا جس کے متعلق وہ خود جانتا ہے کہ وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اس کو چاہیے کہ دوزخ کو اپنا مستقر بنانے کے لیے تیار رہے۔(۶)

وفات: ۱۰۴ھ میں وفات پائی۔(۷)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۱۸ (۲) ایضاً (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۳ (۴) شذرات الذہب ج اول ص ۱۲۶ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۷ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۳ (۷) ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۸-ابوبکر بن عبدالرحمٰن

نام ونسب: محمد نام، ابوبکر کنیت، ان کی کنیت نے اتنی شہرت حاصل کی کہ نام کی جگہ لے لی، چنانچہ بعضوں کے نزدیک ان کا نام ہی ابوبکر ہے، نسب نامہ یہ ہے: ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم مخزومی، ماں کا نام فاختہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، فاختہ بنت عتبہ بن سہیل بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی۔

ولادت: ابوبکر، حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے۔(۱)

فضل وکمال: ابوبکر مدینۃ الرسول میں پیدا ہوئے تھے جو علما کا مخزن تھا، ان میں تحصیل علم کا بڑا ذوق وشوق تھا، اس لیے بڑی محنت سے تحصیل علم کی اور مدینہ کے نامور علما میں شمار ہوا۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة فقيها كثير الحديث عالماً عاقلاً عالياً سخياً (۲) ابن خراش انھیں ائمہ علما میں شمار کرتے تھے۔(۳)

حدیث: حدیث کے وہ بڑے حافظ تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان ثقة حجة فقيهاً اماماً كثير الرواية (۴) صحابہ میں اپنے والد عبدالرحمٰنؒ، ابوہریرہؓ، عمار بن یاسرؓ، ابومسعود بدریؓ، عبدالرحمٰن بن مطیعؓ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور ام سلمہؓ سے روایتیں کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے لڑکے عبدالملک، عمرو، عبداللہ اور سلمہ بھتیجے قاسم بن محمد اور عام لوگوں میں امام زہری، عمر بن عبدالعزیز اور حکم بن عتبہ وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۵)

فقہ: فقہ میں آپ کا پایہ نہایت بلند تھا، وہ مدینہ کے سات مشہور فقہا میں سے ایک تھے،(۶)

---

(۱) ابن سعد ج۶ ص۱۵۳ (۲) ایضاً (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق۲ ص۱۹۵ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۵ (۵) تہذیب التہذیب ج۱۲ ص۳۰ (۶) اعلام الموقعین ج اول ص۲۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالزناد کہتے تھے کہ مدینہ کے ان فقہا وعلما میں جن کی رائے پر مسائل کا فیصلہ ہوتا تھا، چھ آدمی تھے، ان میں ایک ابوبکر بن عبدالرحمٰن تھے۔(۱)

زہد وعبادت: زہد وتقویٰ کا رنگ نہایت گہرا تھا، مدینہ کے عابد ترین بندگوں میں تھے، زہد وعبادت اور نمازوں کی کثرت کی وجہ سے ''راہب قریش'' ان کا لقب ہوگیا تھا،(۲) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ صالح، عبادت گذار اور خدا پرست تھے(۳) کئی کئی دن کا مسلسل روزہ رکھتے تھے، ان کے بھائی عمرو بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ وہ روزے پر روزے رکھتے تھے اور درمیان میں افطار نہ کرتے تھے۔(۴)

امانت: امانت ان کا خاص وصف تھا، انھیں امانت میں اس قدر اہتمام تھا کہ اگر کوئی شخص ان کے پاس کوئی شے امانت رکھتا اور اس کا کچھ حصہ ضائع ہوجاتا تو خواہ امانت رکھنے والا معاف ہی کیوں نہ کردیتا مگر وہ پوری امانت واپس کرتے، عثمان بن محمد کا بیان ہے کہ عروہ نے ابوبکر کے پاس کچھ مال امانت رکھوایا، وہ مال یا اس کا کچھ حصہ ضائع ہوگیا، عروہ نے کہلا بھیجا کہ تم پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے، تمہاری حیثیت تو امین کی تھی، انھوں نے جواب دیا کہ یہ مجھے معلوم ہے کہ مجھ پر تاوان نہیں ہے لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ قریش میں تمہاری زبان سے یہ الفاظ نکلیں کہ میری امانت ضائع ہوگئی، غرض عروہ کے کہنے کے باوجود نہ مانے اور اپنی املاک بیچ کر پوری امانت واپس کی۔(۵)

فیاضی: نہایت فیاض اور سیر چشم تھے۔(۶)

بنی امیہ میں منزلت: اموی خلفا ان کی اتنی منزلت کرتے تھے کہ ان کی وجہ سے اہل مدینہ کو امویوں کی جانب سے امن حاصل ہوگیا تھا، عبدالملک خصوصیت کے ساتھ ان کی بڑی عزت کرتا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ بنی امیہ کے ساتھ اہل مدینہ کی روش کی بنا پر میں ان کے

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۲ص ۳۱ (۲) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۳ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۴ (۴) تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۳۱ (۵) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۴ (۶) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہوں لیکن پھر ابوبکر بن عبدالرحمٰن کا خیال آجاتا ہے تو شرم آنے لگتی ہے اور ارادہ ترک کر دیتا ہوں، عبدالملک اپنے بعد ہونے والے خلفا ولید اور سلیمان کو بھی ابوبکر کی تعظیم وتکریم کی وصیت کرتا گیا تھا۔(۱)

وفات: ایک دن عصر کی نماز پڑھ کر غسل خانہ گئے، وہاں گر پڑے، فوراً زبان سے نکلا "میں نے آج شروع دن میں خدا کی قسم کوئی نئی بات نہیں کی تھی۔" اسی دن غروبِ آفتاب سے پہلے انتقال کر گئے، یہ ۹۴ھ کا واقعہ ہے۔(۲)

۸۹- ابورجاء عطاردی

نام ونسب: ابورجاء اوران کے والد کے نام کے بارے میں مختلف بیانات ہیں، ایک بیان یہ ہے کہ ان کا نام عمران اور والد کا نام ملحان ہے، دوسرا یہ ہے کہ والد کا نام تیم ہے، تیسرا یہ ہے کہ ان کا نام عطارد اور والد کا نام پرویز ہے، ان تینوں بیانات میں اکثر اربابِ سیر کے نزدیک پہلا زیادہ صحیح ہے، حافظ ذہبی اور ابن حجر نے اسی کو اختیار کیا ہے، ابورجاء کنیت ہے اور اسی سے وہ زیادہ مشہور ہیں، نسبی تعلق قبیلہ تیم سے تھا۔

اسلام: ابورجاء نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا لیکن اس وقت بالکل نوخیز تھے، عہد نبوی میں عرصہ تک ان کا قبیلہ اسلام سے بھاگتا رہا لیکن پھر آخر میں اسے اسلام کا طوقِ غلامی گردن میں ڈالنا پڑا، ان واقعات کو خود رجاء کی زبان سے سنو، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں اپنے چشمے "سند" پر اونٹوں کی چرائی پر تھا کہ اطلاع ملی کہ عرب میں ایک شخص مبعوث ہوا ہے جو لوگ اس کی اطاعت نہیں کرتے، ان کو وہ قتل کر دیتا ہے، یہ خبر سن کر ہم لوگ اپنے اہل وعیال کو لے کر بنی سعد کا میدان عبور کر کے بھاگ گئے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس شخص سے بچنے کی سبیل لاالٰہ الااللہ محمدا

(۱) ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۴ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ج اول ق ۷ ص ۱۰۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبده ورسوله کی شہادت ہے جو شخص اس کا اقرار کر لیتا ہے، اس کی جان اور اس کا مال محفوظ ہو جاتا ہے، یہ معلوم کر کے ہم لوگ لوٹ آئے اور اسلام میں داخل ہو گئے۔(۱) یہ فتح مکہ کا زمانہ تھا،(۲) اگرچہ ابو رجاء عہدِ رسالت میں مشرف بہ اسلام ہو گئے لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور لقا کے شرف سے محروم رہے۔

فضل وکمال: ابو رجاء کے زمانہ میں بہت سے صحابہ موجود تھے، اس لیے انھیں حصولِ کمال کا پورا موقع ملا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں من کبار علماء التابعین .... کان ثقة ثبتاً عالماً عاملاً۔(۳)

قرآن: قرآن کے ممتاز عالم تھے، اس کی تعلیم انھوں نے ابوموسیٰ اشعریؓ اور مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حاصل کی تھی،(۴) ان کی تعلیم نے انھیں قرآن کا عالم بنا دیا۔(۵)

حدیث: حدیث میں حضرت عمرؓ، علیؓ، عمرانؓ بن حصین، ابن عباسؓ، سمرہ بن جندبؓ، اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے ان کی روایات ملتی ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ایوب، جریر بن حازم، عوف الاعرابی، عمران القصیر، مہدی بن میمون، ابو الاشہب، حماد بن نجیح، سعید بن ابی ربیعہ، ابو عثمان اور حسن بن ذکوان وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۶)

زہد وعبادت: زہد وعبادت میں بھی ممتاز تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے عبادت گذار، نماز پڑھنے والے اور تلاوت کرنے والے شیخ تھے،(۷) رمضان میں تراویح میں تین قرآن ختم کرتے تھے۔(۸)

امامت: اپنے علمی اور مذہبی کمالات کی وجہ سے اپنے قبیلہ کے امام تھے اور چالیس سال تک

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۰۱ و ۱۰۲، یہ واقعات تین مختلف روایتوں کا خلاصہ ہے (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۷ (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) ابن سعد ج ۷ ص ۱۰۱ (۶) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۴۰ (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۷ (۸) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ خدمت انجام دی۔(۱)

وفات: ان کے زمانۂ وفات کے بارمیں بہت اختلاف ہے، بعضوں کے نزدیک عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہدِ خلافت میں، بعضوں کے نزدیک ۱۰۵ھ میں، بعضوں کے نزدیک ۱۰۷ھ میں، بعضوں کے نزدیک ۱۰۸ھ میں اور بعضوں کے نزدیک ۱۰۹ھ میں وفات پائی، (۲) اس وقت کم وبیش ایک سو بیس سال کی عمر تھی، ان کے وفات پر فرزدق شاعر نے یہ شعر کہا:

الم تر ان الناس مات کبیرهم ☆ وقد عاش قبل البعث بعث محمد

۹۰-ابوالزناد

نام ونسب: عبداللہ نام، والد کا نام ذکوان تھا، ابوعبدالرحمٰن کنیت، ابوالزناد لقب، لقب ہی سے وہ مشہور ہیں، نسباً ہمدانی تھے، ابوالزناد قریش کی غلامی میں تھے لیکن غلامی کی نسبت میں اختلاف ہے، بعض رملہ بنت ربیعہ کا اور بعض حضرت عثمانؓ کی اولاد کا غلام بتاتے ہیں۔

فضل وکمال: اگرچہ ابوالزناد غلام تھے لیکن اقلیم علم کے تاجدار تھے، اکابر تابعین کے بعد جو بزرگوار علم کے مسند نشیں ہوئے، ان میں ایک نام ابوالزناد کا بھی ہے، ان کو جملہ علوم میں یکساں دستگاہ حاصل تھی، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی ثنا وصفت، ان کے وفورِ علم، ان کے حفظ، ان کے فضل اور مختلف علوم میں ان کی مہارت، توثیق اور ان کی جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔(۳)

حدیث: حدیث میں انھوں نے انس بن مالکؓ، عائشہ بنت سعدؓ، ابوامام بن سہل بن حنیف، سعید بن مسیبؒ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ، ابان بن عثمانؒ، خارجہ بنت زید بن ثابتؒ، عبید بن حسین، عروہ بن زبیرؒ، علی بن حسینؒ، عمرو بن عثمانؒ، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور محمد

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۰۱ (۲) یہ تمام اقوال ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ اور تہذیب میں ہیں، دیکھو کتب مذکورہ حوالۂ بالا (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۲۴۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن حمزہ اسلمی وغیرہ سے فیض اٹھایا تھا۔(۱)

ان بزرگوں کے فیض نے ان کو حدیث کو بڑا جلیل القدر حافظ بنا دیا تھا، امامِ حدیث سفیان ثوری ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہتے تھے،(۲) علامہ ابن سعد ثقہ اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔(۳)

تلامذہ: ان کے لڑکے عبدالرحمٰن اور القاسم، صالح بن کیسان، ابن ابی ملیکہ، اعمش، عبیداللہ ابن عمرو بن عجلان، ہشام بن عروہ، شعیب بن ابی حمزہ، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، سعید بن ابی بلال، زائدہ بن قدامہ اور سفیان وغیرہ ان کے زمرۂ تلامذہ میں تھے۔(۴)

فقہ: فقہ میں بھی امتیازی درجہ رکھتے تھے، ان کا شمار فقہائے مدینہ میں تھا، فقہ میں وہ مشہور فقیہ تابعی ربیعہ رائے کے مقابلہ کے سمجھے جاتے تھے، امام ابوحنیفہ ان کو ربیعہ سے مرجح سمجھتے تھے، ربیعہ سے پہلے ان ہی کی ذات مرجوعہ تھی لیکن ربیعہ کی مسند بچھنے کے بعد ان کا حلقۂ درس خالی ہو گیا اور ان کے تمام تلامذہ ربیعہ کی طرف رجوع ہو گئے۔(۵)

جامعیت اور حلقۂ درس کی وسعت: ابوالزناد کی جامعیت کی مناسبت سے ان کا حلقۂ درس بھی نہایت وسیع تھا، ان میں مختلف علوم وفنون کے سیکڑوں طلبہ کا ہجوم رہتا تھا، عبدربہ بن سعید کا بیان ہے، کہ میں نے ابوالزناد کو اس شان سے مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے کہ ان کے ساتھ طلبہ کا بادشاہوں کے ہجوم جیسا ہجوم تھا، اس ہجوم میں فرائض کے سائلین بھی ہوتے تھے اور حساب کے بھی، شعر کے بھی، حدیث کے بھی اور معضلات کے بھی،(۶) لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے ابوالزناد کے پیچھے بہ یک وقت فقہ، شعر وشاعری اور مختلف علوم

---

(۱) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۰۳ و ۲۰۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۱ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۲۳۳ بحوالہ ابن سعد (۴) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۰۳ و ۲۰۴ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۱ (۶) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۲۳۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تین تین سو طالب علم دیکھے ہیں مذہبی علوم کے علاوہ زبان وادب وانشاء اور فصاحت وبلاغت میں بھی دستگاہ تھی، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں (۱) کان فصیحاً بصیرا بالعربیة۔ (۲)

غیر مذہبی علوم میں حساب میں خصوصیت کے ساتھ بڑی مہارت تھی، اس مہارت کی بنا پر کبھی کبھی حکومت کے دفاتر کی جانچ پڑتال ان کے سپرد ہوتی تھی، ایک مرتبہ وہ اسی سلسلہ میں ہشام کے پاس شام گئے تھے۔ (۳)

عقل وفرزانگی: اس علم کے ساتھ انھوں نے دنیاوی عقل وفرزانگی سے بھی وافر حصہ پایا تھا، (۴)

وفات: باختلاف روایت رمضان ۱۳۰ھ یا ۱۳۱ھ میں دفعۃً انتقال ہوا، (۵) وفات کے وقت چھیاسٹھ سال کی عمر تھی۔ (۶)

۹۱- ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن

نام ونسب: عبداللہ نام، ابوسلمہ کنیت، کنیت نے اتنی شہرت حاصل کی کہ نام کی جگہ لے لی، چنانچہ بعضوں کے نزدیک ان کا نام ہی ابوسلمہ تھا، مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ کے فرزند ہیں، ماں کا نام تماضر تھا، ننھیالی شجرہ یہ ہے تماضر بنت اصبغ بن عمرو بن ثعلبہ بن حارث بن حصن بن ضمضم بن عدی بن جناب بن ہبل کلبی۔

فضل وکمال: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا درجہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ عشرہ مبشرہ میں تھے، ابوسلمہ نے ان ہی کے آغوش علم وعمل میں پرورش پائی تھی، باپ کے فیض تربیت سے وہ یگانہ عصر بن گئے تھے، بعض علما ان کو مدینہ کے فقہائے سبعہ میں شمار کرتے ہیں لیکن یہ رائے مختلف فیہ ہے، مگر اس سلسلہ میں ان کا نام لیا جانا ہی ان کے کمال کی سب سے بڑی سند ہے،

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۰ (۲) تہذیب الاسماء حوالۂ مذکور بحوالۂ ابن سعد (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۱ (۴) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۲۴۴ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۲۱ (۶) تہذیب الاسماء جلد اول ق ۲ ص ۲۴۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی علمی جلالت اور امامت پر علما کا اتفاق ہے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ابوسلمہ کی امامت ان کے مرتبہ کی بلندی اوران کی رفیع المنزلی پر سب کا اتفاق ہے۔(۱)

حدیث: حدیث میں انھوں نے اپنے والد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، ان کے علاوہ اکابر صحابہ میں حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، عبادہ بن صامتؓ، ابوقتادہؓ، ابودرداءؓ، اسامہ بن زیدؓ، حسان بن ثابتؓ، رافع بنؓ خدیج، ثوبانؓ، نافع بن حارثؓ، عبداللہ بن سلامؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابوسعید خدریؓ، انس بن مالکؓ، جابرؓ، معاویہؓ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور ام سلمہؓ وغیرہ اور بہت سے اکابر تابعین سے استفادہ کیا تھا۔(۲)

ان بزرگوں کے فیض نے ان کو امامِ حدیث بنا دیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے ائمہ تابعین میں، کثیر العلم، ثقہ اور عالم تھے،(۳) علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة فقيها كثير الحديث (۴) تمام اکابر علما ان کی کثرتِ حفظ کے معترف تھے، زہری کا بیان ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ بن قارظ مجھ سے کہتے تھے کہ تمہاری قوم میں دو آدمیوں سے بڑا عالم حدیث میں نے نہیں دیکھا، ایک عروہ ابن زبیر دوسرے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن (۵) امام زہری کہتے تھے کہ میں نے چار آدمیوں کو علم کا دریا پایا، ان چار میں ایک ابوسلمہ کا نام ہے۔(۶)

تلامذہ: امام شعبی، عبدالرحمٰن الاعرج، عراک بن مالک، عمرو بن دینار، ابوحازم، ابوسلمہ بن دینار، زہری، یحیٰی بن سعید انصاری اور یحیٰی بن ابی کثیر وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں۔(۷)

فقہ: فقہ میں ابوسلمہ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ بعض علما ان کو مدینہ کے فقہائے سبعہ میں شمار کرتے تھے۔(۸) علامہ ابن سعد ان کو فقیہ لکھتے ہیں،(۹) فقہ میں انھوں نے فقیہ الامت عبداللہ

(۱) تہذیب الاسماء ج اول ص ۲ ص ۲۴۱ (۲) تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۱۱۵ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۴ (۴) ابن سعد ج ۵ ص ۱۱۶ (۵) تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۱۱۶ (۶) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۴ (۷) تہذیب الاسماء ج اول ق ۲ ص ۲۴۱ (۸) ایضاً ص ۲۴۰ (۹) ابن سعد ج ۵ ص ۱۱۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن عباسؓ سے استفادہ کیا تھا، بعض اوقات فقہی مسائل میں استاد کو ان کی رائے پلٹا دیتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ابوسلمہ ابن عباسؓ سے تفقہ حاصل کرتے تھے اور مسائل پر ان سے بحث ومناظرہ کر کے ان کو ان کی رائے سے پلٹا دیتے تھے۔(۱)

عہدۂ قضا: امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت میں سعید بن العاص حاکمِ مدینہ نے ان کو مدینۃ الرسول کے عہدۂ قضا پر ممتاز کیا لیکن پھر بعد کے تغیرات میں وہ اس عہدہ پر نہ رہ سکے اور سعید بن العاص کی معزولی کے بعد اس کے جانشین مروان نے ابوسلمہ کو ہٹا دیا۔(۲)

وفات: ولید بن عبدالملک کے عہدِ خلافت ۹۴ھ میں وفات پائی، ایک روایت یہ ہے کہ ۱۰۴ھ میں انتقال کے وقت بہتر سال کی عمر تھی۔(۳)

حلیہ: ابوسلمہ نہایت حسین وجمیل تھے، عبداللہ بن ابی یعقوب کا بیان ہے کہ ابوسلمہ بڑے صبیح تھے، ان کا چہرہ تابانی میں ہرقلی دینار معلوم ہوتا ہے، سر اور داڑھی کے بال سپید ہو گئے تھے، ان میں کبھی حنا اور کبھی وسمہ کا خضاب لگاتے تھے۔(۴)

۹۲-ابوالعالیہ ریاحی

نام ونسب: رفیع نام، ابوالعالیہ کنیت، کنیت ہی سے وہ زیادہ مشہور ہیں، والد کا نام مہران تھا، قبیلہ بنی ریاح کی ایک عورت کے غلام تھے، اس نسبت سے ریاحی کہلاتے ہیں۔

اسلام: انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا لیکن عہد نبوی میں شرف اسلام سے محروم رہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے۔(۵)

آزادی: روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد عرصہ تک غلامی میں رہے، پھر ان کی مالکہ نے انھیں آزاد کر دیا، ان کی آزادی کا واقعہ جس کے متعلق خود ان کا بیان یہ ہے

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۴ (۲) ابن سعد جلد ۵ ص ۱۱۵ (۳) ایضاً ص ۱۱۶ (۴) ایضاً ص ۱۱۵ و ۱۱۶

(۵) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ میں ایک عورت کا غلام تھا، جب اس نے مجھے آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے چچیرے بھائیوں نے روکا کہ اگر اس کو آزاد کردو گی تو وہ کوفہ جا کر بالکل مفقود الخبر ہو جائے گا لیکن وہ آزاد کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی، اس لیے ایک جمعہ کو میرے پاس آئی اور مجھ سے پوچھ کر جامع مسجد کی طرف چلی میں بھی ساتھ ہولیا، مسجد پہنچنے کے بعد امام نے ہم کو منبر پر کھڑا کر دیا، عورت نے میرا ہاتھ پکڑ کر ان الفاظ میں میری آزادی کا اعلان کیا ''خدایا میں تیرے پاس اس کو (آخرت کے لیے) جمع کرتی ہوں، مسجد والو! گواہ رہنا، یہ غلام خدا کے لیے آزاد ہے، آئندہ حقِ معروف کے علاوہ اس پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے'' یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی، اس کے بعد پھر وہ نہیں دکھائی دی۔(۱)

فضل وکمال: علمی اعتبار سے ممتاز تابعین میں تھے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ کبار تابعین میں تھے، ابوالقاسم طبری کا بیان ہے کہ ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے۔(۲)

قرآن: ان کا خاص موضوع کتاب اللہ تھا، قرآن کی تعلیم انھوں نے مشہور عالم قرآن حضرت ابی بن کعبؓ سے حاصل کی تھی، اس کا آغاز غلامی ہی کے زمانہ سے ہو گیا تھا، ان کا خود بیان ہے کہ میں غلام تھا، اپنے اہل کی خدمت کرتا تھا اور قرآن اور عربی کی کتاب سیکھتا تھا(۳) لیکن باضابطہ تعلیم قبول اسلام کے ساتھ آٹھ سال کے بعد جب کہ وہ بڑی عمر کو پہنچ گئے تھے، شروع کی تھی(۴) اور اس شوق اور محنت سے حاصل کی کہ جماعتِ تابعین میں قرآن کے سب سے بڑے عالم بن گئے، ابوبکر ابن ابی داؤد کا بیان ہے کہ صحابہ کے بعد ابوالعالیہ سے بڑھ کر عالم قرآن کوئی نہ تھا،(۵) ابن عماد حنبلی ان کو مفسر لکھتے ہیں۔(۶)

حدیث: حدیث میں علامہ ابن سعد انھیں کثیر الحدیث لکھتے ہیں(۷) حضرت علیؓ، عبداللہ

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۸۱، آزادی کا واقعہ دو روایتوں میں ہے، ہم نے دونوں کا خلاصہ لے لیا ہے

(۲) تہذیب الاسماء ج اول ص ۲۵۱ (۳) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۸۲ (۴) ایضاً ص ۸۱ (۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۳ (۶) شذرات الذہب ج اول ص ۱۰۲ (۷) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۸۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن مسعودؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابوایوب انصاریؓ، ابی ابن کعبؓ، ثوبانؓ، حذیفہؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، رافع بن خدیجؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوہریرہؓ، ابوبردہؓ، انس بن مالکؓ، ابوذر غفاریؓ جیسے اکابر صحابہ سے انھوں حدیث میں فیض اٹھایا تھا۔(۱)

اخذ حدیث میں احتیاط: حدیث لینے میں وہ بڑے محتاط تھے، جب تک اصل راوی کی زبان سے سن نہ لیتے تھے، اس وقت تک کسی دوسرے کے بیان پر اعتماد نہ کرتے تھے، چنانچہ کہتے تھے کہ ہم لوگ بصرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی روایات سنتے تھے مگر اس وقت تک ان پر اعتماد نہ کرتے تھے جب تک مدینہ جاکر خود ان کی زبان سے نہ سن لیتے تھے۔(۲)

تلامذہ: ان سے فیض اٹھانے والوں میں خالد الحذاء، داؤد بن ابی ہند، محمد بن سیرین، یوسف بن عبداللہ، ربیع بن انس، بکر المزنی، ثابت البنانی، حمید بن ہلال، قتادہ اور منصور وغیرہ قابل ذکر ہیں۔(۳)

فقہ: گو فقہ میں ان کا کوئی خاص پایہ نہ تھا تاہم بصرہ کے فقہا میں ان کا شمار تھا، حافظ ذہبی انھیں فقیہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔(۴)

صحابہ میں منزلت: اگرچہ ابوالعالیہ غلام رہ چکے تھے لیکن ان کے علمی کمالات کی بنا پر بڑے بڑے صحابہ ان کی عزت کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اتنی عزت کرتے تھے کہ ابوالعالیہ جب ان کے پاس جاتے تھے تو ابن عباسؓ ان کو اونچے مقام پر بٹھاتے اور معززینِ قریش ان کے نیچے ہوتے، اس اعزاز سے بٹھانے کے بعد فرماتے، علم اسی طرح شریف کے شرف میں اضافہ کرتا ہے اور ملوک کو تخت پر بٹھاتا ہے۔(۵)

ایک مرتبہ وہ ابن عباسؓ کی ولایتِ بصرہ کے زمانہ میں ان کے پاس گئے،

(۱) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۸۴ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۸۲ (۳) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۸۴ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۳ (۵) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عباسؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھالیا، یہ عزت افزائی دیکھ کر ایک تمیمی سے نہ رہا گیا، وہ بول اٹھا یہ غلام ہیں۔(۱)

عبادت: ابوالعالیہ میں اس علم کے ساتھ اسی درجہ کا عمل بھی تھا، بڑے خوش اوقات اور عبادت گذار تھے، شب بیداری اور تلاوت قرآن کا خاص ذوق تھا، ایک زمانہ میں وہ رات بھر نمازیں پڑھتے تھے اور ایک شب میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے لیکن اس عبادتِ شاقہ پر مداومت نہ کر سکے، ان کا بیان ہے کہ ہم چند غلام تھے، ان میں سے بعض ٹیکس ادا کرتے تھے اور بعض خدمت کرتے تھے، ہم سب رات بھر جاگ کر ایک شب میں پورا قرآن ختم کرتے تھے لیکن جب یہ گراں گزرنے لگا تو پھر دو راتوں میں ختم کرنے لگے، جب یہ بھی نہ نبھ سکا تو تین راتوں میں ختم کرنے لگے لیکن اتنا بھی نہ ہو سکا اور ایک دوسرے سے شکایت کرنے لگے تو ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ملے، انھوں نے کہا کہ ایک ہفتہ میں ختم کیا کرو، ان کی ہدایت کے بعد ہم لوگ نمازیں پڑھنے کے ساتھ سونے بھی لگے، اس وقت وہ بار جاتا رہا۔(۲)

رہبانیت سے اجتناب: لیکن اس عبادت و ریاضت کے ساتھ رہبانیت سے اتنا احتراز تھا کہ راہبانہ لباس تک نہ پسند کرتے تھے، ایک مرتبہ ابوامیہ عبدالکریم ان سے ملنے کے لیے آئے، ابوامیہ کے بدن پر صوف کے کپڑے تھے، ان کو دیکھ کر ابوالعالیہ نے کہا یہ راہبوں کا لباس و طریقہ ہے، مسلمان جب آپس میں ایک دوسرے سے ملنے کے لیے جاتے ہیں تو اچھے لباس میں جاتے ہیں۔(۳)

ریا سے احتراز: عمل خیر کا اظہار نہایت برا سمجھتے تھے اور ایسے شخص کو ریا کار سمجھتے تھے، ابومخلد کا بیان ہے کہ ابوالعالیہ کہتے تھے کہ جب تم کسی شخص کو یہ کہتے سنو کہ میں خدا کے لیے دوستی اور خدا کے لیے دشمنی کرتا ہوں تو اس کی تقلید نہ کرو۔(۴)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۸۲ (۲) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۸۱ (۳) ایضاً ص ۸۳ (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انفاق فی سبیل اللہ: خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بڑے فیاض تھے، انھوں نے اپنا کل مال یا اس کا بڑا حصہ خدا کی راہ میں امور خیر کے لیے وقف کردیا تھا، ابن سعد کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: فاوصیٰ ابوالعالیة بماله کله (۱) دوسری روایت میں ہے کہ ابوالعالیہ نے کہا کہ میں نے سونے اور چاندی میں جو کچھ بھی چھوڑا ہے، اس کا ایک تہائی خدا کی راہ کے لیے ہے، ایک تہائی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور ایک تہائی غریب مسلمانوں کے لیے، البتہ اس میں سے میری بیوی کا حق تم لوگ دینا۔ (۲)

غلامی کی آزادی: غلاموں کو لوجہ اللہ آزاد کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک غلام کو آزاد کیا، اس کے آزادی نامے پر یہ الفاظ تھے "ایک مسلمان نے ایک جوان غلام کو بطور سائبہ کے لوجہ اللہ آزاد کیا، نیک کام لینے کے علاوہ اس پر کسی کا حق نہیں ہے۔" (۳)

زکوٰۃ وصدقات: زکوٰۃ نہایت پابندی سے ادا کرتے تھے اور اس کو اس کو تقسیم کرنے کے لیے مدینہ پہنچتے تھے، ابوخلدہ کا بیان ہے کہ ابولعالیہ اپنے مال کی زکوٰۃ اس کے مصارف میں صرف کرنے کے لیے اہل بیت نبویؐ کے پاس مدینہ بھیجتے تھے۔ (۴)

خانہ جنگی سے اجتناب: ابوالعالیہ بڑے بہادر اور جنگ آزما تھے لیکن ان کی بہادری مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ صرف ہوتی تھی، ان کے زمانہ میں صفین وغیرہ کی بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں جن سے بہت کم مسلمان بچ سکے یہ بھی نبرد آزمائی کے شوق میں نکلے لیکن پھر میدانِ جنگ سے پلٹ آئے، ابوخلدہ کا بیان ہے کہ ابوالعالیہ کہتے تھے کہ علیؓ اور معاویہؓ کی جنگ کے زمانہ میں میں جوان تھا، جنگ میرے لیے لذیذ کھانوں سے زیادہ مرغوب تھی، اس لیے میں بھی پوری تیاری کے ساتھ میدان جنگ میں پہنچا اور ایسی عظیم الشان فوجیں دیکھیں جن کے سرے نظر نہ آتے تھے، ان میں سے جب ایک فریق تکبیر وتہلیل کرتا تھا تو دوسرا بھی کرتا تھا، میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں کس فریق کو مومن سمجھوں اور کس

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۸۱ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ص ۸۲ (۴) ایضاً ص ۸۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کافر؟ اور کس کا ساتھ دوں؟ کسی نے مجھے مجبور تو کیا نہیں ہے، یہ سوچنے کے بعد شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لوٹ آیا۔(۱)

مشتبہات سے اجتناب: مشتبہ چیزوں سے اتنی احتیاط کرتے تھے کہ ان پیشہ وروں اور عہدہ داروں کے یہاں جن کی کمائی میں کچھ بھی مشتبہ مال کا احتمال ہوتا تھا پانی تک نہ پیتے تھے، چنانچہ صراف اور عشار (عشر وصول کرنے والے) کے یہاں پانی نہ پیتے تھے، ابو خلدہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ابو العالیہ کے پاس گیا، وہ کھانا لائے، اس میں ترکاری بھی تھی، اس کے متعلق انھوں نے کہا یہ وہ ترکاری نہیں ہے جس میں کسی شے کا احتمال ہو، یہ میرے بھائی انس بن مالکؓ نے اپنے باغ سے بھیجی ہے، میں نے کہا ترکاری میں کیا ہوتا ہے؟ فرمایا وہ ہمیشہ گندے اور برے مقامات پر اُگتی ہے، جہاں پیشاب اور نجس چھیتڑے ہوتے ہیں۔(۲)

بے تکلفی: طبعاً نہایت سادہ مزاج اور بے تکلف تھے، اپنے لیے کسی قسم کا اہتمام پسند نہ تھا، جہاں جاتے تھے صاحب خانہ سے پہلے ہی کہہ دیتے تھے کہ گھر میں جو کچھ موجود ہو وہی لانا، بازار وغیرہ سے کوئی شے نہ خریدنا۔(۳)

وفات: بروایت صحیح ۹۳ھ میں وفات پائی۔(۴)

۹۳- ابو عبد الرحمٰن السلمی

نام ونسب: عبداللہ نام، ابو عبد الرحمٰن کنیت، کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، والد کا نام حبیب تھا، نسباً سلمی تھے۔

فضل وکمال: علمی اعتبار سے کوفہ کے قرا اور علما میں ان کا شمار تھا۔(۵)

---

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۸۲ (۲) ایضاً ص ۸۳ (۳) ایضاً (۴) شذرات الذہب ج اول ص ۱۰۲

(۵) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن: ان کا خاص موضوع کتاب اللہ تھا، اس کے قاری بھی تھے اور عالم بھی، قرأت کا فن حضرت علیؓ اور اپنے والد سے حاصل کیا تھا(۱) تفسیر القرآن کی تعلیم ان علما سے حاصل کی تھی جنھوں نے اس محنت سے قرآن پڑھا تھا کہ دس آیات پڑھنے کے بعد جب تک اس کے متعلق تمام باتیں نہ معلوم کر لیتے تھے، آگے نہ بڑھتے تھے، قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ اس پر عمل بھی کرتے جاتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے ہم لوگ قرآن کے ساتھ اس پر عمل کرنا بھی سیکھتے تھے، ہمارے بعد ایسے لوگ قرآن کے وارث ہوں گے جو قرآن کو پانی کی طرح پئیں گے اور ان کے نرخرہ کے نیچے نہ اترے گا، (۲) حافظ ذہبی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ، علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ سے انھوں نے تعلیم حاصل کی تھی۔ (۳)

درس قرآن: قرآن کا درس بھی دیتے تھے لیکن اس کا کوئی معاوضہ لینا پسند نہ کرتے تھے، عمرو ابن حریث کے لڑکے کو انھوں نے قرآن کی تعلیم دی تھی، عمرو نے ان کے پاس سواری کا اونٹ اور اس کی جھول بھیجی، انھوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم لوگ کتاب اللہ پر کوئی اجرت نہیں لیتے، (۴) کامل چالیس سال تک مسجد میں قرآن کا درس دیا تھا۔ (۵)

حدیث: کے بھی حافظ تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة کثیر الحدیث (۶)

صحابہ میں انھوں نے حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، خالد بن ولیدؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابودرداءؓ، ابوہریرہؓ سے روایتیں کی ہیں، ان سے استفادہ کرنے والوں میں ابراہیم نخعی، علقمہ بن مرثد، سعد بن عبیدہ، ابواسحاق سبیعی، سعید بن جبیر، ابوالحصین اسدی، عطاء بن ثابت وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ (۷)

وفات: عبدالملک کے عہد خلافت ۷۳ھ میں کوفہ میں وفات پائی، مسجد ان کا اوڑھنا بچھونا تھی، مرض الموت میں بھی مسجد ہی میں تھے، عطا بن سائب نے جا کر عرض کیا خدا آپ پر رحم

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۱۹ و ص ۱۲۰ (۲) ایضاً ص ۱۱۹ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۰ (۴) ابن سعد جلد ۶ ص ۱۲۰ (۵) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۸۴ (۶) ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۱ (۷) تہذیب ج ۵ ص ۱۸۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے، آپ اپنے بستر پر منتقل ہو جاتے تو اچھا تھا، فرمایا میں نے ایک شخص سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بندہ جب تک مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ گویا نماز ہی کی حالت میں رہتا ہے اور ملائکہ اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مسجد ہی میں مروں۔ (۱)

۹۴۔ ابوعثمان نہدی

نام ونسب: عبدالرحمٰن نام، ابوعثمان کنیت، کنیت ہی سے مشہور ہیں، نسب نامہ یہ ہے: عبدالرحمٰن ابن مل بن عمرو بن عدی بن وہب بن ربیعہ بن سعد بن خزیمہ بن کعب بن رفاعہ بن مالک بن نہد بن زید بن لیث بن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ۔

اسلام: ابوعثمان نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا تھا، (۲) زمانۂ جاہلیت میں عام عربوں کی طرح بتوں کی پرستش کرتے تھے، عہدِ رسالت میں اسلام قبول کیا لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم رہے لیکن صدقات برابر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحصیل داروں کو ادا کرتے تھے۔ (۳)

عہدِ فاروقی: عہدِ صدیقی میں اُن کا پتہ نہیں چلتا، حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں مدینہ آئے (۴) اور عراق کی اکثر مہموں قادسیہ، جلولاء، تستر، نہاوند، سروند، یرموک وغیرہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی تھی۔ (۵)

فضل وکمال: علمی اعتبار سے کوئی ممتاز شخصیت نہ رکھتے تھے لیکن سلمان فارسیؓ کی صحبت میں بارہ سال رہے تھے، (۶) ان کے فیض صحبت سے اتنا علم حاصل ہو گیا تھا کہ علما میں شمار ہوتا تھا (۷)

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۱ (۲) تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۷۷ (۳) تاریخ خطیب ج ۱۰ ص ۲۰۴ (۴) تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۷۸ (۵) تاریخ خطیب ج ۱۰ ص ۲۰۴ (۶) شذرات الذہب ج اول ص ۱۱۸ (۷) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث: حدیث میں حضرت عمرؓ، علیؓ، سعدؓ، سعیدؓ، طلحہؓ، سلمان فارسیؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، ابوذرؓ، ابی بن کعبؓ، اسامہ بن زیدؓ، بلالؓ، حنظلہ کاتبؓ، ابوسعید خدریؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ جیسے اکابر صحابہ سے ان کی روایات ملتی ہیں۔(۱)

ثابت البنانی، قتادہ، عاصم الاحول، سلیمان التیمی، خالد الحذاء، ایوب سختیانی اور حمید الطّویل جیسے ممتاز علما ان کے فیض یافتہ تھے۔(۲)

عبادت وریاضت: ابوعثمان کا امتیازی وصف ان کی عبادت وریاضت اور ان کا زہد وتقویٰ تھا، اس میں وہ اپنے معاصرین میں ممتاز شخصیت رکھتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ عالم، قائم اللیل اور صائم النہار تھے، نمازیں اتنی پڑھتے تھے کہ بیہوش ہوہو جاتے تھے۔(۳)

ان کا دامن کسی معصیت سے آلودہ نہیں ہوا، ان کے تلمیذ سلیمان التیمی کا بیان ہے کہ جہاں تک میرا خیال ہے، ان سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔(۴)

ذکر خدا: فرماتے تھے میں جانتا ہوں خدا مجھے کس وقت یاد کرتا ہے، کسی نے پوچھا، کیسے؟ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ "اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ" اس لیے جب میں اس کو یاد کرتا ہوں تو وہ بھی مجھے یاد کرتا ہے اور جب ہم اس سے دعا کرتے ہیں تو اس کی قسم وہ قبول کرتا ہے، پھر فرماتا ہے: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ (۵)

اہل بیت نبوی سے عقیدت: اہل بیت کرام سے اتنی عقیدت تھی کہ کوفہ وطن تھا لیکن جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو کوفہ چھوڑ کر بصرہ کی سکونت اختیار کرلی اور فرمایا میں ایسے شہر میں نہیں رہ سکتا، جس میں رسول اللہ ﷺ کا نواسہ شہید کیا گیا ہو۔(۶)

وفات: سنہ وفات کے بارے میں اختلاف ہے، بروایت صحیح ۱۰۰ھ یا اس کے لگ بھگ انتقال فرمایا، اس وقت ایک سوتیس سال کی عمر تھی۔(۷)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج۶ ص ۲۷۸ (۲) ایضاً (۳) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۶ (۴) ایضاً (۵) ابن سعد ج۷ ق اول ص ۶۹ (۶) ایضاً ص ۷۰ (۷) تاریخ الخطیب ج۱۰ ص ۲۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۵-ابوقلابہ جرمی

نام ونسب: عبداللہ نام، ابوقلابہ کنیت، کنیت ہی سے زیادہ مشہور ہیں، نسب نامہ ہے: عبداللہ بن زید بن عمر بن نابل بن مالک بن عبید بن علقمہ بن سعد جرمی بصری۔

فضل وکمال: علمی اعتبار سے بصرہ کے ممتاز تابعین میں تھے، حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی دونوں ان کو علمائے اعلام میں لکھتے ہیں (۱) ابن عماد حنبلی امام اور علم وعمل میں راس العلما لکھتے ہیں۔ (۲)

حدیث: حدیث کا ان کو خاص ذوق تھا اور اس کی بڑی جستجو رہتی تھی، ایک ایک حدیث کے لیے کئی کئی دن تک ایک ایک مقام پر ٹھہرے رہتے تھے، ایک مرتبہ ایک حدیث کی تحقیق کے لیے تین دن تک مدینہ میں مقیم رہے، اس کے علاوہ ان کا وہاں اور کوئی کام نہ تھا، (۳) اس ذوق وجستجو نے ان کو ممتاز حافظِ حدیث بنادیا تھا، علامہ ابن سعد ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔ (۴)

صحابہ میں ثابت بن ضحاکؓ، سمرہ بن جندبؓ، عمرو بن سلمہؓ جرمی، مالک بن حویرثؓ، انس بن مالک انصاریؓ، انس بن مالک کعبیؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، معاویہؓ، ابوہریرہؓ، نعمان بن بشیرؓ، ابوثعلبہ خشنیؓ وغیرہ سے ان کی روایات ملتی ہیں۔ (۵)

تلامذہ: ان سے روایت کرنے والوں میں ایوب، خالد الحذاء، ابورجاء، یحییٰ بن ابی کثیر اشعث ابن عبدالرحمن جرمی وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (۶)

اعتدال فی الروایت: ان سے سماع حدیث کے بڑے بڑے علما شائق رہتے تھے مگر یہ

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۲ وتہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۲۴ (۲) شذرات الذہب ج اول ص ۱۲۶

(۳) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۴ (۴) ایضاً ۱۳۳ (۵) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۲۵ (۶) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتیاط کی وجہ سے بہت کم بیان کرتے تھے، ابوخالد کا بیان ہے کہ ہم لوگ حدیثیں سننے کے لیے ابوقلابہ کے پاس جاتے تھے، وہ تین حدیثیں سنانے کے بعد کہتے، بس اب سنا چکا، عمرؒ بن عبدالعزیز جیسے بزرگ ان سے فرمائش کر کے حدیث سنتے تھے، عمر بن میمون کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابوقلابہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس گئے، انھوں نے حدیثیں سنانے کی فرمائش کی، انھوں نے جواب دیا امیرالمومنین میں زیادہ حدیثیں بیان کرنے اور بالکل سکوت اختیار کرنے دونوں کو بُرا سمجھتا ہوں۔(۱)

فقہ: فقہ میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، ایوب کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ابوقلابہ فقہائے ذوی الالباب میں تھے۔(۲)

قضاء کا ملکہ: اس فقہی کمال کی وجہ سے انھیں قضاء کا خاص ملکہ تھا، ایوب کا بیان ہے کہ میں نے بصرہ میں ابوقلابہ سے زیادہ فیصلہ کی استعداد رکھنے والا نہیں دیکھا، مسلم بن یسار کہتے تھے کہ اگر ابوقلابہ عجم میں ہوتے تو قاضی القضاۃ ہوتے۔(۳)

عہدۂ قضاء سے انکار: لیکن اس استعداد کے باوجود عہدۂ قضا سے بہت گھبراتے تھے، ایوب کہتے تھے کہ میں نے ان کو قضا کا جتنا بڑا عالم پایا اتنا ہی سختی سے اس سے بھاگنے والا اور اس کو برا سمجھنے والا پایا، وہ عہدۂ قضا کے لیے بلائے گئے، ان کو اس سے اتنی نفرت تھی کہ اس کے خوف سے شام بھاگ گئے، ایک عرصہ کے بعد جب واپس آئے تو میں نے ان سے کہا اگر آپ قضا کا عہدہ قبول کر لیے ہوتے اور لوگوں میں انصاف کرتے تو اس میں آپ کو اجر ملتا، جواب دیا ایوب مانا ایک شخص تیراک ہے لیکن اگر وہ سمندر میں پڑ جائے تو بتاؤ کتنا تیر سکتا ہے۔(۴)

کتب خانہ: اگرچہ اس زمانہ میں کتب خانوں کا رواج کم بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا لیکن ابوقلابہ کے ذوقِ علمی نے کتابوں کا معتدبہ ذخیرہ جمع کر لیا تھا، مرضِ الموت میں اس کے

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۴ (۲) ایضاً ص ۱۳۳ (۳) ایضاً (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق وصیت کرتے گئے تھے کہ ایوب سختیانی کو دے دی جائیں، اگر وہ زندہ نہ ہوں تو جلا دی جائیں۔(۱)

بدعات سے نفرت: عقائد و اعمال میں سلف صالحین کا نمونہ اور اس بارے میں اتنے سخت تھے کہ مبتدعین کے مقابلہ میں تلوار تک اٹھانا جائز سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ جس شخص نے کوئی نئی بات پیدا کی، اس نے تلوار کو جائز کر دیا، ایسے لوگوں سے ملنا اور بحث و مباحثہ کرنا بھی پسند نہ تھا، چنانچہ لوگوں کو منع کرتے تھے کہ ہوا پرستوں (مبتدعین) کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے مجادلہ کرو، مجھے ڈر ہے کہ وہ تم کو اپنی گمراہی میں مبتلا اور جس شے کو تم اچھی طرح جانتے ہو اس میں مشکوک نہ کر دیں، ان کا علاج وہ صرف تلوار سمجھتے تھے، ایوب کا بیان ہے کہ ابوقلابہ کہتے تھے کہ ہوس پرست (مبتدعین) گمراہ ہیں، میرے نزدیک ان کی جگہ یقینی دوزخ ہے، میں نے ان کا پورا تجربہ کیا ہے، ان میں سے جو نئی رائے یا نیا قول ظاہر کرتا ہے وہ بغیر تلوار کے اس سے باز نہیں آتا، نفاق کی بہت سی قسمیں ہیں، (ان میں سے ایک یہ بھی ہے) پھر یہ آیتیں:

۱ — منهم من عاهدالله	۱- انہی میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے خدا سے عہد کیا۔
۲ — وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ	۲- اور ان ہی میں وہ لوگ ہیں جو نبی کو اذیت دیتے تھے۔
۳ — وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ۔	۳- اور ان ہی میں وہ ہیں جو صدقات کی تقسیم میں تم پر الزام لگاتے ہیں۔

تلاوت کر کے فرمایا اگرچہ ان کے اقوال مختلف ہوتے ہیں لیکن شک اور تکذیب پر سب کا اتفاق ہوتا ہے اور یہ مختلف اقوال رکھنے والے سب کے سب تلوار کے مستحق ہیں اور ان کا مستقر دوزخ ہے۔(۲)

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۵ (۲) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبتدعین کو اپنے پاس آنے تک نہ دیتے تھے، جب ان کے یہاں کوئی شخص آتا تو بغیر اطمینان کیے آنے کی اجازت نہ دیتے تھے، غیلان بن جریر کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ ان کے ساتھ مکہ جانا چاہتا تھا، اس لیے ان کے پاس گیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی، انھوں نے کہا اگر حروری نہیں ہو تو آسکتے ہو۔(۱)

ایک گمراہ کن بدعت: آج کل مذہب کے رنگ میں یہ نیا گمراہ کن مذہب پھیل رہا ہے کہ لوگ حدیث کے مقابلہ میں کتاب اللہ کا مطالبہ کرتے ہیں، ابو قلابہ ایسے مذہب پرستوں کو گمراہ سمجھتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ جب تم کسی سے کوئی سنت بیان کرو اور وہ اس کے جواب میں یہ کہے کہ اس کو چھوڑو اور کتاب اللہ کو پیش کرو تو اس کو گمراہ سمجھو۔(۲)

عرفان نفس: اپنی حقیقت پہچاننے والے کو نجات کا اور خود فراموش کو ہلاکت کا مستوجب سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ جس شخص کو دوسرے لوگ خود اس سے زیادہ جانتے ہوں وہ ہلاکت کا اور جو شخص خود اپنے نفس کو دوسروں سے زیادہ پہچانتا ہو وہ نجات پانے کا مستحق ہے۔(۳)

حقیقی دولت مندی اور حقیقی علم: خدا کے عطیہ پر قناعت کو حقیقی دولت مندی اور دوسروں کے علم سے استفادہ کرنے والے کو حقیقی عالم سمجھتے تھے، کسی نے آپ سے سوال کیا کہ سب سے غنی کون ہے؟ فرمایا جو اس شے پر راضی ہو جو خدا نے اسے دی ہے، پھر سائل نے پوچھا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ جواب دیا جو دوسروں کے علم سے اپنے علم میں اضافہ کرتا ہے۔(۴)

ابتلاء و آزمائش پر صبر: صبر و شکر اور تسلیم و رضا میں آپ کا پایہ نہایت بلند تھا، بڑی سے بڑی مصیبت اور آزمائش کے موقع پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا، عبدالمومن بن خالد کا بیان ہے کہ آخر عمر میں ابو قلابہ کے ہاتھ پاؤں اور آنکھیں سب اعضا بیکار ہو گئے تھے، ان

(۱) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۴ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ص ۱۳۳ (۴) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصائب کے باوجود ان کی زبان پر حمد و شکر کے علاوہ کوئی کلمہ نہ تھا۔(۱)

ان کی ہستی دوسروں کے لیے موجبِ خیر و برکت تھی حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز شامیوں سے فرماتے تھے کہ جب تک تم میں یہ (ابوقلابہ) موجود ہیں اس وقت تک تم لوگ بھلائی میں رہو گے۔(۲)

وفات: مرض الموت میں عمرؒ بن عبدالعزیز ان کی عیادت کو آئے اور انھیں ثبات و استقلال کی تلقین کی، اسی بیماری میں وفات پائی، یہ ۱۰۴ھ یا ۱۰۵ھ تھا۔(۳)

۹۶- ابووائل بن سلمہ

نام و نسب: شقیق نام، ابووائل کنیت، والد کا نام سلمہ تھا، نسباً قبیلہ اسد بن خزیمہ سے تھے، شقیق اپنے نام سے زیادہ کنیت سے مشہور ہیں۔

عہدِ رسالت: ابووائل عہدِ رسالت میں موجود تھے لیکن کم سن تھے، عمر بن مروان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابووائل سے پوچھا کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں آپ کو دیکھا تھا لیکن اس وقت میں نوخیز لڑکا تھا(۴) لیکن بروایتِ صحیح وہ تابعی ہیں۔

اسلام: ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ میں وہ مشرف باسلام ہوئے، مغیرہ کا بیان ہے کہ ابووائل کہتے تھے کہ ہمارے قبیلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحصیل دار آیا، وہ ہم سے ہر پچاس اونٹنیوں پر ایک اونٹنی لیتا تھا، میرے پاس ایک مینڈھا تھا میں نے اس کو لا کر پیش کیا اور کہا اس کا صدقہ لو، اس نے کہا اس میں صدقہ نہیں ہے۔(۵)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۸۲ (۲) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۲۵ (۳) ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۵ (۴) ایضاً ج ۶ ص ۶۴ (۵) ایضاً ص ۶۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد صدیقی: عہدِ صدیقی میں ان کے قبیلہ نے بھی صدقہ دینے سے انکار کردیا تھا، ابووائل بھی اس جماعت میں شامل تھے، سلیمان الاعمش کا بیان ہے کہ شقیق مجھ سے کہتے تھے ''کاش تم ہم کو بزاخہ(۱) کے معرکہ میں خالد بن ولید کے مقابلہ میں بھاگتے ہوئے دیکھے ہوتے، اس دن میں اونٹ سے گر پڑا تھا اور میری گردن ٹوٹتے ٹوٹتے بچی تھی، اگر میں اس دن ہلاک ہوگیا ہوتا تو میرے لیے دوزخ یقینی تھی، (۲) لیکن پھر ان کے قبیلہ نے زکوٰۃ ادا کرکے اطاعت قبول کرلی تھی۔

عہدِ فاروقی میں تلافی مافات: عہدِ فاروقی میں انھوں نے اس لغزش کی پوری تلافی کردی، عراق کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، قادسیہ کے مشہور معرکہ میں موجود تھے۔ (۳)

شام کی مہم میں بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، خود ان کی زبانی یہ روایت ہے کہ میں عمرو بن الخطابؓ کے ساتھ شام کی فوج کشی میں شریک ہوا، (۴) غالباً اس سے مراد سفرِ شام میں حضرت عمرؓ کی مشایعت ہوگی۔

عمر فاروقؓ کا برتاؤ: ان کے خدمات کی بنا پر حضرت عمرؓ اُن کا بڑا لحاظ کرتے تھے، ان کا بیان ہے کہ عمرؓ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے چار عطیے دیئے اور کہا ایک نعرہ تکبیر دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (۵)

جنگ صفین: عہد مرتضوی میں حضرت علیؓ کی حمایت میں جنگ صفین میں نکلے لیکن بعد میں اس شرکت پر متاسف تھے، اعمش کا بیان ہے کہ کسی نے ابووائل سے پوچھا کہ آپ نے جنگ صفین میں شرکت کی تھی؟ فرمایا ہاں شریک ہوا تھا لیکن دونوں صفیں نہایت بری تھیں۔ (۶)

حجاج اور ابووائل: اموی عہد میں ابووائل کی بڑی عزت و وقعت تھی، حجاج خصوصیت کے

---

(۱) عہد صدیقی میں بنی اسد پر فوج کشی کا معرکہ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۶۵ (۳) ایضاً ص ۶۴ (۴) ایضاً (۵) ایضاً (۶) ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ بہت مہربان تھا، اس نے آپ کے سامنے بعض بڑے عہدے پیش کئے لیکن آپ نے قبول کرنے سے انکار کیا، خود آپ کا بیان ہے کہ حجاج جب (کوفہ) آیا تو مجھے بلا بھیجا، میں اس کی طلبی پر گیا، اس نے مجھ سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا نام تم کو معلوم ہی ہوگا ورنہ مجھے بلاتے کیسے، پوچھا اس شہر میں کب آئے؟ میں نے کہا اس زمانہ میں جب اس شہر کے تمام باشندے آئے، پوچھا آپ کو کتنا قرآن یاد ہے؟ میں نے کہا اتنا کہ اگر میں اس کی پابندی کروں تو وہ میرے لیے کافی ہو، ان سوالات کے بعد اس نے کہا میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ کو بعض عہدے دینا چاہتا ہوں، میں نے پوچھا کون سا عہدہ؟ اس نے کہا سلسلہ (۱) (بیڑی)، میں نے کہا یہ عہدہ ان لوگوں کے لیے موزوں ہے جو ذمہ داری کے ساتھ اس کام کو انجام دے سکیں، اگر آپ مجھ سے مدد لینا چاہتے ہیں تو ایسے عقل خوردہ سے مدد لیں گے جس کا برے مددگاروں سے سابقہ ہوگا، اس لیے اگر آپ مجھے اس عہدہ سے معاف رکھیں تو میرے لیے زیادہ بہتر ہوگا اور اگر آپ کو اصرار ہے تو میں اس پر خطر عہدہ کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوں مگر یہ بھی عرض کر دوں کہ ایسی حالت میں جب کہ میں آپ کا عہدہ دار نہیں ہوں جب راتوں کو آپ کو یاد کرتا ہوں تو نیند اڑ جاتی ہے تو جب عہدہ دار ہوں گا تو کیا حال ہوگا لوگ آپ سے اس قدر خائف ہیں کہ اس سے پیشتر کسی امیر سے اتنا خائف نہ ہوئے ہوں گے، میری ان باتوں کو اس نے پسند کیا اور کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص خون ریزی میں مجھ سے زیادہ جری اور بے باک بھی نہیں ہے، میں ایسے ایسے اہم کام کر گذرا جس کے پاس جاتے ہوئے لوگ ڈرتے تھے، میری اس سختی کی وجہ سے میری مشکلات آسان ہو گئیں، خدا آپ پر رحم کرے اب آپ جائیے اگر آپ کے علاوہ کوئی دوسرا موزوں شخص مل گیا تو آپ کو زحمت نہ دوں گا، ورنہ پھر آپ کو اس میں ڈالنا پڑے گا، غرض کسی طرح چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد ابو وائل واپس آئے اور پھر کبھی حجاج کے پاس نہ گئے (۲)

---

(۱) سزا دینے کا ایک عہدہ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۶۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحصیل زکوٰۃ کا عہدہ: بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اموی دور میں وہ تحصیل زکوٰۃ کے عہدہ پر تھے، مہاجر ابوالحسن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ابو بروہ اور شقیق کے پاس جو بیت المال میں تھے زکوٰۃ لے کر گیا، انھوں نے اس کو داخل کرلیا، اسی روایت کے ایک راوی سعید کہتے ہیں کہ میں دوبارہ زکوٰۃ لے کر گیا تو تنہا ابووائل تھے، انھوں نے کہا اس کو واپس لے جاؤ اور اس کے مصارف میں اس کو صرف کردو میں نے کہا مؤلفۃ القلوب کا حصہ کیا کروں، انھوں نے کہا ''اسے دوسرے لوگوں کو دے دو۔'' (۱)

فضل وکمال: علمی اعتبار سے ابووائل کوفہ کے ممتاز علما میں تھے، حافظ ذہبی ان کو کوفہ کا شیخ اور عالم لکھتے ہیں، (۲) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۳)

قرآن: قرآن کے حافظ تھے، ذہین اور ذکی ایسے تھے کہ دو مہینہ میں پورے قرآن کی تعلیم حاصل کرلی تھی، (۴) لیکن تفسیر بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔

حدیث: حفظ حدیث میں علامہ ابن سعد ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔ (۵)

صحابہ میں انھوں نے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، معاذ بن جبلؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، حذیفہ بن یمانؓ، خباب بن ارتؓ، کعبؓ بن عجرہ، ابو مسعود انصاریؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ اور ابوہریرہؓ وغیرہ جیسے اکابر حفاظ سے روایتیں کی ہیں، (۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی احادیث خصوصیت کے ساتھ ان کے حافظہ میں زیادہ محفوظ تھیں، کوفہ میں ان کی احادیث کا ان سے بڑا کوئی حافظ نہ تھا۔ (۷)

تلامذہ: بڑے بڑے تابعی ان کے خرمنِ کمال کے خوشہ چیں تھے، اکابر تابعین میں شعبی،

---

(۱) ابن سعد ج ۶ ص ۶۵ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۱ (۳) تہذیب الاسماء ج اول ص ۲۴۷ (۴) تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۵۱ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۶۹ (۶) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۶۱ (۷) تہذیب الاسماء ج اول ق اول ص ۲۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عاصم اور اعمش اور عام محدثین میں منصور، زبید الیامی، حبیب بن ابی ثابت، عاصم بن بہدلہ، عبدہ بن لبابہ اور عمرو بن مرہ وغیرہ نے ان سے فیض پایا تھا۔(۱)

علما میں ابووائل کا درجہ: اس عہد کے اکابر ان کو خیار تابعین میں شمار کرتے ہیں، اعمش کا بیان ہے کہ ابراہیم نے مجھ سے ہدایت کی تھی کہ تم شقیق سے استفادہ کیا کرو، عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب اس زمانہ میں جب کہ ان کی بڑی تعداد موجود تھی سب کے سب انھیں اپنی جماعت کے خیار میں شمار کرتے تھے۔(۲)

خشیتِ الٰہی: ان کے دل پر خشیتِ الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ جب ان کے سامنے تذکیر وتخویف ہوتی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔(۳)

زہد وعبادت: بصرہ کے عابد تابعین میں شمار تھا، عبادت ان کا خاص مشغلہ تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ ثقات میں تھے، کوفہ میں بود و باش اختیار کر لی تھی، اور یہاں کے عابد و زاہد لوگوں میں تھے،(۴) آپ کی عبادت کا خاص وقت تاریکی شب تھا، سجدہ میں نہایت الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرتے تھے، "خدایا مجھے معاف کر اور میری مغفرت فرما، اگر تو مجھے معاف کر دے گا تو مسلسل گناہوں کو معاف کر دے گا اور اگر عذاب دے گا تو عذاب دینے میں تو ظالم نہ ہوگا۔(۵)

جہاد فی سبیل اللہ اور دنیا سے بے تعلقی: دنیا سے محض برائے نام تعلق تھا، رہنے کے لیے ایک معمولی سا چھپر کا جھونپڑا تھا، جس میں وہ اور ان کا رفیق جہاد گھوڑا رہتا تھا، جب جہاد کے لیے جانے لگتے تو چھپرا اکھاڑ دیتے، جب واپس آتے تو پھر بنا لیتے۔(۶)

کسب حلال: کسب حلال کا بڑا خیال تھا، مفت کی دولت کے انبار کے مقابلہ میں حلال کے ایک درہم کو زیادہ پسند کرتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ تجارت کا ایک درہم مجھے اپنے

(۱) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۶۲ (۲) ابن سعد ج ۶ ص ۶۷ (۳) ایضاً ص ۶۸ (۴) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۶۳ (۵) ابن سعد ج ۶ ص ۶۷ (۶) ایضاً ص ۶۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

TABA'EEN

Edited by
Shah Moin-ud-din Ahmad Nadvi

ISBN : 978-93-80104-22-5

Darul Musannefin Shibli Academy
Azamgarh (U.P.) INDIA